www.KitaboSunnat.com

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست و دوم (۲۲)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی خدمات

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست و دوم (۲۲)
	تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی خدمات
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۷۵
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عناوین

صفحہ نمبر	عنوان
۶	مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
۲۱	شہادۃ القرآن کا تعارف
۲۸	مباحثہ جہلم مابین ابراہیم سیالکوٹی و مبارک علی قادیانی
۴۴	شهادة القرآن :
۴۵	مقدمہ اولی در بیان امکان خرق عادت
۵۸	طریق ثبوت معجزات
۶۰	مقدمہ ثانیہ در تشریح سنّة اللّه
۶۵	مقدمہ ثالثہ در بیان خصائص عیسیٰؑ
۷۱	تنبیہ در بارہ طریق بیان
۷۲	فصل اول در بیان عدم مصلوبیت عیسیٰؑ :
۷۳	کسر صلیب کی پہلی آیت و مکروا و مکر اللّه
۸۵	کسر صلیب کی دوسری آیت وما قتلوه و ما صلبوه
۸۶	اشتہار بنام مرزا قادیانی
۸۷	جواب باصواب کا جواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسرصلیب کی تیسری آیت و اذ کففت بنی اسرا ئیل	۱۰۸
کسرصلیب کی چوتھی آیت و جیهاً فی الدّ نیا	۱۱۴
فصل ثانی دراثباتِ حیات ورفع عیسیٰؑ	۱۱۵
یا عیسی انّی متوفّیك	۱۱۵
تحقیق لفظ توفّی وابواب ازمادہ وفا	۱۱۷
آیات توفّی مع بیان قرینہ	۱۳۱
و رافعك الیّ	۱۳۹
و مطهّرك من الّذین كفروا	۱۴۹
ولكن شبّه لهم	۱۶۲
و ان من اهل الكتاب الّا لیؤمننّ به	۱۸۵
و انّه لعلم للسّاعة	۱۹۰
و من المقرّبین	۱۹۲
لن یّستنكف المسیح	۱۹۴
و یكلّم النّاس فی المهد و كهلا	۱۹۶
فلمّا توفّیتنی	۱۹۹
و جعلنی مباركاً اینما كنت	۲۰۲
دلیل کی دوسری قسم: احادیث مثبتہ حیات مسیح	۲۰۵
دلیل کی تیسری قسم: اجماع امت	۲۱۴
جواب آیات قسم اول پیش کردہ قادیانی	۲۱۸
جواب آیات قسم دوم پیش کردہ قادیانی	۲۶۵
جواب آیات قسم سوم پیش کردہ قادیانی	۲۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی خلیفہ اور ہم	۳۲۶
قادیانی دعوت قبول	۳۳۰
قادیانی سوال وجواب	۳۳۰
مرزائیوں سے مباحثہ	۳۳۷
قادیانی کذب بیانی وبدزبانی	۳۳۹
آئینہ نوری	۳۴۵
ظہور قادیانی	۳۵۴
الخبر الصحیح عن قبر المسیح	۳۶۳
نزول الملائکۃ	۳۷۵
آئینہ قادیانی یعنی قادیانی قرآن دانی	۳۹۴
ریویو آف ریویو	۴۱۱
رحلت قادیانی بمرگ ناگہانی	۴۲۱
فیصلہ ربانی برمرگ کادیانی	۴۵۴
مسئلہ ختم نبوت	۴۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

آپ فرماتے ہیں کہ میرا نام محمد ابراہم ولد حاجی قادر بخش میر ساکن سیالکوٹ پیشہ تدریس وزمین داری۔ آباء واجداد کا وطن کنڈی (کشمیر) کے علاقہ میں تھا۔ الحمدللہ کہ میری ولادت پابند شرع خاندان میں ہوئی۔ والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس دن تم صبح کو پیدا ہوئے اس روز میرے والد (مولانا میر کے نانا جان) نے مجھے آ کر فرمایا کہ رات کو خواب میں مجھے آنحضرت e نے گلاب کا پھول دیا ہے۔ میرے ددھیال اور ننھیال ہر دو عبادت گزار اور خدایاد تھے۔ والد ماجد کو خدا تعالیٰ نے بے اندازہ مال و دولت کے ساتھ نعمت دینداری اور خاکساری بھی عطا کر رکھی تھی۔ والدہ ماجدہ اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ میں اپنا جواب آپ تھیں۔ ایسے ماں باپ سے جنم و پرورش پا کر توحید و سنت کے گرویدہ اور علم و عمل میں پختہ اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ باوجود غائت درجے کے تنعم میں پرورش پانے کے اس تخمی و شکمی تاثیر اور مقدس فیض صحبت کے اثر سے بچپن ہی سے طبع کا میلان تصوف و دینی علم کی طرف تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ جہالت و بدعت کی ظلمت مجھ پر ایک دم کے لیے بھی نہ آ سکی۔ چونکہ گھر میں آسودگی تھی اس لیے انگریزی سکول میں بٹھایا گیا۔ طبع کی ذہانت اور استدلال کی خوبی اور جواب کی برجستگی سے اقارب کی رائے اس پر تھی کہ لڑکا وکیل بنے گا یا مجسٹریٹ۔ سکول کے خارج کے وقت میں گھر میں قرآن شریف و مذہبی کتب کی تعلیم بھی جاری رہی۔ چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی توصیف مشکل ہے۔ جو تقوی و ذہانت ذکر و عبادت صورت و سیرت اخلاق و معاملات وقار و عظمت استغنا و سیر چشمی سخاوت و شفقت اور شیریں کلامی و حق گوئی میں نمونہ سلف تھے اور میری آنکھوں نے حضرت میاں صاحب دہلوی کے بعد ان جیسی جامعیت کا دوسرا شخص نہیں دیکھا) کے درس میں حاضری لازمی تھی۔ حتی کہ انہی حالات میں میں نے ۱۸۹۵ء میں انٹرنس یعنی میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخل ہو کر ایک سال ایف اے کلاس میں بھی گزار لیا تھا کہ قائدازلی نے یکا یک میری باگ کلیتاً دینی علوم کی طرف موڑ دی اور شوق اتنا غالب ہوتا گیا کہ میں کالج کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے سیدھا وزیر آباد (سیالکوٹ سے جانب مغرب ۲۷ میل) کا رخ کیا۔ وہاں جناب حافظ عبدالمنان صاحب محدث (جو ظاہری آنکھوں سے معذور تھے) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے چلیں اور میرے والد ماجد سے کہیں کہ وہ مجھے علم حدیث پڑھنے کی اجازت بخشیں۔ حافظ صاحب ممدوح میرے اس شوق و ذہانت کو بخوبی جانتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ میں ان سے علم حدیث پڑھوں اور حضرت والد صاحب مرحوم ان کی اور میرے استاد و مرشد جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی سے بغایت عقیدت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب میری گزارش سن کر میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے آئے اور نماز عشا کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے دیگر معتقدین کے حلقہ میں بغیر کسی تمہید کے جناب والد صاحب سے یوں گویا ہوئے۔ مستری جی! آپ بڑے بیٹے اللہ دتہ سے دنیا کی کھیتی لیتے ہیں۔ ابراہیم سے عاقبت کی کھیتی لیں اور مجھے دے دیں۔ والد مرحوم سیالکوٹ کے معزز اصحاب میں سے تھے۔ خدا جانے میرے انگریزی پڑھانے میں ان کو کیا کیا آرزوئیں اور امیدیں ہونگی۔ آپ نے ان سب کو دل ہی میں رکھ کر بغیر کوئی لفظ بولنے کے میرا دایاں بازو پکڑا اور حافظ صاحب کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ حافظ صاحب نے خوشی سے میری پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا۔ بس بھائی اب تو راضی ہو گئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں جی۔ جسمانی باپ سے تو اجازت مل گئی ہے اب روحانی باپ یعنی مولانا (غلام حسن) صاحب سے بھی اجازت لے کر مجھے اپنے ساتھ وزیر آباد لے چلئے۔ مولانا صاحب اور حافظ صاحب آپس میں سمدھی تھے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے وہ تو گھر کی بات ہے۔ اس میں کیا دیر لگے گی۔ خیر نہایت بے تابی سے گزری اور صبح کو درس قرآن اور ناشتہ سے فارغ ہو کر حافظ صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے ہمراہ جناب مولانا صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہنے لگے کہ ابراہیم مجھے دے دیجئے۔ مولانا (غلام حسن) صاحب بہت بامذاق تھے فرمانے لگے کیا ابراہیم کی بھی بانٹ ہوگی۔ میرا کیا اور آپ کا کیا؟ آپ کا اختیار ہے۔ حافظ صاحب اسی روز دس بجے کی ٹرین سے مجھے وزیرآباد لے آئے۔ میں ترجمہ قرآن اور تفسیر جلالین بلوغ المرام مشکوۃ جامع ترمذی مع رسائل صرف ونحو اور کتب نحو و بیان اور منطق و اصول فقہ کے سیالکوٹ میں حضرت مولانا (غلام حسن) صاحب سے پڑھ چکا تھا۔ حافظ عبدالمنان صاحب نے پہلے صحیح مسلم اور الفیہ ابن مالک پھر صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد شرح نخبہ اور الفیہ عراقی شروع کرائی۔ ۱۸۹۶ء کے ماہ ستمبر کی اکیسویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا کہ سبق شروع ہوئے۔ میں نہ تو حافظ صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ لگا سکتا ہوں اور نہ سبق کے وقت کی اپنی کیفیت بتا سکتا ہوں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے وجدان میں ایک سبق پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں نے آج ایک مہینے کے سبق پڑھے ہیں اور جس روز میری قرائت کی نوبت ہوتی تھی۔ حافظ صاحب ممدوح میرے سر سے اپنا سر جوڑ کر اور میری پشت پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر میری قرآت سنتے رہتے تھے۔ اس وقت اثنائے قرآت میں مجھ پر ایک عجیب کیفیت فیض قدسی کی طاری ہو جاتی تھی اور بعض وقت میرے سامنے عالم جو میں تیس کا ہندسہ بھی لکھا ہوا نظر آ جاتا تھا۔ الحمدللہ کہ بہت تھوڑے عرصہ میں جو کچھ مقدر تھا اس سے اپنا دامن بھر لیا۔ اس کے بعد چالیس سال سے زائد عرصہ مناظرہ و مدافعت اسلامی اور تبلیغ توحید وسنت اور تصنیف کتب اور تدریس وتذکیر کے کام میں بسر کر رہا ہوں۔ میرے دل میں دنیا کمانے کا کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ وجہ معاش کی صورت یوں ہے کہ والد صاحب کی زندگی میں تو مجھے کوئی فکر نہیں ہو سکتا تھا لیکن الحمدللہ کہ ان کے بعد بھی یہی صورت قائم ہے۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں جناب والد صاحب فوت ہو گئے اور مجھے اپنے برادر بزرگ اور ہمشیرگان کے ساتھ جس قدر حصہ وراثت ترکہ میں ملا وہ خدا کے فضل سے اتنا وافر ہے کہ مجھے کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خدا کا بے محنت دیا ہوا رزق کھاتا ہوں اور اس کا دین اس کے بندوں تک پہنچاتا ہوں خدا نے مال دیا ہے تو اپنی خصوصی اور قیمتی اراضی زرعی میں سے ایک بیگہ میں جماعت اہل حدیث کے لیے عیدگاہ بنائی ہے اور اس میں پھلدار درختوں اور پھولوں کا باغ بھی لگوایا ہے۔ حضرت والد مرحوم نے بصرف خاص جو دومنزلہ جامع مسجد اہل حدیث کے لیے بنائی تھی اسے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوگنا کیا ہے۔ الحمدللہ کہ یہ مسجد سیالکوٹ میں اول نمبر پر ہے اور منزل بالا میں عورتیں اور منزل زیریں میں مرد نماز پڑھتے ہیں۔ داخل خارج کے راستے اور وضو کی جگہیں عورتوں اور مردوں کے لیے الگ ہیں۔ یہ نقشہ حضرت والد صاحب مرحوم کا ایجاد کردہ ہے۔ اب دوسرے شہروں کے اہل حدیث بھی اسی نقشہ کے مطابق مسجدیں بنوا رہے ہیں۔

اسلامی مدافعت اور نصرت میں بہت سی مفید اور مقبول کتابیں تصنیف کی ہیں اور بہت سے طلبا کو علوم تفسیر و حدیث بھی مع ان کے خدام کے پڑھائے ہیں جو خدا کے فضل سے ملک پنجاب و ہندوستان کے دور و نزدیک کے بہت سے شہروں میں تعلیم و تدریس یا وعظ و تذکیر کی خدمات باحسن صورت انجام دے رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ میرے اپنے اوقات عام طور پر دینی اشغال ذکر و عبادت تلاوت قرآن۔ تدریس و تعلیم تصنیف و مطالعہ کتب اور وعظ و تذکیر اور خلق اللہ کی بے عوض خدمات میں گزرتے ہیں اور بہت کم ہے کہ میرا کوئی وقت کسی لایعنی کام میں ضائع ہوا ہو۔ فالحمد لله على ذالك'

نیز فرماتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کی زیارت خدا کے فضل سے کی ہے حرم کعبہ میں وعظ کی اجازت شریف مکہ سے مجھے ملی تھی۔ ایک دفعہ ۹۸ روز وہاں رہا۔ دوسری دفعہ پورے دس مہینے۔ بیت المقدس حیفہ یافہ دمشق وغیرہ شہروں میں پھرا ہوں۔ مفتی محمد عبدہ کی جماعت کے لوگ میرے پاس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا آتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے۔ میں خود سردار اہل حدیث (شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری) کا مشیر ہوں۔

حضرت حافظ عبدالمنان محدث سے کسب فیض کر کے مولانا ابراہیم عازم دہلی ہوئے اور سید نذیر حسین محدث کی خدمت میں حاضر رہ کر سند و اجازۃ سے مفتخر ہوئے

وہاں سے فراغت کے بعد سیالکوٹ تشریف لائے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ سلسلہ بعد میں آپ کی مصروفیات کے باعث کئی مرتبہ بند ہوا اور پھر جاری ہوا۔ انہوں نے ایک ماہانہ رسالہ الہدیٰ کے نام سے جاری کیا اور ایک رسالہ الہادی کا اجرا بھی عمل میں لایا گیا۔ ان میں بڑے تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے تاہم یہ رسالے مستقل طور پر جاری نہ رہ سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ ماہ شعبان کے آخری دنوں میں آپ کی والدہ نے بیٹے سے اس تمنا کا اظہار کیا کہ رمضان کی نماز تراویح میں وہ قرآن مجید سنائیں۔ بیٹے نے ماں کی تمنایوں پوری کی کہ وہ دن کو روزے کے ساتھ روزانہ ایک سیپارہ یاد کرتے اور تراویح میں سنادیتے۔ اس طرح ایک مہینے میں پورا قرآن مجید یاد کر کے نماز تراویح میں سنادیا۔

مولانا میر قرآنی علوم و معارف کے فاضل اور اسرار و رموز کے ماہر تھے۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر فارغ التحصیل اور ذہین علماء کے لیے قرآن کی روشنی میں فرق باطلہ کی تردید کا تربیتی کورس شروع کیا۔ وہ برصغیر میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے دورہ مضامین قرآن کا آغاز فرمایا۔ بعد میں مولانا احمد علی لاہوری نے بھی قرآن اسی انداز میں پیش کرنیکے لیے لاہور میں دورہ تفسیر کی طرح ڈالی۔ وہ شرکاء درس پر بہت محنت فرماتے۔ ختم نبوت رد قادیانیت رد عیسائیت رد نیچریت پر مناظرانہ خطابات کرتے اور مجوسیوں یہودیوں آریہ سماجیوں سناتن دھرمیوں اور بدھوں کی خوب تردید کرتے۔

مولانا میر فرماتے ہیں مدرسہ احمدیہ آرہ کے جلسہ میں ملک کے ہر گوشہ سے مقتدر علماء اہل حدیث جمع تھے جن کا شمار کم و بیش سو کے برابر تھا۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کی شب زندگی تمام ہونے کو تھی اور صبح صادق کی سفیدی ان کے نورانی افق سے نمودار ہو چکی تھی۔ اس لیے مجھ کم بصیرت کو کھٹکا ہوا کہ پندرہ بیس برس تک آسمان علم کے یہ روشن ستارے ٹوٹ جائیں گے لہٰذا ان کی موجودگی میں یہ وقت دماغی تفکر و تجویز کے لیے مبارک اور سعی عمل کے لیے با امن و پرسکون ہے۔ کوئی تجویز سوچ لینی چاہیے اور کوئی راہ عمل بنا لینی چاہیے تاکہ ان بزرگ ہستیوں کے بعد جماعت کو کسی نظام میں منسلک رکھا جائے۔ میں نے مولانا ثناء اللہ سے اس بات کا تذکرہ کیا جنہوں نے اخبار اہل حدیث میں اہل حدیث کانفرنس کی تحریک کی۔ اور مدرسہ احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر بشمولیت کثیر التعداد علماء اہل حدیث کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد کانفرنس کے مقاصد کو تمام ہندوستان میں شائع کرنے کے لیے ایک وفد قرار پایا جس کے امیر عبدالعزیز رحیم آبادی مقرر ہوئے اور ان کی معیت میں دو خادم (خاکسار اور مولانا ثناء اللہ امرتسری) شریک ہوئے یہ وفد محمد پور کواڑی ضلع دربھنگہ سے چلا اور راج شاہی سے ہوتا ہوا کلکتہ پہنچا پھر بنارس سے امرتسر اور لاہور پہنچا۔ میرے اس سفر میں پورے اڑھائی ماہ صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کیونکہ شروع میں مجھے مولوی ابوالقاسم بنارسی کی معیت میں بہت دن الہ آباد اور بنارس میں بھی تبلیغی کام کرنا پڑا۔

مولانا اسحاق بھٹی بتاتے ہیں کہ ان دنوں لاہور میں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات بہت کم تھے۔ پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد منشی فضل الدین موچی دروازے میں رہتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنے مکان پر اہل حدیث حضرات کو جمع کیا اور حلقہ اہل حدیث کے نام سے ان کی تنظیم قائم کی جس کا صدر مولوی سلطان احمد کو بنایا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں اس تنظیم کا نام حلقہ احباب اہلحدیث رکھا گیا۔ ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو پنجاب کے مشہور اور جلیل القدر علمائے اہلحدیث کا اجلاس پروفیسر عبدالقیوم کے نانا اور والد نے اپنے مکان پر منعقد کیا۔ ان علماء میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولانا محمد علی لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد حسین لکھوی، مولانا غلام حسن سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی عبدالاحد خانپوری اور مولانا محمد ابراہیم میر شامل تھے۔ ان سب حضرات کی رائے سے لاہور کی جماعت کا نام انجمن اہل حدیث رکھا گیا اور مسجد مبارک کا انتظام جو ۱۹۲۰ء میں تعمیر کی گئی تھی اب تک اسی انجمن کے سپرد ہے (سوانح مولانا میر)

اسی طرح صوبائی سطح پر نومبر ۱۹۲۱ء میں اعیان اہل حدیث پنجاب کا اجلاس ہوا اور صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس کا صدر مقام لاہور اور صدر مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بنایا گیا، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مشیر منتخب ہوئے۔ بعد میں انجمن کے صدر مولانا عبدالقادر قصوری قرار پائے اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ہوئے۔ انجمن کے سلسلہ میں اعلان کرنے مولانا سیالکوٹی تھے اور انہی کے قلم سے تمام کاروائی شائع ہوئی تھی؛

مولانا محمد ابراہیم میر کہتے ہیں کہ اہل حدیث جماعت کے شعبہ تدریس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب تاجر کی دکان پر بیٹھے ہوئے کسی نے اس امر کا تذکرہ کیا کہ اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے کوئی مدرسہ بڑے پیمانے پر نہیں ہے۔ دہلی میں جتنے مدارس اہل حدیث کے زیر اہتمام ہیں ان کے طلبہ کی سکونت وتدریس زیادہ تر مساجد میں ہے۔ چاہیے کہ ہماری ایک اعلیٰ درجہ کی عمارت ہو جس میں مدرسہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمیع ضروریات پوری ہوں۔ اور بڑے پیمانے پر تدریس کا کام کیا جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے اس خدمت کے لیے ۵۰ ہزار روپے دینے کا وعدہ بدیں شرط کیا کہ میں (ابراہیم) خود دہلی میں قیام کر کے اس خدمت کی ذمہ داری لوں۔ میں نے حاجی صاحب کی فرمائش کو منظور کر لیا۔ اور ایک سال کے بعد حاجی صاحب نے ہماری امید اور اپنے وعدے سے بڑھ کر روپے خرچ کر کے ایک نہایت وسیع عمارت کھڑی کر دی جس پر ایک لاکھ سے زیادہ روپے خرچ کر دیا۔ جب عمارت تیار ہوگئی تو حاجی صاحب نے مجھے اطلاع دی۔

پھر بتایا جاتا ہے کہ تعلیمی سال کے آخر میں مولانا ابراہیم نے تمام اساتذہ اور طلبا (مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ) سے فرمایا کہ اب یہ مدرسہ دہلی میں ہوگا۔ لہٰذا شوال میں آپ لوگ دہلی آ جائیں۔ سب لوگوں نے ایسا ہی کیا اور مولانا ابراہیم مع طلبا و اساتذہ (مدرسہ سیالکوٹ) اور کتب خانہ دہلی چلے گئے تھے۔ چونکہ دہلی کا یہ مدرسہ حقیقت میں سیالکوٹ کا منتقل شدہ مدرسہ دارالحدیث تھا اور دہلی کے مدرسہ کے بانی حاجی عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ عطاء الرحمان صاحب تھے اس لیے اس مدرسہ کا نام دارالحدیث رحمانیہ تجویز ہوا جو بہت پسند کیا گیا۔

مولانا محمد ابراہیم میر فرماتے ہیں کہ ملک کے ہر گوشہ سے طلبہ مدرسہ رحمانیہ میں آنے لگے۔ یہ قبولیت یہاں تک پہنچ گئی کہ مدرسہ دیوبند اور امینیہ دہلی کے بعض فارغ التحصیل علماء بعض بامذاق اساتذہ کے اشارہ سے اس ہیچ مدان سے حجۃ اللہ اور تفسیر پڑھنے کے لیے اسی مدرسہ میں داخل ہوئے جن کی الگ جماعت بنائی گئی۔ اس طرح اس درس گاہ کی حیثیت ایک کالج کی ہوگئی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ اپریل ۱۹۲۹ء)

بعد میں کچھ عرصہ بعد مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹ چلے آئے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر دوبارہ دہلی نہ جا سکے۔

جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ مولانا میر سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے جیسا کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ 'مولانا ثناء اللہ کی سعی و تجویز سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں ہندوستان کے علماء کی تنظیم جمعیت علماء ہند قائم ہوئی تو مولانا سیالکوٹی اس میں شامل تھے اور اسی دور میں انہوں نے ملک کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ سیاسی اعتبار سے وہ ملک کا پرآشوب اور نازک دور تھا۔ اس دور میں افق ہند پر بہت سے اہم مسائل ابھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے جن کے حل کے لیے علماء سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری قرار پایا تھا۔ مثلاً مسئلہ ہجرت۔ مسئلہ خلافت، ترک موالات، انگریزوں کے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ اور ولائتی مال کے بجائے ملکی مصنوعات کا فروغ واستعمال وغیرہ اہم امور تھے جن کے بارے میں علماء سے رائے لینا اور شرعی نقطہ نظر معلوم کرنا ضروری تھا۔ مولانا سیالکوٹی کا شمار چونکہ اس عہد کے اجل علماء میں ہوتا تھا اس لیے ان مجالس میں ان کی شمولیت کو لازمی سمجھا جاتا تھا جن میں اس قسم کے مسائل زیر بحث آتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ملکی سیاست میں جمعیت علماء ہند کانگریس کی ہم نوا ہوگئی۔ مولانا ابراہیم کو اس سے اتفاق نہ تھا چنانچہ انہوں نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمعیت علمائے اسلام قائم کرلی۔ یہ نئی جمعیت کلکتہ میں قائم کی گئی تھی اس کا صدر مولانا عثمانی کو اور نائب صدر مولانا سیالکوٹی کو بنایا گیا' متحدہ ہندوستان میں اس کا ایک ہی اجلاس ہوا جو اس نواح میں پہلا بھی تھا اور آخری بھی۔ یہ اجلاس کلکتہ میں ہوا جس کی صدارت مولانا ابراہیم نے کی۔ کیونکہ مولانا عثمانی علالت کے باعث اسمیں شریک نہیں ہوئے تھے۔

مولانا محمد ابراہیم میر نے تحریک آزادی میں بہت قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید کے قافلہ کے مجاہدین کے ساتھ بقول مولانا ساجد میر سیالکوٹی ان کا گہرا رابطہ تھا جن کے لیے وہ پنجاب سے امدادی رقوم بھی فراہم کیا کرتے تھے۔ سیالکوٹ کی مقامی سیاست میں بھی وہ عملی حصہ لیتے تھے اور اس زمانے میں میونسپل کمشنر ہوئے جب یہ ایک بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ (سوانح مولانا میر۔ص ۹۷۔۹۸)

مولانا محمد میاں صاحب نے انڈیا آفس لندن میں موجود ریکارڈ کی بنا پر ریشمی خطوط سازش کیس کو تحریک شیخ الہند کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے مطابق اس تحریک میں جو افراد لیفٹیننٹ جنرل تھے ان میں عبدالکریم رئیس المجاہدین۔ عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبد اللہ غازی پوری، ابوالکلام آزاد اور عبدالقادر قصوری شامل تھے۔ جو لوگ میجر جنرل تھے ان میں محمد بشیر رئیس المجاہدین۔ محمد علی قصوری۔ ثناء اللہ امرتسری اور سید سلیمان ندوی شامل تھے۔ کرنیلوں کی فہرست میں ولی محمد فتوحی والے مولوی عبدالحق لاہوری۔ اور مولانا محمد ابراہیم میر شامل تھے۔ مولانا میر کے متعلق اس کتاب میں لکھا ہے

ابراہیم مولوی آف سیالکوٹ پسر مستی قادر بخش سکنہ سیالکوٹ مشہور اور نہایت بااثر اور متعصب وہابی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبلغ ہندوستان میں سفر کرتا رہتا ہے اور وہابیوں کے جلسوں میں دوسرے فرقوں سے مناظروں کے دوران نہایت پر جوش تقریریں کرتا ہے اس لیے اس کی ہر وقت مانگ رہتی ہے۔ ظفر علی کا کٹر حامی ہے اور ثناء اللہ امرتسری کا ساتھی۔ اور مولوی عبد الرحیم عرف بشیر احمد اور عبد اللہ پشاوری کتب فروش کا ساتھی ہے۔ جنگ طرابلس اور بلقان اور کان پور کی مسجد کے واقعہ پر اس نے سیالکوٹ میں کافی بے چینی اور شورش پھیلا دی تھی۔

(تحریک شیخ الہند۔ محمد میاں۔ ۱۹۸۸ء ص ۳۸۷)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی تحریک ختم نبوت کے نہایت سر برآوردہ ارکان میں شمار ہوتے تھے اور ان کی حیثیت اس تحریک میں شامل باقی بزرگوں سے اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ جس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی وہ شخص ہیں جنھوں نے مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت منظر عام پر آتے ہی ان کا سب سے پہلے تعاقب شروع کر دیا تھا مولانا سیالکوٹی وہ شخص ہیں جنھوں نے مرزا صاحب کو ان کی حیات دنیوی کے آخری روز اور آخری ساعتوں میں پیغام حق پہنچانے کیکوشش کی اور انہیں ان کی زندگی کا آخری چیلنج بھی دیا جس کا جواب وہ اپنے ذمے ادھار لے کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

آپ کم وبیش ۹۰ کتابوں کے مصنف ہیں اور آپ نے قرآن مجید کی کئی ایک صورتوں کی تفسیر لکھی ہے۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر واضح البیان کے نام سے لکھی۔ اتنی بسیط اور مفصل تفسیر اس سورۃ کی برصغیر کے کسی اور عالم نے نہیں لکھی۔ سورۃ کہف کی بڑی مفصل تفسیر لکھی جس میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بڑی تحقیق سے لکھا

مولا ابراہیم میر ایک کامیاب مناظر بھی تھے اور آپ نے مرزائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے کیئے۔ ایک مناظرہ مونگ ضلع گجرات (پنجاب) میں ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ہوا۔ اس میں آپ کے مقابل مولوی محمد یار مرزائی تھے مسئلہ حیات مسیح زیر بحث تھا۔ مولانا میر مدعی حیات تھے۔ انہوں نے حدیث پیش کی جس میں ذکر ہے کہ مسیح دنیا میں آکر تبلیغ کریں گے پھر فوت ہو کر مقبرہ رسالت میں دفن ہوں گے۔ (ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔ وہ میں ہی ہوں (کشتی نوح۔ منقول از محمد یہ پاکٹ بک ص ۱۶۳) نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں: اور (حدیث میں موجود رسول اللہ ﷺ کی) یہ پیش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوئی کہ مسیح موعود بعد وفات کے آنحضرت ﷺ کی قبر میں داخل ہوگا۔اس کے معنی یہ کرنا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھودی جائے گی۔ یہ جسمانی خیال کے لوگوں کی غلطیاں ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود مقام قرب میں آنحضرت ﷺ سے اس قدر ہوگا کہ موت کے بعد وہ اس رتبہ کو پائے گا کہ آنحضرت ﷺ کے قرب کا رتبہ اس کو ملے گا اور اس کی روح آنحضرت ﷺ کی روح سے جا ملے گی۔گویا ایک قبر میں ہیں (حقیقۃ الوحی ص ۳۲۶۔خزائن ج ۲۲)۔اس سلسلے میں صحیح رائے یہ ہے کہ یہاں قبر بمعنی مقبرہ ہے اور عربوں کے ہاں اس کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ عن عبد الله بن مسعود قال اد فنو نی فی قبر عثمان بن مظعون (مسند ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز۔منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴) اور عن عائشه قالت قلت یا رسول الله انی اری انی اعیش بعد ك فتا ذن ان ادفن الی جنبك فقال و انی لی بذالك المو ضع ما فیه الا مو ضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ بن مریم (کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۶ ص ۵۷ منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴) کہ حضرت عائشہ نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ مرنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس دفن ہوں تو آپ e نے فرمایا کہ میرا اس میں اختیار نہیں کیونکہ اس جگہ میری ابوبکر عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبروں کے سوا اور جگہ ہی نہیں۔گویا حدیث میں فی قبری سے مراد میری قبر کے پاس ہے۔جیسا کہ خود مرزا صاحب کہتے ہیں

ممکن ہے کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو (ازالہ اوہام طبع دوم ص ۱۹۶ منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴)

اور فرمایا کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو کئی مقامات پر اپنے دعویٰ کی دلیل بنایا ہے اس لیے اس پر تنقیدی بحث کرنا مرزائیوں کا حق نہیں ہے۔وہ مقامات مولانا نے پڑھ کر بھی سنائے۔(من جملہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)۔مرزائی مناظر اس کے جواب میں تنگ آ گیا۔کبھی کہے کہ یہ حدیث ابن جوزی کی ہے جو صحیح نہیں ہے کبھی کہے کہ اس کے وہ معنے نہیں جو تم مراد لیتے ہو اور ان معنی سے صحیح ہے جو مرزا صاحب لیتے ہیں۔مولانا نے فرمایا حدیث کی صحت تو سند کے اعتبار سے ہوتی ہے معنی تو ہر فریق الگ کر سکتا ہے۔معنی کی تشریح کو صحت حدیث میں دخل نہیں۔اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے آیت فلما تو فیتنی پیش کی۔اور اس سے حضرت عیسیٰ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کا ثبوت دینا چاہا۔ مولانا نے فرمایا اس آیت میں روز قیامت کا واقعہ ہے اور ہم مانتے ہیں کہ روز قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے یہ آیت ہماری پیش کردہ حدیث کے موافق ہے۔ مرزائی مناظر ایسے گھبرائے کہ آیت و لکم فی الارض مستقر و متاع الی حین میں لکم کو مبتدا کہنے لگے جس سے اہل علم بہت محظوظ ہوئے۔ سوا تین گھنٹوں کی گفتگو کے بعد پہلا مباحثہ ختم ہوا۔ دوسرا مباحثہ ختم نبوت پر تھا اور اس میں مرزائی مناظر مولوی غلام رسول راجیکی مدعی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ختم نبوت سے خدائی فیض بند ہونا لازم آتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا سوروں اور کتوں کی نسل تو بند نہ کرے مگر نبوت بند کر دے۔ پھر بتایا کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ براہ راست نبی نہیں آئیں گے۔ ہاں آپ ﷺ کے اتباع میں آئیں گے۔ مولانا ابراہیم نے فرمایا کہ آپ کی یہ تاویل مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے کئی جگہوں میں تصریح سے لکھا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے کہہ دیا کہ آنے والے مسیح کے حق میں بھی یہی آیا ہے کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ اس پر مولانا نے مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام نکال کر دکھائی کہ مرزا نے جو بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بل ھو اما مکم منکم یہ بل ھو بخاری میں دکھا دیں تو میں مان جاؤں گا۔ مگر مرزائی مناظر نہ دکھا سکے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۸)

اکتوبر ۱۹۲۹ء میں آریہ سماج والوں کا گجرات (پنجاب) میں جلسہ تھا جس میں انہوں نے مسلمانوں کو تبادلہ خیالات کی دعوت دی۔ حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی کہتے ہیں کہ میں نے مولوی ابراہیم صاحب کو دعوت دے کر آریوں سے بات چیت کا آغاز کر دیا۔ پھر شرائط مناظرہ میں اختلاف ہو کر مناظرہ رک گیا۔ تاہم میں نے مولانا موصوف کو اطلاع دی کہ اگرچہ مناظرہ رک گیا ہے مگر آپ بہرحال تشریف لے آئیں۔ وہ حسب استدعا تشریف لائے اور میں نے انہیں ایک مخفی جگہ ٹھہرایا۔ جلسہ کے آخری روز مغرب کی اذان تیار تھی کہ آریہ نے اطلاع دی کہ آپ کی پیش کردہ شرائط پر مناظرہ منظور ہے اور آج ہی رات پہلے آپ کا وقت ہے۔ مسلمان حیران ہوئے کہ وقت بہت تنگ ہے اب کیا کیا جائے۔ کوئی انتظام نہیں ہوسکتا۔ ادھر میں نے جلسے میں اسلامی سٹیج لگوا دیا اور ضروری کتابیں رکھوا دیں۔ عین وقت پر مولانا ابراہیم سٹیج پر تشریف لائے تو لوگ حیران رہ گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایسا شاندار مناظرہ ہوا کہ دھاک بیٹھ گئی۔ آریہ صدر جلسہ نے مولانا کے طرز بیان کی تعریف کی اور آریہ مناظر کچھ دنوں بعد مسلمان ہو گیا۔ (الجسر البلیغ۔ص ۶۹)

مولانا محمد ابراہیم میر کے تلامذہ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبدالمجید سوہدروی، حکیم صادق سیالکوٹی، مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹی، مولانا عبداللہ ثانی، مولانا عبدالعزیز اوکاڑوی مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا معین الدین لکھوی مولانا ابوحفص عثمانی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی وفات ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو ہوئی اور حافظ محمد عبداللہ روپڑی نے جنازہ پڑھایا۔

.. شھادۃ القرآن کے علاوہ مولانا میر نے مرزا صاحب کی زندگی میں سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول (طبع ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء) ختم النبوۃ بعموم الدعوۃ جا مع الشریعہ (۱۹۰۷ء) الخبر الصحیح عن قبر المسیح (۱۹۰۷ء) نامی کتابیں ردقادیانیت میں رقم فرمائیں۔

قادیانی ملفوظات کے مرتب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کی آخری شام کو پیش آنے والہ ان کی زندگی کا آخری واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء قبل نماز عصر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جس میں بعض مسائل پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کروں گا۔ حضرت اقدس (مرزا) نے قبل عصر مولوی سید محمد احسن صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں۔ مغلوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانے والے تو نہیں؟ اس کے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور (وہ) ایسے تو نہیں۔ ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے۔ حضرت اقدس خود چونکہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی اس لیے حضرت اقدس نے مولانا مولوی محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ آپ ان کے خط کا جواب لکھ دیں۔ اصل خط ان کا ہم بھیج دیں گے اور بے شک نرمی اور آہستگی سے ان سے مسائل پر گفتگو کریں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے ہمراہ سوائے دو چار معزز آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو اور آپ علیحدگی میں بیٹھ کر گفتگو کریں۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اسی دوران میں کسی دوست نے ان کا یہ عقیدہ پیش کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے سولی پر لٹکائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے کے ہی قائل نہیں اور یہ کہ وہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں آیت کریمہ اذ کففت بنی اسرائیل عنك پیش کرتے ہیں' (قادیانی ملفوظات۔ج ۱۰ص ۴۵۳-۴۵۴)

اور مرزا البشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ۲۵ مئی کو عصر کی نماز کے بعد یعنی اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پیشتر حضور نے لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر جہاں نماز ہوا کرتی تھی ایک بڑی پر جوش تقریر فرمائی جس کی وجہ یہ تھی مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ایک شخص مباحثہ کا چیلنج لے کر آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ نے مباحثہ کی شرائط کے لیے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر فرمایا۔ پھر اس شخص کی موجودگی میں ایک نہایت زبردست تقریر فرمائی اور جس طرح جوش کے وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا اسی طرح اس وقت بھی یہی حال تھا۔ اس تقریر کے بعض فقرے اب تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں۔ فرمایا تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔ نیز فرمایا اب ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں' (سیرۃ المہدی ج اص ۴۷ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۵ء)

اور مورخ قادیانیت، دوست محمد قادیانی نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے۔

اہل حدیث عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضور کی خدمت میں رقعہ بھجوایا کہ وہ مسائل متنازعہ فیہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدس پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اس لیے حضور نے ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو مولوی محمد احسن صاحب کو تبادلہ خیالات کرنے کا ارشاد فرمایا۔ رقعہ ملنے کے وقت چونکہ حضور اپنے خدام میں تشریف فرما تھے اس لیے حضور نے اس وقت حیات مسیح کے رد میں ایک مفصل تقریر بھی کی جس کے آخر میں فرمایا عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔ یہ حضور کی آخری تقریر تھی۔ اس کے بعد حضور نے کوئی تقریر نہیں فرمائی ۔(تاریخ احمدیت ج ۲ص ۵۴۰)۔

مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا البشیر احمد نے جو موقع کے گواہ ہیں، اپنے بیان میں صرف اتنا بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے کہا کہ تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔ اس کے بالمقابل مولوی دوست محمد نے جو موقع پر موجود نہیں تھے، کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا عیسیٰ کو مرنے دو کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔ دونوں روایتوں میں سے زیادہ وزنی بات اس بیٹے کی ہے جو موقع پر موجود تھا، اور جس نے اپنے باپ کی سیرت لکھی ہے جو مرزائیوں کے دوسرے لٹریچر کے لیے ایک حوالے کی کتاب ہے۔ بیٹے کے روایت کردہ الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے سامعین اور ان کی وساطت سے سارے مرزائیوں کو بتا رہے ہیں کہ مجھ سے جو کچھ ہوسکتا تھا میں نے کرلیا اب اسلام کی زندگی اسی میں ہے کہ عیسیٰ تشریف لے آئیں...... اس لیے ان کو اب آنے دو۔ ہم تو جارہے ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی محمد احسن نے نہ تو مولانا ابراہیم میر سے کوئی مباحثہ ۲۵ مئی کو کیا اور نہ اس کے بعد۔

مولانا محمد ابراہیم میر نے دعوت مباحثہ تو مرزا صاحب کو دی تھی لیکن مرزا صاحب شائد جانتے تھے کہ یہ وہی شخص ہیں جن کی شہادۃ القرآن کئی برسوں سے تشنہ جواب پڑی ہے، اور اگر انہوں نے دوران مباحثہ برسبیل تذکرہ ہی پوچھ لیا کی حضرت شہادۃ القرآن چار پانچ سال سے آپ کے ہاں جواب طلب پڑی ہے آپ کو اس کے جواب کے لیے مزید کتنی مہلت درکار ہے؟ تو میں کیا جواب دے سکوں گا۔ اس لیے مرزا صاحب مولانا ابراہیم کی دعوت مباحثہ کے جواب میں طرح دے گئے اور اپنے مرید خاص مولوی محمد احسن کو یہ کہہ کر سامنے کردیا کہ: چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے گا۔

جہاں تک مرزا صاحب کے پاس وقت نہ ہونے کے مرزائیوں کے اس بہانے کا تعلق ہے کہ پیغام صلح لکھی جارہی تھی تو اس سلسلے میں صورت حال یہ ہے کہ مرزا صاحب یا کسی اور نے کسی مدت کا تعین بھی نہیں کر رکھا تھا کہ اسے کسی خاص تاریخ تک مکمل کرنا ضروری ہو۔ اس رسالے کا مسودہ مرزا صاحب کی موت کے بعد منتشر نوٹوں کی صورت میں پایا گیا تھا۔ اور کوئی مرزائی یہ بھی نہیں بتاتا کہ مولانا ابراہیم کی دعوت مباحثہ ملنے اور مرزا کی موت کے درمیانی عرصہ میں مرزا صاحب نے کون سا پیراگراف یا کون سا صفحہ اس رسالے کے لیے لکھا جس میں انہوں نے وہ وقت صرف کیا ہو جو مولانا ابراہیم نے مباحثے کے لیے ان سے مانگا تھا۔

مزید یہ کہ مولانا ابراہیم نے مرزا صاحب سے گفتگو کے لیے دن یا پہر نہیں مانگے تھے۔ پندرہ بیس منٹ، نصف گھنٹہ یا ایک گھنٹہ بھی کافی ہوسکتے تھے۔ اور نہ ہی مولانا نے مرزا صاحب کو سیالکوٹ یا امرتسر جیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی شہر میں بلا کر مناظرے کی دعوت دی تھی جس کے لیے اہتمام سفر اور پروگرام بنانے اور حفاظتی انتظامات کی ضرورت ہو۔ اس کے برعکس مولانا ابراہیم لاہور کی اس بلڈنگ کے جوار میں کسی عمارت میں بیٹھے خود مرزا صاحب کی قیام گاہ پران کے مریدوں کے اپنے جھرمٹ میں بیٹھ کر چند منٹ بات کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ لیکن مرزا صاحب نے اس پیغام کے بعد اپنے مریدوں کے سامنے گرج برس کر ایک مفصل اور جوشیلی تقریر کرنے کے لیے تو وقت نکال لیا لیکن تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن مولانا سیالکوٹی کا سامنا کرنے کے لیے وقت اور حوصلہ فراہم نہ کر سکے۔

یہ تقریری نشست مرزا صاحب کی آخری تقریر یا پبلک تقریب تھی ہے۔ اس کے بعد چراغوں سے روشنی اور زبان سے بولنے کی سکت چھن گئی تھی۔ اور حقیقی معنوں میں یہ مرزا صاحب کی الوداعی تقریر تھی جس میں مریدوں کو آخری فرمان جاری کیا گیا کہ (ہمارے ہاں تو اب ہیضے کی آمد آمد ہے اس لئے) مجھے مرنے دو اور اصلی عیسیٰ کو آنے دو جو صاحب شوکت اور اقبال مند ہوگا کہ اسی میں اسلام کی حیات ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے بھی ایک موقع پر کہہ چکے تھے کہ

اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا۔ بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال اور اقبال کے ساتھ آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔

(ازالہ اوہام حصہ اول۔ ص ۵۲۱ خزائن ج ۳)

اس نشست کے بعد مرزا قادیانی نے کچھ وقت کھانے پینے اور دوسرے کاموں میں گزارا اور اچانک بیمار پڑ گئے۔ اس موقع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ کے سسر میر ناصر کہتے ہیں:

حضرت (مرزا) جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے آپ کا انتقال ہوگیا۔ (حیات ناصر مرتبہ یعقوب علی عرفانی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادۃ القرآن کا تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کا عقیدہ بھی پیش کیا تھا۔ان کا کہنا تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور اس سلسلے میں وہ قرآن کریم کی بعض آیات کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا کرتے تھے۔علمائے اسلام نے مرزا صاحب کے اس عقیدے کی تردید میں تحریری اور تقریری کام کیا ہے اور مولانا ابراہیم میر کی شہادۃ القرآن اس سلسلے کی ایک مشہور کتاب ہے جس کے دیباچے میں اس تصنیف کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ نے تحریک ختم نبوت میں اپنی سرگرمیوں کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

۱۹۰۲ء میں شہر سیالکوٹ میں بمواقع کثیرہ بعض احباب کے اصرار سے (میں نے) حضرت مسیح کی حیات فی السماء کو مع دیگر مسائل بنصوص قرآن بیان کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منکرین (حیات مسیح) کو بالکل پست کر دیا اور بہت سے مذبذبین اور متر ددین کو شاہراہ عقیدت پر چلایا۔رفتہ رفتہ دوسرے شہروں میں آواز بلند ہوئی اور خطوط طلبی آنے لگے۔لہٰذا برادران دینی کی استدعا کو بسر وچشم منظور کر کے محض تبلیغ دین کے لیے کئی سفر کئے۔چنانچہ وزیر آباد اور ضلع گجرات شہر جہلم شہر راولپنڈی امرتسر اور پشاور میں سفر کر کے اس قدر وعظ کئے کہ اکثر لوگ مطمئن ہو گئے اور بعض مرزائی تائب ہو گئے۔فرقہ مرزائیہ کے بعض مدعیان علم سے پسرور سیالکوٹ وزیر آباد کھاریاں اور شہر جہلم میں (شہادۃ القرآن کی تصنیف سے پہلے) مباحثات ومناظرات ہوئے۔اور شہادۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن کے بعد بھی کئی ایک مقامات پر قادیانی علماء سے مباحثات ہوئے۔مثلاً چنیوٹ لاہور مونگیر (بہار) گوجرانوالہ ڈیرہ بابا نانک۔ان سب مقامات پر خدا تعالیٰ نے خاکسار کی مدد کی اور نمایاں فتح دی۔مخالفین کو حجت میں مغلوب کیا۔ چنانچہ بعض کو ہلاک کیا (مثلاً مولوی قائم دین صاحب سیالکوٹی اور شیخ چراغ دین صاحب گجراتی) اور بعض کو بیماریوں میں مبتلا کیا اور بعض کو ندامت کے دریا میں غرق کیا (مثلاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کو پسرور میں فضل دین صاحب کو کھاریاں میں)۔جہلم میں مرزا غلام احمد صاحب مولوی کرم الدین صاحب کے استغاثہ پر تشریف لائے تو ان کے سامنے کھڑا ہو کر صدہا مسلمانوں کے درمیان مسئلہ حیات ورفع مسیح صرف قرآن شریف سے بیان کیا اور مرزا صاحب کو زبانی وتحریری طور پر تحقیق حق کی طرف دعوت بھی دی مگر وہ ہاں نہ کر سکے۔جس روز مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اس سے ایک روز پیشتر ان کو میری طرف سے بوساطت ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب دعوت مناظرہ کا خط پہنچ چکا تھا۔وہ خط کیا تھا گویا پیغام اجل تھا کہ دوسرے روز مرزا صاحب فوت ہوگئے۔

جون ۱۹۰۲ء میں مولانا سیالکوٹی نے ایک اشتہار شائع کر کے مرزا غلام احمد صاحب کو بھیجا۔اس میں لکھا کہ اگر آپ قرآن پاک سے مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کر دیں تو ان کی تحقیق کے ممنون ہو کر میں مسیح کی وفات تسلیم کرلوں گا۔اور اشتہار میں کہا گیا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جس طور پر بھی مرزا صاحب کرنا چاہیں مولانا میر تیار ہوں گے۔مرزا صاحب نے اس اشتہار کے جواب میں خاموشی اختیار کئے رکھی۔البتہ ان کے ایک مرید مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے جواب باصواب کے نام سے اس اشتہار کا جواب لکھا۔مولانا میر نے اس پر اپنی مشہور کتاب شھادۃ القرآن شائع فرمائی جس میں اپنا اشتہار اور مولوی مبارک علی صاحب کا جواب درج کر کے اپنا جواب الجواب لکھا۔یہ کتاب دو حصوں میں ہے۔پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا اور دوسرا حصہ رمضان ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوا۔مرزا صاحب اس کتاب کے جواب میں خاموش رہے۔

شھادۃ القرآن کے حصہ اول میں مولانا میر نے حضرت عیسیٰ کی حیات پر بحث کی ہے اور دوسرے حصہ میں مرزا قادیانی کے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو اس نے بزعم خود تیس آیات قرآنیہ کی روشنی میں اپنی کتاب ازالہ اوہام میں وفات مسیح کے بارے میں پیش کئے تھے۔مرزا صاحب خود تو مولانا میر کی شھادۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن کے جواب میں خاموش رہے مگران کی وفات کے بعد کتاب کے حصہ اول کا جواب قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے دینے کی کوشش کی اوراپنی کتاب کا نام شہادت الفرقان رکھا۔مولانا ابراہیم نے جب شہادۃ القرآن کودوسری مرتبہ شائع فرمایا تو کتاب کے حصہ اول کے حواشی میں قاضی اکمل کے اعتراضات کا جواب بھی لکھ دیا اوراس کا نام شہادۃ الفرقان بکشف لطائف شہادت القرآن رکھا۔یہ حواشی دیکھنے سے مولانا میر کی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ قاضی اکمل صاحب کی شہادہ الفرقان ہماری شہادۃ القرآن کا جواب نہیں ہے۔ اس کی دووجہیں ہیں۔اول یہ کہ مولوی اکمل صاحب شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اورلطائف علمیہ کوسمجھ نہیں سکے بلکہ جن امورکو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کوبھی خیال میں نہیں رکھ سکے۔اور جو باتیں مرزاصاحب بیان کرتے تھے وہی دہرادی ہیں حالانکہ مرزاصاحب کی باتوں کی تردیدشہادۃ القرآن میں کی جاچکی ہے۔مولانا میر کہتے ہیں کہ خاکسار نے اس کتاب کواس اہتمام سے لکھا تھا کہ مرزاصاحب قادیانی اوراس کے علماءاس کے جواب سے عاجز رہیں اوراگرکچھ ان کی طرف سے اس کا جواب نکلے تواس کا جواب شہادۃ القرآن ہی میں ہو اور مجھے نیا جواب دینے کی ضرورت نہ پڑے۔سوالحمدللہ میرا خیال درست نکلا۔مرزاقادیانی اوراس کی ذریت اس کے دلائل کا توڑنہ کرسکی اور جواب میں ان کی طرف سے جوکچھ آیا مجھے اس کے جواب الجواب کیلیے شہادۃ القرآن سے باہرنہیں جانا پڑا۔

مولانا میر نے شہادۃ القرآن کے حصہ اول کی پہلی فصل میں قرآن پاک کی چارآیات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کوصلیب نہیں دی گئی۔دوسری فصل حضرت عیسیٰ کی حیات اوران کے روح مع الجسد آسمان میں اٹھائے جانے اورقرب قیامت کے وقت آسمان سے نازل ہونے اوراس کے بارے میں حکمت الہیہ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں قرآن پاک کی نوآیات مبارکہ اوراس موضوع کی احادیث متواترہ میں سے اختصار کے پیش نظر صرف پانچ احادیث سے استدلال کیا ہے اوراس پر واردشدہ اعتراضات کا شافی جواب دیا ہے۔ مرزاقادیانی نے لفظ توفی کے معانی بیان کرنے میں جس طرح پیچ درپیچ غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے انہیں بڑی خوش اسلوبی سے واضح کیا ہے اوروفی کے مادہ سے جوباب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کا نقشہ مع امثلہ بیان کرکے مرزاصاحب قادیانی کا ردکیا ہے۔اسی توفی کے تمام مشتقات جوقرآن پاک میں وارد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں ان کے مفہوم ومعانی کو دلائل سے فرمان و رافعك الی اوربل رفعه الله الیه کے بارے میں جو تفصیل شہادۃ القرآن میں مذکور ہے اس کا کسی اور کتاب میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ آخر میں اس مسئلہ کے بارے میں علمائے سلف کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات اور رفع الی السماء پھر قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کا مسئلہ امت کا اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے اور قادیانی موقف محض شبہات ومغالطات پرمبنی ہے جو قواعد علمیہ کے بھی خلاف ہے۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیش کردہ ان دلائل کا جواب ہے جو اس نے تیس آیات کی روشنی میں ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰ کی وفات کے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔

شہادۃ القرآن میں مولانا میر نے منکرین معجزات کی سب سے بڑی دلیل سنة الله کی وضاحت کی ہے۔ منکرین کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ وہ کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام کو دیکھتے ہیں۔ مثلاً انسان کا ماں باپ کے اختلاط سے شکم مادر سے پیدا ہونا۔ بچپن جوانی بڑھاپا زمین پر بسر کرنا کھانا پینا اور حوائج ضروریہ سے دوچار ہونا۔ بالآخر مرکر قبر میں دفن ہوجانا۔ اس نظام کو وہ سنة الله سے تعبیر کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ لن تجد لسنة الله تبدیلا یعنی سنت الله بدلا نہیں کرتی۔ اسی بنیاد پر حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ ہونا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار ہے کہ یہ انسان کے بارے میں جو سنة الله ہے اس کے خلاف ہے۔ مولانا میر نے اس اصطلاح کی وضاحت کی ہے اور قرآن میں جہاں جہاں یہ الفاظ آتے ہیں ان کے تناظر میں اس عقدہ کی گرہ کشائی کی ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام کی نصرت اور ان کے مقابلے میں دشمنوں کی تباہی وبربادی مراد ہے۔ پھر کسی معاملے کو خود ہی سنة الله باور کر لینے سے یہ کیسے لازم آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی یہی سنت الله ہے۔ دعویٰ بلا دلیل قابل سماعت نہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے اسرار ورموز اور اس کے نظام کو نہ کامل طور پر سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ان کا احاطہ کرسکتا ہے تو پھر بلا دلیل کسی نظام کو سنة الله قرار دینا کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔

پھر مولانا میر نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیات پر بحث کی ہے کہ عیسیٰ u کی ذات بابرکات ولادت سے لے کر آسمان پر اٹھائے جانے تک سراپا معجزات اور خوارق پرمبنی ہے۔ اللہ نے انہیں آیه اور مثلاً قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے کر اپنی قدرت کاملہ کا نشان قرار دیا ہے۔ ان کی 'ولادت' بچپن میں 'حکیمانہ تعلیم فی المھد' ان کے 'معجزات' رفع آسمانی اور آسمان سے نزول سب اللہ کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں۔ ایک مومن صادق کے لیے جس طرح پہلی تین حقیقت واقعی ہیں اسی طرح اس کے لیے آخری دونوں باتوں سے انکار کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔ مگر ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا۔ (سوانح مولانا میر۔ص۲۲۔۲۵)

مولانا میر کی شہادۃ القرآن کو قبول عام حاصل ہوا اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا جیسا کہ، سب سے پہلا فتویٰ تکفیر، میں اس کے لدھیانوی مصنف نے لکھا ہے:

'مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی جنہوں نے قادیانیت کی تردید میں بڑا کام کیا انہوں نے ایک کتاب قادیانیت کی تردید میں شہادۃ القرآن لکھی تھی۔ جو ایک بڑا علمی اثاثہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسے کئی بار مجالس میں پڑھوایا تھا اور جب یہ کتاب نایاب ہوگئی تو اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا حضرت رائے پوری نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری کو بلا کر اس کتاب کی اشاعت کے متعلق فرمایا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اس کتاب کی طباعت کا تمام کام حضرت سید نفیس شاہ کے ذمہ لگایا۔ حضرت نفیس شاہ صاحب نے دن رات محنت کر کے اس کی کتابت وطباعت کا انتظام فرمایا'

(کتاب مذکور۔ص۴۰۴۔۴۰۲)

اور قادیانی اخبار بدر کے نائب اڈیٹر قاضی اکمل نے ۱۹۱۱ء میں لکھا:

کام تو بہت ہیں، پر کام کرنے والا بھی کوئی ہو

کے زیر عنوان لکھا:

سب سے پہلے جو خیال میرے دل میں اٹھا وہ یہ تھا کہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف ہونی چاہیے جس میں ہمارے عقاید اور طرز عمل کا مفصل و مدلل ذکر ہو۔ اس بارے میں میں نے قوم کے بزرگوں کو بھی گو لیکے سے خطوط لکھے۔ مگر میری استدعا پر پہلے بہت کم توجہ ہوئی۔ آخر ہمارے شیخ یعقوب علی نے ایسی کتاب کا اشتہار دیا اور یہ فرض یہیں ختم ہوگیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد میر قاسم نے دین الحق لکھا۔ مگر یہ حصہ اول ہے۔ حصہ دوم جو بہت ہی ضروری ہے اور جو اصل غرض ہے، اس کا انتظار ہے۔

آخر میں نے ایک کتاب تیار کی جو پانچ سو صفحہ ہے اور اس کا خلاصہ عقائد احمدیہ وسنت احمدیہ میں تیار کیا گیا مگر یہ حضرت امام سلسلہ کے الفاظ میں نہیں بلکہ میری اپنی ذاتی ذمہ داری پر ہے...

پھر جس چیز کو شدت کے ساتھ میں محسوس کر رہا ہوں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ ہیں... سیدنا امیر المومنین ہی اس کے اہل تھے، مگر سنت سلف صالحین ہمیں بتاتی ہے کہ کسی امام قوم نے آج تک پوری تفسیر نہیں کی.. ہاں ہم ممنون ہیں سید محمد سرور کے اور بالخصوص شیخ یعقوب علی کے کہ ان بزرگوں نے اپنی ہمت کے مطابق کچھ کام شروع کیا، مگر افسوس نہ شیخ صاحب نے استقلال سے کام لیا نہ قوم نے پوری قدر کی، اور اتنے سالوں میں صرف سات پارے طبع ہوئے۔ اور ان میں سے پہلے پاروں کی کتابت وترجمہ ایسا ہے کہ اس پر اطمینان نہیں۔ مگر اس امر کا اقرار بھی ہے کہ ان کی تفسیر بے نظیر ہے، اور تمام احمدی لٹریچر کی جو تفاسیر کے متعلق ہے جامع۔ صرف کسر یہ ہے کہ ترجمہ میں کسی علمی دماغ کی شمولیت ضروری ہے تا کہ ہمیں ذو العرش المجید کا ترجمہ، عرش معظم کا مالک، نظر نہ آئے۔ اور مولوی سرور شاہ کی تفسیر تو پھر آئندہ نسلوں کے لئے ہی مفید ہوگی۔ میرا اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مختصر ہو، بلکہ مجھے افسوس ہے کہ اب وہ خاص شرائط کی پابندی میں کھل کر نہیں لکھ سکتے...

۱۹۰۵ء میں جب سے مفتی صادق نے بدر کا چارج لیا.. حضرت مرزا اپنے دست مبارک سے تمام الہامات وخوابات ہفتہ کے لکھ بھیجتے پھر آپ پروف پڑھتے پھر پروف درست کر کے دکھایا جاتا اور آپ کا ارشاد، صحیح ہے، پا کر طبع ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے کے الہامات جمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام کتابوں بدر الحکم کے فائلوں اور اشتہاروں کا مطالعہ کیا جائے...

پھر ایک اور عرض ہے وہ یہ کہ بعض مخالف کتابیں ایسی ہیں کہ وہ اندر ہی اندر اپنا زہر پھیلا رہی ہیں۔ الہامات مرزا، شہادۃ القرآن یہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی اشاعت بہت ہے اور باہر سے ان کے متعلق خط بھی آتے رہتے ہیں مگر آج تک ان کا جواب ہماری طرف سے شائع نہیں۔ کیا ان کتابوں کا کوئی جواب نہیں؟ ہرگز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔بات صرف یہ ہے کہ سستی اور غالباً اعجبتکم کثر تکم ۔یہاں کے رہنے والے کچھ ایسی حالت میں رہتے ہیں کہ وہ محسوس ہی نہیں کر سکتے کہ باہر والوں کو کیا مشکلات ہیں۔محل کے اندر محبوب کے حضور بیٹھا ہوا کیا جانتا ہے کہ اس محل اور بوستان کے گرد ایک خاردار جنگل ہے اور بلڈاگ کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔

میں نے جیسا شہادۃ القرآن حصہ اول کا جواب لکھا تھا (مولانا میرؒ نے شہادۃ القرآن کے نئے اڈیشن میں اس جواب کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔بہاء) میں حصہ دوم کا جواب بھی ضرور لکھ دیتا مگر مولوی مبارک علی صاحب نے مجھے کہا میں لکھ رہا ہوں۔پھر میں یہاں (قادیان) آگیا۔اور پھر رہتے رہتے رہ گیا۔اب انشاءاللہ پھر ارادہ ہے۔...

(بدر قادیان یکم مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴۔۵)

قاضی ظہور اکمل کی تحریر سے واضح ہوتا ہے مارچ ۱۹۱۱ء تک الہامات مرزا مصنفہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا جواب نہیں لکھا جا سکا تھا اور مرزا صاحب اس کا جواب اپنے ذمے ادھار لے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور بعد میں بھی کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی اور اگر کسی نے (مثل عبداللہ احمدی وغیرہ) اپنے زعم میں کچھ لکھا، تو انہیں قادیانیوں کے عوام اور محققین نے درخور اعتنا اور کافی نہیں سمجھا۔اور شہادۃ القرآن مصنفہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا جواب بھی نہیں لکھا جا سکا، اور مولوی مبارک علی جو جہلم والے مباحثے میں مولانا میر کے مقابل تھے، دعوی کرنے کے باوجود جواب لکھنے سے عاجز رہے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ جہلم

مابین

ابراہیم میر سیالکوٹی ومبارک علی قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں جہلم میں مولانا ابراہیم میرؒ سیالکوٹی اور مبارک علی قادیانی کے درمیان ایک مباحثہ ہوا تھا۔جس میں قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔اس مباحثے کا ذکر مولانا ابراہیم میرؒ نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے دیباچے میں کیا ہے۔مباحثے کے بعد اس کی کاروائی سراج الاخبار جہلم اور پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہوئی تھی جس میں واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ شکست قادیانیوں کے حصہ میں آئی تھی۔ مولوی کرم الدین جہلمی اور مرزا قادیانی کے باہمی مقدمات میں بھی اس مناظرے کا ذکر آیا تھا اور مجسٹریٹ جہلم نے اپنا فیصلہ لکھتے ہوئے ضمناً اس مباحثے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اس مباحثے میں قادیانیوں کو شکست ہوئی ہے۔

دوسری طرف قادیانیوں کا یہ حال رہا ہے کہ ان کے بقول انہیں کبھی کسی مناظرے مباحثے میں شکست نہیں ہوئی،اور جہاں دبی زبان میں شکست تسلیم کرنا پڑ جائے وہاں ان کا دعوی ہوتا ہے کہ ہمیں بہرحال اخلاقی فتح حاصل ہوئی ہے۔اور شکست کی روداد پر لیپا پوتی کر کے سلطان القلم کی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے زور قلم سے شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کوشش کی جاتی ہے۔مباحثہ جہلم بھی ان کے ایسے طرز عمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک مثال ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اڈیٹر الحکم قادیان شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

سراج الاخبار نے جہلم کے مباحثہ کے متعلق جو غلط واقعات شائع کیئے ہیں اس پر ہم مفصل ریمارک بعد میں انشاء اللہ کریں گے اور سراج الاخبار ہی کی تحریر سے دکھائیں گے کہ دروغگو را حافظہ نہ باشد کا مصداق ہو کر اڈیٹر سراج الاخبار نے کہاں تک اپنی تحریر کو بے وقعت کر دیا ہے چونکہ سراج الاخبار کے اڈیٹر نے اپنی تحریر کی کثرت اشاعت کی خواہش کی وجہ سے پیسہ اخبار میں بھی اسے چھپوایا ہے جس کو احمدیوں سے بغض اور عداوت ہے اسلیئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اصل واقعات کے سلسلہ کو بھی شروع کر دیا جائے۔ اگرچہ کشتی نوح کا مضمون اس سارے نمبر میں درج ہونا ہمارا مقصود تھا لیکن اس کا حد سے زیادہ بڑھ جانا اور ایک ہی اخبار کا اسکے اندراج کے لئے متحمل نہ ہونا اور سراج الاخبار کی خلاف بیانی کے زہریلے اثر کا بہت جلد رفع کرنا ایک ضروری امر ہونا ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اس مباحثہ کے اصل حالات کے سلسلے کو شروع کر دیں جو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اس مباحثہ کی بنا اس وقت سے پڑنی شروع ہوئی جیسے کہ میاں ابراہیم نے مولوی برہان الدین سے اس بہانہ سے بحث کرنے سے انکار کیا کہ وہ میرے استاذ الاستاذ ہیں اور پھر ان کے برخلاف جہلم میں جا کر اکھاڑا جمایا اور بہت سے لوگوں کو مرزا صاحب کی جماعت کے برخلاف جہلم میں برافروختہ کر دیا اور کئی دن تک وعظ کے جلسے کرتے رہے اور عوام کالانعام کو جوش دلاتے رہے۔

ان دنوں جہلم کی جماعت کی طرف سے ایک خط قادیان میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا کہ مولوی ابو یوسف محمد مبارک العلی صاحب کو مناظرہ کیلئے بھیجا جائے مگر مولوی صاحب موصوف چونکہ قادیان کے ہائی سکول میں عربی مدرس ہیں اس لئے بوجہ ملازمت نہ آسکے اور مرزا صاحب نے ان کو بھیجنا ضروری نہ سمجھا۔

موسم گرما کی تعطیلات کی تقریب پر مولوی مبارک علی اپنی ننھیال میں جاتے ہوئے جو جہلم سے آٹھ دس کوس کے فاصلہ پر جانب شمال دریائے جہلم سے پار علاقہ ریاست جموں میں ہے جہلم میں آ گئے اور مسافرانہ طریق پر مولوی برہان الدین کے مکان پر اترے۔ جماعت احمدیہ کو ان کے آنے کی خبر ملی، اکثر احباب ملاقات کے لئے ان کے فرودگاہ پر پہنچے۔ مولوی صاحب سے ملاقات کی اور آپ کی تشریف آوری کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشی ظاہر کی، اور آپ سے استدعا کی کہ ایک دو روز جہلم میں ٹھہر کر اپنے وعظ و کلام سے احباب کو مستفید فرماویں۔

مولوی مبارک علی نے دو ایک روز کا رہنا بخوشی قبول کیا اور ۲۴۔ اگست ۱۹۰۲ء کو بوقت عشاء قاری صاحب کی مسجد میں وعظ فرمایا۔ جماعت احمدیہ کے تمام ممبر اور اکثر دوسرے فرقے کے مسلمان بھی آپ کے وعظ میں جمع ہوئے۔ آپ کا بیان علم قرآن اور اس کے حصول کے ذرائع کے متعلق تھا۔ قرآن کریم سے نہایت لطافت بیانی سے یہ ثابت کیا کہ علم قرآن سوائے مطہر اور مزکی نفوس کے دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا، اور علم قرآن کے حصول کے ذرائع میں سے بڑا ذریعہ تقوی وطہارت یعنی تزکیہ نفس اور تطہیر قلب اور اہل اللہ کی صحبت ہے، اور یہ باتیں اس زمانہ میں سوائے امام الزمان مرزا صاحب کی صحبت پاک کے حاصل نہیں ہوسکتیں ۔ علاوہ ازیں دیگر ضروری مسائل پر بھی اپنے وعظ میں بحث کی جس سے حاضرین نہایت محظوظ اور مطمئن ہوئے۔

اختتام وعظ پر ایک صاحب صوفیانہ صورت بنائے ہوئے محمد الدین نامی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہمارے نزدیک آپ کی جماعت کے برخلاف مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی قرآن کو بہت اچھا سمجھنے والے ہیں، اور ہمارا اس پر کلی یقین ہے کہ وہ بہت بڑے عالم اور بہمہ صفت موصوف ہیں۔ اس لئے یہ استدعا ہے کہ آپ حضرت مسیح کی حیات ووفات کے مسئلہ میں ان سے مباحثہ کریں، اور اس مسئلہ کو طے کردیں۔ ہم لوگ سبک نہیں ہیں اور ہمارا مدعا صرف تحقیق حق ہے۔ اگر آپ کی بات حق ہے تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ مولوی مبارک علی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگوں کو اپنے امام کی طرف سے بحث مباحثہ کی اجازت نہیں ہے اور نہ موجودہ زمانہ میں بحث مباحثہ کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا

(پھر جماعت جہلم نے مرزا صاحب کو کیوں درخواست بھیجی تھی کہ مبارک علی کو بھیجا جائے۔ کیا اس جماعت کو مرزا کے حکم امتناعی کا علم نہیں تھا؟ پھر مبارک علی کے نہ آنے کی وجہ ان کی تدریسی مصروفیات بتائی گئیں، یہ نہیں کہا گیا کہ حکم امتناعی موجود ہے۔ اور مرزا نے بھی یہ نہیں کہا کہ حکم امتناعی جاری ہو چکا ہے اسلئے مباحثہ نہیں ہوگا، بلکہ انہوں نے کسی اور وجہ مبارک علی کو بھیجنا مناسب خیال نہ کیا۔ جو شئے دیگر ہے۔ بہاء) صرف مرغ بازی یا بٹیر بازی اور تو تو اور میں میں ہوتی ہے اس لئے اس طریق مباحثہ کو میں پسند نہیں کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۔(پھر حکیم نورالدین نے رام پور کے مباحثے کے لئے مولوی محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری وغیرہ کو کیوں بھیجا تھا۔ بہاء)

اس پر صوفی صاحب مذکور نے فرمایا کہ نہیں یہ ہمارا بھی منشاء نہیں کہ ایسا ہو اور ایک تماشا گاہ قائم کی جائے بلکہ امن اور عافیت اور صلح کاری اور اچھے لوگوں کی ذمہ داری سے یہ معاملہ طے کیا جائے گا۔ اس پر مولوی مبارک علی نے باتفاق رائے احباب اس امر کو قبول کیا

(مرزا صاحب کے حکم امتناعی کی پرواہ نہیں۔ نہ قادیان خط لکھ کر حکم امتناعی کے خلاف اجازت حاصل کرنیکی ضرورت سمجھی۔ مرزا کے حکم کا منکر کون ہوا؟

دراصل قادیانیوں کو جب مناظرہ نہ کرنا ہوتو کہہ دیا جاتا کہ ہمیں مناظرہ نہ کرنے کا حکم ہے۔ اور جب کسی بھی طرح راہ فرار نظر نہ آتی، تو بغیر مرکز سے رابطہ کئے مشکل شرائط پیش کر کے مناظرہ پر تیار ہو جاتے، یہ جانتے ہوئے کہ شرائط ایسی ہیں جو کسی نہ کسی طرح ٹوٹ جائینگی اور ہمیں شرائط ٹوٹنے کے بہانے مناظرہ سے نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ بہاء)

اور صوفی صاحب مذکور کو اجازت دی کہ وہ مولوی ابراہیم صاحب کو بلا لیں۔ صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا ایسا نہ ہو کہ آپ انکے آنے سے پہلے ہی تشریف لے جاویں، مولوی مبارک علی نے بحلف اس عہد کو مستحکم کیا کہ میں انشاء اللہ آپ کے مولوی صاحب کے آنے سے پہلے جہلم سے باہر ہرگز نہیں جاؤنگا، مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ جمعہ تک انتظار کی جاوے گی، اگر اس عرصہ میں وہ نہ آئے تو پھر میرا حق ہوگا کہ میں چلا جاؤں کیونکہ میں مسافرانہ طریق سے آیا ہوں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ پس صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا کہ ہم مولوی ابراہیم کو ابھی تار دیتے ہیں وہ انشاء اللہ فوراً چلے آویں گے۔

اس کے بعد جلسہ وعظ برخواست ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صبح کے وقت مولوی مبارک علی اسی مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اسی مسجد میں بیٹھے رہے اور اکثر احباب جمع ہو گئے مختلف مسائل پر بطور خود گفتگو ہوتی رہی۔ جب قریباً آٹھ بجے تو مستری عبدالکریم صاحب تشریف لائے اور اکثر تماشائی لوگ بھی جمع ہو گئے۔ مستری صاحب موصوف نے مولوی مبارک علی سے حضرت مسیح کی حیات وممات کے متعلق گفتگو شروع کی اور پر جوش الفاظ میں بولنے لگے اور ساتھ ہی یہ عذر بھی کیا کہ میں ایسا ہی بولا کرتا ہوں آپ مجھے معذور رکھیں گے۔ مولوی مبارک علی نے بڑی حسن اخلاق اور دل جوئی سے مستری صاحب کو بولنے کی اجازت دی اور کہا کہ آپ جس طرح چاہیں گفتگو کریں میں برا نہ مانوں گا۔ اس پر مستری صاحب اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیاقت کے مطابق آزادی سے کلام کرتے رہے اور مولوی مبارک علی بڑی متانت اور حلم سے جواب دیتے رہے۔ اتنے میں مولوی کرم الدین ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم اور آپ کے ہمراہ میاں ملک صاحب بھی تشریف لائے اور ایک طرف آ کر بیٹھ کر گئے ۔

مستری صاحب سوال پر سوال کرتے جاتے اور جواب باصواب پاتے جاتے۔ جب مستری صاحب نے عربیت کے کسی مسئلہ میں غلطی کھائی، تو مبارک علی نے فرمایا کہ آپ عربی زبان نہیں جانتے اور نہ اسکے قواعد سے آپ واقفیت رکھتے ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنے کسی مولوی صاحب کو بطور وکیل پیش کریں۔ تب انہوں نے کرم الدین کو اس مسئلہ کے تصفیہ کیلئے پیش کیا۔

مولوی کرم الدین نے قبل اس کے کہ گفتگو کریں یہ بات پیش کی کہ میں کسی خاص گروہ کا آدمی نہیں۔ میں مرزا صاحب سے حسن ظنی رکھتا ہوں اور دوسرے فریق سے بھی ابھی تک مجھے تعلق ہے اور میں نے کسی جانب ابھی تک فیصلہ نہیں کیا۔ کرم الدین کی اس دورنگی گفتگو سے حاضرین کو ایک عجیب حیرت حاصل ہوئی اور جماعت احمدیہ کو تو ان کی نسبت اسی وقت سے سوء ظنی پیدا ہوگئی کہ یہ شخص لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء کا مصداق ہے، اس کی گفتگو سے کوئی نیک نتیجہ پیدا ہونے کی امید نہیں ہوسکتی۔

(یعنی کرم الدین غیر جانبدار تھا، اور اسے مستری کی طرف سے وکیل کیا گیا تھا، اس سے اچھا آدمی مرزائیوں کے حق میں کون ہوسکتا تھا۔ اگر کسی کا واضح خیال مسلمانوں کی جانب اور مرزائیوں کے خلاف ہوتو وہ مرزائیوں کے لئے مضر ہوگا۔ اسلئے مولوی کرم دین کو بطور وکیل پیش کیا جانا تو قادیانیوں کے دل کی مرادیں پوری ہونے کے مترادف تھا۔

ادھر مرزا صاحب نے، پیر مہر علی کے ساتھ مقابلے میں محمد حسین وغیرہ کو ثالث مان لیا تھا، یعنی مخالف کو ثالث مان لینا بھی سنت مرزا تھی، اور یہاں غیر جانبدار کو مخالف کا وکیل بننے پر بھی ناک بھوں چڑھائی جاتی ہے۔ یہ کہاں کی اتباع سنت مرزا ہے۔ بہاء) ۔

الغرض مولوی کرم الدین نے مستری کی وکالت اختیار کر کے مولوی مبارک علی سے گفتگو شروع کی اور اپنے استدلالی طریق میں ایسا الٹا مسلک اختیار کیا کہ بات بات میں ملزم ہونے لگے اور قرآن کریم سے دو ایک ایسے استدلال پیش کیے جس سے حاضرین کو معلوم ہوگیا کہ مولوی کرم الدین قرآن کریم میں قطعاً دسترس نہیں رکھتے اور علم قرآن سے بے بہرہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر کار ایک ایسی غلط رائے پر اڑے کہ مستری صاحب نے سیٹھ احمد دین کے کان میں وہیں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے کہہ دیا کہ مولوی کرم الدین غلطی پر ہیں اور نہایت غلط راہ چل رہے ہیں۔ آخر مولوی مبارک علی نے مولوی کرم الدین کو ایسا ساکت اور لاجواب کیا کہ مولوی صاحب کا رنگ فق ہوگیا اور تیور بدل گئے اور آپ کی طبیعت میں ایک غیر طبعی جوش پیدا ہوگیا اور کچھ نفسانیت کا رنگ آ گیا، مگر مارے شرم کے کچھ بول نہ سکتے تھے اور خجالت سے عرق عرق ہوگئے اس وقت گیارہ بج چکے تھے۔ مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے لئے پیغام آیا اور جلسہ برخواست ہوا (دن کے گیارہ بجے کون سا کھانا ہوتا ہے؟ یہ پیغام تو فرار کا بہانہ معلوم ہوتا ہے۔ بہاء)

لیکن فریق ثانی کی طرف مولوی کرم الدین کے زک اٹھانے پر بے طرح جوش دیکھا جاتا تھا۔

اسی اثنا میں مشہور ہوگیا تھا کہ مولوی ابراہیم صاحب بذریعہ تار بلائے گئے تھے مگر انہوں نے آنے سے انکار کردیا ۔آخر مجبور ہوکر اسی روز فریق ثانی نے صوفی صاحب کو ایک بجے کی ٹرین پر مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے سیالکوٹ روانہ کیا۔

ادھر مولوی کرم الدین نے بخلاف اپنے اس اظہار حسن ظنی کے جو مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے گفتگو سے پہلے عام جلسے میں کیا تھا بالاعلان مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو برا بھلا کہنا شروع کردیا اور عوام کو خوب بھڑکایا اور ہنگامہ گرم رکھا۔

(اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مبارک علی کے دلائل سے ایک ایسا شخص کا مخالف ہوگیا جو قبل ازیں مرزا سے حسن ظن رکھتا تھا۔ یعنی وہ دلائل بے معنی تھے اور ایک حسن ظن رکھنے والے کو مرزا کی طرف مائل نہیں کرسکے بلکہ ان کا مخالف بنادیا۔ بہاء)

ادھر مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے بعد پیش از نماز ظہر نہایت شدت کے ساتھ تپ ہوگیا (اور ۲۵۔ اگست کا دن تھا) (۲۵ اگست ۱۹۰۲ء، یعنی ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ روز دوشنبہ۔ بہاء) تمام شب تپ رہا، صبح کو تپ اترا، اور نماز صبح میں شامل ہوئے۔، (یعنی ۲۶۔ اگست کی صبح کو تپ اتر گیا۔ بہاء)

(یعنی مولوی کرم الدین مرزا سے حسن ظن رکھتے تھے اور وفات مسیح کے بھی قائل تھے۔ گویا وہ چھپے ہوئے مرزائی تھی، ایسے شخص کا یہ کہنا کہ میں غیر جانبدار ہوں، کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ ایسے شخص کو مستری صاحب نے اپنا وکیل بنا کر بیوقوفی تو کی ہی تھی لیکن مبارک علی کے دلائل کا اثر ہوا کہ وہ مرزا صاحب کے مخالف ہوئے۔ بہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنے میں کچھ اور احباب بھی آ گئے اور وہ صوفی صاحب بھی آ پہنچے جو مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے گئے تھے۔ اور یہ سب لوگ آ کر مولوی مبارک علی کے پاس بیٹھ گئے۔ تب باستدعا مولوی برہان الدین ، میاں نظام الدین احمدی نے مرزا صاحب کی نظم درثمین سے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور ان کے بعد خود مولوی مبارک علی نے بھی درثمین میں سے ایک نظم پڑھی۔ اس کے ختم ہونے پر صوفی صاحب نے فرمایا کہ مولوی ابراہیم تشریف لے آئے ہیں آپ لوگ جلسہ مباحثہ کے لئے مکان تجویز کریں اور وقت مقرر کریں اور اپنی جماعت کے حفظ امن کے ذمہ دار بھی ہوں۔ ادھر سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ تھوڑے ہیں اور آپ کثرت سے ہیں اور آپ کا شہر میں رسوخ بھی بہت ہے اور حکام تک راہ و رسم ہے اس لئے ان سب امور کا انتظام آپ کے ذمہ ہے۔ ہم اس میں سے کوئی بات بھی اپنے ذمہ نہیں لے سکتے، بلکہ اپنی جماعت کا بھی ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ لوگوں کا اختیار ہوگا اگر ہماری جماعت میں سے کوئی شخص بے اعتدالی کرے تو آپ اس کو جلسہ مباحثہ سے نکال دیں۔ (جب مرزا کو اپنی عزت و مرتبت اور عوام و خواص میں اپنی مقبولیت ظاہر کرنا مقصود ہوتی ہے، تو بتاتے ہیں سٹیشنوں پر اتنے لوگ استقبال، بلکہ ایک جھلک دیکھنے کو آئے کہ پلیٹ فارم کے ٹکٹ ختم ہو گئے، انگریز افسر منہ اٹھا اٹھا کر دیکھتے کہ یہ کون ہستی ہے جس کی زیارت و استقبال کے لئے خلقت یوں ٹوٹی پڑی ہے، جہلم مرزا صاحب آتے ہیں تو بتایا جاتا ہے کہ ہزاروں افراد نے وہاں ان کی بیعت کی اور تیس پینتس ہزار آدمی استقبال کو آئے۔ سیالکوٹ تشریف لے جاتے ہیں تو بتایا جاتا کہ شہریوں نے آمد کی خوشی میں رات کو چراغاں کیا اور چالیس پچاس ہزار افراد استقبال کو آئے جن میں بڑے بڑے افسران بیرسٹر وغیرہ بھی تھے۔ اور جب راہ فرار اختیار کرنا منظور ہوتا ہے تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ لاہور میں اسلئے پیر مہر علی کے مقابلے کے لئے نہیں آئے کہ وہاں میرے مرید چند ایک ہیں جماعت بہت کمزور ہے، میری حفاظت نہیں ہو سکتی، ۱۸۹۱ء میں دہلی میں میاں نذیر حسین محدثؒ کی مسجد میں مرزا صاحب اسلئے نہیں جاتے کہ میں راندہ قوم ہوں اور ہزاروں بدمعاش میری جان کے درپے ہیں۔ چیلنج دینا مقصود ہوتا تو فرماتے ہیں کہ یہ علماء میرے نزدیک مرے ہوئے کیڑوں کی حیثیت نہیں رکھتے، اور میری جماعت میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، تجار، اشراف، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی، جج، پلیڈر، بیرسٹر، تحصیلدار شامل ہیں، اور جب چیلنج قبول کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ ہماری حکام تک کوئی رسائی نہیں ہم حقیر اقلیت ہیں، ہماری کوئی نہیں سنتا، تم خود یہ سارے انتظامات کرو۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ مسلمان لوگ حاکم وقت کے پاس اجازت لینے جائیں گے، تو حاکم وقت، ہمارے کہنے پر، یا پہلے سے معلومات ہونے کے باعث، اندیشہ نقض امن کے بہانہ سے اجازت دینے سے انکار کر دے گا۔ جیسا کہ دہلی میں مرزا صاحب نے کھیل کھیلا تھا کیونکہ وہاں اس وقت وہی ڈپٹی کمشنر تھا جو مباحثہ لدھیانہ کے وقت لدھیانہ میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ جہلم میں کہا جا رہا ہے کہ ہم تو اپنے لوگوں کی طرف سے بھی قیام امن کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ مقصد یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جوں ہی شکست نظر آئیگی اپنے آدمی شور ڈال دیں گے، اور جب منتظمین ان کو بقائے امن کی خاطر نکالیں گے تو یہ کہہ کر مباحثہ ختم کر دیا جائیگا کہ ہمیں بیٹھنے ہی نہیں دیا جاتا، اور اگر نکل بھی جائیں تو یہ طے ہو کہ فریقین کے اتنے اتنے آدمی حاضرین میں ہوں، تو یہ کہا جائیگا کہ چونکہ ہمارے پانچ آدمی نکال دیئے گئے ہیں اب ہم تعداد میں کم ہیں، دریں حالات مناظرہ کو جاری رکھنا خلاف قواعد ومعاہدہ ہے۔ اس لئے بس ہو چکی نما مصلی اٹھایئے۔ اگر فریق مخالف کہے کہ تم ان پانچ کی جگہ پانچ اور افراد لا کر بٹھا دو تو کہہ دیا جائے گا کہ ہماری تعداد کم ہے اور کوئی ہے ہی نہیں، یا فارغ نہیں، یا کچھ اور۔ بہاء)۔

خیر اس پر بہت بحث اور حجت ہوتی رہی اور فریق ثانی حفظ امن کا ذمہ نہ ہوا۔ آخر دونوں طرف کے لوگ شہر کے ایک معزز رئیس بہاول بخش ذیلدار کے پاس گئے انہوں نے اس بات کا ذمہ اٹھالیا کہ ہم حفظ امن کا انتظام کر دیں گے بلکہ تحصیل دار اور تھانہ دار صاحب کو بھی عین جلسہ مباحثہ میں لے آویں گے۔ تب ذیلدار حسب قرارداد خود تحصیلدار کے پاس گئے اور حفظ امن اور مکان جلسہ کا کل فیصلہ کر کے آ گئے اور فریقین کے معتبر اشخاص کو علیحدہ علیحدہ مطلع کر دیا کہ عیدگاہ شہر میں ٹھیک چار بجے سب کو جمع ہو جانا چاہیے اور دونوں فریق کے علماء اپنے ساز و سامان سے تیار ہوویں اور عند الطلب بلا عذر وحیلہ موقع پر حاضر ہو جائیں۔ پس بموجب ارشاد ذیلدار دونوں فریق طیار ہو گئے اور ٹھیک چار بجے بابو غلام حیدر تحصیلدار و دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر مکان مباحثہ پر تشریف لے آئے اور فریقین کو طلب کیا۔

فریقین کے علماء آ پہنچے اور باہم آمنے سامنے بیٹھ گئے اور باقی مخلوقات میدان عیدگاہ میں مولوی صاحبان کے ارد گرد بیٹھ گئی۔ تحصیل دار صاحب نے بالا علان فرمایا کہ کسی شخص کو سوائے مناظرین کے بولنے کی اجازت نہیں، اور نہ اشارہ کنایہ سے کوئی شخص کسی جانب سے کسی قسم کی شرارت کرے۔ جو شخص ایسا کرے گا اس سے قانونی سلوک کیا جائے گا۔ اور چاروں طرف پولیس کے سپاہی تعینات کئے گئے۔

تب باجازت تحصیل دار مولوی مبارک علی اٹھے انہوں نے مولوی ابراہیم کو مخاطب کر کے عربی زبان میں بصورت سوال ایک مختصر سی عبارت پڑھی۔ جو اسی وقت لکھی گئی تھی۔

(مجمع عام میں جہاں اردو جاننے والے بھی زیادہ تعداد میں نہ ہوں اور خالص پنجابیوں کا مجمع ہو، عربی میں باتیں کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ایسا کرنا ہو تو کسی نجی محفل علماء میں کیا جانا چاہیے۔ مجمع عام میں ایسی باتیں اپنی علمیت کا دھاک بٹھانے، یا گرفت سے بچنے کیلئے کی جاتی ہے، کہ بے چارے عوام کو کیا پتہ کہ عربی میں کیا کہا ہے۔ بہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کا ماحصل یہ تھا کہ آپ حضرت مسیح کی حیات جسمانی اور آسمان پر بجسد عنصری مرفوع ہونے کے قائل ہیں اور اس باب میں ہم سے آپ تنازعہ کرتے ہیں اور یہ امر ہمارے نزدیک خدا کی سنت مستمرہ کے برخلاف اور محالات عادیہ سے ہے۔ اسلئے آپ ایک امر محدث اور منکر کے دعویدار ہیں نہ کہ ہم، لہذا آپ پر واجب ہے کہ آپ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے اپنے مدعا کو ثابت کریں، اور اس سوال کا جواب بھی عربی میں دیں، اور حاضرین کو ترجمہ کر کے سنا بھی دیں، جیسا کہ میں نے سنا دیا ہے۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی بیٹھ گئے اور مولوی ابراہیم نے نقل پرچہ سوال طلب کیا۔ اس پر مولوی کرم الدین اٹھ کھڑے ہوئے اور چند ژولیدہ لفظ عربی زبان میں ایک پرچہ پر لکھ کر آپ نے پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اہل جلسہ عربی دان نہیں ہیں اس لئے عربی زبان میں تکلم فائدہ مند نہیں ۔..پھر مولوی مبارک علی نے کہا کہ آپ ہمارے مخاطب نہیں۔ آپ نے یہ کیوں دخل در معقولات کیا ہے۔ آپ بولنے کے قطعاً مجاز نہیں۔ ہاں اگر آپ مولوی ابراہیم صاحب کی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو صرف ان سے آہستگی کے ساتھ کلام کریں۔

تب میر مجلس کی رائے سے یہ بات قرار پائی کہ سوائے مولوی ابراہیم صاحب کے اور دوسری جانب سوائے مولوی مبارک علی کے دوسرے شخص کو بولنے کی اجازت نہیں اور باتفاق رائے یہ بھی قرار پایا کہ مضمون مباحثہ اردو زبان میں ہی لکھا جاوے تاکہ عام لوگ فائدہ اٹھائیں۔

اب مولوی کرم دین خاموش ہوئے اور مولوی ابراہیم جواب دینے کیلئے اٹھے اور کتاب کی صورت میں ایک بڑی لمبی لکھی ہوئی تحریر پڑھنی شروع کی۔ اس پر مولوی مبارک علی نے کہا کہ ہم اس کو کہاں تک لکھتے جائیں گے، انہوں نے تو بجائے تقریر کے ایک کتاب پڑھنی شروع کر دی ہے۔ تب بحکم میر مجلس، مولوی ابراہیم نے وعدہ کیا کہ میں جو کچھ سناؤنگا جواب کیلئے اس کی حرف بحرف نقل دے دونگا۔ اور کل دس بجے سے پہلے نقل مولوی مبارک علی کے پاس پہنچ جائے گی۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے اپنی تقریر کے لئے کم از کم چھ گھنٹے ملنے چاہییں۔ تب میر مجلس نے فرمایا کہ شام تک جو قریباً تین چار گھنٹے ہوتے ہیں آپ تقریر کر سکتے ہیں۔ تب آپ نے اپنا وہ سارا اندوختہ اور آموختہ جو آپ کی کئی سال کی جانفشانی کا نتیجہ تھا جستہ جستہ مقامات سے پڑھ کر سنا دیا اور بجائے چھ گھنٹے کے ایک ہی گھنٹے میں ختم کر دیا۔ آپ کے سارے مضمون کا لب لباب یہ تھا کہ سنت اللہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ قرآن کریم میں صرف عذاب پر بولا گیا ہے اور انہیں معنوں میں مقید ہے۔ انسان جب ایک وقت وزنی پتھر اٹھا کر اوپر پھینکتا ہے اور وہ اوپر چلا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ مسیح کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ پرندے جو ہوا میں اڑتے ہیں تو کیا مسیح اوپر نہیں چڑھ سکتا۔ مسیح کی حیات جسمانی کا بیان وجدانی ہے بیان میں نہیں آسکتا، توفی کے معنی پورا بھر لینا ہے یعنی معہ جسم کے اٹھا لینا۔ اس پر بعض تفاسیر کے متناقض اقوال کو بطور ثبوت وشہادت کے پیش کیا اور بعض تراجم اردو کا بھی حوالہ دیا۔ مسیح کو آیۃ اللہ قرار دے کر اور متکلم فی المہد مان کر اس کے خواص کو اور نبیوں سے الگ مانا اور اس وجہ سے اس کو انسانی ضوابط اور خواص سے مستثنیٰ قرار دیا۔ آپ کی تقریر اول سے آخر تک مختلط الترتیب تھی۔ اور آپ کے استدلات ایسے کمزور اور غریبہ تھے جن میں آپ دیگر مفسرین سے متفرد پائے جاتے تھے...اور آپ کا طرز بیان نہایت کرخت اور آواز بھرائی ہوئی تھی۔ بااین ہمہ ایک گھبراہٹ دامن گیر تھی جس نے آپ کو حواس باختہ بنا یا ہوا تھا۔ غرض جوں توں کر کے آپ کا مضمون ختم ہوا، تو میر مجلس نے فرمایا کہ ابھی آپ کا بہت سا وقت باقی ہے کچھ تو اور کہیے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں۔ تب میر مجلس نے مولوی مبارک علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا آپ اس تقریر کا آج اور اسی وقت جواب دینا چاہتے ہیں کیونکہ ابھی کافی وقت ہے۔

مولوی مبارک علی نے کہا کہ میں تحریر کا جواب تحریر سے ہی دینا چاہتا ہوں۔ میری پاس اس وقت کوئی لکھی ہوئی کتاب موجود نہیں جس میں سے سنادوں اور اس طرح پر میری تقریر محفوظ بھی نہیں رہ سکتی مجھے مولوی ابراہیم کے مضمون کی کاپی مل جاوے تو میں انشاء اللہ کل جواب دوں گا (نوٹ از اڈیٹر الحکم: اگرچہ مولوی ابراہیم نے اپنے مضمون کی کاپی دینے کا وعدہ کیا تھا مگر مولوی مبارک علی و ماسٹر فقیر اللہ نے ساتھ ہی ساتھ مولوی ابراہیم کی تقریر میں سے چند ضروری نوٹ کر لئے تھے دوران تقریر میں مولوی ابراہیم نے اعتراض بھی کیا تھا کہ جب میں نے تحریر دینے کا وعدہ کیا ہے تو میری تقریر کے نوٹ کیوں کئے جاتے ہیں۔ اس پر مولوی مبارک علی نے فرمایا کہ نوٹ کرنا ہمارا حق ہے۔ ہم نے جواب دینا ہے، آپ ہم کو اس سے روک نہیں سکتے۔ اور میر مجلس نے بھی فرمایا کہ نوٹ کرنا مبارک علی کا حق ہے، آپ بھی ان کی تقریر کے نوٹ کر سکتے ہیں) اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ یہ ۲۶۔ اگست ۱۹۰۲ء کا دن تھا۔

اب صبح ۲۷۔ اگست ۱۹۰۲ء کو مولوی مبارک علی نے صبح ۶ بجے ہی سے اپنا جواب لکھنا شروع کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنی یادداشت اور نوٹوں کی بنا پر بارہ بجے تک جواب لکھ کر تیار کر لیا۔ جب مضمون پورا ہو چکا تو مولوی ابراہیم صاحب کا پرچہ بھی پہنچا اور ساتھ ہی مولوی مبارک علی کے عربی پرچہ کا مطالبہ تھا۔ مولوی مبارک علی نے اپنا عربی پرچہ اس شخص کے ہاتھ بھیج دیا جو مولوی ابراہیم کا پرچہ لایا تھا مگر ادھر سے بھی مولوی کرم الدین کے عربی پرچہ کا بالمقابل مطالبہ کیا گیا کہ مولوی کرم الدین کو اپنی عربی کی صحت کی نسبت کچھ تو دھڑکا تھا کہ بار بار کے مطالبہ پر بھی پرچہ نہ دیا اور خلاف معاہدہ کیا کیونکہ بالمقابل تحریروں کے دینے کا معاہدہ ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اپنا عربی پرچہ دینے سے انکار کیا اور شدت تقاضا پر بھی نہ بھیجا۔ اس سے مولوی کرم الدین کی عربی دانی کا ایک منصف طبع انسان کو پتہ لگ سکتا ہے۔

مولوی مبارک علی کو اپنا جواب مکمل کرنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مولوی ابراہیم کے پرچے کو اول سے آخر تک پڑھ لینا چاہیے اور جواب کو اس سے منطبق کر لینا چاہیے۔ جب مضمون مرسلہ مولوی ابراہیم حرف بحرف پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں اکثر حصہ ان مضامین کا نہیں جو آپ نے اپنی تقریر میں بیان کئے تھے اور نہ وہ نوٹ بھی درج ہیں جو ان کی تقریر سے لئے گئے تھے اور وہ نوٹ اور مضامین جو مضمون سے عمداً خارج کئے گئے ایسے اہم اور ضروری تھے جس سے مولوی ابراہیم صاحب کی ساری قلعی کھل جاتی تھی اور آپ کے علم کی پوری پردہ دری ہوتی تھی۔ اس مضمون کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کچھ زائد مضامین اور سوال بھی اس پرچہ میں درج کئے گئے ہیں تب فوراً تحصیل دار کی طرف ایک خط لکھا گیا اور مولوی صاحب کی دیانت داری کا سارا حال منکشف کیا گیا لیکن تحصیل دار صاحب کی طرف سے اس خط کا کوئی تسلی بخش جواب نہ آیا۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی کو تپ کے آثار شروع ہو گئے اور ظہر کی نماز سے پہلے تپ کی شدت ہو گئی اور بکثرت استفراغ ہونے لگے اور تپ کا اس قدر زور ہوا کہ ٹمپریچر ۱۰۷ درجے پر ہو گیا اور ڈاکٹر شیخ عبداللہ آپ کی تیمارداری کرنے لگے۔ ڈاکٹر موصوف بڑی دلجوئی اور جانفشانی سے علاج کرتے رہے اور دم بدم بخار کا جائزہ لیتے رہے یہاں تک کہ کثرت پسینہ کے سبب سے بخار دھیمہ ہو کر ۱۰۲ درجے پر پہنچا۔ اس وقت ڈاکٹر موصوف نے ۱۶ گرین کونین اور فناسٹین کا مکسچر بنا کر مولوی صاحب کو پلایا۔ ۶ بجے کے قریب بخار اس قدر ہلکا ہو گیا کہ مولوی مبارک علی نے چارپائی پر بیٹھ کر ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے گذاری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ۲۷۔اگست کا دن تھا اور وہی دن تھا جس میں مبارک علی کو جواب سنانا تھا۔ادھر عیدگاہ میں چار بجے سے پہلے ہی ایک طوفان عظیم برپا ہوا تھا۔قاصد پر قاصد اور بلاوے پر بلاوا چلا آتا تھا برہان الدین نے یہ کہا کہ پہلے مولوی صاحبان سے کمی بیشی مضمون کی نسبت فیصلہ کر لینا چاہیے۔

(جب فیصلہ یہ تھا کہ کوئی مناظر کی مدد نہیں رہے گا نہ اشارے کنائے سے، بلکہ وہ خود ہی جو کچھ کر سکتا ہو کہے گا، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ مولوی محمد ابراہیم نے جو کچھ کہا، خواہ پہلے ہی لکھا ہوا ہی پڑھا وہ انہوں نے بغیر کسی کی مدد کے سب کے سامنے پڑھا، اب مبارک علی کا یہ کہنا کہ میں اس کا جواب کل کو لکھ کر دونگا، تبھی درست ہو سکتا تھا کہ اس وقت سے صبح جوابی پرچے کی تکمیل تک وہ تنہاء رہیں، کوئی ان کے ارد گرد آس پاس نہ ہو، اگر ہو تو وہاں منصف ثالث میر مجلس اور مخالف مناظر یا اس کا نمائندہ بھی موجود ہو، تا کہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ مبارک علی کو جوابی پرچہ لکھتے ہوئے کسی نے کوئی مدد نہ دی۔بہاء)

اور ہماری جماعت کے لوگ مولوی صاحبان کی اس حرکت بے جا کا عام طور پر اعلان کر دیں شاید اگر اس امر کے فیصلہ تک مولوی مبارک علی کو کچھ صحت ہوگئی تو وہ خود جا کر مضمون سنا دیں گے

(اور مولوی صاحب نے اپنا سارا لکھا ہوا نہیں پڑھا تھا بلکہ جستہ جستہ پڑھا تھا۔اور ایک گھنٹے میں ختم کر دیا جب کہ ابھی مزید دو تین گھنٹے باقی تھے، انہوں نے یہ تلخیص اسی لئے تو کی تھی کہ مولوی مبارک علی اسی مجلس میں بغیر کسی کی مدد کے جواب دیں اور اگلے دن کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔اور جہاں مضامین میں کمی بیشی کا تعلق ہے قادیانیوں کو کیا پتہ، کیونکہ انہوں نے تقریر کو ٹیپ ریکارڈ تو نہیں کیا، نہ ہی انہوں نے تقریر کو لفظ بلفظ نوٹ کیا، بلکہ تقریر میں سے بعض نوٹ لئے تھے جیسا کہ خود انہیں اقرار ہے۔اور اس بات کا بھی کیا ثبوت کہ جو نوٹ انہوں نے لئے تھے وہ واقعی تھے، اور انہوں نے سمجھ کر صحیح باتیں نقل کی تھیں یا غیر واقعی تھے اور انہوں نے مولوی ابراہیم کی باتوں کو سمجھنے میں غلطی کی ہو اور یوں نوٹ ہی غلط ہوں۔اسی لئے تو ابراہیم صاحب نے کہا تھا کہ تمہیں لکھنے کی کیا ضرورت ہے، میں خود تمہیں حسب وعدہ تقریر کی کاپی دے دونگا۔اور پھر مرزائیوں نے یہ نوٹ اختتام تقریر پر مولوی ابراہیم کو نہیں دکھائے اور نہ ہی میر مجلس وغیرہ کو، تا کہ ثابت ہو جاتا کہ انہوں نے وہی کچھ نقل کیا ہے جو مولانا نے فرمایا ہے۔بہاء)

ورنہ کسی شخص کو سنانے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا (یہ کام اس سے پہلے کیوں نہیں ہو سکتا، اگر جواب تیار ہے، تو سامعین کو مولوی مبارک علی کی خرابی صحت کا حال بتا کر اسی وقت کسی اور سے سنوایا جا سکتا ہے۔بہاء) مگر پہلے اس خیانت کا تصفیہ ہونا چاہیے اور تحصیلدار صاحب کو بھی دوبارہ اس پر مطلع کیا گیا تحصیلدار نے مولوی ابراہیم سے ان کی اس تبدیل وتحریف کے بارے میں باز پرس کی تو آپ نے طوعاً وکرہاً مان لیا کہ ہاں ضرور کچھ مضمون جلدی کے سبب سے درج نہیں ہو سکا تب تحصیلدار نے آپ کو بہت کچھ نادم کیا اور آپ کی اس حرکت ناشائستہ پر آپ کو ملزم ٹھہرایا مگر عوام تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھی یہ بات نہ پہنچی تھی، اس لئے جماعت احمدیہ کے چند تعلیم یافتہ لوگوں کو عین جلسہ میں بھیجا گیا اور مولوی ابراہیم سے عام لوگوں میں بہت کچھ ردو بدل کے بعد تسلیم کرایا گیا کہ آپ نے کل کے سنائے ہوئے مضمون میں سے اس قدر مضامین خیانت کے طور پر چھپا لئے ہیں اور ان تمام نوٹوں پر جو آپ کی تقریر سے لئے گئے تھے اور آپ کے مرسلہ مضمون سے خارج تھے تحصیل دار کی فہمائش سے اور عام لوگوں کے سامنے تسلیم کرایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ یہ آپ کی خیانت ہے تب تو مولوی ابراہیم کو مارے خجالت کے موت کا سامنا ہو گیا اور اس قدر آپ عرق شرم میں ڈوبے کہ پانی پانی ہو گئے۔ مگر اس خجالت کا آپ پر ایک فوری اثر تھا بعد میں پھر آپ نے اپنا سر جھاڑ کر صافہ باندھ لیا۔ (حالانکہ یہ وہی مضمون ہے جس پر مولانا ابراہیم نے ۶ سال بعد لاہور میں مرزا صاحب کو آخری چیلنج دیا تھا، اور جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور محمد احسن امروہی کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم سے گفتگو کریں۔ مرزا تو اگلے روز چل بسے لیکن قادیانیوں کے احسن المناظرین، مرزا صاحب کے حکم کے باوجود زندگی بھر مولانا ابراہیم نیر کے سامنے اس مسئلے پر گفتگو کے لئے نہ آ سکے۔ اور یہی مسئلہ ہے جس پر قادیانیوں کے اعیان اور مبارک علی کے بڑے مثل محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری حسب الحکم حکیم نور الدین خلیفہ قادیان، نواب رامپور کے مواجہہ میں مولانا ثناء اللہ کے سامنے آئے تھے اور بڑے بے آبرو ہو کر مناظرہ نامکمل چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ اس پس منظر میں مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مولانا میر پانی پانی ہو گئے، کیا حقیقت رکھتا ہے۔ یہ مناظرہ شروع اگست کی بات ہے جو پنجاب میں شدید گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ اتنی گرمی اور پسینے میں مولانا نے شائد کسی موقع پر پسینہ صاف کرنے کیلئے عمامہ وغیرہ اتارا ہو گا جس کا مطلب قادیانیوں نے شرم سے پانی پانی ہونا، بتا دیا۔ بہاء)۔ اور اس خیانت کے اظہار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس چھپائے مضمون کا جواب مولوی مبارک علی لکھ چکے تھے پس اس کا اظہار اگر اس وقت نہ کیا جاتا تو مولوی ابراہیم کو اس عذر کی گنائش ہو جاتی کہ یہ میری باتوں کا جواب نہیں ہے اور نہ یہ باتیں میرے تحریری مضمون میں درج ہیں (یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ مبارک علی کے پاس پہلے سے لکھا ہوا کچھ سامان موجود تھا جو وہ گذشتہ روز احباب کے ساتھ گفتگو میں بھی بیان کر چکے تھے اور اسی طرح چند دیگر نوٹ جو قادیانی مناظرین کے پاس عموماً موجود ہوتے تھے، اس روز محمد ابراہیم کا پرچہ آنے سے پہلے مرتب کر رکھے تھے۔ لیکن جب پرچہ آیا تو معلوم ہوا کہ ان کے نوٹ تو بیکار ہیں، پرچے میں تو ایسی چیزیں ہیں جن کا مرزائیوں کے پاس جواب ہی نہیں، تو بخار بھی چڑھ آیا، اور بھاگ دوڑ بھی شروع ہو گئی کہ تقریر میں یہ نہیں تھا اور وہ نہیں تھا۔ اور پرچہ میں یہ کچھ ہے جو تقریر میں نہیں تھا۔ مبارک علی جواب دینے کے قابل ہوتے تو کہتے کہ ٹھیک ہے کہ یہ باتیں تقریر میں نہیں تھیں لیکن چونکہ اب یہ تحریر میں آ چکا ہے اس لئے اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔ اگر اس کے برخلاف وہ نکات جن پر اعتراض ہے کہ تقریر میں نہیں تھے، کسی اور موقع پر کوئی اور مسلمان مناظر مرزائیوں کے سامنے رکھ دیتا تو ان کا کیا جواب ہوتا۔ کیونکہ جو ایک اعتراض ایک دفعہ سامنے آ گیا، وہ آج نہیں کل دوبارہ سامنے آ جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہاء)

مگراس کارروائی کے اثنا میں ابھی تک مولوی مبارک علی کی طبیعت نڈھال تھی اور بخار میں کوئی بھی خفت پیدا نہ ہوئی تھی اس لئے پہلے مہر بہاول بخش ذیلدار کو مولوی صاحب کا معائنہ کرایا گیا تب انہوں نے تحصیل دار کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی مبارک علی بعارضہ تپ شدید بیمار ہیں اور مضمون سنانے کے لئے نہیں آسکتے لیکن مضمون تیار ہے۔اس پر تحصیل دار نے میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر اور چودھری غلام قادر سب رجسٹرار اور راجہ خان بہادر خان کو مولوی مبارک علی کی بیماری کی تصدیق کے لئے بھیجا۔اول الذکر نے تو مولوی صاحب کی حالت دیکھ کر نہایت ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ واقعی اس وقت مولوی صاحب کی حالت شدت تپ کی وجہ سے دگرگوں ہے،اور ضعف و ناتوانی حد سے زائد ہے،مگر آخر الذکر ہر دو صاحبان نے بہت تیز زبانی کی اور راجہ خان بہادر خان صاحب نے مولوی مبارک علی سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو اور بیماری تو کوئی نہیں آپ صرف جواب نہیں دے سکتے اس لئے بیمار بن بیٹھے۔

اس وقت مولوی (مبارک علی) صاحب کے تمام کپڑے پسینہ میں تر تھے،اور لحاف کے سہارے سے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔راجہ خان بہادر خان صاحب کی بات کا آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں آپ کی زبان کو نہیں تھام سکتا،اور میرا حال میرا خدا ہی جانتا ہے۔تب راجہ صاحب نے کہا کہ ایک معمولی تپ ہے،اس میں آپ اس قدر نڈھال کیوں ہو گئے ہیں؟ چل کر مضمون سنا دیجئے۔اس کے جواب میں شیخ معراج دین نے راجہ صاحب سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر گھوڑے پر چڑھنے سے دو دو گھنٹہ تک اپنے نوکروں سے دبواتے اور چاپی کرایا کرتے ہیں،یہ تو تپ شدید ہے اس کی کیفیت اسے ہی معلوم ہوتی ہے جسے چڑھتا ہے۔اس پر چودھری غلام قادر نے کہا کہ مولوی صاحب کو اس وقت بخار نہیں،آپ کا بدن سرد ہے ہاں پسینہ آیا ہوا ہے،میں ڈاکٹر صاحب کو لاتا ہوں اور دس روپئہ فیس بھی دونگا،اگر مولوی صاحب کو بخار ہوا تو سو روپئہ ہرجانہ بھی دوں گا۔تب ڈاکٹر شیخ عبداللہ نے فرمایا کہ آپ ضرور ڈاکٹر کو لائیں اور مولوی صاحب کا ملاحظہ کرائیں اور کچھ جیب سے بھی نکالیں اور جس طرح پر چاہیں بیماری کی تصدیق کرائیں۔اس ردوبدل کے بعد دوبارہ میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو ضرور بخار ہے اور ان کی حالت کہہ رہی ہے کہ وہ اس وقت سخت ناتواں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، مجبور نہیں کرنا چاہیے۔

تب یہ لوگ جلسہ میں واپس گئے اور سب سے پہلے جیسا کہ سراج الاخبار بیان کرتا ہے چودھری غلام قادر نے خلاف بیانی کا ثواب لیا اور پھر شاید راجہ خان بہادر خان نے بھی ان کی تائید کر کے اپنی عقبی کو سنوارا۔ ہاں میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے جو کچھ دیکھا تھا صاف صاف بیان کر دیا، اسی لئے سراج الاخبار نے ان کی شہادت کو اپنے حق میں غیر مفید سمجھ کر اپنے بیان میں درج نہیں کیا (جب تین میں سے دو کی شہادت ایک طرف ہو جائے تو تیسرے کو پوچھتا ہی کون ہے۔ فیصلہ تو کثرت تعداد سے ہو جاتا ہے۔ بہاء) اور چودھری غلام قادر صاحب معہ ڈاکٹر وایک سو روپیہ ہرجانہ کے ابھی تک تشریف لا رہے ہیں۔ افسوس کہ ان کی فضول گوئی کا نتیجہ کیا ہوا۔ (یعنی وہاں یہ کہا گیا کہ مبارک علی نہیں آسکتے، یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ان کے تشریف نہ لا سکنے کے سبب ہم برہان الدین اور کسی اور کی زبانی وہ پرچہ سنا دیتے ہیں جو مبارک علی نے لکھ رکھا ہے۔ یعنی مناظرہ ختم۔ اب مخالف علماء چاہے تو چلے جائیں چاہے تو کسی اور تقریب کا انعقاد کر لیں۔ بہاء)

اس کے بعد ہر دو مولوی صاحبان یعنی ابراہیم سیالکوٹی و کرم الدین نوبت بہ نوبت ممبر پر چڑھے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ ہفوات اور ہزلیات اور الزامات اور خرافات منہ سے نکالے کہ الامان الامان۔ ان کی بکواس کے سبب سے کوئی جماعت احمدیہ کا ممبر وہاں نہ بیٹھ سکا۔

(یعنی سب بھاگ گئے۔ کسی نے یہ نہ کہا کہ ٹھہرو ہم جواب لے آتے ہیں اور سنا دیتے ہیں۔ بہاء)

کیونکہ مرزا صاحب اور ان کی پاک جماعت کی نسبت اہانت و تحقیر کا کوئی دقیقہ اس وقت مولوی صاحبان نے اٹھا نہ رکھا تھا۔ (تو کیا ان کے قصیدے پڑھتے۔ یہی کہا ہوگا کہ مرزائی شکست کھا گئے ہیں۔ بہاء)

اور یہ بھی شرم نہ کی کہ تعلیم یافتہ لوگ اور خصوصاً حکام انتظام ہماری نسبت کیا رائے لگائیں گے اور ہماری تہذیب اور شائستگی پر کس قدر نفرین کریں گے۔ غرض مولوی صاحبان ایک ہی دھن میں لگے اور ممبر پر چڑھ کر جہاں قال اللّٰہ و قال الرّسول کا ذکر ہونا چاہیے تھا ہجو قبیح اور کذب صریح کے گیت گاتے اور قصیدے پڑھتے رہے اور اپنی طرف سے اس یک طرفہ کاروائی پر اپنی ظفر کا ڈنکہ بجایا...

(اخبار الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۵؛ الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۴)

اس کے بعد اڈیٹر الحکم نے بتایا کہ مولوی مبارک علی وہاں پہنچ گئے، اور انہوں نے مضمون سنایا، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے مسلمانوں کے دلائل کی دھجیاں بکھیر دیں وغیرہ وغیرہ....

معاہدہ تو یہ تھا کہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھا جائے، کوئی کسی کو اشارہ وغیرہ نہیں کرے گا۔ یہاں سامنے بیٹھ کر تقریر کرنے کی، یا لکھنے، کی بجائے، رات بھر کی مہلت لی گئی (حالانکہ نوٹس ان کے پاس موجود تھے، پھر اگلا دن گھر میں رہے، نہ معلوم کس کس کی مدد شامل حال رہی، مضمون مکمل نہ ہوا، تپ شدید ہو گیا، مزید مہلت مل گئی، پھر ثالث آ گئے، دو نے رپورٹ دی کہ مبارک علی جلسے میں آ سکتے ہیں اور تقریر پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ نہ آئے، اور نہ کہا کہ کوئی اور پڑھ دے، یوں مناظرہ ختم ہوا۔ مخالفوں نے فتح کے ڈنکے بجا دیئے۔ ماحول ہی ختم ہو گیا، کہ اس دوران مولوی مبارک علی نہ معلوم کس کس کی مدد لے کر ایک مضمون تیار کرنے کامیاب ہو گئے اور افتاں خیزاں مشتے بعد از جنگ کا نظارہ دکھاتے ہوئے میدان عیدگاہ میں آوارد ہوئے۔ مرنے کے بعد دوائی کا کام؟ مناظرہ تو ختم ہو چکا، اب انہوں نے سنانا شروع کر دیا، اور کہا جاتا ہے کہ لوگ حیران ہو کر مولوی مبارک علی کا چہرہ تکتے جا رہے تھے کہ اتنا بڑا افاضل اور اتنی عمدہ باتیں۔ لیکن کسی ایک نے بھی اٹھ کر نہیں کہا آپ سچے ہیں اور میں مرزا پر ایمان لاتا ہوں۔ جو کچھ پڑھا وہ وہی باتیں تھیں اور آج تک مرزا صاحب اور ان کے مرید کہتے اور لکھتے چلے آ رہے تھے کہ یہ ہے اور وہ ہے، اور جن کے دندان شکن جوابات اہل اسلام کی طرف سے بار بار دیئے جا چکے تھے۔ حیات مسیح کی بحث، اور توفی بحث کی وہی تو ہے جس کو دلائل ختم ہونے پر مرزا صاحب دہلی کی بحث نامکمل چھوڑ کر چلے آئے تھے، توفی کی بحث پر انعامی چیلنج وہی ہے تو ہے جس کا جواب مولانا بٹالویؒ، پیر مہر علیؒ اور کئی دیگر حضرات دے چکے تھے اور بعد میں بھی علماء دیتے رہے ہیں اور ابراہیم صاحب نے بھی شہادۃ القرآن میں دیا ہے اور مولانا ثناء اللہ نے مباحثہ مونگ میں بھی مرزائیوں سے کہا تھا کہ لاؤ! رکھو ہزار روپیہ اور ثالث مقرر کر کے مناظرہ کرو، اور جس کے جواب میں مرزائی؛ اس طرح سوئے کہ گویا مر گئے..اور حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی نے بھی جواب دیا تھا اور اس موضوع پر کتاب بھی لکھ دی تھی۔ ابھی حال ہی میں مولانا رفیق سلفی آف راہوالی نے بھی دیا اور مرزائیوں سے ہزار روپیہ بھی وصول کیا ہے جس نوٹ کی تصویر بھی اخبارات میں شائع ہوئی تھی ۔ یہ داستان ہم کسی اور جگہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ بہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادۃ القرآن

باعلی النداء بانّ المسیح رفع حیّاً الی السّماءِ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی ردقادیانیت میں مشہور کتاب شہادت القرآن کا پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں طبع ہوا (دوسری مرتبہ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق فروری ۱۹۱۲ء میں طبع ہوا اور تیسری مرتبہ ذی قعد ۱۳۴۶ھ مطابق مئی ۱۹۲۸ء میں۔ اور طبع سوم کے ایک نسخہ میں طبع چہارم کے لئے مصنف نے جگہ جگہ ضروری اضافے فرمائے اور اس تحریر پر ۲۸ جنوری ۱۹۵۰ء مطابق ۹ ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ کی تاریخ درج فرمائی)۔ اور شہادۃ القرآن کا دوسرا حصہ (جس میں مرزا صاحب کے دلائل وفات مسیح کا جواب ہے) مرزا صاحب کی زندگی میں رمضان ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوا (دوسری بار باہتمام مولانا ثناءاللہ ذی الحج ۱۳۴۰ھ مطابق اگست ۱۹۲۲ء میں طبع ہوا)۔ مرزا صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ، مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور فوت ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں شہادۃ القرآن کا جواب لکھنے کیلئے کئی سال کی مہلت ملی لیکن نہ تو جناب مرزا صاحب آنجہانی کو ہمت ہوئی اور نہ ان کی زندگی میں ان کی جماعت کے کسی واقعی عالم یا مدعی علم کو جرأت ہوئی۔

مولانا میرؒ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وفات کے کئی ماہ ان کے ایک حواری مولوی ظہور الدین اکمل نے اس کے پہلے باب کا جواب بنام شہادت الفرقان چھپوایا۔ لیکن حقیقت میں وہ شہادت القرآن کا جواب نہیں ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ مولوی اکمل شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اور لطائف علمیہ کو سمجھ نہیں سکے۔ بلکہ جن امور کو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کو بھی خیال میں نہیں رکھ سکے، بلکہ جو باتیں ان کی جماعت اور خود مرزا صاحب اس سے قبل مسئلہ حیات ومماۃ حضرت مسیح کے متعلق بیان کیا کرتے تھے، وہی دہرا دی ہیں۔ حالانکہ شہادت القرآن میں ان عذرات کی تردید صراحۃً یا اشارۃً موجود ہے۔ اسلئے جواب الجواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیلئے شہادت القرآن سے باہر نہیں جانا پڑا۔اور موقع بموقع اکمل کا جواب خاص شہادت القرآن ہی کی تصریحات اوراشارات سے دیا ہے۔

(اس جواب کو میں نے باریک خط میں متن کے ساتھ حسب موقع نقل کر دیا ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ صفحہ ۴۴۹ تک تمام ضمنی عنوانات شہادۃ القرآن کے ہی ہیں اور ایک مقام پر بائیبل سے انگریزی عبارت میں نے نقل کی ہے: بہاء)

مقدمہ اولی در بیان امکان خرق عادت

خرق عادت (معجزہ وکرامت) کے متعلق مدت سے اختلاف چلا آتا ہے کہ آیا یہ ممکن ہے یا نہیں۔ایک فریق تو یہ کہتا ہے کہ اس کارخانہ قدرت میں جو کچھ ہم روزمرہ دیکھ رہے ہیں اور اس کا جو نظام ہم سمجھ چکے ہیں، اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوتا اگر کوئی بات قرآن وصحیح حدیث میں اسکے برخلاف وارد ہو، تو اس کی تاویل کی جائے گی اور ظاہری معنی نہ لئے جائینگے۔انکے مقابلہ میں دوسرا فریق ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہم مقدورات باری کا احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ قوانین قدرت پر ہمیں پوری اطلاع ہے، اور نہ ہو سکتی ہے۔نظام قدرت کے سمجھنے کا دعوی تو اس صورت میں کریں کہ اسکا اجراء ہمارے ہاتھ میں ہو۔خلق الانسان ضعیفاً (نساء) (انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) ہماری بنا ہے اور و لا یحیطون بشیء من علمه الّا بما شاء (بقرہ) (خدا کے علم میں کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اسی قدر جتنا وہ چاہے) ہماری بساط۔جب قدسیان درگاہ سبحانك لا علم لنا الّا ما علّمتنا انّك انت العلیم الحکیم (بقرہ) (خداوند تو پاک ہے ہمیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھا دیا کچھ بھی معلوم نہیں، بے شک تو ہی علیم کل اور حکیم مطلق ہے) پکار اٹھے تو ہم کون ہیں کہ اسکی حکمتوں کے احاطہ کا دعوی کر سکیں؟ حافظ شیرازی اسی معنی میں فرماتے ہیں:

حدیث از مطرب و مئے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشائد بحکمت ایں معمارا

مرزا صاحب قادیانی دعوائے مسیحیت سے پہلے تو اس دوسرے فریق کے ساتھ تھے جیسا کہ ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب سرمہ چشم آریہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔لیکن جب مسیحیت کا دعوی کرنے کی سوجھی اور حضرت عیسی کی حیات ورفع سماوی رستے میں حائل نظر آئی تو پڑی ہموار کرنے کے لئے جھٹ پہلے فریق کے ساتھ ہو گئے

معشوق مابمذہب ہر کس برابراست

باما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

چنانچہ مرزا صاحب اپنی بنیادی کتاب ازالہ اوہام (طبع اول،ص ۴۵) میں فرماتے ہیں:

ماسوااس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں، ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے

حالانکہ مرزا صاحب دعوی مسیحیت سے پہلے سال ہا سال تک عیسیٰؑ کے نزول آسمانی کے برابر قائل رہے اور اپنی تصانیف میں جب کہ آپ کو الہام کا بھی دعوی تھا اس کی تصریح کرتے رہے چنانچہ براہین احمد یہ (حصہ ۴ ص ۴۹۸ حاشیہ) میں فرماتے ہیں:

اور جب حضرت عیسیٰؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا کو عیسیٰؑ کی رفع سماوی اور آمد ثانی قرآن وحدیث کی رو سے محال وغلط ثابت ثابت نہیں ہوئی بلکہ اپنے دعوی کی بنیاد رکھنے کے لئے زمین صاف کی ہے۔

اللہ نے انسان کی طبیعت میں ایک ایسا امر ودیعت کر رکھا ہے جو اسے ہر امر کی لـم (کیوں) اور کیف (کس طرح) کی نسبت سوال کرنے پر مجبور کرتا ہے۔یہ سوال دو طرح پر ہوتا ہے:

اول استفساراً، جس کو دوسرے لفظوں میں اطمینان قلب کے لئے کہنا چاہیے۔جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے احیائے موتی کی کیفیت کی نسبت یہ سوال کیا تھا:

ربّ ارنی کیف تحی الموتی ۔ قال اولم تؤمن ؟ قال بلی و لکن لّیطمئنّ قلبی (بقرہ) (خداوند! مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو جلا کھڑا کرتا ہے۔خداتعالی نے فرمایا، تو اس پر ایمان نہیں رکھتا؟)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیمؑ نے) کہا کیوں نہیں، لیکن اس لئے دریافت کرتا ہوں کہ میری دل کو (عینی شہادت سے) اطمینان ہو جائے)

اسی لئے امام بخاریؒ نے اس آیت کو اپنی صحیح میں ایمان کے کم وزیادہ ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے۔

دوم اس طرح کہ جس امر کی بابت سوال ہے اس کی نسبت دل غبار شبہات سے مکدر ہے جیسا کہ منکرین حشر اجساد قیامت کی نسبت استبعادی سوال کرتے ہیں:

قال من یحی العظام و ھی رمیم ۔(یس۔۷۸) یعنی وہ کافر انسان کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو ان کے بوسیدہ ہونے پر کون زندہ کرے گا۔

چونکہ معجزہ اور کرامت کی نسبت ایک زمانہ وساوس میں قصور علم وفتور ایمان کے سبب مبتلا ہو رہا ہے، کوئی تو پہلی صورت میں زیادتِ علم اور جوابِ منکرین کے لئے تحقیقات میں لگا ہے اور کوئی دوسری صورت میں شبہات میں پھنس کر انکار پر مصر ہے۔ کوتاہ اندیش انسان خدا کی قدرت کے ناپیدا کنار سمندر کو چلّوؤں سے ماپنا چاہتا ہے۔ اور: ایاز قدر خود بشناس، کی نصیحت کو سامنے نہیں رکھتا اس لئے خاکسار نے مناسب جانا کہ بقدر اس وسعت و ہمت کے جو مجھے خداوند تعالی نے عطا کی ہے جہالت وغلط فہمی کے پردے کو اٹھا کر کشف حقیقت کر دوں۔ و ما توفیقی الّا باللّٰہ

سو معلوم ہو کہ فلاسفہ کی طرف سے جو اعتراض تمام مادی وفعلی خوارق عادات پر آ سکتا ہے اس کی بنا علت و معلول، سبب ومسبب، اور خواص اشیاء کے مسئلہ پر ہے۔ جو فلسفی خرق عادت کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ کارخانہ قدرت تمام کا تمام سلسلہ علت ومعلول، سبب ومسبب، تاثیر وتاثر سے وابستہ ہے۔ آگ جلاتی ہے، مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، پانی تر کرتا ہے، کوئی چیز بغیر علت وسبب کے وجود میں نہیں آ سکتی، اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ علت تامہ موجود ہو اور معلول نہ پایا جائے، اور معجزہ اور کرامت کے مان لینے سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی چیز بغیر سبب وعلت (معتادہ) کے وجود میں آ گئی۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بلا باپ۔ یا اس کی ماہیت بدل گئی، جیسے کہ موسیٰؑ کا عصا سانپ بن گیا۔ یا غیر علت، علت بن گئی، جیسے موسیٰؑ نے پتھر پر عصا مارا تو اس پتھر سے پانی پھوٹ پڑا۔ یا یہ کہ کسی چیز کی خاصیت موجود ہوتے وہ اپنے فعل سے بے کار رہ گئی مثلاً یہ کہ ابراہیمؑ جلتی آگ میں ڈالے گئے لیکن جلے نہیں، وغیرہ ذلک۔ بس یہی ایک اصولی وجامع اعتراض ہے جو تمام فعلی و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادی معجزات وکرامات پر وارد ہوسکتا ہے اور جس کے حل ہونے پر اس کا حل موقوف ہے۔

خدائے قدیر نے نظام عالم ایسا مضبوط بنایا ہے کہ ہم اسے توڑ نہیں سکتے اور نہ اس نے اشیاء میں ایسے خواص رکھے ہیں کہ وہ ان سے منفک نہیں کئے جاسکتے۔ لیکن یہ بھی تو اسی نظام میں سے ہے کہ اس نے ایک چیز کے مقابلہ میں دوسری اس کی ضد بنائی ہے جو پہلی کے اثر کو باطل کر دیتی ہے۔ اور یہ اضداد کچھ تو ہمارے علم میں آگئی ہیں اور جو علم میں نہیں آئیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ اور کسی شئے کی جو علت ہمارے علم میں آچکی ہے ضرور نہیں کہ کارخانہ قدرت میں اس کی وہی علت ہو، اور اس کے علاوہ دیگر کوئی نہ ہو۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی ہو۔ پس اتنے ناقص علم کی بنا پر سلسلہ کائنات کے احاطہ کا دعویٰ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

حقیقت میں سلسلہ علت ومعلول اور سبب ومسبب ایک ایسا پیچیدہ گورکھ دھندا ہے کہ اس کی پیچیدگیوں کو کھولنا نہایت ہی دشوار ہے، کیونکہ جو کچھ انسان کے علم میں آیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے اور جو اس سے پوشیدہ ہے اس کی کوئی حد نہیں۔ پس محدود سے بے حد پر رائے لگانی درست نہیں۔

اے گرفتار سبب از مسبب غافلی
سوئے ایں روتاب، ازاں سو مائلی

(مولانا شبلی الکلام، حصہ دوم، صفحہ ۱۲۴، میں لکھتے ہیں: ۱۸۹۱ء میں جو علمی کانفرنس منعقد ہوئی اس کے ایک جلسہ میں پروفیسر لودج نے، جو بہت بڑا ریاضی دان ہے، ایک لیکچر دیا اور روح کے متعلق تقریر کرتے وقت کہا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ مادی اور روحانی عالم میں اب تک جو حدّ، فاصل تھی وہ ٹوٹ جائے۔ جس طرح اور بہت سی حدیں ٹوٹ گئیں، اس طریقہ سے ثابت ہوجائے گا کہ ممکنات کی کچھ انتہاء نہیں اور یہ کہ جس قدر ہم جانتے ہیں وہ بمقابلہ ان چیزوں کے جو ہم کو معلوم نہیں ہیں کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا)۔

امام غزالیؒ نے ایک کتاب بنام تہافۃ الفلاسفۃ لکھی ہے، اس میں اصولی طور پر بقدر ضرورت فلسفیوں کے تمام علوم کا ذکر کر کے ان میں سے چار مسئلے مخالف اسلام قرار دیئے ہیں جس کا ذکر ہم علت ومعلول یا سبب ومسبب کے نام سے کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام ممدوح فرماتے ہیں:

و انّما نخالفهم من جملة هذه العلوم فی اربعة مسائل (الاولی) حکمهم بانّ هذا الاقتران المشاهد فی الوجود بین الاسباب و المسبّبات اقتران تلازِم بالضّرورة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلیس فی المقدور ولا فی الامکان ایجاد السّببِ دون المسبّب ولا وجود المسبّب دون السّبب و اثر ھذہ الاختلاف یظھر فی جمیع الطّبیعات (ص ۶۴)

(ہم ان فلسفیوں سے ان علوم میں سے صرف چار مسائل میں مخالفت کرتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اقتران جو اسباب و مسببات میں دیکھا جاتا ہے، ضروری ولازمی ہے۔ پس ممکن نہیں کہ کوئی سبب بغیر مسبب کے موجود ہو یا کوئی مسبب بغیر سبب کے پایا جائے اور اس اختلاف کا اثر جمیع طبیعات میں ظاہر ہوتا ہے)۔

پھر ہر چہار اختلافی مسائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ویلزم النّزاع فی الاولی من حیث انّہ ینتفی علیھا اثبات المعجزاتِ الخارقۃِ للعادۃِ من قلب العصا ثعباناً و احیاءِ الموتی و شقّ القمر ومن جعل مجاری العادات لازمۃً لزوماً ضروریاً احال جمیع ذلک و اوّلوا ما فی القرآن من احیاءِ الموتی وقالوا اراد بہ ازالۃ الجھل بحیات العلم و اوّلو تکقّف العصا لسحر السّحرۃ بابطال الحجّۃ الالھیۃ الظّاھرۃ علی ید موسی شبھات المنکرین و امّا شقّ القمر فربّما انکروا وجودہ و زعموا انّہ لم یتواتر (ص ۶۵)۔

(پہلے مسئلہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی بناء پر معجزات کا اثبات نہیں ہوسکتا جو عادت کے خلاف ہوتے ہیں، یعنی عصا کا سانپ بن جانا، اور مردوں کا زندہ ہو جانا، اور چاند کا پھٹ جانا اور جو ان امور عادیہ کو ضروری و لازم گردانتے ہیں وہ ان سب کو محال جانتے ہیں اور قرآن شریف میں مردوں کے زندہ ہونے کی بابت جو کچھ وارد ہوا ہے اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے مراد جہالت کی موت کو علم کی زندگی سے زائل کرنا مراد ہے۔ اور جادوگروں کے جادو کو (موسیٰؑ کے) عصا کے نگل جانے کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی حجت نے جو موسیٰؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی، منکرین کے شبہات کو باطل کر دیا۔ باقی رہا شق القمر، سو کبھی تو اس کا انکار ہی کر دیتے ہیں کہ یہ خبر متواتر نہیں)۔

علمائے اسلام نے فلسفیوں کے اس اعتراض کے جواب میں دو طریق اختیار کئے ہیں۔ طریق اول کا بیان یہ ہے کہ اسلام نے تمام مسببات و معلولات کی حقیقی علت ارادہ خداوندی کو قرار دیا ہے اور تمام عالم کو اس کے امر تکوینی کا محل تصرف اور مظہر قدرت گردانا ہے، اور بغیر اس کے کسی سبب و علت میں قدرت موثرہ تسلیم نہیں کی۔ چنانچہ فرمایا:

الا لہ الخلق والامر تبارك اللّٰہ ربّ العالمین ۔(اعراف)۔ یعنی خلق و امر صرف ذات

www.KitaboSunnat.com

باری کا خاصہ ہے وہ رب العالمین بہت برکت وعظمت والا ہے۔

امام رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے: احتجّ اصحابنا بهذه الآية على انّه لا موجد ولا مؤثر الّا اللّٰه (تفسیر کبیر۔ ج ۴۔ ص ۲۳۹) کہ ہمارے اصحاب، اہل سنت، نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ خدا کے سوا کوئی موثر وموجد نہیں ہے۔

اسی کے مطابق امام غزالیؒ نے یہ جواب دیا ہے: الاقتران بين ما يعتقد فى العادة سببا وما يعتقد مسبباً ليس ضرورياً عندنا بل كلّ شيئين ليس هذا ذاك ولا ذاك هذا ولا اثبات احدهمامتضمّن لاثبات الآخر ولا نفيه متضمّن لنفى الآخر فليس من ضرورة وجود احدهما وجود الآخر ولا من ضرورة عدم احدهما عدم الآخر ۔ تہافۃ الفلاسفۃ ص ۶۵۔

(جس چیز کو عادت میں سبب مانا جاتا ہے اور جس چیز کو سبب سمجھا جاتا ہے ہمارے نزدیک ان میں اقتران ضروری نہیں۔ بلکہ ہر دو میں سے نہ یہ وہ ہے اور نہ وہ یہ (یعنی حقیقت میں نہ تو سبب سبب ہے اور نہ مسبب اس کا مسبب) اور نہ ان میں سے ایک کا اثبات دوسرے کے اثبات کا متضمن ہے۔ اور نہ ایک کی نفی دوسرے کی نفی کی متضمن ہے۔ پس ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ضروری نہیں، اور نہ ایک کے عدم سے دوسرے کا عدم ضروری ہے)۔

امام غزالیؒ نے اس امر کو بہت تفصیل سے مع مثالوں کے بیان کیا ہے جو بخوف طوالت ہم درج نہیں کر سکتے۔ اسی طرح حضرت حجۃ الہند شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے:

والقول بالمعجزات يتوقّف على انكار اللّزوم العقلى بين الاسباب و المسبّبات (حجۃ اللہ البالغہ جلد ا ص ۹) (اور معجزات کا اقرار، اسباب ومسببات میں لزوم عقلی کے انکار پر موقوف ہے)

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اسباب ومسببات میں اقتران بطور تلازم نہیں بلکہ بطور عادت ہے جس کا خرق وخلاف ممکن وجائز ہے لیکن ہر امر کے لئے ارادہ الٰہی شرط ہے۔

دوسرے طریق کا بیان اس طرح ہے کہ معجزات وکرامت اور خوارق عادات کے بھی اسباب ہوتے ہیں لیکن وہ مخفی ہوتے ہیں اور عام انسانی رسائی سے بالا ہوتے ہیں کیونکہ عجائبات قدرت کی کوئی حد وانتہا نہیں اور وہ بالتمام ہمارے احاطہ علم میں ہیں بھی نہیں۔ پس اگر ہم کو اپنے قصور علم کے سبب کسی امر کی علت معلوم نہیں ہوئی، تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ واقعہ میں بھی اس کی علت کوئی نہیں کیونکہ عدم علت اور عدم علم بالعلت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرق ہے۔ امام غزالیؒ نے اس طریق پر بھی جواب دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(اماالثانی) فھو ان نقول ذلك یکون باسباب وّ لکن لیس من شرطه ان یکون السّبب ھو المعھود بل فی خزانة المقدورات عجائب و غرا ئب لم یطّلع علیھا، ینکرھا من یّظنّ ان لّا وجود الّا لما شاھدة کما ینکرطائفة السحر والنّار نجیّاتِ و الطّلسماتِ و المعجزاتِ و الکراماتِ وھی ثابتة بالاتّفاق باسباب غریبةٍ لا یطّلع علیھا بل لّو لم یر انسان المِقناطیس و جذبه لِلحدید و حکی له ذلك لاستنکره و قال لا یتصوّر جذب الحدید الّا بخیطٍ یشدّ علیه و یجذب فانّه المشاھد فی الحسّ حتّی اذا شاھده تعجّب منه و علّم انّه قاصر عن الاحاطة بعجائب القدرة (تہافۃ الفلاسفہ۔ص ۸۸)

(دوسرے طریق کا بیان یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کے اسباب تو ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اسباب وہی ہوں جو ہمیں معلوم ہیں بلکہ الٰہی خزانوں میں ایسے ایسے عجائبات بھی ہیں جن پر کسی کو اطلاع نہیں۔ ان امور کا انکار وہی کرتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ صرف وہی کچھ ہوسکتا ہے جو میرے مشاہدے میں آجائے۔ جس طرح کہ بعض لوگ سحر (جادو) اور عجوبہ نمائی اور طلسمات اور معجزات اور کرامات کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان سب کا ہونا بالاتفاق ایسے نادر و مخفی اسباب سے ثابت ہے جن پر عام طور پر اطلاع نہیں، بلکہ اگر کسی شخص نے کبھی سنگ مقناطیس کا لوہے کو کھینچنا نہ دیکھا ہو اور اس کے پاس اس بات کا ذکر کیا جائے تو وہ ضرور انکار کرے گا اور کہے گا کہ لوہے کا کھینچا جانا ممکن نہیں، مگر اس صورت میں کہ اس سے ڈورا باندھا جائے اور اسے کھینچا جائے کیونکہ مشاہدے میں یہی آیا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ اس امر کا مشاہدہ کر لے تو اس سے حیران رہ جائیگا اور سمجھ لے گا کہ میں عجائبات قدرت کے احاطہ کرنے سے قاصر و عاجز ہوں)

اسی طرح علامہ خواجہ زادہ نے بھی اپنی کتاب تہافۃ الفلاسفہ کی فصل ہشتم (جلد دوم ص ۷۵) میں بحث طبیعات میں اعجوبہ نمائیوں اور اسرار قدرت کی بعض مثالیں جن کے اسباب مخفی یا باریک ہیں، بیان کرکے لکھا ہے: وما انکار ھذا الّا بضیق الحوصلة والانس بالموجودا ت الغالبة و الذھول عن اسرار اللّٰه تعالی فی الخلقة ومن استقرأ عجائب العلوم لم یستبعد من قدرة اللّٰه تعالی ما یحکی من معجزات الانبیاء علیھم ا لسلا م بحالٍ من الاحوال۔ (اور معجزات کا انکار ایمانی) حوصلہ کی تنگی اور اکثر موجودات سے مانوس ہونے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے اسرار سے غفلت و بے خبری کی وجہ سے ہے اور جو کوئی علوم (عقلیہ) کے عجائبات کا استقرأ کرے گا وہ ان امور کو جو انبیاء کے معجزات میں مروی ہیں ہرگز ہرگز کسی حال میں بھی خدا کی قدرت سے بعید نہیں جانے گا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح الشیخ الرئیس بوعلی سینا اپنی کتاب اشارات کے اخیر میں معجزات وخوارق عادات کے ذکر کے بعد بعنوان نصیحت فرماتے ہیں:

ایّاك وان تكون تكیّسك و تبرّءك عن العامّة هو ان تبرء منكراً لكلّ شیءٍ فذلك طیش و عجز و لیس الخرق فی تكذیبك ما لم تستبنِ لّك بعد جلیّةٍ دون الخرق فی تصدیقك ما لم تقم بین یدیك بیّنة بل علیك الاعتصام بحبل التّوقّف وان ازعجك استنكار ما یوعاه سمعك ما لم تتبرهنّ استحالته لك فالصّوا ب ان تسرح امثال ذلك الی بقعة الامكان ما لم یذدك عنه قائم البرهان و اعلم انّ فی الطّبیعة عجائب و للقوی العالیة الفعّالة القوی السّافلة المنفعلة اجتماعات علی غرا ئب (شرح اشارات مطبوعہ مصر ج۲ص۱۴۳)

(اے عقلمند! تو اس امر سے پرہیز کر کہ عام لوگوں سے تیری ہوشیاری و برأت کی امتیازی صورت یہ ہو کہ تو ہر امر سے انکاری بریت کرے کیونکہ یہ طیش و عاجزی ہے اور تجھے جس امر کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی اس کی تکذیب کر دینا اس بات کی تصدیق کرنے سے کم (بے عقلی) نہیں ہے جس کی دلیل تیرے نزدیک قائم نہیں ہوئی، بلکہ تجھ پر لازم ہے کہ تو توقف کی رسی سے اپنا بچاؤ کر لے، اگرچہ تجھے ان باتوں کا انکار، جو تیرے کان میں پڑی ہیں، پھسلاوے۔ جب تک کہ تجھے اس کا محال ہونا صاف طور پر واضح نہ ہو جائے (محال دو قسم پر ہے، عقلی و عادی، عقلی ممتنع ذاتی یعنی ناممکن ہوتا ہے مثلاً اجتماع ضدین اور ارتفاع نقیضین اور شریک باری، لیکن عادی ممکن بالذات ہوتا ہے۔ اگر علل واسباب موجبہ کے ساتھ خدا کا ارادہ منضم ہو گیا تو وہ صادر و حادث ہو گیا ورنہ نہیں ہوتا، مگر اپنی ذات میں ممکن ہی رہتا ہے) پس ٹھیک یہ ہے کہ تو ایسی باتوں کو امکان کے میدان میں لے جائے جب تک کہ تجھے یقینی دلیل وہاں سے نہ روکے، اور خوب جان رکھ کہ طبیعت میں بڑے بڑے عجائبات ہیں اور اوپر کے اثر کرنیوالے قوائے اور نیچے کے اثر کرنیوالے قوائے اجتماع میں بڑے بڑے نادر نتائج ظاہر ہوتے ہیں)

اس کی توضیح یوں ہے کہ ہم کو دو امر معلوم ہیں۔ اول معلول کا وجود، دوم معلول کا بغیر علت کے موجود نہ ہو سکنا۔ اگر معلوم نہیں تو صرف یہ کہ اس معلول کی علت کونسی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ ساری علتیں ہمارے علم میں نہیں آ گئیں، بلکہ قدرت کے ہزارہا بلکہ بے شمار ایسے اسرار ہیں جن کی علتیں ہمارے احاطہ علم اور پرواز ادراک سے پرے ہیں۔ پس اس نقصان علم کے ساتھ کسی معلول کی علت کے معلوم نہ ہونے سے اس معلول کے وجود و وقوع سے انکار کرنا اس اصول پر مبنی ہو گا کہ مجہول سے معلوم کا انکار ہو سکتا ہے، حالانکہ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالکل خلاف قاعدہ ہے۔استدلال کا صحیح طریق یہ ہے کہ معلوم سے مجہول کا علم حاصل کیا جائے نہ یہ کہ مجہول کی جہالت کی وجہ سے معلوم کا انکار کیا جائے۔امام رازیؒ وأتــو البيــوت مـن ابـوا بهـا (بقرہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تـفسيـره انّ الـطّـريق المستقيم المعلوم هوان يّستدل بالمعلوم على المظنون فـامّـا الاستدلال بالمظنون على المعلوم فذلك عكس الواجب و ضدّ الحق" (تفسیر کبیر ج۲ ص ۱۵۲) (اس کی تفسیر یوں ہے کہ سیدھا اور معلوم طریق استدلال یہ ہے کہ معلوم کے ذریعے مظنون کو معلوم کیا جائے اور مظنون سے معلوم (کے انکار) پر استدلال کرنا اس بات کا عکس ہے جو واجب اور حق کی ضد ہے)

حاصل کلام یہ کہ اس نازک مقام پر عدم العلم اور علم العدم میں فرق کرنا واجب ہے، اور اسی کے ملحوظ نہ رکھنے سے لوگ غلطی کھاتے ہیں۔یعنی یہ کہ علت تامہ کا موجود نہ ہونا امر دیگر ہے اور اسکا ہمارے علم سے مخفی ہونا امر دیگر ہے، اسی اصول کی بنا پر قرآن اپنے منکرین کی نسبت فرماتا ہے:

بـل كـذّبوا بما لم يحيطوا بعلمه و لمّا يأتهم تاويله (یونس) (یعنی ان منکرین نے اس شئے کو جھٹلایا جس کے علم کا ان کو احاطہ نہیں ہوا اور ابھی تک ان کو اس کی حقیقت یا انجام بھی معلوم نہیں ہوا)۔

اسی طرح علامہ ابن رشدؒ (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ) جن کو فلسفہ یونانی کے سمجھنے میں بے مثل مانا گیا ہے، اور فرانس وغیرہ ممالک مغرب میں ان کی وفات کے صدیوں بعد تک بھی انکی تحقیقات پر اضافہ کرنا منع خیال کیا جاتا رہا ہے، فرماتے ہیں:

امّـا الـكلا م فى المعجزات فليس فيه للقدماء من الفلاسفة قول لانّ هذه كانت عـنـدهـم مـن الاشـيـاء الّتـى لا يـجـب ان يتـعـرّض للفحص عنها و تجعل مسائل فانّها مبـادى الشـرائع و الفاحص عنها و المشكك فيها يحتاج الى عقوبةِ عندهم (تہافتہ الفلاسفہ ص ۱۲۱) (معجزات کی بابت تو یہ ہے کہ قدیم فلسفیوں کا (انکاری) قول ان کے متعلق کچھ بھی نہیں کیونکہ یہ باتیں انکے نزدیک ان چیزوں میں سے تھیں، جنکے اعمال کی نسبت کرید و پڑتال انکو مسائل (نظریہ) بنانے کیلئے واجب نہیں تھی کیونکہ یہ شریعتوں کے ابتدائی (مسلّمہ) امور ہیں اور ان میں بحث و کرید کرنے والا شک کرنے یا ڈالنے والا ان کے نزدیک سزا کا مستوجب ہے)

پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں: و امّـا مـا حـكـاه فـى اثبـات ذلك من الفلاسفة فهو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قول لا اعلم احداً قال به الّا ابن سینا (ص۱۲۲) اور (غزالی نے) اثبات معجزات میں جو کچھ فلسفیوں سے نقل کیا ہے سو وہ ایسی بات ہے جسکی بابت مجھے معلوم نہیں کہ ابن سینا کے سوا کسی نے کہی ہو۔

ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں: ولذلك لا تجد احدا مّن القدماء تکلّم فی المعجزات مع انتشارِها و ظهورِها فی العالم لانّها مبادی تثبیتِ الشرائع و الشّرائع مبادی الفضائل (ص۱۲۴۔۱۲۵) (اوراسی لئے تو قدیم فلسفیوں میں سے کسی کو بھی نہ پائے گا کہ اس نے معجزات میں (انکاری) کلام کیا ہو باوجود اس کے کہ معجزات کی اشاعت وظہور تمام عالم میں تھا کیونکہ وہ سب شریعتوں کے ابتدائی امور (مسلّمہ) ہیں اور شریعتیں (حصول) فضائل کے مبادی ہیں)

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ قدیم حکماء معجزات کو مبادی مان کر ان میں خوض نہیں کرتے تھے بلکہ منکر کو قابل سزا جانتے تھے، اس امر میں معقول ومنقول کی تطبیق کی روش الشیخ الرئیس بوعلی سینا نے نکالی ہے۔

علامہ ابن رشدؒ نے اس مسئلہ میں جو امام غزالیؒ سے اختلاف کیا ہے وہ اصل مسئلہ یعنی امکان معجزہ میں نہیں، بلکہ طریق استدلال میں کیا ہے جس کی بنا مذاق طبع پر ہے کیونکہ امام غزالیؒ بہ سبب ایشیائی ہونے کے ابن سینا کی روش پر تھے، اور ابن رشد کا مذاق فلسفہ بہ سبب یورپی (سپینی، اندلسی) ہونے کے ابن سینا کے تابع نہ تھا بلکہ وہ خود بالاستقلال یورپ کا ابن سینا تھا۔

اسی طرح شرح مواقف جو علم کلام کی مشہور درسی کتاب ہے اس میں سید شریف فرماتے ہیں:

و امّا الفلاسفة فقالوا هو منِ اجتمع فیه خواص ثلاث (احدا ها) ان یکو ن له اطّلاع علی المغیبات۔ (و ثا نیها) ان یّظهر منه الافعال الخارقة للعادة تکون عالم العناصر مطیعة منقادة لتصرّفاته انقیاد بدنه لنفسه ۔ (وثالثها) ان یّری الملائکة مصوّرة وّ یسمع کلا مهم وحیاً (شرح مواقف، استنبول۔ ج۳ ص۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶) (فلسفیوں کے نزدیک نبی ورسول وہ ہے جس میں تین خواص جمع ہوں۔ ایک یہ کہ اسے غیب کی باتوں پر اطلاع ہو۔ دوسرا یہ کہ اس سے ایسے افعال ظاہر ہوں کہ وہ عام عادت کے خلاف ہوں اس وجہ سے کہ عالم عناصر اس کے تصرفات کیلئے اس کا ایسا مطیع ومنقاد ہو جیسا کہ اس کا بدن اس کی روح کے تابع ہوتا۔ اور تیسرا یہ کہ وہ (نبی ورسول) فرشتوں کو دیکھے اور بذریعہ وحی ان کا کلام سنے)

علماء وحکمائے اسلام بھی انبیاء علیھم السلام میں ان ہر سہ امور کے قائل ہیں۔ قرآن مجید میں انبیاء

www.KitaboSunnat.com

کے بیانوں میں جا بجا ان امور کا ذکر موجود ہے فرق یہ ہے کہ فلسفیوں کے نزدیک نبوت کا حصول کسبی ہے اور ان امور عجیبہ کا ان میں پایا جانا ان کی ریاضت وتقدس کا نتیجہ ہے اور اسلامیوں کے نزدیک نبوت ایک وہبی چیز ہے۔ یعنی خدا کی بخشش سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا اپنے علم وحکمت سے جسے چاہتا ہے، منصب نبوت کے لئے چن لیتا ہے اور اسے تقدس و پاکبازی کی حالت پر خاص حفاظت سے، جسے عصمت کہتے ہیں، قائم رکھتا ہے۔ اور یہ امور عجیبہ ان کو بطور دلیل کے عطا کرتا ہے جن کا اظہار ان کے بس میں نہیں ہوتا بلکہ جب خدا چاہے اسے ظاہر کرے اور جب مصلحت نہ دیکھے نہ ظاہر کرے، ہر دو امر کے لئے آیت ذیل ملاحظہ ہو:

قالت لهم رسلهم ان نّحن الّا بشر مّثلكم و لكنّ اللّٰه يمنّ على من يّشاء من عباده وما كان لنا ان نأتيكم بسلطانٍ الّا باذنِ اللّٰه (ابراهيم) (ان (کفار) کو ان کے پیغمبروں نے کہا ، ہم تو تمہاری طرح بشر ہونے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (اسے رسول بنا کر) احسان کر دیتا ہے اور ہم میں تو یہ طاقت نہیں کہ (باختیار خود) خدا کے حکم کے بغیر کوئی نشان (معجزہ) لا سکیں)

اس مضمون کی آیات اور بھی ہیں لیکن ہم بنظر اختصار اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ نام کے معقولیوں کے پاس معجزات وکرامات کے انکار میں کوئی ایسی یقینی دلیل نہیں ہے کہ ہم اس پر اعتماد کر سکیں بلکہ ہم تو یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فلسفہ جس حد تک کہ ہر زمانہ میں اس کی ترقی ہوتی رہی ہے خود فلسفیوں کے نزدیک بھی ہمیشہ ظنی رہا ہے چہ جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے مقابلہ میں ان کی تحقیقات ومعلومات وقواعد کو کوئی جگہ دے سکیں کیونکہ انبیاء کا علم خدا کی وحی کے سبب سے یقینی ہے اور ظنی کو یقینی پر ترجیح دینا درست نہیں۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہر قرن کے فلسفی اپنے متقدمین کی تغلیط کرتے اور انکی تحقیقات پر مضحکہ اڑاتے رہے ہیں۔ جو امور فلاسفہ متقدمین نے بڑی عرق ریزی اور غور وفکر سے معلوم کئے تھے اور انکی وجہ سے وہ اپنے زمانہ میں اور کچھ عرصہ بعد بھی استاد کامل تسلیم کئے گئے تھے وہ متاخرین کے نزدیک جہل ونادانی سے زیادہ قبیح القاب پاتے ہیں۔ مثلاً حکمائے یونان نے آگ، ہوا، پانی اور مٹی کو عنصر (بسیط) قرار دیا تھا اور اسی اصل پر اتنے اصول وفروع متفرع کئے تھے کہ گویا قدرت الہیہ کا احاطہ کر بیٹھے ہیں، حال کے فلسفیوں نے ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرکب ثابت کرکے اس پرانی عمارت کو بالکل منہدم کردیا اور بمصداق: ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت، اصول جدید وضع کیئے۔ اکثر فلاسفہ پیشین، فلک کو متحرک اور تعداد میں نو جانتے تھے۔ حال کے نازک خیال سرے سے وجود آسمان ہی سے منکر ہیں۔ کوئی ان میں سے قدم عالم کا قائل ہے اور کوئی وجودِ واجب الوجوب ہی سے منکر۔ کوئی نبوت کو نہیں مانتا اور کوئی قیامت پر یقین نہیں لاتا۔ اس قدر اختلاف و بداعتقادی کے ہوتے کس کے مقلد بنو گے اور کس کو جاہل قرار دو گے؟ جب ان کی تحقیق مسلّم ہے تو قدم عالم کا اقرار اور نبوت سے انکار کیوں نہیں کرتے؟ پس جب ان امور مذکورہ میں ان کو پیشوا نہیں جانتے تو تعلیم الٰہی کی تصدیق کے لئے ان کی آرائے فاسدہ اور اہوائے کاسدہ کی طرف کیوں رجوع کرتے ہو؟

اللہ نے اپنی مرضیات و نامرضیات کی بابت انبیاء پر وحی نازل کی ہے فلاسفہ کو اس کی اطلاع نہیں کی بلکہ فلاسفہ پر بھی اتباع اور اطاعتِ انبیاء فرض کی ہے۔ جب انبیاء پر وحی نازل ہونے کا ایمان ہے، تو ان امور کا، جو انبیاء نے بوحی الٰہی تعلیم کئے ہیں، فلسفیوں کے اوہام باطلہ اور مغالطات عاطلہ کی بنا پر کیوں انکار کرتے ہو؟ کیا انبیاء کی وحی پر ان کی تحقیق کو، جو حقیقت میں ظن ہے، ترجیح ہے کہ اندھا دھند ان کے قدموں پر دوڑے جاتے اور آثار نبویہ کو چھوڑے جاتے ہو؟

اللہ تعالی نے اس فرقہ کے احوال سے قرآن شریف میں اکثر مقامات پر خبر دی ہے اور ان کے اہوا کو ضلالت اور بے علمی اور ظن اور خرص (اٹکل پچو لگانا) فرمایا ہے اور صرف وحی کو حکم مقرر کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ انعام میں فرمایا:

افغير اللّه ابتغى حكماً وهو الّذى انزل اليكم الكتاب مفصّلاً (اے پیغمبر ان سے کہو، کیا میں خدا کے سوا کسی اور کو منصف قرار دوں حالانکہ وہی تو ہے جس نے تمہاری طرف یہ کتاب مفصل کرکے نازل کی ہے)

اس کے بعد یوں فرمایا: و ان تطع اكثر من فى الارض يضلّوك عن سبيل اللّه ان يّتّبعون الّا الظّنّ و ان هم الّا يخرصون (۶:۱۱۷) (اے پیغمبر! اگر تو نے دنیا کے اکثر لوگوں کی اطاعت کی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ تو صرف ظن کے پیچھے لگے ہیں۔ اور ان کے پاس سوائے اٹکل کے کچھ نہیں)

حقیقت میں سیلِ اسلامی کے سامنے ان کے اوہام باطلہ ایک تنکے کی بھی حقیقت نہیں رکھتے اور ایسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ان کی تاویلات رکیکہ۔

۱۔ رفع الی السّماء کے مقابلہ میں کشش ثقل کے ہزار عذر پیش کرتے ہیں۔ مگر جب انسان ضعیف البنیان اپنے ناتواں بازو سے ایک پتھر اوپر کو پھینک دے تو ہرگز انکار نہیں کرتے۔ کیا یہ رمی حجر (پتھر پھینکنا) اس امر کا مشعر نہیں کہ جب انسان اس قلیل مقدار خداداد طاقت سے زمین کی بے حد طاقت کو مغلوب کر لیتا ہے، تو کیا وہ عزیز و مقتدر مالک الملک حضرت مسیح و حضرت محمد ﷺ کو ان کے مبارک جسموں سمیت اٹھا نہیں سکتا؟ بلی و هو علی کلّ شیء قدیر و انا علی ذلك من الشّاهدین (کیوں نہیں، وہ ضرور ہر شئے پر قادر ہے۔ اور میں اس بات پر منجملہ گواہوں کے ہوں)

۲۔ پرندے باوجود کثیف الجسم ہونے کے جوّ سماء (فضاء) میں اڑتے پھرتے، آسمان کی طرف چڑھتے اور پھر اترتے ہیں۔ مگر یہ متعقل اتنا بھی تو نہیں سمجھتے کہ جس قادر ذوالجلال نے پرندوں کو یہ جناح (پر) دیئے ہیں اور یہ طاقت طیران (پرواز) بخشی ہے اس نے فرشتوں کو بھی اولی اجنحة مثنی و ثلا ث و رباع (دو دو، تین تین، چار چار) پر دیئے ہیں تو ان کے نزول وصعود کو کون مانع ہے اور جس طرح وہ پرندوں کو اوپر جانے کی طاقت دینے پر قادر ہے حضرت مسیحؑ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اوپر لے جانے پر قادر ہے۔

(مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں معراج جسمانی کے انکار میں لکھا ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں۔ جلد اول ص ۴۷۔ اللّهمّ انّا نعوذ بك من سوء الادب.

اکمل صاحب نے عجیب گل افشانی کی ہے۔ کہتے ہیں: کیا کوئی پرندہ آسمان پر موجود ہے؟ اور سوال کیا ہے: پرندوں کے اوپر جانے کو صعود سے کیا نسبت ہے۔ ص ۶۔

جواب: قرآن شریف میں سورہ نحل میں یہ امر خدا کی وسعت قدرت کی مثالوں کے سلسلہ میں مذکور ہے چنانچہ پہلے انّ اللّه علی کلّ شیء قدیر کہا ہے۔ پھر ماں کے پیٹ سے بچے کا دل، آنکھ، کان والا کر کے نکالنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد پرندوں کا بحکم خدا جوّ آسمان میں اڑنا ذکر کیا۔ ہم نے بھی اسی مناسبت سے خدا کی قدرت کی وسعت کا ذکر کر کے اس سے حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کا ممکن ہونا ثابت کیا ہے حضرت ابراہیمؑ کے مناظرہ نمرود میں ربّی الّذی یحی و یمیت کے بعد فانّ اللّه یأتی بالشّمس من المشرق فأت بها من المغرب (بقرہ) کے لانے میں جو ربط ہے اسے سمجھو تو شہادت القرآن کا یہ مقام بھی سمجھ لوگے۔ فافہم)

۳۔ کرّہ ہوائی سے باہر جا کر ہوا کے بغیر زندہ رہنے کو محال سمجھتے ہیں اور اذ انتم اجنّة فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بطون امّھا تکم پر غور کر کے نہیں سمجھتے کہ جنین کا منہ بند ہوتا ہے اور اسے خوراک ناف کے راستے پہنچتی ہے (یعنی کہ جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں جنین تھے۔ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ جنین کی پرورش کے لئے منہ کے سوائے ایک خاص صورت بنا دیتا ہے اسی طرح اس نے حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کو آسمان پر اٹھانے کیلئے کرہ ہوائی سے آگے جانے کی کوئی خاص صورت بنا دی۔ اکمل صاحب اسے سمجھ نہیں سکے تو کہتے ہیں: اس آیت کو کرہ ہوائی سے باہر جا کر زندہ رہنے کی تائید میں پیش کرنا فضول ہے ص ٦۔ جواب۔ کرہ ہوائی کے اندر یا باہر ہونا ملحوظ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا اپنے ارادہ کے پورا کرنے میں قادر مطلق و حکیم مطلق ہونا ملحوظ ہے، جو آپ نہیں سمجھ سکے)

۴۔ ہزار ہا حیوان بے مادر و پدر پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہ متعقل اپنے ہی بطون (پیٹوں) سے خارج ہوتے دیکھتے ہیں مگر عیسیٰ کا بے پدر پیدا ہونا ان کی باریک عقل میں نہیں سما سکتا۔ چنانچہ فرمایا: سنریھم فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبیّن لھم انّہ الحق ۔ (حم سجدہ) (ہم ان کو اپنے نشانات آفاق میں بھی اور ان کے اپنے نفسوں میں بھی ضرور دکھاتے رہیں گے حتی کہ ان کو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برحق ہے)

طریق ثبوت معجزات

انسان یا تو اپنے مشاہدہ و تجربہ یا استدلال سے علم حاصل کرتا ہے یا کسی مخبر صادق کی خبر سے۔ پہلی صورت کی نسبت یہ تفصیل بھی یاد رکھنی ہوگی کہ بعض مشاہدات و تجربات مختص بمردمان ہوتے ہیں کہ خاص اشخاص ان کو دیکھ کر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور بعض مختص بمکان ہوتے ہیں کہ ان حوادث کا وقوع خاص مقامات پر ہوتا ہے۔ اور بعض مختص بزمان ہوتے ہیں کہ ان کا وقوع ایک زمان خاص سے متعلق ہے۔ پس بنی آدم کے مشاہدات و تجربات آپس میں مساوی نہیں ہو سکتے۔

پھر یہ بھی کہ طبائع جو علم حاصل کرنے کا وسیلہ ہیں، استعداد میں متفاوت ہیں اور یہ امر فلسفیوں میں مسلّم ہے۔ اس لئے ہر شخص کے کسی امر کو حاصل کرنے کی کیفیت اور اس کے ادراک کی حقیقت بھی یکساں نہیں ۔ پس اگر کسی وقت کسی جگہ کوئی امر عجیب حادث ہو، جس پر ہمارا سابق علم حاوی نہ ہو، تو ہم اسے خارج از قانون قدرت کہہ کر ٹال نہیں دیں گے بلکہ لازماً واقعہ کی تصدیق کریں گے اگرچہ اس کی علت و سبب ہمارے علم میں نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے۔

ہاں جن لوگوں نے اسے اپنے مشاہدے سے نہیں دیکھا۔ان کے اعتبار کے لئے سچی خبر کی ضرورت ہے۔جس طرح کہ ہم دوسری بن دیکھی چیزوں کو محض خبر سے مانتے ہیں اور باطل و بے ثبوت کی پیروی سے بچنے کیلئے اس کی صداقت کو بھی جانچتے ہیں، پس اسی طرح معجزات کی خبروں کو بھی ان کے مخبروں کی حیثیت سے پرکھیں گے۔سو قرآن کی نسبت تو مزید تحقیقات کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ قطعاً ویقیناً کلام الٰہی ثابت ہو چکا ہے، لہذا جو معجزات یا عجائبات قدرت اس میں مذکور ہیں، وہ بلا تردد و تامل اسی طرح ماننے پڑیں گے جس طرح کہ قرآن منوائے، ورنہ معاذ اللہ کذب باری لازم آئے گا، یا قرآن کی صحت وقطعیت میں فرق آئے گا، اور یہ دونوں باتیں داخل کفر ہیں۔

باقی رہے وہ معجزات جو احادیث میں وارد ہیں، ان کی نسبت بھی یہی قاعدہ جاری ہوگا کہ اگر وہ روایات صادق ومتقی اور حافظ وضابط راویوں کے متصل سلسلہ سے خدا کے پاک رسول ﷺ تک پہنچ جائیں، تو ان کے ماننے میں بھی کلام نہ ہوگا۔صحابہ کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا:

وكذلك جعلناكم امّة وّسطاً لّتكونوا شهداء على النّاس ۔بقرہ۔۱۴۳ (اس طرح ہم نے تم کو عادل امت بنایا کہ تم (دیگر) لوگوں پر گواہ بنو)۔

كنتم خير امةٍ اخرجت للنّاس (آل عمران۔۱۰۹) تم بہترین امت ہو جو (دیگر) لوگوں کے لئے (بطور نمونہ) چنے گئے ہو)

اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی انکو حجۃ الوداع میں خطبہ منی میں مخاطب کر کے فرمایا تھا:

ليبلّغ الشّاهد الغائب منكم (بخاری کتاب العلم) (تم جو اس وقت حاضر ہو، ان کو جو تم میں سے حاضر نہیں، پہنچا دینا)

اس سے صاف ثابت ہے کہ خدا تعالی اور اس کے رسول پاک ﷺ نے تبلیغ دین کے لئے صحابہ کو بعد کی امت کے لئے وکیل ومبلغ قرار دیا ہے۔لہذا سب اصحاب عادل وصادق ہیں۔اور واقعات میں بھی ایسا ہی پایا گیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف عمداً غلط بات منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ جس کسی لفظ میں ان کو تردد شک ہو، اس میں بھی پرہیز کرتے تھے اور ظاہر کر دیتے تھے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا تھا یا یوں فرمایا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: لہذا معجزات حدیثیہ بھی مثل قرآن شریف واجب الاعتقاد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ معجزات وخوارق کے ثبوت کے لئے مخبر صادق کی سخت ضرورت ہے۔ امکان معجزات سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام ہر ممکن امر کو محض امکان کی بنا پر واقعہ کی صورت میں بھی منواتا ہے۔ نہیں، بلکہ اس کے امکان کے بعد اس کے وقوع کے لئے اس خبر کا پرکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ سچی ہے یا کیسی؟ سچی ثابت ہو جانے پر اس کی تسلیم وتصدیق سے اپنے خیالات وقیاسات سے جن کی بنا قصور فہم یا عدم علم یا نقص علم پر ہے ان کا انکار نہ تو عقلاً صحیح ہے اور نہ شرعاً درست ہے۔ و اللّٰہ الھادی

مقدمہ ثانیہ در تشریح سنۃ اللہ

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم اس کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام دیکھتے ہیں جس کا نام سنۃ اللہ بھی ہے اور خدا فرماتا ہے و لن تجد لسنّۃِ اللّٰہ تبدیلاً (فتح) (خدا کی سنت، روش، بدلا نہیں کرتی) پس معجزہ وکرامت جن کی صورت سنۃ اللہ کے خلاف ہے، ممکن نہیں۔

اس کے جواب کی دو صورتیں ہیں۔ اول نظام قدرت کو ملحوظ رکھ کر عقلی جواب۔ دوم یہ کہ آیت پیش کردہ کا مطلب وہ نہیں جو منکرین معجزہ وکرامت نے سمجھا۔

پہلی صورت کے لحاظ سے کچھ جواب تو پہلے مقدمہ میں گزر چکا اور کچھ اس جگہ بھی بحسب ضرورت مقام لکھا جاتا ہے۔ سو معلوم ہو کہ کسی قاعدہ کو سنۃ اللہ یا خدا کا قاعدہ قرار دینے کے دو طریقے ہیں۔ ایک نقلی دوسرا عقلی۔ نقلی یہ کہ قرآن شریف یا حدیث صحیح میں اسے سنۃ اللہ کہا ہو، اور عقلی یہ کہ ہم اس کارخانہ قدرت کے انتظام کے سلسلہ پر نظر کرکے کسی امر کو سنۃ اللہ قرار دے لیں، اسے علم منطق میں استقراء کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ تام اور ناقص۔ استقرائے تام اسے کہتے ہیں کہ تمام ہم قسم جزئیات پر نظر کریں اور ان میں ایک مشترک نظام پائیں اور اسے قاعدہ قرار دیں۔ ناقص یہ کہ چند جزئیات پر نظر کرکے ایک امر کو قاعدہ قرار دیں۔ (استقرائے تام جو عقلاً سب جزئیات کا حصر کرے، مفید یقین ہوتا ہے اور استقرائے ناقص، مفید ظن ہوتا ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستفاد از ملامبین بحث استقراء ص ۲۴۹ ج ۲۔ نیز شرح مطالع مطبوعہ استنبول ص ۳۴۸ بحث استقراء) کیونکہ تمام جزئیات کا حصر نہیں ہوا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض دیگر جزئیات جو ہمارے علم میں نہیں آئیں، اس نظام و قاعدہ کے ماتحت نہ ہوں جو ہم نے سمجھ رکھا ہے۔ پس اس قرارداد کو قاعدہ کہنا درست نہیں کیونکہ قاعدہ وہ ہے جو جمیع جزئیات میں منطبق ہو، لہذا وہ ہمارا سمجھا ہوا قاعدہ سنۃ اللہ نہ رہا۔

(اکمل صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کارخانہ قدرت پر نظر کر کے کسی امر کو سنۃ اللہ نہ کہنا چاہیے۔ص ۶۔ بس جب یہ مسلّم ہے تو پھر جھگڑا کیا رہا؟)

اب سوال یہ ہے کہ جس امر کو ہم نے سنۃ اللہ قرار دیا ہے، آیا اس کے متعلق خدا نے یا اس کے رسول ﷺ نے کہا ہے کہ یہ امر سنۃ اللہ ہے؟ یا جو قاعدہ ہم نے اپنے استقراء سے بنایا ہے وہ سب جزئیات کو دیکھ بھال کر بنایا ہے؟ اور ہم اس کی مخلوقات کا احاطہ کر چکے ہیں؟ اور اس کی قدرت کے اسرار کو اور اس کے نظام کو کامل طور پر سمجھ چکے ہیں؟

(اکمل صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کسی امر کو اپنی سنت کہے، کے ساتھ یہ ایزاد کر لیجئے: کسی امر کو بطور کلیہ فرمانا بھی سنت ہے ۔، اچھا جناب! تو پھر کیا؟ آپکے مدعا کے مطابق تو قرآن مجید میں کوئی کلیہ نہیں۔ ہے تو یہی ہے کہ انّ اللّٰہ علی کلِّ شیءٍ قدیر ، جو آپ کے مدعا کے خلاف ہے)

قرآن وحدیث کا واقف اور نظام قدرت پر صحیح نظر رکھنے والا بے شک گردن جھکا دے گا اور اس امر کو تسلیم کرے گا کہ ان قواعد کو جو ہم نے بنائے ہیں، خدا و رسول نے ہرگز سنۃ اللہ نہیں کہا ہے، اور ہمارا استقراء بالکل ناقص ہے (حاصل یہ کہ ہم اپنے ناقص تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر کسی امر کو سنۃ اللہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ مخلوقات و صنائع خالق کا استقرائے کلی ناممکن ہے اور استقرائے ناقص مفید ظن ہوتا ہے، نہ مفید یقین) کیونکہ مخلوقات الٰہی اور اس کے عجائبات قدرت انسان کے احاطہ علم سے باہر ہیں۔ ہمیں و ما یعلم جنود ربّك الّا هو (مدثر) (تیرے رب کے لشکروں کو اس کے اپنے سوا کوئی نہیں جانتا) اور و ما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً (بنی اسرائیل: ۸۵) (تم کو صرف تھوڑا سا علم عطا کیا ہے) کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ آیت و لن تجد لسنّةِ اللّٰه تبدیلاً (فتح) اور اس کے دیگر نظائر کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ ان آیات میں سنۃ اللہ سے انبیاء کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی تعذیب وخذلان و ناکامی مراد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سواس امر کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یہ قدیمی روش ہے اس میں تبدیلی نہ ہوگی۔

(اکمل صاحب فرماتے ہیں: سنۃ اللہ کے معنی عذاب الٰہی کسی لغت سے دکھائے ہوتے۔ص ۶۔ جواب: جناب والا! سنت کے معنی ہیں عادت وسیرت۔ چنانچہ صراح میں ہے: سنة بالضّم روش، اور قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہمیشہ گذشتہ امتوں میں یہ کرتا آیا ہوں کہ منکرین انبیاء کو عذاب کروں، تو اب بھی ایسا ہی کرونگا اور یہ میری سنت ہے۔ مصنفین کتب لغت پر یہ واجب نہیں کہ لفظ سنت کے ذیل میں سب قسم کی عادتوں کو لکھ دیں، یہ تو متکلم کے کلام سے مفہوم ہوگا۔ گو آپ کا سوال بالکل جاہلانہ ہے لیکن خدا کی قدرت کہ اس نے اپنے ایک بندے سے آپ کا مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ دیکھئے قاموس میں سنۃ الاولین کی نسبت لکھا ہے: ای معائنة العذاب ۔اسی طرح لسان العرب میں بھی ہے، جو انشاء اللہ آگے مذکور ہوگا۔

پھر اکمل صاحب لکھتے ہیں: لا مبدّل لکلماته میں لا نفی جنس کو دیکھو، ہر بدلانے والے کی نفی ہے۔ص ۶۔ جواب: کیا آپ کا مدعا یہ ہے کہ پھر خدا بھی نہیں بدل سکتا؟ جناب! یہ بات آپ نے بے علمی کی وجہ سے لکھی ہے۔ کلمے کی اضافت جب خدا کی طرف کی گئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا کے سوا خدا کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ دیکھئے تفسیر ابوالسعود میں اسی آیت کے ضمن میں لکھا ہے لا قادر علی تبدیله و تغییره غیره، کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا اس کی تبدیلی وتغییر کر قدرت نہیں رکھتا)۔

اس بات کے سمجھنے کا آسان طریق یہ ہے کہ یہ آیات جہاں جہاں قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں طالب مشتاق ان مواقع کو نکال کر ماقبل و مابعد پر نظر کرے تو ساتھ ہی انبیاء کی نصرت اور ان کے دشمنوں پر خدا کی مار اور پھٹکار کا ذکر موجود ہوگا۔ پس قاعدہ نظم وارتباط قرآن حکیم اس کو مجبور کر دے گا کہ وہ تسلیم کر لے کہ اس جگہ سنۃ اللہ سے مراد پیغمبروں کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی تعذیب وخذلان ہے۔ چنانچہ ہم وہ سب مواقع علی الترتیب مع ان کے ماقبل کے نقل کر کے فیصلہ ناظرین کے فہم رسا پر چھوڑتے ہیں۔

(۱) و ان کادوا لیستفزّونك من الارض لیخرجوك منها و اذ لّا یلبثون خلفك الّا قلیلاً سنّة من قد ارسلنا قبلك من رّسلنا و لا تجد لسنّتنا تحو یلاً (سورہ بنی اسرائیل (۷۶۔۷۷)) (اور تحقیق یہ لوگ نزدیک ہیں کہ تجھ کو دل برداشتہ کر کے اس سرزمین سے نکال دیں۔ پھر یہ بھی اس میں تیرے پیچھے تھوڑی ہی مدت بسیں گے۔ (یہ) سنت ہے ان پیغمبروں کی جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا اور تو ہماری سنت کیلئے تحویل (ٹال دینا) نہ پاوے گا)

اس موقع پر صاف مذکور ہے کہ کفار مکہ پیغمبر ﷺ کو مکہ شریف سے خارج کرنا چاہتے تھے، حق تعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ اگر آپ کو نکال دیں گے تو خود بھی نہ رہیں گے کیونکہ انتقام انبیاء از اعداء ہماری سنت قدیمہ ہے اور یہ کبھی محول نہ ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر میں ہے انّ کلّ قوم اخرجوا نبیّھم سنّة اللّٰه ان یّھلکھم ۔یعنی خداتعالی کی اس سے مراد یہ ہے کہ جس کسی قوم نے اپنے نبی کو نکالا، انکے متعلق خدا کی سنت یہی ہے کہ ان کو بس ہلاک ہی کردے۔اور آیت لا تجد لسنّتنا تحویلا پر کہا ہے و المعنی انّ ما اجری اللّٰه تعالی بدا العادة لم تتھیّا لاحدٍ ان یّقلب تلك العادة ۔یعنی ان کے معنی یہ ہیں کہ جس امر کو خدا اپنی عادت ٹھہرالے تو کسی سے بھی نہیں ہوسکتا کہ اس عادت کو بدل ڈالے۔اسی طرح تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے کہ خدا کی یہی سنت ہے کہ جو امت اپنے رسول کو اپنے علاقہ سے نکال دے، خداتعالی اس کو ہلاک کردیتا ہے۔

اسی سورہ بنی اسرائیل (۱۰۳۔۱۰۴) میں فرماتا ہے:

فاراد ان یستفزّھم من الارض فاغرقناہ ومن مّعه جمیعاً وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض (پس ارادہ کیا (فرعون نے) کہ دل برداشتہ کرے ان کو اس سرزمین سے، تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہا کہ اب تم اس زمین میں بااختیار ہو کر سکونت اختیار کرو)

گویا سنّة من قد ارسلنا قبلك من رّسلنا کی ایک مثال بھی ذکر فرمادی۔

(۲) لئن لّم ینته المنافقون فی قلوبھم مّرض و المرجفون فی المدینة لنغرینّك بھم ثمّ لا یجاورونك فیھا الّا قلیلاً ۔ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ۔ سنّة اللّٰه فی الّذین خلوا من قبل و لن تجد لسنّة اللّٰه تبدیلاً (احزاب ۶۰۔۶۲) (اگر منافق اور وہ جن کے دل میں مرض (شک) ہے اور وہ جو شہر میں بری خبریں اڑاتے پھرتے ہیں، باز نہ آئیں گے، تو ہم تجھ کو ان پر مسلط کردیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تیرے نزدیک تھوڑے ہی دن رہیں گے۔لعنت مارے ہوئے ہو کر جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔جو لوگ پہلے گذرے ہیں ان میں (بھی) خدا کا (یہی) دستور رہا ہے اور اے پیغمبر! تم خدا کے دستور میں ہرگز (کسی طرح کا) ردّوبدل نہ پاؤ گے)

اس میں بھی عذاب الٰہی کا صاف ذکر ہے چنانچہ تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے:

سنّ اللّٰه ذلك فی الامم الماضیة سنّة وھی ان یّقتل الّذین نافقو الانبیاء علیھم الصّلوة و السّلام و سعوا فی توھین امرھم بالارجاف و نحوہ اینما ثقفوا ۔یعنی گزشتہ امتوں میں خداتعالی کی سنت یہی رہی ہے کہ ان لوگوں کو جو انبیاء سے منافقت کریں اور ان کے امر (دین) کے ضعیف کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے میں ارجاف (غلط پروپیگنڈہ) کرنے یا اس کی مثل (اور شرارتوں کی) سعی کریں، تو اللہ تعالی ان کو ٹکڑے ٹکڑے ہی کردیتا رہا ہے)

اسی طرح تفسیر کبیر میں بھی یہی مضمون ہے۔ اسی طرح لسان العرب میں ہے۔

ای سنّ اللہ ذلك فی الّذین نافقو الانبیاء و ارجفوا بھم ان یّقتلوا این ثقفوا ای وجدوا۔ اس کے بعد سنۃ الا ولین (سورہ کہف) کی نسبت کہا ہے قال الزّجاج سنّۃ الاوّلین انّھم عاینوا العذاب ۔ (لیجئے اکمل صاحب لغت کی کتاب سے بھی سنۃ اللہ سے مراد عذاب اللہ ثابت ہو گیا۔ اب تو قادیانی کو چھوڑیئے)

(۳) و لا یحیق المکر السّیّء الّا باھلہ فھل ینظرون الّا سنّۃ الاوّلین فلن تجد لسنّۃ اللّہ تبدیلاً و لن تجد لسنّۃ اللّہ تحویلا (فاطر:۴۳) (اور بری تدبیر (کا وبال) صرف اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے۔ تو یہ لوگ سوائے پہلوں کی سنت کے اور کچھ انتظار نہیں کرتے۔ پس تو ہرگز خدا کی سنت میں تبدیلی نہ پائے گا اور نہ خدا کی سنت میں تحویل (ٹالنا) پائے گا)

چنانچہ تفسیر ابوالسعود میں کہا ہے: ای سنّۃ اللّہ فیھم بتعذیب مکذّبیھم ۔ یعنی ایسے لوگوں کے بارے میں خدا کی سنت یہ ہے کہ مکذبین کو عذاب کرے۔

اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے: لیس لھم بعد ھذا الّا انتظار الاھلاك و ھو سنّۃ الاوّلین ۔ یعنی ان بداندیشوں کے لئے اس کے بعد سوائے ان کی ہلاکت کے کسی چیز کا انتظار نہیں ہے اور یہی پہلے لوگوں میں خدا کی سنت ہے)

(۴) ولو قاتلکم الّذین کفروا لولّوا الادبار ثمّ لا یجدون ولیّاً وّلا نصیراً ۔ سنّۃ اللّہ الّتی قد خلت من قبل ولن تجد لسنّۃ اللّہ تبدیلاً (فتح:۲۲-۲۳) (اور اگر کفار تم سے لڑیں تو پیٹھ پھیر جائینگے۔ پھر ان کو کوئی بھی حامی و مددگار نہ ملے گا (یہ) خدا کی سنت (ہے) جو پہلے گزر چکی اور تو ہرگز خدا کی سنت میں تبدیلی نہ پائیگا)

چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے سنّۃ اللّہ نصرۃ رسولہ و اھلاك عدوّہ یعنی خدا کی سنت یہ ہے کہ اپنے رسول کی مدد کرے اور اس کے دشمن ہلاک کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی مضمون، عدم تبدیل عذاب الٰہی، کو مواقع کثیرہ میں بالفاظ دیگر بیان کیا گیا ہے گویا وہ آیات تفسیر ہیں سنۃ اللہ کی۔ چنانچہ فرمایا سورہ انعام (۱۴۸) میں ولا یردّ بأسه عن القوم المجرمین (اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جا سکتا)۔ نیز سورہ یوسف (۱۱۰) میں فرمایا و لا یردّ بأسنا عن القوم المجرمین (اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا)۔ اور سورہ مومن کے اخیر میں (۸۵) فرمایا فلم يك ينفعهم ايمانهم لمّا رأوا بأسنا سنّة اللّه الّتی قد خلت فی عباده و خسر هنا لك الكافرون (پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تو ان کو ان کے ایمان نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا (یہ) خدا کی سنت (ہے) جو اس کے بندوں میں گزر چکی اور اس وقت کفار خسارے میں ہوئے)

(اکمل صاحب نے ان آیتوں میں سنۃ اللہ سے عذاب الٰہی مراد نہ ہونے میں بہت بے سود کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح و درست جواب یہ ہو سکتا تھا کہ آپ قرآن شریف میں سے کوئی پانچویں جگہ نکال دیتے جہاں سنۃ اللہ کو غیر مبدل کہا ہو، اور سابقاً یا لاحقاً عذاب و نکال کا ذکر و قرینہ نہ ہو، کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ مگر آپ کو یہ باتیں بتائے کون؟ مسیح قادیانی تو خود ان علوم سے ناواقف تھا، مرید کیا جانیں گے؟ اور کلمۃ اللہ کے متعلق ایک بات آپ کو بتاؤں کہ یہاں پر مراد خدا کے وعدے ہیں جو قادیانی سے کبھی بھی پورے نہیں ہوئے۔ سمجھ میں نہ آئے تو محمدی بیگم کا نکاح، ڈاکٹر عبدالحکیم اور عبداللہ آتھم کی موت، مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری فیصلہ کے مواعید سمجھ لیں)

اس بیان و تفصیل سے طالب ذکی پر واضح ہو گیا کہ انکار خرق عادت کے لئے و لن تجد لسنّة اللّه تبديلاً سے تمسک کرنا مراد الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

مقدمہ ثالثہ در بیان خصائص حضرت عیسیٰؑ

قادر و قیوم کا طریق تعلیم اسی نہج پر چلا آیا ہے کہ جب لوگ مسبب حقیقی سے غافل ہو کر اسباب کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو وہ عزیز حکیم ان کے مزعومات کو باطل کرنے کے لئے اپنی قدرت کے کرشمے ظاہر کیا کرتا ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کے وقت طب اور فلسفہ کا بڑا چرچا تھا (اور ظاہر ہے کہ ان علوم کا مدار اسباب ہی پر ہے) شب و روز کے توغّل نے انکے اذہان قاصرہ میں یہی کچھ مزین کر دیا تھا کہ کوئی چیز بغیر سبب (

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی وہ سبب جو انسانی علم میں آچکا ہے) وعلاج اور بدون ترکیب ومزاج کے پیدا نہیں ہوسکتی۔

اے گرفتارِ سبب از مسبب غافلی
سوئے این روتاب زاں سومائلی

سو اللہ تعالی نے انکے اس واہی خیال کے ابطال کیلئے مسیح کو خلاف عادت بے باپ پیدا کیا۔ اور آپ کو طفلی میں خلاف عادت نطق فصیح کی طاقت دی (یہ کلام سورہ مریم آیات ۳۰ تا ۳۳ میں صاف مذکور ہے) اور ایسے مریضوں کو جن کے علاج سے اطباء عاجز ہوں، بغیر اسباب معتادہ کے ان کے ہاتھ پر شفا دی۔ اور معجزہ احیائے موتی جو طاقت بشری سے باہر ہے، ان کے ہاتھ پر ظاہر کیا۔ اور مٹی کی مورت میں آپ کی پھونک سے زندگی کی روح پھونک دی، جو اس سے بھی عجیب تر ہے۔ اور صعود الی السماء، جسے فلاسفر محالات میں شمار کرتے ہیں، حضرت مسیح کو آسمان پر چڑھا کر واقعتاً محقق کر دیا۔ اور فلاسفہ کے اس خیال کو کہ گردش زمانہ کے اثر سے ہر چیز متغیر و مستحیل ہوجاتی ہے، حضرت مسیح کے مسئلہ نزول سے باطل کیا۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے:

قال کثیر مّن العلماء بعث اللّٰہ کلّ نبیّ من الانبیاء بما ینا سب اھل زمانہ فکان الغالب علی زمان موسیؑ السّحرو تعظیم السحرۃ فبعثہ اللّٰہ بمعجزۃ بھت الابصار وحیرت کل سحار فلما استیقنوا انھامن عند العظیم الجبار انقادوا للاسلام و صاروا من عباد اللّٰہ الابرار۔ وامّا عیسیؑ فبعث فی زمن الاطبّا و اصحا ب علم الطّبیعۃ فجاء ھم من الآیات بما لا سبیل لاحد الیہ الّا ان یکو ن مؤیداّ من الّذی شرع الشّریعۃ فمن این للطبیب قدرۃ علی احیاء الجماد او علی مداواۃ الاکمہ و الابرص و بعث من ھو فی قبرہ رھین الی یوم التناد۔ و کذلک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعث فی زمان الفصحاء والبلغاء و تجارید الشعراء فاتاھم بکتا بٍ مّن اللّٰہ عزّوجلّ فلو اجتمعت الانس والجنّ علی ان یاتوا بمثلہ او بعشر سورٍ مّن مثلہ او بسورۃٍ من مثلہ لم یستطیعوا ابداً۔ و لو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً۔ وما ذلک الا ان کلام الرّبّ عزّ وجلّ لا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یشبہ کلام الخلق ابداً (تفسیر ابن کثیر ج۲ص ۲۲۷۔۲۲۸)(بہت سے علمائے امت نے کہا ہے کہ اللہ نے ہر نبی کو اس (نشان) کے ساتھ مبعوث کیا جو اس کے زمانہ کے لوگوں کے مناسب تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جادو اور جادوگروں کی تعظیم کا بہت چرچا تھا۔ پس خدا نے آپ کو ایسے معجزے (عصا) سے مبعوث کیا جس نے آنکھوں کو حیران اور ہر جادوگر کو مبہوت کر دیا۔ پس جب انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ معجزہ خدائے بزرگ و جبار کی طرف سے ہے، تو اسلام کے مطیع ہو گئے اور خدا کے نیک بندے بن گئے۔ (اسی طرح) حضرت عیسیٰؑ اطبا اور علم طبیعیات والے لوگوں کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے۔ پس وہ ان کے پاس ایسے نشانات لائے جن کی نسبت سوائے اس کے کوئی اور گمان نہیں ہو سکتا کہ یہ سب اس ہستی کی طرف سے ہیں جس نے یہ شریعت مقرر کی ہے۔ پس کوئی طبیب مردوں (اموات) اور جمادات کے زندہ کرنے، یا مادرزاد اندھے اور برص کے علاج پر، اور اس شخص کے اٹھا کھڑا کرنے پر جو اپنی قبر میں قیامت کے دن تک کیلئے مرہون ہو، کہاں سے قدرت لائے؟ اسی طرح حضرت محمد ﷺ بڑے بڑے نامی فصحاء اور بلغاء و شعراء کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے۔ پس آپ خدا کی طرف سے ایسی کتاب لائے کہ اگر تمام انسان اور جنّ اس امر پر مجتمع ہو جائیں کہ اس کی مثل یا اس کی دس سورتوں کی مثل یا ایک سورت کی مثل لائیں، تو کبھی نہ لا سکیں گے، اگرچہ بعض بعض کے مددگار بن جائیں اور یہ اسی لئے ہے کہ خدا کا کلام مخلوق کے کلام سے ہرگز نہیں ملتا)

تشریح لفظ آیت: آیت کے معنی علامت ہیں چنانچہ لسان العرب میں ہے: و الآیۃ العلامۃ

قرآن شریف میں اس کا اطلاق کئی امروں پر آیا ہے کہ ایک ان میں سے عجائبات قدرت ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

ام حسبت انّ اصحاب الکھف و الرّقیم کانوا من آیاتنا عجباً ۔ (کہف :۹)(کیا تو نے گمان کیا کہ غار والے اور تختی والے ہمارے نشانات میں سے کوئی انوکھی چیز تھے)۔

اسی کے موافق لسان العرب میں کہا ہے: آیات اللّٰہ عجائبہ ۔اسی معنی کے لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ کے لئے قرآن شریف میں متعدد مقامات میں آیت کا لفظ وارد ہے۔ چنانچہ فرمایا:

و لنجعلہ آیۃً للنّاس (مریم:۲۱) (تاکہ ہم اسے (ابن مریم کو) لوگوں کیلئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنائیں)۔

و جعلناھا و ابنھا آیۃً للعالمین ۔(انبیاء:۹۱)(اور ہم نے اسے (مریم کو) اور اس کے بیٹے (مسیح) کو جہان والوں کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنا دیا)۔

و جعلنا ابن مریم و امّہ آیۃً (مومنون:۵۰)(اور ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنایا)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و جعلناه مثلاً لّبنی اسرا ئیل (زخرف:۵۲)(ہم نے اسے (ابن مریم کو) بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا)۔

ان آیات میں خدا تعالی، حضرت عیسیٰؑ کو آیت اور مثل یعنی نشان ونمونہ قدرت فرمایا ہے۔ پس اگر ان کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی ایسی بات وارد ہو جو عام عادت کے خلاف نظر آئے اور لوگوں کو اس سے تعجب پیدا ہو، تو قرآن وحدیث پر ایمان رکھنے والوں کو اس سے کچھ بھی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جسے خدا نے عام عادت کے خلاف بلا باپ پیدا کیا ہو اور اسے اپنی قدرت کا ایک نشان قرار دیا ہو، اس کے حالات عام نظام کے ماتحت نہ ہوں، تو کوئی تعجب نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت، ان کا طفلی میں حکیمانہ تکلم فی المھد، ان کے معجزات ان کی رفع سماوی اور پھر آسمان سے ان کا نزول سب باتیں اس نظام سے بالکل الگ ہیں جو انسان کے علم میں آیا اور جس پر اس کی معلومات کی چکی گردش کر رہی ہے۔

(قاضی اکمل معجزات مسیحیہ پر اعتراض لکھتے ہیں: اگر حضرت عیسیٰؑ نے معجزے کے پرندا اڑائے یا بقول آپ کے خلقِ حیات کیا، تو کیا حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ نہیں بن گیا تھا؟ ص۴۔

جواب۔ ہاں جناب! بن گیا تھا۔ لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ اور ہمیں کیا نقصان؟ اس میں بھی تو ہماری تائید ہے۔

اور یہ جو آپ نے کہا ؛بقول آپ کے خلق حیات کیاِ ۔جناب! یہ مجھ پر افتراء ہے آپ تو لکھتے ہیں: شہادت القرآن حصہ اول اس وقت میرے سامنے ہے۔ص۲۔

بھلا اس میں کہیں دکھایئے تو کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے خلقِ حیات کیا۔ جناب اس میں تو صاف لکھا ہے: اللہ سبحانہ و تعالی نے خلقِ حیات حضرت مسیح کے ہاتھ پر اپنی قدرت کاملہ سے کر دکھایا۔، اسی طرح اعادہ ءحیات کو بھی خدا ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ دیکھو شہادت القرآن طبع ثانی ص۱۲)۔

پس حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رفع نزاع واختلاف کے لئے یہ طریق نہایت سادہ اور سلامت روی کا ہے اور ایک مومن کے لئے اس میں کوئی بھی اینچ پینچ نہیں ہے۔

سوال: آیات مذکورہ بالا میں حضرت مریم کی شان میں بھی لفظ آیت وارد ہے، تو حضرت مریمؑ میں یہ امر کہاں پائے جاتے ہیں؟

جواب: کسی امر کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث میں اس کے اصل کا وجود ضروری ہے۔ پس جس امر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مریم کو آیت کہا گیا ہے بے شک وہ اس میں آیت (نشان قدرت) ہیں، اور جو امر ان کے حق میں مذکور ہی نہیں وہ زیر بحث ونزاع آ ہی نہیں سکتے۔ ان میں ان کو آیت قرار دینے کے کیا معنی؟ اس لئے ہم نے اوپر کی عبارت میں نزاع واختلاف کی قید لگائی ہے۔

نکتہ: سورت انبیاء اور سورت مومنون کی آیات میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ دونوں کی نسبت لفظ آیت بصیغہ وحدت وارد ہے حالانکہ دو کیلئے صیغہ تثنیہ ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امر میں یعنی ولادت بلا پدر میں دونوں کا حال بمجموع ایک آیت (نشان) ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں زیر لفظ آیت و جعلنا ابن مریم وامّه آية (مومنون) کو ذکر کر کے کہا ہے:

و قال ابو منصور لانّ الآية فيهما معا آية وّوا حدة و هى الولادة دون البعل۔ جلد۱۸ ص ٦٦) (ابو منصور نے کہا یہ اس لئے ہے کہ دونوں میں معاً ایک ہی نشان ہے اور وہ ولادت بغیر مرد کے)

خاکسار کہتا ہے کہ اس کی نظیر آیت هنّ امّ الكتاب (آل عمران:۷) ہے۔ گو هنّ جمع کی خبر امّ واحد ہے کیونکہ مجموع آیات محکمات ایک شئے ہے اور مجموع آیات متشابہات ایک شئے (مستفاد از تفسیر کبیر)۔ پس حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ میں ایک امر مشترک ہے اور دیگر امر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ثابت ہیں اور حضرت مریمؑ کی نسبت نہیں۔

امّا الاشتراك ففى انّها ولدته من غير بعل بمحض قدرةِ اللّه و امّا الافتراق ففى التكلم فى المهد و المعجزات الدّالّة على صدق النّبوّة و الرّفع الى السّماء حيّاً و النّزول منها فى آخر الزّمان (میر سیالکوٹی) (اشتراک اس امر میں ہے کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو صرف خدا کی قدرت سے، بغیر خاوند کے جنا۔ اور ان میں فرق ان امور میں ہے: ماں کی گود میں خلاف عادت باتیں کرنا، اور معجزات جو صدق نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اور آخری زمانہ میں وہاں سے نازل ہونا)

حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو قرآن میں آیت کہا گیا اور امور خمسہ مذکورہ بالا ان کی نسبت قرآن و حدیث میں بطور خرق عادت ذکر کئے گئے۔ پس آپ ان سب میں آیت اللہ ہیں۔ ایسا نہیں کہ چونکہ آپ کو آیت کہا گیا ہے اسلئے پانچوں امور مذکورہ بالا ان میں بغیر قرآن وحدیث میں وارد ہونے کے بطور خرق عادت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانے جائیں کیونکہ یہ نتیجہ بحسب واقعہ ذکر ہے نہ بحسب علاقہ ولزوم۔اسی لئے ہم اس کو بطور قضیہ اتفاقیہ (ملا مبین نے شرح مسلّم میں بحث شرطیات میں لفظ اتفاقاً پر لکھا ہے بحیث یکون کلا النّسبتین واقعتین فی نفس الامر من غیر علاقة بینھما یعنی دونوں نسبتیں نفس الامر میں واقع ہوں اوران میں علاقہ لزوم وتصانیف نہ ہو) قرار دیتے ہیں نہ بطور قضیہ لزومیہ کے ۔

(قاضی اکمل اس لفظ آیت پر لکھتے ہیں: دوسرے امور کیلئے آیت ٹھہرانا ضروری ہو،تو کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوا؟

جواب۔جناب یہ تو اللہ تعالی سے پوچھئے کہ اس نے کیوں نہیں کہا۔ہم نے تو صاف لکھ دیا تھا کہ قرآن میں مذکور ہونے کے سبب نشان کی صورت مقرر کی ہے اور ولادت بلا پدر اس کی مؤید لیکن آپ اسے سمجھے نہیں)

تذییل: اسی طرح فرعون کی نسبت وارد ہے لتکون لمن خلفك آیة (یونس:۹۲) اور وہ صرف اس کے دریا میں ہلاک ہونے اور پھر ذلت کے ساتھ ساحل پر پڑے رہنے میں ہے جیسا کہ سباق آیت اس پر شاہد ہے۔نیز اسی کے حق میں فرمایا:

فا خذہ اللّٰه نکال ا لآخرة و الاولی انّ فی ذلك لعبرةً لّمن یّخشی (نازعات:۲۵۔۲۶)(اس (خدا) نے اس (فرعون) کو دنیا اور آخرت (ہردو جہان) کے عبرتناک عذاب میں پکڑا۔بے شک اس امر میں (خدا سے) ڈرنے والے کے لئے (بڑی بھاری) عبرت ہے)

اسی طرح حضرت عزیر کی شان میں فرمایا و لنجعلك آیة للنّاس (بقرہ:۲۵۹) یعنی،تاکہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے ایک نشان (قدرت) بنائیں) (قرآن میں اس موقع پر حضرت عزیرؑ کا نام مذکور نہیں۔مفسرین کی ایک بھاری جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ قصہ حضرت عزیر کا ہے،سو بنا بر مشہور لکھا گیا واللّٰه اعلم بحقیقة الحال) سو یہ بھی صرف اس امر میں ہے کہ مردوں کو پھر زندگی بخش دینا خدا کی قدرت میں داخل ہے جیسا کہ اس سے پہلے انّی یحی ھذہ اللّٰه بعد موتھا فاماته اللّٰه مأة عامٍ ثم بعثه (یعنی خدا اس بستی کے مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔پس خدا نے اسے سو سال تک مارے رکھا،پھر زندہ کیا۔۲:۲۵۹) اور اس کے بعد فلمّا تبیّن له قال اعلم انّ اللّٰه علی کلّ شیءٍ قدیر (پس جب سب کچھ اس کے سامنے ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے۔۲:۲۵۹) سے ظاہر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ مطلب یہ کہ چونکہ خصوصیات مسیحیہ حضرت مریمؑ اور حضرت عزیرؑ میں اور فرعون کے حق میں وارد نہیں ہوئیں۔اس لئے ہم نہ تو ان کو ان امور میں آیت اللہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ان کے متعلق یہ سوال اٹھ سکتا ہے۔

(قاضی اکمل صاحب اس پر لکھتے ہیں: یہی لفظ (آیت) حضرت مریم کے حق میں بھی وارد ہوا ہے اور حضرت عزیرؑ کے حق میں بھی اور پھر فرعون کے بارے میں بھی آیا ہے ص۳۔

جواب۔ہاں جناب، آیا ہے۔لیکن اس اعتراض میں آپکا کیا کمال ہے؟ یہ سوال تو میں نے خود ذکر کر کے اس کا کافی جواب دیدیا ہے، جسے آپ سمجھ نہیں سکے۔اگر اعتراض کرنا تھا تو اس جواب پر کرتے)

تنبیہ دربارہ طریقِ بیان

اثبات مدعا کے لئے صرف قرآن شریف سے تمسک کیا گیا ہے اور رفع تنازع کے لئے کوئی امر ایسا نہیں لکھا جس کی تائید کتاب اللہ یا حدیث رسول اللہ ﷺ یا زبان عرب سے نہ ہوتی ہو۔خواہ اسے کسی تفسیر سے لکھا ہو، خواہ استعداد خداداد سے سمجھا ہے۔غرض جو کچھ لکھا ہے، مراد کتاب اللہ کے موافق لکھا ہے، خلاف نہیں لکھا۔مفسرین کے اقوال صرف اسلئے ذکر کئے ہیں کہ اس زمانہ جہالت میں کفران نعمت کی صنعتِ مذموم بڑھتی جاتی ہے۔بنا برآں بعض مصنف تو تحقیقات کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ماخذ کا پتہ نہیں بتاتے اور بعض آئمہ مفسرین کے اقوال کو نظر عزت سے نہیں دیکھتے۔لیکن خاکساران دونوں امروں میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں۔جس امر کو کسی کتاب سے لیا ہے اس کا نام لکھ دیا اور مفسرین کے جس قول کو اختیار کیا ہے اس کی تائید قرآن وحدیث یا لغت عرب یا قواعد علمیہ سے کردی ہے۔پس جب قدرنا شناس لوگ سلف صالحین کے اقوال کو قرآن وحدیث اور لغت عرب اور قواعد علمیہ سے مؤید پائینگے تو انشاء اللہ بدظنی دور ہو جائے گی۔دوسرے اس غرض کے لئے کہ اپنے موافقین کو زیادت اطمینان حاصل ہو اور اپنے پر سے ظن تفسیر بالرائے دور ہو جائے۔تیسرے اس لئے کہ نازک خیالی کے مدعی جو حقیقت میں تفسیر بالرائے کرتے ہیں، جان لیں کہ وہ سلف صالحین اور متقدمین اسلام کے فہم وادراک کو نہیں پہنچ سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قاضی ظہور الدین اکمل نے اپنی کتاب شہادۃ الفرقان کے شروع میں خاکسار کی اس کتاب کے متعلق لکھا ہے: نام تو شہادت القرآن ہے مگر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، شہادۃ تفاسیر ہے۔ ص ۳۔
جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کی سمجھ کو خدا جانے کیا ہو گیا؟ تفاسیر کے حوالہ جات جس غرض کے لئے دیئے گئے ہیں وہ صاف صاف بیان کر دی گئی ہے، پھر بھی کہتے ہیں شہادۃ تفاسیر ہے)۔

فصل اول: در بیان عدم مصلوبیت عیسیٰؑ

چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کا افتتاح مسئلہ صلیب سے کیا ہے اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک بمنزلہ بناء کے ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھی پہلے اس کی تحقیق کریں کہ آیا یہ واقعہ صلیب حضرت عیسیٰؑ کی نسبت درست ہے یا نہیں؟ سو اس کے لئے بیان ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

اس بات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب سے تقریباً دو ہزار سال قبل کے واقعہ کی صحت و صداقت کے لئے کسی زبردست قابل اعتبار شہادت و سند کی ضرورت ہے۔ اسلامی نقطہ خیال سے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید یا حدیث صحیح مرفوع میں اس کی تصریح ہو۔ دوم یہ کہ نزول قرآن سے قبل کی کتابوں یا روایتوں میں اس کا ذکر ہو، بشرطیکہ وہ قرآن کریم و نبی ﷺ کی تصریح کے خلاف نہ ہوں، اور زمانہ کے دست برد، لوگوں کے جعل و تصرف اور ان کے ردّ و بدل اور تحریف و تبدیل سے محفوظ چلی آئی ہوں۔ اور ان کے مصنفین تک ان کا سلسلہ روایت صحت سند سے پہنچتا ہو اور پھر ان مصنفین نے اسے معتبر ذرائع و قابل وثوق وسائل سے معلوم کر کے درج کیا ہو۔ سو قرآن شریف میں تو صاف طور پر و ما صلبوہ (نساء) مذکور ہے جس کے خلاف ایک مسلمان کسی بھی دیگر شہادت کو ہرگز نہیں مان سکتا۔ اور نہ اسکے بعد تحقیقات کی کوئی ضرورت باقی رہتی ہے۔ ہاں بے شک مسیحی اسفار میں صلیب کا واقعہ حضرت مسیح کی نسبت اثبات میں مذکور ہے۔ اور ان ہی کی بنا پر سر سید احمد علی گڈھی نے صلیب و وفات مسیح کا واقعہ لکھا (دیکھو تفسیر القرآن مصنفہ سر سید احمد خان۔ سورہ آل عمران) جن کی پیروی میں مرزا صاحب بھی باضافہ دعوی مسیحیت، صلیب و وفات مسیح کے قائل ہوئے۔ ان مسیحی کتابوں کے سوا دونوں صاحبوں کے ہاتھ میں اسلامی کتب میں سے کچھ بھی نہیں اور یہ محقق ہو چکا ہے کہ یہ کتابیں محض جعلی ہیں اور ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بیانات ہرگز قابل وثوق نہیں۔

چونکہ ہم نے اس کتاب میں التزام کیا ہے کہ اپنے دعوی اور دلیل کی بنا قرآن کریم پر رکھیں، اس لئے ہم قرآن شریف کی چند آیات سے ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت واقعہ صلیبی محض دروغ ہے۔

کسر صلیب کی پہلی آیت

و مکروا ومکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین (آل عمران:۵۳)(یہود نے (حضرت عیسی کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی) تدبیر کی اور اللہ تعالی نے بھی ایک تدبیر کی، اور اللہ تعالی سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے)

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ امام رازیؒ نے (تفسیر کبیر ج ۲ میں) اس آیت مندرجہ عنوان کے ذیل میں لفظ مکر کی تحقیق میں فرمایا ہے:

لانّہ عبارۃ عنِ التّدبیر المحکم الکامل ثمّ اختصّ فی العرف بالتّدبیر فی ایصال الشّر الی الغیر (مکر سے تدبیر محکم اور کامل مراد ہے۔ پھر عرفِ عام میں یہ لفظ ایسی تدبیر میں خاص ہو گیا جو کسی دوسرے کو ضرر پہنچانے کیلئے کی جائے)

امام رازیؒ کا یہ قول بالکل صحیح ہے اور کتاب اللہ اس کی تصدیق کرتی ہے چنانچہ فرمایا:

و الّذین یمکرون السّیّئات لھم عذاب شدید و مکر اولئك ھو یبور (فاطر:۱۰)(اور جو لوگ بداندیشیاں کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور انکا مکر ہی تباہ ہوگا)

فلمّا جاء ھم نذیر مّا زادھم الّا نفوراً۔ناستکباراً فی الارض و مکر السّیّء ولا یحیق المکر السّیّء الّا باھلہ (فاطر:۴۲-۴۳) (پس جب ان کے پاس ڈرانے والا آ گیا تو ان کو سوائے نفرت و بھاگنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوا، بوجہ زمین میں بڑائی چاہنے کے اور بداندیشی کرنے کے اور بداندیشی کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے)

پہلی آیت میں تو سیّئات کو فعل یمکرو ن کا مفعول گردانا۔ اور دوسری میں دو دفعہ مکر کو سیّ سے موصوف کیا، جس سے صاف ثابت ہے کہ اصل لغت میں مکر کے معنی صرف تدبیر کرنے کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اس آیت زیر بحث ومکروا ومکراللّٰہ کو واللّٰہ خیر الماکرین پر ختم کرنا بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ تدبیر الٰہی عیسیٰؑ کے حق میں خیر ثابت ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شرّ اعداء سے بالکل محفوظ رکھا اور آسمان پر اٹھالیا اور یہود کے حق میں شرّ ہوئی کہ ان کو مکر میں ناکام رکھا۔ اور ان میں سے ایک شخص پر عیسیٰؑ کی شباہت ڈال دی جس کو پکڑ کر انہوں نے صلیب پر چڑھایا اور قتل کیا جیسا کہ مفصل مذکور ہوگا۔ انشاء اللّٰہ تعالی

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جملہ مکر اللّٰہ میں مکر کو خدا تعالیٰ طرف نسبت کرنے میں کوئی بھی قباحت واعتراض نہیں۔

سوال: مکروا میں ضمیر فاعلی کس کی طرف راجع ہے؟

جواب: کفار بنی اسرائیل کی طرف جن سے عیسیٰؑ نے احساس کفر کیا تھا چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے الواو لکفّار بنی اسرا ئیل الّذین ا حسّ منهم الکفر (کشاف۔ج۱)۔ ایسا ہی دیگر تفاسیر مثل سراج منیر، بیضاوی، خازن، مدارک، جلالین، معالم، جامع البیان، ابن کثیر، ابی السعود، عباسی اور تفسیر فیضی میں ہے۔

مفسرین کا یہ قول بالکل راست اور مطابق قرآن مجید ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے

و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك ...... (مائدہ:۱۱۰) (اے عیسیٰؑ جب ہٹائے رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو) (اس آیت کی پوری تفسیر آگے آئے گی۔ انشاءاللہ)

سوال: یہود کا یہ مکر کس امر کے لئے تھا؟

جواب: اس امر کے لئے کہ حضرت عیسیٰ کو قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے و مکرهم انّهم و کّلوا به من یّقتله غیلة یعنی یہود کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے عیسیٰؑ پر ایک ایسا شخص مقرر کیا جو ان کو فریب سے قتل کر ڈالے۔ اور غیلہ بالکسر کی تعریف سراج منیر میں یہ لکھی ہے کہ کوئی کسی کو دھوکے سے کہیں لے جائے۔ جب وہاں پہنچے تو اسے قتل کر ڈالے: و هی بالکسر ان یخدع غیره فیذهب به الی موضعٍ فاذا صار الیه قتله (تفسیر السراج المنیر جلد اول) اسی طرح دیگر تفاسیر مثل رحمانی، سواطع، جلالین، جامع البیان، معالم، ابن کثیر، ابی السعود، لباب التاویل، کبیر، انوار التنزیل، عباسی، میں بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ یہود کا مکر یہ تھا کہ عیسیٰؑ کو قتل کر ڈالیں۔ بلکہ ابن کثیر اور مدارک میں قتل کے ساتھ صلب کو بھی ضم کیا ہے، چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر مدارک میں ہے: حین اراد قتلہ و صلبہ (جب انہوں نے آپ کو قتل کرنے اور سولی دینے کا ارادہ کیا)۔

(اکمل صاحب لکھتے ہیں: آپ نے خود ہی تسلیم کر لیا کہ یہ مکر عیسیٰؑ کے قتل کیلئے تھا۔ بس جناب اس پر صلیب کے حاشئے نہ چڑھا یئے۔ ص ۶۔

جواب۔ قتل ایک ایسا فعل ہے جس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک ان میں صلب بھی ہے۔ موسیٰؑ کے مکے سے جو قبطی مرا تھا اس پر بھی قتل کا لفظ آیا ہے۔ خضرؑ نے جس لڑکے کو مارا تھا اس پر بھی، اور میدان جنگ میں جو مارے جاتے ہیں ان پر بھی قتل کا لفظ آیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے قتل کی صورت صلب تھی اور اسے مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں پھر خدا جانے اکمل صاحب انکار کیوں کرتے ہیں۔ لطف یہ کہ آگے چل کر خود بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۲۔۱۳، ان کی کتاب کا کہ کتنی جگہ صلب کو قتل کے ساتھ ضم کیا ہے۔ جناب والا! جب آپ کے نزدیک صلب کے معنی صلیب پر قتل کرنے کے ہیں تو ساتھ قتل کیوں لکھتے جاتے ہیں)

سوال: یہ مکر اور تدبیر قتل و صلب کس کے حق میں کی گئی؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ کے حق میں۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے: ای کفار بنی اسرا ئیل بعیسی۔ اسی طرح دیگر تفاسیر مثل ابن کثیر، مفاتیح الغیب، ارشاد العقل السلیم، لباب التاویل، مدارک، کشاف الحقائق، عباسی، تبصیر الرحمٰن، سواطع الالہام، جامع البیان، معالم، فتح البیان، السراج المنیر، تفسیر انوار التنزیل، میں بالاتفاق یہی لکھا ہے۔ کسی میں اسم ظاہر ہے اور کسی میں صرف ضمیر پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مفسرین کا یہ قول بالکل حق اور مطابق کتاب اللہ ہے جیسے سورہ مائدہ میں وارد ہے کہ قیامت کو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے خطاب کر کے فرمائے گا

و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک اذ جئتھم بالبیّنات فقال الّذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مّبین۔ (مائدہ:۱۱۰)(اے عیسیٰ وہ وقت یاد کر) جب میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو دور ہٹائے رکھا۔ جب تو ان کے پاس روشن دلائل لایا تو ان میں سے منکروں نے کہا کہ یہ تو صریح جادو کے سوا کچھ بھی نہیں)

سوال: یہود نے یہ مکر اور تدبیر قتل آپ کے حق میں کیوں کی؟

جواب: یہود نے آپ کے معجزات کو جادو قرار دے کر آپ کو جادوگر ٹھہرایا اور پھر قتل کا حکم لگایا اور اس کی صورت صلیب پر کھینچنا تجویز کی۔ چنانچہ اوپر کی آیت کریمہ میں معجزات کو جادو قرار دینا صاف مذکور ہے اور آیت مندرجہ عنوان کے قبل بھی ذکر معجزات اس امر پر دلالت کر رہا ہے اور فلمّا احسّ عیسی منھم الکفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے کفار یہود سے مکر قتل کا احساس کیا۔ اس جگہ کفر بمعنی قتل من باب تسمیة الشّیء باسم سببه ہے یعنی کسی شئے کیلئے وہ نام بولنا جو اس کے سبب کا نام ہے۔ چنانچہ مطول میں لکھا ہے: رعينا الغيث ای النّبات الّذی سببه الغيث (چرائی ہم نے بارش یعنی نباتات جس کے اگنے کا سبب بارش ہے)۔

اسی طرح آیت و ما انزل اللّه من السّماء من رزق (جاثیہ:۵) میں رزق بمعنی مطر یعنی بارش ہے، سبب ہے رزق کے پیدا ہونے کا۔ پس رزق مسبب ہے ۔

اسی طرح اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت موجود ہیں اور کتب بلاغت میں اس قاعدے کی تصریح موجود ہے۔ دیگر یہ کہ کفر کا احساس کے ساتھ ذکر کرنا بھی اس امر کا مؤید ہے کہ اس جگہ کفر سے مراد قتل ہے کیونکہ احساس ایسے مواقع میں اس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں کوئی خوفناک امر ہو جیسے آیت فلمّا احسّوا بأسنا (انبیاء) اور نیز آیت اذ تحسّونهم (آل عمران) ای تقتلونهم ذريعاً من احسّه اذا اعدم حسّه اهلا كا

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ فلمّا احسّ عيسى منهم الكفر میں کفر بمعنی قتل ہے۔ پس مکر یہود کی صورت ارادہ قتل وصلب عیسی متعین ہو گئی۔

سوال: کیا مفسرین کے اس قول کی تائید قرآن شریف سے ہو سکتی ہے کہ مکر سے مراد قتل ہے؟

جواب: کیوں نہیں؟ بے شک مفسرین کے بیان کی تائید میں کئی آیات ہیں: منها قول تعالی حاکیاً عن اخوة یوسف :

اقتلوا یوسف او اطرحوه ارضاً (یوسف:۹) (یوسف کو قتل کر ڈالو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو)۔

اور اس تدبیر قتل کا نام مکر رکھا۔ چنانچہ اسی سورہ میں ہے وهم يمكرون (یوسف:۱۰۲) فرمایا اور نیز سورہ نمل میں صالح کے بیان میں فرمایا:

و كان فی المدينة تسعة رهط يفسدون فی الارض ولا يصلحون قالوا تقاسموا باللّه لنبيّتنّه و اهله لنقولنّ لوليّه ما شهدنا مهلك اهله و انّا لصادقون (نمل:۴۸-۴۹) (اور اس شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ اس (صالح) کو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں گے۔ پھر اس کے ولی کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے قتل کے موقع و وقت پر حاضر نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں)

یعنی نو مفسدوں نے آپس میں منصوبہ باندھا اور اس پر قسمیں کھانے کو کہا کہ صالح ؑ اور ان کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں۔ ان کی اس تدبیر شر کی نسبت اللہ تعالی نے اس سے آگے فرمایا و مکروا و مکراً .. یعنی انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا۔ یعنی پوشیدہ طور پر نبی صالح کو قتل کرنے کی تدبیر کی۔ اسی طرح حضرت سید المرسلین ﷺ کی نسبت کفار نے جو مشاورت کی اسکی نسبت فرمایا:

و اذ یمکر بك الّذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك و یمکرون و یمکر اللّه و اللّه خیر الماکرین (انفال:۳۰) (اور جب کفار تدبیر کرتے تھے کہ تجھے قید کر لیں یا جلاوطن کر دیں یا قتل کر ڈالیں، وہ بھی تدبیر کرتے تھے اور خدا بھی تدبیر کرتا تھا، اور خدا بہتر تدبیر کرنے والا ہے)۔

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت کفار نے جو مشورہ کیا اس کی نسبت فرمایا:

فما کان جواب قومه الّا ان قالوا اقتلوه او حرّقوه (عنکبوت:۲۴)(اور اس کی قوم سے کوئی جواب نہ آیا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا اسے قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا ڈالو)۔

اور ان کے منصوبہ کا نام کید رکھا۔ چنانچہ سورہ انبیاء میں فرمایا: و ارادوا به کیداً فجعلنا هم الاخسرین (انبیاء:۷۰)(انہوں نے اس کی نسبت خفیہ تدبیر کی پس ہم نے انہی کو نہایت زیاں کار کر دیا)۔

اور مکر اور کید مترادف ہیں چنانچہ مصباح میں ہے: کاده، مکر به۔

سوال: کفار ماکرین کے ساتھ سنت الہیہ کیا ہے اور ان کے مکر کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

جواب: ماکرین کو ہلاک کرنا اور ان کے مکر کا وبال انہی پر نازل کرنا اور اپنے عباد مرسلین کو ان کے مکر سے بچا لینا۔ اس کی دلیل اللہ تعالی کے یہ فرامین ہیں:

و الّذین یمکرون السیّئات لهم عذاب شدید و مکر اولئك هو یبور (فاطر)۔(جو لوگ بری تدبیریں اور منصوبے باندھتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر ہی ہلاک ہوگا)

و لا یحیق المکر السیّء الّا باهله (فاطر)(بری تدبیر کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے)

و همّت کل امّةٍ برسولهم لیأخذوه فاخذ هم فکیف کان عقاب (مومن)(ہر امت نے اپنے رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ماخوذ کرنے پر کمر باندھی۔ پس میں نے انہی کو عذاب میں گرفتار کیا۔ پس میرا عذاب ان پر کیسا سخت ہوا)

و اردوا بہ کیداً فجعلنا ھم ا لا خسرین (انبیاء)(انہوں نے اس ابراہیم، کے ساتھ ایک بھاری مکر کرنا چاہا۔ پس ہم نے انہیں کو سخت زیاں کار کر دیا)

فارادوا بہ کیداً فجعلنا ھم الاسفلین (صافات)(انہوں نے اس، ابراہیم، کے ساتھ بھاری مکر کرنا چاہا، پس ہم نے انہیں سخت پست اور ذلیل کر دیا)

قد مکر الّذین من قبلھم فاتی اللّٰہ بنیانھم من القواعد فخرّ علیھم السّقف من فوقھم و آتھم العذاب من حیث لا یشعرون (النحل)(کفار مکہ کے پیشتر بہت لوگوں نے مکر اور تدابیر کیں۔ پس اللہ تعالی نے ان کی عمارات کو بنیادوں سے گرا دیا اور ان پر چھت ان کے آپڑے اور ان کو ایسی جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا)

و قد مکروا مکرھم و عند اللّٰہ مکرھم وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال فلا تحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ انّ اللّٰہ عزیز ذو انتقام

کفار مکہ نے جہاں تک ان سے ہو سکا بہت سی تدبیریں کیں اور اللہ کو انکی سب تدبیریں معلوم ہیں، اگر چہ انکی تدابیر اور مکر ایسے محکم اور زبردست ہوں کہ ان سے زوال جبال یعنی پہاڑوں کا گر جانا ممکن ہو سکے، تو بھی ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ کبھی بھی اس وعدے کے خلاف کریگا جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہوا ہے کیونکہ اللہ بڑا غالب ہے اور اعداء سے بدلہ لینے والا ہے)

و لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۔ انّھم لھم المنصورون (صافات)(بے شک ہمارا اپنے عباد مرسلین سے پہلے ہی وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ منصور ہونگے)

کتب اللّٰہ لاغلبنّ انا و رسلی انّ اللّٰہ قوی عزیز (مجادلہ) اللہ نے یہ امر مقرر کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہینگے کیونکہ اللہ بڑی قوت والا اور بڑا غالب ہے)

و کان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض و لا یصلحون۔ قالوا تقاسموا باللّٰہ لنبیّتنّہ واھلہ ثم لنقولنّ لولیّہ ما شھدنا مھلك اھلہ و انّا لصادقون ۔ و مکروا مکراً و مکرنا مکراً وھم لا یشعرون۔ فانظر کیف کان عاقبۃ مکرھم انّا دمّرناھم و قومھم اجمعین فتلك بیوتھم خاویۃ بما ظلموا انّ فی ذلك لا یۃً للقوم یّعلمون و انجینا الّذین آمنوا وکانوا یتّقون (النمل) اس شہر میں نو شخص مفسد اور غیر مصلح تھے انہوں نے آپس میں کہا کہ صالح اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے اہل بیت کو راتوں رات قتل کرنے پر قسمیں کھاؤ اور اس پر بھی کہ پھر اس کے ولی یعنی حامی و وارث کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے اہل بیت کے مرنے کے موقع اور وقت پر حاضر ہی نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا تھا اور ہم نے بھی مکر (تدبیر محکم) کیا اور وہ ہماری تدبیر کا شعور نہ رکھتے تھے۔ پس دیکھ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان نو مفسدوں اور ان کے باقی حامی کاروں سب کو بالکل ہلاک کر دیا۔ پس یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب اجڑے پڑے ہیں۔ بے شک اس معاملہ میں علم والے یعنی سمجھ والے لوگوں کیلئے (رسولوں کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی ذلت کا) بڑا بھاری نشان ہے اور ہم نے مومنین اور متقین یعنی اتباع صالح ؑ کو بچا لیا)

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں رسل اللہ کے برخلاف کفار کے مکر کا ذکر ہے اس جگہ یہی مراد ہے کہ اللہ تعالی پیغمبروں کو ان کے مکر اور شر سے محفوظ رکھتا ہے اور الٹا ماکرین ہی پر وبال نازل کیا کرتا ہے۔ سو اسی طرح حضرت مسیح ؑ کے حق میں بھی اسی طرح کی آیت آئی ہے جیسے حضرت صالح ؑ اور حضرت سید المرسلین ﷺ کے حق میں وارد ہے۔ یہ کس قدر غلط اور لغو بات ہے کہ جو الفاظ دیگر رسولوں کے محفوظ رہنے پر دلالت کریں انہی الفاظ کے ہوتے حضرت روح اللہ اس قدر ذلت اور خواری سے صلیب پر کھینچے جائیں کہ آپ کی مبارک رانوں میں میخیں لگائی جائیں اور آپ ؑ کے پاک ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی جائیں اور آپکے مقدس سر پر کانٹوں کی ٹوپی پہنائی جائے۔ اور آپ کے خزانہ حکمت کی پسلی میں تیر مارا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس امر کی تاکید کیلئے اللہ تعالی اس قدر تاکید فرمائے اور بانظام بیان کرے، اسی امر کو برخلاف مراد الٰہی اپنا عقیدہ بنایا جائے۔

سوال: و مکر اللّٰہ یعنی اللہ تعالی نے بھی تدبیر کی، یہ تدبیر الٰہی کیا تھی؟

جواب: یہود کے خلاف اللہ تعالی کا مکر یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو آسمان پر اٹھا لیا اور انہی میں سے کسی کو آپ کا ہم شکل بنا دیا جس کو یہود نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے:

و مکر اللّٰہ انّ رفع عیسی الی السّماء و القی شبھہ علی من اراد اغتیا لہ حتّی قتل (یعنی اللہ کا مکر اور اس کی تدبیر یہ تھی کہ عیسی کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شکل اور شباہت اس شخص پر ڈال دی جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے آپ کو دھوکے سے قتل کرانا چاہا تھا حتی کہ وہ قتل کیا گیا)۔

اسی طرح تفسیر جلالین میں بھی ہے : و مکر اللّٰہ بھم بان القی شبہ عیسی علی من قصد قتلہ فقتلوہ و رفع عیسی (اور خدا کا مکر ان سے یہ تھا کہ عیسیٰؑ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ کے قتل کا قصد کیا تھا سو انہوں نے اسے قتل کیا اور خدا نے عیسیٰؑ کو اوپر اٹھالیا)

اور اسی طرح تفسیر علامہ ابی السعود میں بھی ہے: بان رفع عیسی و القی شبھہ علی من اغتیالہ حتّی قتل (کہ خدا نے عیسیٰؑ کو اوپر اٹھالیا اور ان کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ سے فریب کا قصد کیا تھا چنانچہ وہ قتل کیا گیا)

(اکمل اس پر اعتراض کرتے ہیں: ان میں سے کسی کا قتل ہونا بھی ضروری تھا تو ثابت کرتے کہ ابراہیم کی جگہ بھی کوئی آگ میں ڈالا گیا اور ہماری سرکار ﷺ کے غار میں رہنے کے عوض کوئی اور غار میں رہا۔ ص ۸۔؛ جب کہ ایک رسول کی شکل ایک کافر پر ڈالی گئی اور ظلم ہمیشہ ظاہر پر کیا جاتا ہے ص ۸ ملخصاً۔

ان دونوں کا جواب بصراحت سوال کر کے دے دیا تھا لیکن اکمل نے عشوہ نمائی نہ کی۔ جناب! عالم امکان میں ممکنات کی صورتیں بہت ہوتی ہیں۔ ہر ممکن درجہ وجوب میں آنے سے پہلے ہر صورت کا احتمال رکھتا ہے، لیکن جب واقع ہو جائے تو بس اسی کو ماننا پڑتا ہے۔ پھر اس میں اتباع دلیل و خبر کی ہوتی ہے جب واجب ہو گیا تو باقی سب احتمالات اور امکانی صورتیں جاتی رہیں۔ اور ظاہر پر حکم تب ہوتا ہے جب حقیقت معلوم نہ ہو، جب حقیقت ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم سے معلوم ہو چکی تو ظاہر باطل ہو گیا)

اور اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے: بان رفع عیسی الی السّماء و القی شبھہ علی من اراد اغتیالہ حتّی قتل (کہ خدا نے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ سے فریب کا ارادہ کیا تھا چنانچہ وہ قتل کیا گیا)

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں بھی ہے: فلما احاطوا بمنزلہ و ظنّوا انّھم ظفروا بہ نجّاہ اللّٰہ تعالی من بینھم و رفع من روزنۃ ذلك البیت الی السّماء و القی شبھہ علی رجل ممّن کان عندہ فی المنزل فلمّا دخل اولئك اعتقدوہ فیظلمۃ اللّیل عیسی فاخذوہ و صلبوہ و وضعوا علی رأسہ الشوك و کان ھذا مکراللّٰہ بھم فانہ نجی نبیّہ و رفعہ من بین اظھرھم و ترکھم فی ضلا لھم یعمھون (ابن کثیر ج ۳) (جب یہود نے آپ کے مکا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ن کو گھیر لیا اور گمان کیا کہ آپ پر غالب ہو گئے، تو خدا نے انکے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑ کی سے آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جو مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو اس کو رات کے اندھیرے میں عیسیٰ خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی دیا اور سر پر کانٹے رکھے۔ اور انکے ساتھ خدا کا مکر یہی تھا کہ اپنے نبی کو بچا لیا اور اسے انکے درمیان سے اوپر اٹھا لیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا)

اور اسی طرح تفسیر بیضاوی میں بھی ہے: حین رفع عیسی و القی شبهه علی من قصد اغتیاله حتّی قتل (جب عیسیٰ کو اوپر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ کو فریب سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، حتی کہ وہ قتل کیا گیا)

اسی طرح دیگر تفاسیر مثل رحمانی، فتح البیان، معالم، سراج منیر، فیضی، عباسی، کبیر، جامع البیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ تفسیر کبیر میں رازی نے پانچ وجہیں ذکر کی ہیں۔ پہلی تین میں بالتصریح حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور کسی پر آپکی شباہت ڈالے جانے کا ذکر کیا، اور چوتھی میں کسی ظالم بادشاہ کا بنی اسرائیل پر مسلط کر دینا مکر الٰہی ٹھہرایا۔ ناقد بصیر پر ظاہر ہے کہ یہ وجہ منافی وجوہ سابقہ نہیں بلکہ انکے ساتھ ضم کی جاسکتی ہے۔ پانچویں وجہ علی سبیل الاحتمال یہ فرمائی :

یحتمل ان یکون المراد انّهم مکروا فی اخفاء امره وابطال دینه و مکر اللّٰه بهم حیث اعلی دینه و اظهر شریعته و قهر بالذّل و الدّناءة اعداءه و هم الیهود (تفسیر کبیر ج ۲) (احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے امر مخفی رکھنے اور آپ کے دین کے ابطال میں تدبیر کی اور خدا نے ان سے یہ تدبیر کی کہ آپ کے دین کو بلند کیا اور شریعت کو غالب کیا اور نہایت ذلت اور پستی سے آپ کے دشمنوں کو مغلوب کیا اور وہ یہودی ہیں)۔

اول تو اس وجہ کی تضعیف خود امام رازی نے کلمہ احتمال سے کر دی ہے دیگر یہ کہ اس وجہ اور قول جمہور مفسرین میں منافاۃ نہیں۔ کیونکہ ان میں نسبت سبب اور نتیجہ کی ہے کیونکہ نبی برحق کا آسمان پر اٹھایا جانا اس نبی کی فضیلت کا مستلزم ہے اور دشمنوں کی ذلت و ناکامی کا موجب ہے۔ فلا منافاة بینهما اصلاً (ان دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوں میں ہرگز کوئی منافات نہیں)

سوال: مفسرین نے یہ جوفر مایا کہ اللہ تعالی کی تدبیر یہ تھی کہ ایک اور شخص کو جس نے عیسیٰؑ کو پکڑوانا چاہا تھا ،صلیب پر چڑھوا کر قتل کرایا اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا۔ کیا ان ہر دو امر کی تائید قرآن سے ہوسکتی ہے؟

جواب: بے شک مفسرین نے یہ سب کچھ قرآن شریف ہی سے لکھا ہے۔ امر اول کا بیان و لکن شبّه لهم میں مصرح ہے اور فقا تلوا آ ئمة الكفر اس کا مؤید ہے۔ اور امر ثانی کی تصریح میں انی متو فيك و را فعك الیّ اور بل رفعه الله موجود ہیں۔ ان کی تفصیل موقع پر کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالی

سوال: و اللّه خير الما كرين میں بجائے اسم مضمر کے اسم ظاہر کیوں اختیار کیا گیا ہے؟ و هو خير الماكرين کیوں نہیں کہا گیا؟

جواب: قرآن شریف میں اللہ جل جلالہ کے اسماء حسنی بکثرت ہیں اور وجہ اس کثرت کی یہ ہے کہ چونکہ قرآن شریف کی آیات مثل دعاوی مع بینات کے ہیں اس لئے ذکر ہر اسم کا حسب اقتضائے مقام ہوتا ہے۔ اور وہ اسم بمنزلہ دلیل وعلت کے ہوتا ہے۔ چونکہ آیت ما نحن فيها موقع نصرت حضرت روح اللہ رسول برحق اور ذلت اعداء میں وارد ہے اس لئے اسم جلالۃ (اللہ) کو بوجہ مہابت و اثبات رسالت وحفاظتِ رسول کمال مناسبت ہے جیسا کہ سورہ مجادلہ میں ہے :

كتب اللّه لا غلبنّ انا و رسلی انّ اللّه قویّ عزيز (مجادلہ:۲۱)(اللہ نے مقرر کردیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہینگے کیونکہ اللہ بڑا قوی اور غالب ہے)

چونکہ یہ آیتِ سورہ مجادلہ بھی کفار پر رسول کو غالب کرنے کی بابت وارد ہے اس لئے ذکر اسم جلالۃ (اللہ) کا کیا اور آخر میں اسم جلالۃ کے ساتھ قوت اور غلبہ کا بھی ذکر کیا ہے جو بمنزلہ علت کے ہے۔

و لا يخفی امثال ذلك على المتامل ومن لم يعط حظاً من ذلك فلا يلومن الّا نفسه و همته (اور ایسی باتیں اس پر مخفی نہیں۔ جو تامل کرنے والا ہو اور جس کو اس ملکہ میں سے حصہ نہ ملا ہو، وہ سوائے اپنے نفس کے کسی کو ملامت نہ کرے)

چنانچہ تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں علامہ ابوالسعود اسعده اللّه با لفوز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجنّت النّعیم ،اسی آیت میں فرماتے ہیں:

و اظھار الجلالة فی موضع الاضمار لتربیة المھابة و الجملة تذییل مقرر لمضمون ما قبله (موضع اضمار میں اسم جلالۃ کوظاہر لانا تربیت مہابت کے لئے ہےاور یہ جملہ تذییل ہے جو مضمون ماقبل کی تقریر یا اور اثبات کرتا ہے)۔

سوال: و اللّه خیر الماکرین کی تفسیر کس طرح پر ہے؟

جواب:اس آیت سے مقصوداس امر کا اظہار ہے کہ اللہ قدیر کی تدبیر کے مقابلہ میں مخلوق عاجز کی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی۔اوراس کی تدبیر اپنے رسولوں کے حق میں خیر ہوتی ہے،اسی طرح عیسیٰؑ کے حق میں بھی تدبیر خیر کی کہ ان کوآسمان پراٹھالیا

(اکمل صاحب قادیانی اس پر لکھتے ہیں: رسولوں کے حق میں اللہ تعالی کی تدبیر بے شک خیر ہی ہوتی ہے مگر تدبیر خیر سے خواہ مخواہ آسمان پراٹھالینامراد لیناہٹ دھرمی ہے۔ص ۷۹ حاشیہ نمبر۱۔

جواب۔خواہ مخواہ مراد نہیں لی بلکہ بیان قرآنی سے لی ہے۔اسے آپ ہٹ دھرمی کہتے ہیں تو پڑے کہیں اور یاد رکھئے لزوم واقعہ اور وقوع واقعہ میں فرق ہوتا ہے)

سوال: بے شک ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں اور اللہ تعالی الٹا ان ہی پر عذاب نازل کرتا ہے مگر قرآن شریف میں یہود کے بعض انبیاء کے قتل کا جو ذکر آیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب:قرآن کریم میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں شرک پھیلنے کے بعد رسل اللہ تین طرح پر بھیجے گئے ہیں۔اول وہ رسول جو اصحاب شرائع ہیں اور وہ پانچ ہیں: نوحؑ ،ابراہیمؑ ،موسیٰؑ ،عیسیٰؑ اور محمد ﷺ جیسا کہ فرمایا:

شرع لکم من الدّین ما وصّی به نوحاً و الّذی اوحینا الیك وما وصّینا به ابراھیم و موسی و عیسی (شوری:۱۳)(خدانے تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا ہے جس کی تاکید نوح کو کی تھی۔اور جو (اے پیغمبر) ہم نے تیری طرف وحی کیا اور جس کی تاکید ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کی تھی)

واذ ا خذنا من النّبیّین میثاقھم و منك ومن نوحٍ وّ ابراھیم و موسی و عیسی ابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مــریـم (احزاب:۷)(اور جب ہم نے سب نبیوں سے اور (اے پیغمبر) تجھ سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیؑ اور عیسیؑ بن مریمؑ سے بھی اقرار لیا)

آیت احزاب میں تخصیص بعد تعمیم کا فائدہ مزید کرامت اور زیادہ شرافت ہے اور وہ ان کا اصحاب شرائع ہونا ہے جیسا کہ آیت سورۃ شوریٰ میں مصرح ہے۔

دوسرا وہ گروہ ہے جو اپنی اپنی قوم کی طرف بالاستقلال رسول بنا کر بھیجے گئے اگر چہ صاحب شریعت نہ تھے، ہاں ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے۔ اور ان کی قوم بہ سبب تکذیب کے معذب ہوئی۔ مثل صالحؑ اور ہودؑ اور لوطؑ اور شعیبؑ۔

تیسری وہ جماعت جو حکمت اور نبوت دیئے گئے لیکن اتباع تورات کے مامور تھے اور یہ وہ ہیں جو بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیؑ کے بعد بھیجے گئے۔ چنانچہ فرمایا:

انّا انـزلـنا التّورا ت فیھا ھدی وّ نور یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا للّذین ھادوا (مائدہ)(ہم نے ہی توریت کو نازل کیا تھا اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اس کے مطابق خدا کے فرمانبردار اور انبیاء قوم یہود کے لئے فیصلہ کرتے تھے)(مائدہ:۴۴)۔

مثل یحیؑ اور زکریاؑ کی۔ پس محاورہ قرآنی میں نبی اور رسول (مصداق میں) مترادف اور متبادل ہیں ۔ ہر نبی رسول ہے اور ہر رسول نبی ہے، صاحب شریعت ہو یا نہ ہو، جیسے کہ موسیؑ کی شان میں رســـولاً نبیّاً (پارہ۱۶) فرمایا اور اسماعیلؑ کی شان میں رسـولاً نبیّاً فرمایا۔ اور معلوم ہے کہ موسیؑ صاحب شریعت تھے اور حضرت اسماعیلؑ صاحب شریعت نہ تھے۔ پس بعض علماء کا یہ قول کہ رسول وہ ہے جس پر کتاب اترے اور ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ حسب التزام قرآن کریم ہے بلکہ یہ ان کی اصطلاح ہے، ولا مشا حة فی الاصطلاح (اور اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا)، چنانچہ بعض علماء نے ہماری طرح تحقیق کیا (حاشیہ شرح ملا ص۴)

(اکمل صاحب اس پر اعتراض کرتے ہیں: کیا آپ کے علماء قرآن کے برخلاف اصطلاحات کے گھڑ لینے کے مجاز ہیں۔ ص۱۹۔

جواب: جناب قرآن کے خلاف تو کوئی بھی مجاز نہیں، لیکن آپ کو سمجھ نہ ہو تو کوئی کیا کرے۔ قرآن نے جس امر کا التزام نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا، اسے کوئی گروہ اپنی اصطلاح میں کسی خاص معنی میں مقید کر لے تو اسے خلاف قرآن نہیں کہتے۔ دیگر یہ کہ میں نے تو اس اصطلاح کی پابندی بھی توڑ دی اور حاشیہ شرح ملا کا حوالہ بھی دے دیا۔ آپ نے نظرانداز کیوں کر دیا؟ دیکھئے وہاں لکھا ہے و الرّسول امّا مترادف للنّبیّ .... و الیه ذهب جماعة ۔ ص ۱۴ نمبر ۴۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی اپنے آپ کو رسول بھی کہتے ہیں اور نبی بھی اور پھر غیر تشریعی بھی کہتے ہیں۔ فافھم)

نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے کہ قسم اول و دوم کے رسولوں کے مقابلہ میں ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ ان کا قتل شریعت اور رسالت میں شبہ ڈالتا ہے بخلاف جماعت ثالثہ کے کہ ان کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے جرم قتل انبیاء سوائے قوم یہود کے کسی امت سے سرزد نہیں ہوا۔ اگرچہ ہر امت نے اپنے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ مفسرین آیت یقتلون النّبیّین، وامثالھا میں حضرت یحیٰؑ اور زکریاؑ کو بالاتفاق مثال میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں کئی مواضع پر اور نیز تفسیر کبیر میں زکریاؑ و یحیٰؑ لکھا ہے اور تفسیر کشاف، معالم، مدارک، جامع البیان، خازن، سراج منیر بیضاوی فتح البیان، رحمانی، ابی السعود ان سب تفاسیر میں حضرت شعیاؑ اور حضرت زکریاؑ اور حضرت یحیٰؑ لکھے ہیں۔ پس چونکہ حضرت عیسیٰؑ صاحب شرع و معجزات رسول ہیں اس لئے یہود آپ کو صلیب پر نہیں کھینچ سکتے تھے۔

کسر صلیب کی دوسری آیت

وقولھم انّا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰه وما قتلوہ وما صلبوہ (نساء: ۱۵۷) (اور ان کے اس قول کے سبب بھی کہ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم نے مسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا ہے اور انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا)۔

یہ آیت نفی صلیب کے لئے نص صریح اور دلیل قطعی ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ یہ آیت دو وجہ سے نفی صلیب پر دلالت کرتی ہے۔ الوجہ الاول۔ قولہ تعالی بالتصریح و ما قتلوہ و ما صلبوہ یعنی یہود نے عیسی کو نہ تو قتل کیا اور نہ انہوں نے آپ کو صلیب پر چڑھایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتہار بنام مرزا قادیانی

محرر سطور (محمد ابراہیم میر) نے ایک مطبوع اشتہار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھیجا تھا جسکی نقل حسب ذیل ہے:

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذ ین اصطفی ۔

جناب مرزا صاحب! بندہ جمیع اہل السنہ والجماعۃ سلف وخلف کی طرح اس بات کا قائل ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے اور اب تک فوت بھی نہیں ہوئے۔ آپ اگر قرآن کریم سے مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کردیں، اور اگر صلیب پر چڑھایا جانا ثابت نہ کرسکیں تو بعد از اقرار عدم مصلوبیت قرآن شریف میں سے بدلائل قطعیہ ان کی وفات ثابت کردیں، تو بندہ اس بات کا حلفی اقرار کرتا ہے کہ آپ کی تحقیق کا بہت ہی ممنون ومشکور ہوکر مسیح کی وفات کو تسلیم کرلے گا۔ اس امر کے فیصلے کیلئے خواہ آپ مجھے قادیان میں حاضر ہونے کیلئے فرماویں اور کسی عام مجلس میں اس مرحلہ کو طے کریں، خواہ کسی اور جگہ پر تشریف لاکر مجھے اطلاع بخشیں۔ خواہ آپ سیالکوٹ میں قدم رنجہ فرماکر بندے کو ممنون فرماویں۔ بندہ ہر طرح حاضر ہے۔ آپکے سیالکوٹ آنے کی صورت میں ذاتی اخراجات کا متحمل بندہ ہوگا۔ اگر آپ بندے کو قادیان میں طلب نہ فرمائیں اور کسی اور جگہ بھی بسبب کسی خفی وجہ کے خود تشریف نہ لاسکیں تو وہاں قادیان ہی میں بیٹھے بیٹھے اس بار کو برداشت کریں، بندہ اس پر سر تسلیم نہیں پھیرے گا۔ اس عریضہ کے جواب میں آپ کا یہ فرمادینا کہ ہم نے یہ مسئلہ ازالہ اوہام میں بہ بسط لکھا ہوا ہے، بندہ کے لئے جواب باصواب نہیں ہوگا، کیونکہ وہ دلائل جو آپ نے ازالہ اوہام میں بیان کئے ہیں، بندہ کے نزدیک قطعیت چھوڑ مفید ظنیت بھی نہیں ہوسکتے۔ اس عریضہ کی قبولیت وعدم قبولیت سے بندہ کو ایک ہفتہ کے اندر اندر بدستخط خاص قلمی یا بذریعہ اشتہار طبع شدہ اطلاع بخشیں اور اس کی تعمیل کی میعاد ایک ماہ سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔ ۸ جون ۱۹۰۲ء

یہ اشتہار رجسٹری کراکر مرزا قادیانی کی خدمت میں ارسال کیا گیا جس کی رسید بھی آ گئی تھی مگر جوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب ندارد۔ ہاں انکے ایک مرید بلکہ استادزادے مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے اسکا جواب لکھ کر اپنی لیاقت کا اظہار کیا۔سومناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً اس کی بھی تردید ہوجائے۔

اس رسالہ نام کا جواب باصواب ہے اوراس میں مولوی مبارک علی نے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کے ثبوت پرزور مارا ہے۔اورآپ کو دلائل مزبورہ پر بڑا ناز ہے۔چنانچہ لوح کے اندرونی صفحہ میں بڑے فخر سے فرماتے ہیں: سوال اوراسکے جواب میں غور فرما کر حسن کلام اورخوبی جواب اورطرز استدلال کی داددیں۔

نیز نظم دلچسپ میں یوں رقم طراز ہیں:

گو دیکھنے میں چھوٹی سی یہ اک کتاب ہے اس کا ہر ایک نکتہ مگر لاجواب ہے

جواب باصواب کا جواب

اس رسالہ میں مصنف نے اپنی تحقیقات کی داد ان دوامروں کی صحت پر مانگی ہے:۔

امراول: صلب کے معنی صلیب پر مارنا ہیں، لہذا ما صلبوہ کے معنی یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر نہیں مارا، ہوئے۔چنانچہ صفحہ ۱۴ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ اصل لغت میں مصلوب ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی موت صلیب پر واقع ہوجائے۔ دیکھو قاموس اوراقرب الموارد، وغیرہ اورجس شخص کی موت صلیب پر واقع نہ ہو، اس کو لغت کی رو سے مصلوب کہنا جائز نہیں۔انتہی۔

اورصفحہ ۲۴ میں یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

کیونکہ عرف لغوی میں مصلوب اسے کہتے ہیں جس کی موت صلیب پر واقع ہوجائے اورجس کی موت واقع نہ ہو، اسے مصلوب نہیں کہتے۔

امردوم: کلمہ لکن اس وہم کے دفعیہ کے لئے آتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوا اوراللہ تعالی نے و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکن شبّہ لھم اس لئے فرمایا کہ ما صلبوہ کی نفی سے مطلق سولی پر چڑھانے کی نفی بھی سمجھی جاتی تھی (حق برزبان جاری) مگر چونکہ فعل سولی پر چڑھانا درست تھا ورسولی پر مرجانا غلط، اس لئے و لکن شبّہ لھم سے اس وہم کو دور کیا اور ظاہر کر دیا کہ نفی صلب سے مراد نفی نتیجہ صلب (موت) ہے۔ یعنی سولی پر مرے نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۶ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

پس اس قاعدے کی رو سے ثابت ہوا کہ آیہ زیر بحث کے جملہ اولی منفیہ میں ایک وہم ہے جو جملہ ثانیہ مثبتہ سے بواسطہ حرف استدراک متضمن معنی استثناء رفع کیا گیا ہے اور وہ وہم یہ ہے کہ نفی قتل بعلت صلب سے نفی وقوع صورت صلب موہوم ہوتی ہے جو مناقض اور مغائر نتیجہ صلب (موت) کی ہے۔ پس اللہ تعالی نے اس کو حرف استدراک متضمن معنی استثناء سے یوں ظاہر کیا کہ قتل اور صلب کا نتیجہ واقع نہیں ہوا اور صورت صلب پیش آگئی۔ پس جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں آیہ شبّہ لھم میں مشتبہ حضرت مسیح ہے اور مشبّہ بہ یہود کا زعمی مصلوب یا وہ مقتول و مصلوب جو بعلت تصلیب معہود فی الذہن ہوتا ہے۔ انتہی۔

اقول: یہ دونوں امر بالکل غلط اور ناشی از جہالت ہیں اور ان کا قائل لیاقت علمیہ سے بے بہرہ اور علوم رسمیہ سے بالکل نابلد ہے۔

امر اول، یعنی صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا تین وجوہ سے باطل ہے۔ وجہ اول: غیاث اللغات اور صراح میں ہے۔ صلب بردار کردن۔ بلکہ غیاث اللغات میں لفظ صلیب کے ذیل میں کہا ہے: بمعنی بردار کردہ شدہ۔ وجہش آنکہ چوں عیسی علیہ السلام را بر آسمان بردند، طرسوس نام شخصے را کہ ہم شکل عیسی بود، بردار کشیدند، و بعد ازاں واقعہ ترسایاں آنرا عیسی پنداشتہ شکل دار با عیسی از چوب تراشیدہ در گلو آویختند و تعظیمش کردند۔ اور سب تراجم اردو فارسی میں صلب کے معنی سولی پر چڑھانا ہی لکھے ہیں۔

ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: ونہ کشتند او را وبردار نکردند اورا۔

ترجمہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ: اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی اس کو۔

ترجمہ شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ: اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا۔

ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب: نہ تو انہوں نے ان کو سولی چڑھایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ صلب کے معنی لغت اور تراجم میں سولی پر چڑھانا لکھے ہیں اور موت اس کے لئے لازم نہیں۔ اگر صلب کے معنی کسی لغت کی کتاب یا کسی محاورے میں یا کسی شعر میں سولی پر چڑھا کر مارنا آئے ہیں تو مصنف صاحب پر واجب تھا کہ اس کتاب کی عبارت نقل کر دیتے۔ صرف آپکا اتنا کہہ دینا کہ عرف لغوی میں فلاں لفظ کے معنی یہ ہیں، سند نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ کہیں کہ صفحہ کے حاشیہ میں قاموس اور اقرب الموارد کا نام لکھ دیا ہے بلکہ اس پر وغیرہ کا بھی پشتہ چڑھا دیا ہے تو اس عذر سے شرم چاہیے۔ مولوی صاحب! جہاں قاموس وغیرہ میں آپ کی تائید کی تصریح کی گئی ہے مہربانی کر کے وہ عبارت ہی نقل کر دی ہوتی تا کہ آپ پر دھوکے کا الزام عائد نہ ہوتا۔ مولوی صاحب! یاد رکھئے لغت کی کسی کتاب میں آپ کی تائید نہیں اور ہرگز نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے۔ یہ صرف آپ ہی کا اختراع ہے اور مصنفین گزشتہ پر افتراء

(اکمل نے بہت محنت سے لسان العرب میں سے عبارت تلاش کر کے نکالی و الصّلب هذه القتلة المعروفه ..الخ۔ اور کہا ہے لسان العرب میں صلب کے معنی قتل کے لکھے ہیں ص ۱۱۔

جواب: فعلة بالکسر کا وزن عربی زبان میں نوعیت ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ شافیہ میں ہے و بکسر الفاء للنّوع نحو ضِربة و قِتلة ۔ پس صلب کے ضمن میں لسان العرب میں جو القتلة المعروفه لکھا ہے سو اس کے معنی یہ ہیں کہ صلب بھی قتل کا ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ قتل عام ہے، چاہے کس طرح مارا جائے اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک ان میں سے صلیب بھی ہے۔ اسی لئے قرآن میں ما قتلوه کے بعد ما صلبوه کی تصریح کی ضرورت پڑی کہ یہود قتل مسیح کی صورت صلیب پر چڑھا کر مارنا کہتے تھے ۔ پس خدا تعالی نے ما قتلوه سے تو قتل محض کی نفی کر دی اور ما صلبوه سے صلیب پر چڑھانے کو رد کر دیا۔ پس ما صلبوه میں فعل صلب جو منفی ہے وہ صلیب پر چڑھانے کے معنوں میں ہوا، نہ کہ صلیب پر مارنے کے معنی میں۔ کیونکہ مارنے کی نفی تو ما قتلوه میں ہو چکی ہے باقی رہا صلیب پر چڑھایا جانا سو ما صلبوه سے مردود ہو گیا)

اچھا اگر عربی زبان میں صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا اور مصلوب کے معنی سولی پر چڑھایا جا کر مارا ہوا ہیں، تو صرف سولی پر چڑھانے اور سولی پر چڑھائے ہوئے کیلئے کیا لفظ ہیں؟ جب آپ نے یہ لکھا تھا کہ جس شخص کی موت صلیب پر واقع نہ ہو اس کو لغت کی رو سے مصلوب کہنا نا جائز ہے، تو کیا اس وقت ایسے شخص کیلئے جو لفظ اس زبان میں موضوع ہے، لکھنا ہی یاد نہ رہا تھا، یا خود بدولت کو یاد ہی نہ تھا؟ یا زبان ہی میں کوئی لفظ نہیں؟ براہ کرم وہ لفظ تو لکھ دیا ہوتا، تا کہ آپ کی تحریر کچھ تو مفید پڑتی۔ پہلی دو صورتوں میں آپ کا قصور ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تیسری صورت میں زبان کا نقص۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے پر الزام سہہ لیں گے اور زبان عرب میں نقص کے قائل نہ بنیں گے۔

وجہ دوم: جو الفاظ افعال کیلئے موضوع ہیں وہ صرف ان کی ابتدائی صورت کیلئے ہیں، نتیجہ ان میں داخل نہیں ہوتا۔ نتیجہ پر دلالت ترکیب سے ہوتی ہے، یا زیادت سے۔ آپ قواعد فقہ یا علم بیان کی کوئی کتاب پڑھیں پھر معلوم ہو جائے گا اور اس سے پہلے ایسی تحقیق کو چھوڑ دیں۔

وجہ سوم: مثل مشہور ہے دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔ رسالہ جواب باصواب کے مصنف نے صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا کرنے میں اپنی مطلب برآری کے لئے بہت زور مار کر تصرّف فی اللّغہ کیا ہے اور بموجب مثل مندرجہ عنوان انکی اپنی بہت سی عبارات اسی رسالے میں موجود ہیں جن میں صلب بمعنی مطلق صلیب پر چڑھانا استعمال کیا گیا ہے وہ مواقع یہ ہیں:

۱۔ حاشیہ صفحہ ۱۴، ما قتلوہ یقیناً ۔ اے ما وقع موتہ بقتلہ صلباً ۔ یعنی قتل بعلت صلب سے نفی وقوع صورتِ صلب موہوم ہوتی ہے۔

۲۔ صفحہ ۱۶، جو مناقض اور مغائر نتیجہ صلب (موت) کی ہے۔

صفحہ ۱۷، اب اس صورت میں یہ معنی ہوئے کہ مسیح کے صلب کا نتیجہ تو واقع نہیں ہوا ۔

۴۔ صفحہ ۱۷، اور دونوں جملوں کے ملانے سے عدم وقوع نتیجہ صلب کا اثبات۔

۵۔ صفحہ ۱۸۔ پس ان دونوں آیتوں سے ثابت ہو گیا کہ آیت و ما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبّہ لھم میں مطلق نفی مقصود نہیں، بلکہ نتیجہ صلب وقتل کی نفی مقصود ہے اور وقوع صورت صلب کا اثبات مطلوب ہے،۔

ہم ان عبارات پر کچھ زیادہ توضیح نہیں کرتے۔ صرف ناظرین کے فہم رسا اور انصاف پر چھوڑتے ہیں اور ان کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ ان عبارات میں صلب بمعنی سولی پر چڑھانا مستعمل ہوا ہے یا نہیں۔ والانصاف اولی الاوصاف (انصاف کرنا سب سے بہتر وصف ہے) اگر مصنف اس اشارے سے اپنی بے علمی کا اعتراف نہ کریں تو نتیجہ اور سبب کی مغائرت سے سمجھ لیں۔ الفقیہ تکفیہ الاشارۃ و السّفیہ لا تفیدہ العبارۃ (دانا کو بس ایک اشارہ ہی کافی ہے اور نادان کو (لمبی) عبارت بھی مفید نہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر دوم: یعنی بحث کلمہ لکن کی نسبت یہ عرض ہے کہ مولوی صاحب خود اس وہم میں پڑے ہیں اور عوام کو اوہام میں ڈالتے ہیں۔ فضلّ و اضلّ۔ مولوی صاحب نے لکنّ (مثقلۃ النون) کے قاعدہ میں دو عبارتیں نقل کی ہیں اور ان عبارات سے مولوی صاحب کو کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں اتنا فائدہ ضرور ہے کہ مرزائی پارٹی یہ جانے گی کہ مولوی صاحب علم نحو سے واقف ہیں۔ مگر علم نحو کے ماہرین کے نزدیک یہ امر شاہد ناطق ہے کہ مولوی صاحب علم نحو سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ آپ نے کتب نحو کی عبارات تو نقل کر دیں کہ لکن ازالہ وہم کے لئے آتا ہے مگر تعیین وہم کی سند میں کسی تفسیر سے عبارت کیوں نقل نہ کی۔ مخالف پر کسی کتاب کا حوالہ دے کر وہ امر آشکارا کیا جاتا ہے جس میں اس کو خلاف ہو۔ کلمہ لکن کے ازالہ اوہام کیلئے موضوع ہونا تو فریقین کے نزدیک مسلّم ہے، اختلاف تو تعیین وہم میں ہے۔ جو وہم آپ کو ہوا ہے اس کی صحت کے لئے کسی کتاب کی عبارت لکھنی چاہیے تھی یا اسے مدلل طور پر ثابت کرنا تھا۔ مگر افسوس مولوی صاحب نے غیر ضروری امر ہی پر اپنا سارا زور بل لگا دیا اور جس امر کو دلیل سے ثابت کرنا تھا وہاں پہنچ کر بے دم ہو گئے۔ مولوی صاحب! معاملہ ایسا نہیں جیسا آپ کو وہم ہوا ہے۔ سنئے و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے معنی تین طریق سے ہو سکتے ہیں۔

اول: اگر نفی قتل کو مفعول متصور رکھیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے: اور یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا۔ و ھذا الوجہ ھو الحقّ (اور یہی وجہ درست ہے)۔

دوم: اگر نفی قتل کو فاعل پر متصور رکھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ مسیح کو یہود نے قتل نہیں کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا۔ اس کے خلاف یہ ہوگا کہ یہود کے سوا کسی اور نے مارا۔ اور یہ وجہ باطل ہے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی۔

سوم: اگر نفی کو افعال مذکورہ پر متصور کریں تو معنی یہ ہوں گے: مسیح کو یہود نے قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے۔ اس کے خلاف یہ ہوگا کہ کسی اور طرح مر گیا۔ اور یہ وجہ بھی باطل ہے۔

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ ان ہر سہ وجوہ میں سے و لکن شبّہ لھم کو کس وجہ سے تعلق ہے۔ اگر انصاف سے غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ و لکن شبّہ لھم کو ان وجوہ میں صرف پہلی ہی صورت سے مناسبت ہے اور جمیع مفسرین نے بالاتفاق یہی معنی کئے ہیں۔ صورت دوم اس لئے درست نہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس صورت میں فعل کی اسناد اس کے فاعل کی طرف نہیں کی گئی اور نیز اس لئے کہ اس صورت میں یہود کا ذکر باسم ظاہر چاہیے تھا، یا ضمیر مرفوع متصل لانی چاہیے تھی۔ صورت سوم اس لئے باطل ہے کہ جب اس صورت کے خلاف یہ تھا کہ وہ کسی اور طرح مر گئے، تو پھر فعل کی نفی یہود کی طرف اشارہ کر کے نہ کی جاتی، بلکہ عام طور پر کہا جاتا کہ اس کو کسی نے نہیں مارا، وہ تو اپنی موت سے بستر پر مرا ہے، کیونکہ اس صورت میں لفظا حد (بمعنی کوئی) بہ سبب معین نہ ہونے کے نکرہ اور عام ہے اور یہود اس کی نسبت خاص، اور خاص کی نفی عام کی نفی نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی صورت اول، سو اس کو جملہ و لکن شبّہ لھم سے پورا پورا تعلق ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا لیکن کسی ایسے شخص کو صلیب پر چڑھایا جو ان کیلئے از روئے مکر کے مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ما قتلوہ وما صلبوہ سے مسیح سے مصلوبیت و مقتولیت کی نفی کر دی تو وہم ہو سکتا تھا، اور وہ وہم معقول تھا کہ قتل اور صلب حسی امر ہیں وہمی اور خیالی نہیں، اس لئے کوئی نہ کوئی ضرور مصلوب و مقتول ہوا تھا۔ اگر وہ مسیح نہیں تھا تو اور کون تھا؟ سو ضرور تھا کہ اس کا جواب دے کر ازالہ وہم کیا جاتا۔ پس و لکن شبّہ لھم سے اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دفع کیا اور حقیقت امر کھول دی کہ وہ کوئی اور شخص تھا جو کہ یہود کے لئے مکراً بھم مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔

اس میں شائد کوئی کوتاہ نظری سے سوال کرے کہ فعل شبّہ کی اسناد کس کی طرف ہے کیونکہ اسے مسیح کی طرف مسند کیا جائے تو مسلمانوں کے اعتقاد میں مسیح مشبّہ بہ ہیں اور یہاں ذکر مشبّہ کا ہے اور اگر کسی اور مقتول و مصلوب کی طرف اسناد کی جائے تو اس کا اوپر ذکر نہیں۔ ھذا تقریر السّوال

اس کا ایک جواب باتفاق جمہور مفسرین یہ ہے جو امام رازیؒ نے دیا ہے:

ان یسند الی ضمیر المقتول لانّہ قولہ وما قتلوہ و ما صلبوہ یدلّ علی انّہ وقع القتل علی غیرہ فصار ذلك الغیر مذکوراً بھذا الطّریق فحسن اسناد شبّہ الیہ (کہ یہ فعل مسند ہے طرف ضمیر کی جو مقتول کی طرف پھرتی ہے کیونکہ قول و ما قتلوہ و ما صلبوہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی اور شخص پر قتل واقع ہوا۔ پس اس طریق سے وہ مقتول مذکور ہوا اور شبّہ کی اسناد اس کی طرف ٹھیک ہوئی)۔

اور نیز انّا قتلنا المسیح سے بھی اس مقتول کا ذکر سمجھ میں آ سکتا ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: او الی ضمیر المقتول لدلالۃ انّا قتلنا علی انّ ثمّ قتیلاً (یا اس فعل کی اسناد ضمیر مقتول کی طرف ہے کیونکہ انا قتلنا المسیح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہاں کوئی تو ضرور مقتول تھا)

مولوی صاحب نے شبّہ کی توجیہ میں تفسیر بیضاوی کی عبارت نقل کر کے عوام کو یہ دھوکہ دینا چاہا کہ گویا اس توجیہ میں پہلے مفسر بھی ان سے متفق ہیں۔ اچھا مولوی صاحب! اگر قاضی بیضاوی کی عبارت آپ کے مفید ہے، تو قاضی بیضاوی ہی سے پوچھ لیجئے کہ مسیح کے رفع کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولوی صاحب! تفسیر بیضاوی درسی کتاب ہے اور آپ نے نہیں پڑھی تفسیر بیضاوی آپ جیسے ماہروں سے حل نہیں ہو سکتی۔

(مولوی مبارک علی سیالکوٹی، جناب مرزا قادیانی کے استاد مولوی فضل احمد مرحوم کے بیٹے تھے۔ فقہ وغیرہ کی چند ابتدائی کتابیں حافظ محمد سلطان سیالکوٹی سے پڑھیں۔ حدیث کی کچھ کتابیں استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے پڑھیں۔ کسی ناگفتہ بہ شرارت پر جناب حافظ صاحب نے سخت سزا دی وہاں سے بھاگ آئے۔ پھر قادیانی ہو گئے۔ مولوی نورالدین کے بعد لاہوری جماعت میں شامل ہوئے۔ آخر گوجرانوالہ میں طاعون سے فوت ہوئے)۔

مولوی صاحب! آپ مفسرین کے اقوال سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے مفسرین کے آیت ذیل میں کئی اقوال کے نقل کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ اقوال آپس میں متضاد ہیں اور ان سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہر صورت میں نتیجہ ایک ہی ہے، اس کے اثبات کی کئی صورتیں ہیں۔ اور جس قول سے نتیجہ الٹ نکلتا ہے اس کی تضعیف کر دیتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں کہ اگر شبّــــــہ کی اسناد جار مجرور کی طرف کرنے یا ضمیر مقتول کی طرف کرنے سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا تو مفسرین پر یہ الزام عائد ہو گا کہ وہ قول راجح اور مرجوح اور ضعیف اور قوی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے صرف مختلف اقوال کا نقل کر دینا جانتے تھے اور ان میں قوت فیصلہ نہ تھی۔ یا یہ نتیجہ نکلے گا کہ معاذ اللہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے کہ اسکے مضامین کے بیان میں اتفاق رائے نہیں۔ اگر ان اختلافات کو اس طریق پر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، سمجھا جائے تو مفسرین کی بھی علوّ شان ثابت ہوتی ہے اور قرآن کی بھی۔ مفسرین کی اس طرح کہ گویا وہ ایسے وسیع النظر اور ماہر ہیں کہ ایک امر کو کئی وجوہ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی اس طرح کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے مضامین کے اثبات کے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اندر ہی کئی دلائل رکھتی ہے۔ فافہم

اب ہم بفضلہٖ تعالی شبّہ کی اسناد کی نسبت مفسرین کے اقوال نقل کر کے مولوی صاحب کے فہم سے وہم کو دور کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ ہر صورت میں نتیجہ یہی ہے کہ کوئی اور شخص مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا اور وہی صلیب پر کھینچا جا کر مارا گیا تھا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے:

و شبّہ مسند الی الجار والمجرور کأنّہ قیل و لکن وقع لھم التّشبیہ بین عیسی و المقتول (شبّہ جار مجرور یعنی لھم کی طرف مسند ہے گویا یہ کہا گیا، لیکن ان کو عیسی اور اس مقتول میں مشابہت نظر آئی)

مولوی صاحب اس توجیہ کی طرف صفحہ ۱۵ کے حاشیہ میں یوں اشارہ کرتے ہیں:

بعض مفسرین نے شبّہ کا اسناد جار مجرور کی طرف بھی مانا ہے۔ جس کے یہ معنی ہوئے و لکن وقع لھم التّشبیہ ای شبّہ علیھم الامر او جعِل الامر مشتبھاً لھم ۔

مولوی صاحب نے اس ایک سطر عبارت کے نقل کرنے میں جو خیانت کی ہے وہ ناظرین پر ظاہر ہو گئی ہوگی ۔ اگر جار مجرور کی طرف اسناد کرنے سے معنی آپ کے مطلب کے موافق تھے، تو آپ نے اگلی عبارت پوری نقل کیوں نہ کی، اور بین عیسی و المقتول کی خیانت کیوں کی اور اپنی طرف سے اس کے معنی شبّہ علیھم الامر او جعل الامر مشتبھاً لّھم عربی عبارت عربی خط میں لکھ کر کیوں عبارت لمبی کی گئی اور کیوں لوگوں کو دھوکہ دیا گیا؟ ایمانداری تو یہ تھی کہ آپ کتاب کی عبارت پوری نقل کر دیتے، پھر سمجھنے والے خود سمجھ لیتے کہ یہ عبارت آپ کے موافق ہے یا مخالف۔ مولوی صاحب نے وقع لھم التّشبیہ کے معنی شبّہ علیھم الامر او جعل الامر مشتبھاً لّھم کر کے اپنی لیاقت کا ایک اور نمونہ دکھایا ہے۔ سبحان اللہ! کہاں کی کہاں لگا دی۔ آپ پر تشبیہ اور اشتباہ، مشتبہ ہو گئے اور صلہ علی سے نظر ہی عالی پرواز ہو گئی اور صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ پھر یہ فرمایا:

پس بجائے صلہ علی کے صلہ لام کا اختیار کرنا، یہ ایک دقیق بلاغت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ لام عربی میں انتفاع کے لئے آتا ہے۔ ص ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: مولوی صاحب! آپ کیوں ایسے امور میں دخل انداز ہوتے ہیں جن کے آپ اہل نہیں۔ آپ ناحق لغت اور نحو کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ آپ لغت اور نحو نہیں جانتے۔ آپ کو کسی استاد کے اس مصرع سے نصیحت کی جاتی ہے؛ نکتہ داں نشود کرم گر کتاب خورد۔ اس عبارت کو بغور پڑھیں۔

اشتباہ اور تشابہ وغیرہ کا صلہ جب علی آئے تب ان کے معنی التباس کے ہوتے ہیں دیکھئے: انّ البقر تشابه علینا (سورہ بقرہ) (بے شک گائے موصوفہ مشتبہ ہوگئی ہم پر)۔

اور فتشابه الخلق علیهم (سورہ رعد:۱۶) (پیدائش مشتبہ ہوگئی ان پر)۔

اور: و للبسنا علیهم (سورہ انعام:۹) (اور البتہ مشتبہ کرتے ہم اوپر ان کے)۔

اور شبّه علیه الامر تشبیهاً لبس علیه (قاموس) (معاملہ اس پر مشتبہ ہوگیا)

آپ نے ناحق شبّه علیهم الا مر اور وقع لهم التشبیه کو ایک بنا کر اپنی بے بضاعتی پر ہنسایا۔ پھر آپ نے مطولات کا مطالعہ نہیں کیا۔ اگر کیا ہوتا تو ضرور جانتے کہ عربی میں لام کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ ایک ان میں ضرار ہے جیسے اس آیت میں ہے: فیکیدوا لك کیداً (یوسف) (پس وہ تیرے ضرر کی تدبیر کریں گے)۔

ایسے ہی و لکن شبّه لهم میں بھی ضرار کے لئے ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و مکروا و مکر اللّه ۔پس یہود کا مکر یہ تھا کہ مسیح کو مصلوب کر کے قتل کر ڈالیں۔ اللہ تعالی کا مکر ان کے مقابلہ میں یہ ہوا کہ انہی میں سے ایک شخص کو مسیح کا ہم شکل بنا کر ان کے اپنے ہاتھ سے مصلوب کرا کے مقتول کرایا۔ جن کا ضرر انہی پر پڑا بحکم آیت سورہ فاطر ولا یحیق المکر السّیّء الّا باهله (بداندیشی کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے) (فاطر:۴۳)

دیکھو دونوں آیتوں میں مکر اور کید کے لفظ ہیں جو آپس میں مترادف ہیں۔

دیگر یہ کہ جار مجرور کی طرف اسناد کرنے سے الامر کہاں سے نکال لیا۔ دراصل آپ مفسرین کے اقوال سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ بیضاوی میں عبارت مذکورۃ الصدر کے آگے لکھا ہے:

او فی الامر علی قول من قال لم یقتل احدٌ و لکن ار جِف بقتله فشاع بین النّاس (یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس معاملہ میں ان کیلئے تشبیہ واقع ہوئی۔ اس قائل کے قول پر کہ مقتول کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن عیسیٰؑ کے قتل کی جھوٹی افواہ اڑ گئی اور لوگوں میں شائع ہوگئی)

اس عبارت میں سے فی الامر کو دیکھ کر پہلی توجیہ سے ملا لیا اور ایک الگ عبارت بنا کر مفسرین کے ذمہ لگانی چاہی۔

واضح ہو کہ آپ نے یہ عبارت بھی صفحہ ۱۷ میں نقل کی ہے اور اس میں یہ خیانت کی ہے کہ فی الامر کی جگہ الی الامر لکھ کر اپنے مطلب کے موافق معنی گھڑ لئے ہیں۔ زیادہ اطمینان کیلئے تفسیر ارشاد العقل السلیم کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کو سمجھ آجائے کہ صحیح عبارت فی الامر ہے، نہ کہ الی الامر۔

مطلب اس عبارت کا پہلی عبارت کو ملا کر یہ ہے کہ یہود کے لئے مسیح اور مقتول میں تشبیہ واقع ہو گئی۔ یعنی ان کی نظر میں وہ مقتول مسیح نظر آیا (حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود نے جس شخص کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا، انہوں نے اس کی نسبت یہ گمان کیا کہ وہ حضرت مسیحؑ ہے حالانکہ وہ کوئی اور تھا)، یا اس معاملے میں ان کیلئے تشبیہ واقع ہوئی۔ او فی الامر کا عطف عبارت متقدمہ بین عیسی والمقتول پر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے او وقع لھم التّشبیہ فی الامر .. الخ ۔ اور یہ عبارت بعطف تردیدی کوئی نئی ترکیب نہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے خوش فہمی سے سمجھا ہے بلکہ شبّہ کی جار مجرور کی طرف اسناد کرنے میں جو دوسرے معنی ہو سکتے تھے، وہ ذکر کئے ہیں اور ان معنوں کے ضعف کی طرف بھی علی قولِ من قال سے اشارہ کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو تفاسیر کے مطالعہ اور تدریس کی توفیق بخشی ہے وہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ قول شاذ ہے اور پھر بھی اس میں مسیح کی عدم مصلوبیت کی تصریح ہے اور رفع جسمی کی نفی نہیں۔

مفسرین کا دوسرا قول شبّہ کی اسناد کی نسبت وہ ہے جو پہلے امام رازی اور قاضی بیضاوی کی تفاسیر سے گزر چکا ہے۔

ناظرین ان دونوں قولوں کو سامنے رکھ کر انصاف سے نظر کریں کہ دونوں ترکیبوں سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے یا الگ الگ؟ اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ مسیح کے سوا کوئی اور شخص مصلوب ہو کر مقتول ہوا۔ یہ سارا بیان مولوی (مبارک علی) صاحب کی وجہ پر ردّ ہے، جو ضمناً کیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسرین کی یہ ترکیب کہ شبّـــہ کی اسناد ضمیر مقتول کی طرف ہے نہایت ٹھیک اور قواعد لسان کے بالکل مطابق ہے

لـمـا قـال ابـن هشـام معرّباً الی ابن مالك انّه لكن غير عاطفةً وّ الواؤ عاطفة بـجـملةٍ حذِف بعضها علی جملةٍ صرِح بجميعها قال فالتّقدير فی نحوها ما قام زيد وّ لـكـن عـمـر ولـكن قام عمر وّ فی و لكن رّسول اللّه و لكن كا ن رسول اللّه (مغنی جلد دوم)(

چنانچہ امام ابن ہشام نے ابن مالک نحوی کی طرف نسبت کر کے کہا کہ و لکن میں لکن غیر عاطفہ ہوتا ہے۔اور واؤ ایسے جملہ کو جس میں سے کچھ محذوف ہو، ایسے جملہ سے جو پورا مصرح ہے، عطف کرتی ہے۔پس مثال قـام زيـد .. الخ میں تقدیر یہ ہے و لـكـن قا م عمرو اور آیت و لـكن رّسول اللّه میں تقدیر عبارت یوں ہے و لكن كان رسول اللّه)

مولوی صاحب بے چارے علم نحو میں ایسے کم فہم ہیں کہ کسی کتاب کی عبارت نقل کرتے وقت امر مقصود اور غیر مقصود میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔ لکنّ مشددۃ النون کا قاعدہ لکھا اور چونکہ شبّه لهم میں لـكـن مخففۃ النون مع الواؤ تھا اس لئے اعتراض سے بچنے کے لئے ایک عبارت کے پیچھے اتنا دنبالہ لگا دیا۔ یـجـوز معها ای لكن مشددة او مخففة الوا و و هی امّا لعطف جملة علی جملة و اما اعترا ضبة (شرح جامی)اور اس دنبالہ نے آپ کی سخت تفضیح کی، کیونکہ لـكـن پر واؤ کے داخل ہونے میں تو کوئی خلاف و نزاع نہیں۔نزاع تو اس میں ہے کہ جس لـكـن مخففۃ النون پر واؤ داخل ہو، اس کا حکم کیا ہے؟ آپ اتنا تو سوچ لیتے کہ جب آیت میں لـكـن مخففۃ النون مع واؤ ہے تو اس کا بھی کسی کتاب سے قاعدہ دیکھ لیں، مبادا اس میں خصم کے مذہب کی کوئی تائید ہو، اور پھر ندامت اٹھانی پڑے۔اور مزید براں نہایت جرأت سے مولوی صاحب نے آیت سورہ احزاب و لـكـن رّسول اللّه ....کی ترکیب لکھ دی اور خیال نہ فرمایا کہ آئمہ نحو نے اس کی ترکیب کس طرح کی ہے؟ شائد وہ ترکیب خصم کے مذہب کی مؤید ہو۔مولوی صاحب! اب تو خوب دیکھ لیا یا نہیں کہ جس طرح مـا قا م زيد و لكن عمرو میں قام محذوف ہے اور آیت و لكن رسول اللّه و خاتم النّبيّين میں کان محذوف ہے اور کان اور قام وہی افعال ہیں جو پہلے جملوں میں نفیاً مذکور ہیں اسی طرح مـا قتـلو ه و ما صلبوه و لكن شبّه لهم میں تقدیر عبارت یوں ہے و لكن قتلوا و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلبوا من شبّه لهم (لیکن انہوں نے اس شخص کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا جو ان کے لئے مسیح کے مشابہ بنایا گیا تھا)۔

تفسیر کشاف جو قرآن مجید کی عربیت اور فصاحت و بلاغت کے ذکر کرنے میں سب تفسیروں کی استاد ہے، اس میں یوں لکھا ہے: و لکن شبّه لهم من قتلوه (لیکن شبیہ بنایا گیا واسطے ان کے جس کو قتل کیا انہوں نے)۔ اور یہی الفاظ بعینہا تفسیر مدارک میں بھی ہیں اور تفسیر رحمانی جو نکات و معارف قرآنیہ میں لاثانی ہے، اس میں لکھا ہے و لکن قتلوا و صلبوا من القی علیه شِبهه (لیکن انہوں نے اس کو قتل کیا اور صلیب دی جس پر مسیح کی شباہت ڈالی گئی تھی)۔

اس قاعدہ کی دوسری مثال :

ما کان لبشرٍ ان یّؤتیه اللّٰه الکتاب و الحکم و النبوّة ثم یقول للنّاس کونوا عباداً مّن دونِ اللّٰه و لکن کونوا ربّانیّین (آل عمران:۷۸) (کسی بشر کو جسے خدا کتاب اور فہم شریعت اور نبوت عطا کرے، لائق نہیں کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ خدا کے سوائے میرے بندے بن جاؤ لیکن (یہ کہتا ہے) کہ رب کے بندے بنو)

اس میں تقدیر عبارت یوں ہے ولکن یّقول کونوا ربّانیّین ۔

اسی طرح اس قاعدہ کی مثالیں قرآن و حدیث و کتب ادب میں بکثرت ہیں۔ دیکھو تفسیر جلالین و جامع البیان، بیضاوی، مدارک، خازن، سراج منیر، کبیر، ابوالسعود، رحمانی، کشاف، فتح البیان، ابن کثیر (مولوی محمد علی ایم اے لاہوری نے اس قاعدہ سے انکار کیا ہے چونکہ وہ عربی زبان سے ناواقف ہیں اس لئے ان کا انکار غیر جائز ہے)

اب آپ برائے خدا اپنی ہی پیش کردہ آیت سورہ احزاب کی مثال سے اس آیت کو سمجھیں اور امام ابن مالک اور ابن ہشام اور علامہ نسفی اور علامہ علی مہائمی اور فارسِ میدانِ فصاحت علامہ جاراللہ زمخشری کی ترکیب کو تسلیم کر کے حزب اللہ میں داخل ہو جائیں اور قادیانی کے عقائد سے جلد توبہ کر کے اس کے مکائد سے بچ جائیں کیونکہ آیت سورہ احزاب ختم نبوت و رسالت پر نص قطعی ہے اور قادیانی مدعی رسالت ہے اور آپ اس کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی نظم دلچسپ میں سے ایک شعر پیش کیا جاتا ہے

ہے مقتداء امام و رسول خدا ہے وہ　　صادق ہے اور امین ہے عالی خطاب ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حیرانی ہے کہ مولوی مبارک علی نے یہ شعر مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا اور ان کی زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ پھر مولوی نورالدین کی خلافت کے زمانہ میں بھی اس پر قائم رہے، لیکن لاہوری پارٹی قادیان سے بدر کی گئی اور انہوں نے لاہور میں اپنا الگ شاخسانہ بنالیا اور مولوی مبارک علی ان کے ہاں مدرسہ میں ملازم ہوئے، تو مولوی محمد علی ایم اے کی موافقت میں، جو عربی زبان سے ناواقف ہیں، قادیانی رسالت سے تائب ہوگئے اور اپنا شعر بھی بھول گئے اور اسی حالت میں طاعون سے مرگئے)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ جواب باصواب کے باقی بعض قابل اعتراض مقامات پر بھی بنظر تحقیق نقض کیا جائے:

قولہ: صفحہ ۱۹ میں ان کے اپنے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ صلیب پر ضرور کوئی ایسا شخص چڑھایا گیا ہے جس کے ناک، کان، آنکھ وغیرہ تمام اعضا مسیح کے اعضاء کے مشابہ تھے۔ گویا ہو بہو وہی تھا۔ انتہی

اقول۔ اس نامعقول قول سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ مجیب صاحب کا دماغ سمجھ سے خالی ہے کیونکہ مشابہت صوری سے اتحاد ذوات لازم نہیں آتا، جیسے کہ حضرت مریم کے پاس جبریل کے بصورت بشری آنے کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا فتمثل لها بشراً سويّاً (مریم) یعنی پس وہ (جبریل) اس (مریم) کے پاس پورے (توانا) بشر کی شکل میں آیا)۔ پھر حضرت جبریل کا جواب ذکر کیا انّما انا رسول ربّكِ (یعنی میں تو تیرے رب کا فرشتہ ہوں)۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ باوجود بشری صورت میں ہونے کے حقیقتِ ملکیت ان سے منتزع نہیں ہوئی تھی، بلکہ فرشتے کے فرشتے ہی تھے۔ اسی طرح جو شخص حضرت مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا اس کی ذات اور حقیقت وہی رہی تھی جو شباہت پڑنے سے پیشتر تھی، گو حضرت مسیح کی صورت اس پر ڈال دی گئی تھی۔ اس کے نظائر و امثال کتب حدیث و واقعات اولیائے عظام میں بکثرت ہیں اور اصطلاح صوفیا کرام میں اسے خلع کہتے ہیں۔ مثلاً حضرت جبریل کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بارہا بصورت بشری آنا (خصوصاً آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں سے حضرت دحیہ کلبی ؓ کی شکل میں آنا) صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی وغیرہ کتب حدیث میں مصرح ہے اور حضرت ابراہمؑ اور لوطؑ کے پاس جو فرشتے بصورت بشری آئے تھے ان کا ذکر بھی قرآن شریف میں متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ چنانچہ سورۃ ہود میں ان سے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا يا لوط انّا رسل ربّك (اے لوط ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں)۔ اس بیان و تفصیل سے صاف معلوم ہوگیا کہ القائے شبہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذات ملقی علیہ متغیر نہیں ہو جاتی بلکہ حقیقت بر حال قائم رہتی ہے کیونکہ حلیہ اور شکل مثل لباس کے عوارض میں سے ہے داخل حقیقت نہیں۔

قولہ: دنیا کی دو کثیر التعداد قومیں یہود و نصاری تواترِ قومی کے طور پر اس بات پر اتفاق رکھتی ہیں کہ مسیح کو صلیب پر ضرور لٹکایا گیا۔

اقول: جناب! یہود کے قول کو تو اللہ تعالی نے وما قتلوہ و ما صلبوہ سے باطل کر دیا، اور انہیں اس قولِ زور کے سبب ملعون قرار دیا۔ اور آپ ابھی تک ان کے تواتر پر اترا رہے ہیں۔ اور نصاری کے مذہبی اختلافات کی بابت آپ کو کیا معلوم ہے؟ یہ کس جاہل سے سیکھا تھا کہ نصاری مسیح کے مصلوب ہونے پر اتفاق رکھتے ہیں ۔آپ ان کی کتب خلافیات کا مطالعہ کریں پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نصاری کے قدیم فرقے یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ایک اور شخص صلیب پر لٹکایا گیا تھا جس پر حضرت عیسیٰؑ کی شکل ڈال ڈالی گئی تھی (حضرت عیسیٰؑ کا مصلوب ہونا تو پولوس نے گھڑا جس نے منافقت سے آپ کا دین بگاڑا ۔دیکھو رومیوں کے خطوط، قرنتیوں وغیرہ کے نام۔ پھر اس پر کفارہ کی بنیاد ڈالی) چنانچہ جارج سیل، قرآن کریم کے ترجمہ انگریزی میں بذیل آیت و مکروا و مکراللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین، جو لکھتے ہیں وہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ناظرین انصاف سے غور کریں اور رائے دیں کہ کیا حضرت روح اللہ کا مصلوب ہونا عیسائیوں کا اتفاقی اعتقاد ہے۔

خلاصہ مطلب عبارت انگریزی جارج سیل:

یہود کے خلاف اللہ تعالی کا مکر یہ تھا کہ عیسی کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی مشابہت ایک اور شخص پر ڈال دی جو آپ کی بجائے گرفتار کر کے صلیب دیا گیا۔ یہ مسلمانوں کا متواتر مسئلہ ہے۔ بعض (عیسائی) لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ قصہ القائے شباہت کا (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی اختراع ہے، مگر وہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں کیونکہ پیغمبر صاحب کے زمانے سے بہت مدت پہلے عیسائیوں کے بہت سے فرقوں کا یہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرقہ بیسلیڈین، جو عیسائیت کے نہایت شروع میں تھا، مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کرتا تھا اور ان اعتقاد یہ تھا کہ سائمن آپکی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ ایسے ہی فرقہ سیرنتھین جوان سے بھی پیشتر تھا، اور کارپا کریشن، جو مسیح کو صرف انسان ہی مانتے ہیں، انکا بھی یہی اعتقاد تھا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ حواریوں میں سے ایک شخص کو جو آپ کا ہم شکل تھا، صلیب دیا گیا۔ مصنف فوٹین کہتا ہے کہ میں نے ایک کتاب بنام رسولوں کے سفرنامے پڑھی جس میں پطرس، یوحنا، اندریاس، طامس اور پولوس کے اعمال مندرج تھے، اور منجملہ دیگر امور کے ایک امر یہ بھی تھا کہ:

مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ آپ کی بجائے کوئی اور شخص صلیب دیا گیا تھا۔ اور اس لئے حضرت مسیح ان لوگوں پر ہنسے جنہوں نے اپنے زعم میں آپ کو صلیب پر چڑھایا تھا۔

اس کے بعد جارج سیل نے انجیل برنباس کی عبارت نقل کی ہے جس کا مطلب یہ ہے:

جب یہود حضرت مسیح کو پکڑنے کے لئے جا رہے تھے آپ بوساطت چار فرشتگان (جبریل، مکائیل، اسرائیل، یوریل) تیسرے آسمان پر اٹھا لئے گئے کہ آپ آخر دنیا تک نہ مریں گے اور آپ کی بجائے یہودہ اسکریوطی صلیب دیا گیا۔ اللہ تعالی نے اس مکار کو یہود کی نظروں میں حضرت مسیح کا ایسا ہم شکل کر دیا کہ یہود اس کو پکڑ کر پلاطوس کے پاس لے گئے۔ یہ مشابہت صوری ایسی عجیب تھی کہ اس سے حضرت مریم اور حواری بھی بھول گئے مگر حضرت مسیح اللہ تعالی سے اجازت لے کر ان کو تسلی دینے کے لئے پھر نازل ہوئے۔ اس پر برناباس جو عیسیٰ کا ایک حواری تھا، اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ہم کو اور اپنی والدہ ماجدہ کو کیوں غم اور تکلیف میں رکھا کہ آپ ایسی بری موت مرے، گو یہ تھوڑی دیر کے لئے تھی۔ حضرت مسیح نے اس پر یہ جواب دیا: اے برنباس! سچ جانیو کہ گناہ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو، اللہ تعالی کے نزدیک سزا کے لائق ہوتا ہے کیونکہ اللہ گناہ سے ناراض ہے۔ میری والدہ ماجدہ اور مومن حواریوں نے مجھے نفسانی پیار کی آمیزش سے محبت کی، اس لئے اللہ تعالی نے ان کو اس موجودہ غم سے سزا دی تاکہ پھر دوزخ کی سزا نہ ہو۔ اور میری تو یہ بات ہے کہ اگرچہ میں دنیا میں بے عیب رہا ہوں مگر چونکہ اور لوگوں نے مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہا اسلئے اللہ تعالی نے، کہ میں قیامت کے دن شیطانوں سے مضحکہ نہ کیا جاؤں، یہودہ اسکریوطی کی موت سے مجھ پر یہ مضحکہ کرا دیا کہ مسیح صلیب پر مارا گیا اور یہ مضحکہ محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے آنے تک رہے گا۔ وہ دنیا میں آ کر ہر اس شخص کو اس غلطی سے نکالیں گے جو اللہ تعالی کی شریعت کا متبع ہو۔ انتہی

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی عدم مصلوبیت کا اعتقاد نصاری کے قدیم فرقوں میں مسلّم تھا اور ان کی قدیم تصانیف بھی اس امر کی شہادت دیتی ہیں اگر چہ وہ کسی غرض سے ان کو مخفی رکھیں مگر بفحوائے :

انّ اللّٰہ یؤیّد ھذا الدّین بالرّجل الفاجر (خدا اس دین اسلام کی مدد فاجر آدمی سے بھی کرا لیتا ہے) اللہ تعالی نے اعدائے اسلام سے بھی اسلام کی تائید کرائی جس طرح کہ موسیٰؑ کی تربیت فرعون کے گھر میں کرائی۔

انجیل برنباس کے متعلق ایک اور نکتہ ہے کہ مرزا قادیانی دعوی نبوت سے پیشتر عیسائیوں کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت ثابت کرنے میں اسی انجیل برنباس سے انہیں ملزم کیا کرتے تھے، اب ان کے اپنے ہی الزام سے ہم ان کو ملزم کرتے ہیں کہ یہ عبارت جو وہ عیسائیوں کو سناتے تھے خود پڑھیں۔ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کیلئے رسول اللہ ﷺ کے اثبات نبوت کو بھی جھٹلا دیا۔ قاتلھم اللّٰہ انّی یو فکون (خدا ان کو غارت کرے کدھر بھٹکتے پھرتے ہیں)

قولہ: بحکم احالۃ العادۃ توا طئھم علی الکذ ب، عادۃً ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہو،

اقول: جناب مولوی صاحب! آپ کتب درسیہ کے سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے لہذا نقل عبارات سے اپنی تفضیح نہ کرایا کریں۔ شرح نخبہ میں سے یہ عبارت تو دیکھ لی مگر تواتر کے افادہ یقین کی شروط کے لئے اگلے صفحہ کو الٹ کر نہ دیکھا۔ اگر تواتر کا مدار صرف کثرت پر ہے تو افواہ اور اخبار بے سرو پا کس کا نام ہے؟ پھر تو آپکے نزدیک عوام ہندوؤں کا یہ قول کہ راون کے دس سر تھے اور ہنومان نے پہاڑ اٹھا لیا، اور ایسے باتیں جو ان میں ذائع و شائع ہیں، سب متواترات میں سے ہوں گے کیونکہ ان امور کو ہزاروں لوگ روایت کرتے چلے آئے ہیں۔ جناب من! تواتر کے افادہ یقین کے لئے ایک یہ شرط ہے کہ منتہی اس کا حسّ ہو، دیکھئے شرح نخبہ کے اگلے صفحہ پر ہے :

فاذا جمع ھذہ الشروط الاربعۃ وھی عدد کثیر احالت العادۃ تواطئھم و توافقھم علی الکذ ب و رووا ذلک عن مثلھم من الابتداء الی الانتھاء و کان مستند انتھائھم الحسّ وانضان الی ذلک ان یّصحب خبرھم افادۃ العلم لسامعہ فھذا ھو المتوا تر (ص ۸ مطبوعہ دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۱۴ء) (پس جب یہ چاروں شرطیں پوری ہو جائیں ا۔ یہ کہ اتنی بڑی جماعت روایت کرے کہ عادت کی رو سے ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے۔۲۔ یہ کہ ابتداء سے انتہاء تک سارا سلسلہ عادل ضابط راویوں کا ہو۔۳۔ یہ کہ ان کے انتہاء کی استناد امر حسّی ہو۔۴۔ یہ کہ ان کا خبر دینا سامع کو یقین کا فائدہ دیوے، تو اسے متواتر کہتے ہیں)

اور اسی طرح علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں بعد ذکر دیگر شروط کے فرمایا:

هذا كلّه مع كون مستند انتهائه الحسّ من مشاهدة او سماعٍ لانّ ما لا يكون كذلك يحتمل دخول الغلط فيه (یہ سب باتیں تب معتبر ہیں کہ اس خبر کا انتہاء حس ہو یعنی اگر مشاہدہ کے متعلق ہے تو مشاہدہ ہو اور اگر سماع کے متعلق ہے تو سماع ہو۔ کیونکہ جو اس طرح پر نہ ہو اس میں غلطی کے داخل ہو جانے کا احتمال ہو سکتا ہے)

پس اگر آپ عقیدہ مردودہ صلبیہ کے زعمی تواتر کو حسب ہدایاتِ عبارات مذکورہ تحقیق کرینگے تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ حضرت روح اللہ کی نسبت یہود و نصاریٰ کا قول صلیب بالکل غلط اور مردود ہے۔

شرح عقائد نسفی میں اس امر کی تصریح ہے کہ مصلوبیت حضرت مسیح کا تواتر ممنوع ہے (کیونکہ صدر اول میں اس کی بابت چشم دید شہادت دینے والا ایک شخص بھی نہیں بلکہ حضرت عیسی کی گرفتاری کے وقت آپ کے سب حواری بھاگ گئے تھے۔ ملاحظہ ہو انجیل متی اور انجیل مرقس۔ پس عہد واقعہ میں واقعہ کا گواہ ہی کوئی نہیں تو زمانہ مابعد کی کثرت کسی کام کی نہ رہی)

قولہ: صفحہ ۷ پر لکھا: مسیح تو کیا مسیح سے بھی عالی درجت انبیاء آنحضرت ﷺ کے خدام کی منزلت نہیں رکھتے۔ اور نیز کہا: مسیح تو ایک معمولی انسان ہے اور اس قابل نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے خدام کی برابری کر سکے۔

اقول: رسول اللہ ﷺ کے امتی غایت مافی الباب ولایت کے کسی اعلی سے اعلی درجہ پر پہنچ سکتے ہیں، نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت و خاتم النّبیین مانع ہے اور ولی کو نبی پر فضیلت دینا اہلسنت کے نزدیک کفر وضلالت ہے۔ اللہ کا نبی متبوع و مطاع ہوتا ہے اور امتی تابع و مطیع۔ تابع، متبوع سے کس طرح بڑھ سکتا ہے؟ اور مطیع مطاع سے کیسے افضل ہو سکتا ہے؟ مجیب صاحب علم اسلامی سے ایسے بے خبر ہیں کہ اہل سنت کے مشہور عقائد بھی آپ کو معلوم نہیں۔ قصیدہ امالی میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و لم یفضل ولیّ قطّ دھراً　　　　نبیّاً او رسولاً فی انتحا لی

یعنی ولی کبھی کسی نبی یا رسول سے افضل نہیں ہوسکتا۔

اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

و ذلك لانّ الولیّ تابع للنّبیّ ولا یکون التّابع باعلی مرتبةٍ من المتبوع و لانّ النّبیّ معصوم مامون العاقبة و الولیّ یجب ان یکون خائفاً عن الخاتمة ولانّ النّبیّ مکرّم بالوحی ومشاھدةِ الملائکةِ الکرام و الرّسول مامور بتبلیغ الاحکا م و ارشاد الانام بعد اتصافه بکمالات الولیّ فی المقامات الفخام فما نقِل عن بعض الکرامیّة من جواز کون الولیّ افضل من النّبیّ کفر و ضلالة و عبارة النسفی فی عقائده ولا یبلغ ولیّ درجة الانبیاء اولی من عبارة الناظم لافادتها نفی المساوات ایضاً ۔(اس کا سبب یہ ہے کہ ولی نبی کے تابع ہوتا ہے اور کوئی پیرو اپنے پیشوا سے افضل رتبہ پر نہیں ہوسکتا۔ نیز اس لئے کہ نبی معصوم ہے اور خاتمہ سے امن میں ہے، اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ خاتمہ سے ڈرتا رہے۔ نیز اس لئے کہ نبی وحی سے اور ملائکہ مقربین کے مشاہدے سے مشرف ہوتا ہے اور رسول احکام الٰہی کی تبلیغ اور خلقت کے ارشاد کا مامور ہوتا ہے۔ بعد ازاں کہ ولی کے کمالات سے بھی نہایت عالی مقامات پر موصوف ہو۔ پس بعض کرامیہ سے جو نقل کیا گیا ہے کہ جائز ہے کہ کوئی ولی کسی نبی سے افضل ہو، کفر اور ضلالت ہے۔ اور امام نسفی کی یہ عبارت کہ، کوئی ولی انبیاء کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، اس ناظم کی عبارت سے اولی ہے کیونکہ اس میں مساوات کی بھی نفی کا فائدہ ہے

اسی طرح تمہد ابی الشکور سالمی میں ہے:

قال اھل السنّة و الجماعة انّ النّبیّ افضل من ولیّ وان کانت درجته ادون من درجات النّبوّة و قال المنقشفة من الکرامیة انّه یجوز ان یّکون الولیّ افضل من النّبیّ و ھذا کفر ۔ (اہل سنت والجماعت کا قول یہ ہے کہ ہر نبی ہر ولی سے افضل ہوتا ہے خواہ وہ نبی درجات نبوت کے کسی ادنی درجے پر ہو اور کرامیہ میں منقشفہ کہتے ہیں کہ ولی کا نبی سے افضل ہونا جائز ہے اور یہ کفر ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح دیگر کتب عقائد میں بھی مذکور ہے۔ پس مولوی صاحب کا اس کے خلاف لکھنا ان کی جہالت کی بین دلیل ہے۔

قولہ۔صفحہ۸۔اگر وہ بقول مشتہر صاحب صلیب پر چڑھا ہی نہیں سکے تو پھر مکر کون سا ہوا جس کو خدا تعالی نے اپنی کتاب عزیز میں ان کی طرف منسوب کیا ہے۔کیا اللہ تعالی نے بلا وقوع کسی امر کے اس کا وقوع ان کی طرف منسوب کر دیا ہے؟

اقول: یہ امر بھی مجیب صاحب کی بے لیاقتی ظاہر کر رہا ہے کیونکہ مکر کہتے ہیں تدبیر محکم کو، جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھانے کی صرف تدبیر ہی کی تھی،سو اللہ تعالی نے اس ارادہ بد کو ان کی طرف منسوب کیا اور جس شخص کو علوم درسیہ میں ادنی سی ممارست بھی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ارادہ انسانی کو وقوعِ فعل لازم نہیں۔پس یہ ضرور نہیں کہ جب تک فعل صلب کا وقوع نہ ہو،تب تک یہود کی طرف ارادہ وتدبیر ایصال شر منسوب نہ کر سکیں۔فافہم

مجیب صاحب اگر اپنی ہی عبارت کو محفوظ رکھتے تو ایسی فاش غلطی نہ کرتے چنانچہ آپ اسی صفحہ کی سطر دوم میں فرماتے ہیں کہ یہود نے ایک منصوبہ بنایا۔،اور تیسری سطر میں ،چاہا، لکھتے ہیں اور سطر ششم میں پھر، منصوبہ،تحریر کرتے ہیں۔آپ غور کریں اور انصاف سے کہیں کہ کیا منصوبہ بنانے اور چاہنے کے یہی معنی ہوا کرتے ہیں کہ وہ امر بالضرور واقع بھی ہو جائے۔جناب من!ارادہ امر دیگر ہے اور صدور فعل امر دیگر۔

قولہ:صفحہ۱۱۔لیکن دعوی کی تکذیب نہیں کی؛۔

اقول:حضرت!اس آیت افلا یتدبّرون القرآن ام علی قلوبٍ اقفالھا (کیا یہ لوگ قرآن کو تدبر سے نہیں پڑھتے یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں) کے مصداق بھی تو پائے جانے چاہییں۔اگر آپ کو یہود کے دعوائے قتل مسیح کی تردید وتکذیب معلوم نہیں ہوئی تو اس میں قصور کس کا ہے؟

اللہ تعالی نے یہود کی لاف،قتل مسیح،کو ان الفاظ میں بیان کیا:

انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ (نساء:۱۵۷)۔(ہم نے ضرور عیسی بن مریم،رسول اللہ کو قتل کر ڈالا ہے)،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں دو امر ملحوظ ہیں:

اول، دعوی قتل مسیح کو بطور مفاخرت ذکر کرنا، کیونکہ نفس قتل امر فخر نہیں تھا بلکہ ان کے زعم میں قتل محل خاص میں واقع ہوا اس لئے مفعول یعنی المسیح کو موصوف ذکر کیا اور یہی مفاخرت یہود اس امر کی مؤید ہے کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ میں نفی قتل و صلب کو مقصور علی المفعول کیا جائے۔

دوم، لفظ انما سے اس زعم پر یہود کا جزم۔

سو اللہ تعالی نے اس امر اول کی تکذیب و تردید ما قتلوہ و ما صلبوہ سے کردی اور ان کے فخر کو خاک میں ملا دیا اور امر دوم یعنی ان کے جزم کا ابطال و ما قتلوہ یقیناً سے فرمایا اور حقیقت امر کو و لکن شبّہ لھم اور بل رّفع اللّٰہ الیہ سے کھول دیا کہ کوئی اور شخص مصلوب ہو کر مارا گیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالی نے آسمان پر اٹھا لیا سبحان اللّٰہ ما ا حکم کلامہ

دوسری وجہ جس سے آیت قولھم انّا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ (ان کے اس قول کے سبب بھی، ہم نے ان پر لعنت کی، کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے ضرور مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا) عقیدہ ملعونہ صلیبیہ کی تردید کرتی ہے، یہ ہے کہ جن جرائم کے سبب اللہ تعالی نے یہود پر لعنت کی منجملہ ان کے ان کا قول بہ قتل و صلب مسیح تھا۔

(اکمل صاحب کہتے ہیں، یہ صلب آپ نے کہاں سے ملا لیا؟ جواب: ما قتلوہ کے بعد ما صلبوہ سے، یعنی قتل کی نفی کے بعد صلب کی نفی کرنے سے معلوم ہوا کہ یہود اس امر کے مدعی تھے کہ ہم نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھا کر مار دیا سو اللہ تعالی نے دونوں باتوں کی الگ الگ نفی کر دی)۔

ان جرائم میں سے بعض تو محض اقوال ہیں اور بعض افعال جیسا کہ فبما نقضھم میثاقھم و قولھم انّا قتلنا تک غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔

افعال یہ ہیں: اول نقض میثاق کیونکہ خلاف میثاق فعل صادر ہوتا ہے۔ دوم، کفر بآیات اللہ، کیونکہ یہ فعل تحریف کلمات اللہ و قتل انبیاء واخذ رشوت و سود جیسے افعال قبیحہ کی طرف کھینچنے والا ہوا۔ سوم قتل انبیاء، یہ اگرچہ کفر ہی کا نتیجہ ہے مگر چونکہ باصلہ ایک مستقل کفر ہے اس لئے علیحدہ ذکر کیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراقوال یہ ہیں: اول، ان کا قلوبنا غلف کہنا، دوم حضرت عیسیٰؑ کے بے پدر پیدا ہونے پر قدرت قادر عزیز سے انکار کرنا اور چونکہ ان کا کفر دو زمانوں میں ہوا، اول قبل مبعث عیسیٰؑ، پھر بعد آپ کی ولادت اور بعثت کے، اس لئے کفر کو مکرر ذکر کیا۔ اور اسی نکتہ کے لئے اعادہ جار بھی کیا۔ سوم مریم صفیۃ اللہ پر بہتان لگانا۔ چہارم ان کا یہ کہنا کہ ہم نے حضرت مسیح کو مار ڈالا ہے۔

ناظرین قرآن کریم کی فصاحت اور حسن بیان پر غور کریں کہ اللہ نے ان کے اقوال وافعال میں کس طرح فرق کیا ہے۔ جملہ افعال کو نسبت صدوری وقوعی سے ذکر کیا کہ بے شک ان سے یہ افعال قبیحہ سرزد ہوئے۔ کما یشهد بذلك طریق البیان (جیسا کہ طریق بیان اس کی شہادت دیتا ہے) اور جملہ اقوال کو مردود و مکذوب فرمایا چنانچہ قولهم قلوبنا غلف کو بل طبع اللّٰه علیها بکفرهم سے رد کیا اور حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کے بارے میں جو اقوال مردودہ آپ پر اور حضرت صفیۃ اللہ (مریم) پر کہے تھے انکو لفظ بہتان سے اور نیز انّ مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم (بے شک عیسی کا معاملہ خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے) اور نیز قال انّی عبد اللّٰه (مریم) (کہا میں خدا کا کامل بندہ ہوں) سے اور نیز و الّتی احصنت فرجها (انبیاء) سے رد فرمایا اور دعویٰ قتل کو و ما قتلوه و ما صلبوه (اور نہیں قتل کیا انہوں نے اس کو اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا) سے مکذوب کیا۔

اس بیان و تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اگر فعل صلب صورتِ فعلیہ میں صادر ہوا ہوتا تو اللہ تعالی فعل کو سبب لعنت قرار دیتا، نہ مجرد قول کو۔ اور پھر عبارت و قولهم انّا قتلنا المسیح کی بجائے و بصلبهم المسیح ہوتی، کیونکہ صلیب پر چڑھانا اور معاذ اللہ، رسول برحق کے پاک ہاتھوں میں میخیں لگانا وغیرہ زیادہ سخت جرم ہے، مجرد افتراء و بہتان سے۔ اس قول بقتل المسیح کے سبب یہود کو ملعون و مردود گردانے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی کو حضرت مسیح کو آسمان پر مرفوع کیا اور اس وقت تک زندہ رکھا اور پھر آخری زمانے میں دنیا میں نازل کرے گا۔ اس قول مردود سے اس حکمت کا ابطال و بطلان لازم آتا ہے۔ پس اگر اب بھی کوئی شخص حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے اور ان کی موت قبل النزول کا قائل ہو تو چونکہ وہ بھی اللہ تعالی کی حکمت بالغہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اس لئے اس کا حکم بھی یہود کا حکم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت مبارکہ میں ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ اس ذکر سے پہلے اللہ تعالی نے یہود کے بعض انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر کیا اور حضرت مسیح کی نسبت بھی یہود و بعض فرق نصاری کا یہی قول تھا کہ وہ مصلوب ہوکر مقتول ہوئے اور حقیقت الامر اس کے خلاف تھی، اس لئے اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل و صلب کی نفی علیحدہ طور پر کردی تا کہ کوئی حقیقت ناشناس آپ کو بھی ان انبیاء کے زمرہ میں شمار نہ کرلے جو یہود کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔اور اس طرز بیان کو التّخصیص بعد التّعمیم لاخراج الخاص عن حکم العام کہتے ہیں۔پس اس آیت سے ملحدین کی صلیب بالکل منہزم و منکسر ہوگئی۔ و الحمد للّٰہ علی ذلك

کسر صلیب کی تیسری آیت

و اذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتھم بالبیّنات فقال الّذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین (مائدہ:۱۰) (اللہ تعالی قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ کو فرمائے گا کہ میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں۔منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ جب تم بنی اسرائیل کے پاس معجزات لائے اور انہوں نے ان معجزات کو جادو کہا،اور تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کا ہاتھ تم سے روکے رکھا،یعنی تمہارے پاس تک نہ آنے دیا)۔

یہ آیت بالصراحت صلیب ملحدین کو توڑ رہی ہے کیونکہ اللہ تعالی یہود کو حضرت عیسیٰؑ سے روکنے کو حضرت عیسیٰؑ پر نعمت فرماتا ہے اور آپ کو امتنانا یاد کراتا ہے۔معاذ اللہ اگر حضرت مسیح ،یہود کے ہاتھ سے صلیب پر چڑھائے جائیں تو اس صورت میں اس امتنان سے کذب باری لازم آتا ہے اور ایسا اعتقاد کفر ہے۔اعاذ نا اللّٰہ من ذلك ۔

اسی سورت مائدہ میں صحابہ کو ایسے ہی کلمات طیبات سے نعمت یاد کرائی ہے چنانچہ فرمایا:

یا ایّھا الّذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذ ھمّ قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکفّ ایدیھم عنکم ...(مائدہ:۱۱) (اے مسلمانوں! تم اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب قوم کفار نے تم پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھے)

جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے حق میں یہود نے مکر ایصال شر کیا اور اللہ تعالی نے ان کو آپ تک نہ پہنچنے دیا اسی طرح حضرت محمدﷺ رسول اللہ حبیب خدا اشرف انبیاء کے حق میں بھی طائفہ یہود بنی نضیر نے ارادہ کیا اور اللہ تعالی نے آپ کو ان کے شر سے بالکل محفوظ رکھا (ابن کثیر سورہ مائدہ) اور الٹا ان ہی پر وبال جلاوطنی نازل نازل کیا (ابن کثیر، سورہ حشر)۔ یہ آیت اس نعمت عظمیٰ کی تذکیر و یاددہانی کیلئے ہے۔

سبحان اللہ! جس طرح حضرت مسیح کو خطاب يا عيسى ابن مريم اذكر نعمتي عليك فرمایا اسی طرح اپنے حبیبﷺ اور آپ کے اصحاب کو يا ايّها الّذين آ منوا اذكروا نعمة اللّه عليكم سے خطاب کیا اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو و اذ كففت بنى اسرا ئيل عنك سے نعمت یاد دلائی اسی طرح اپنے حبیبﷺ اور آپ کے اصحاب کو اذ همّ قوم ان يّبسطوا اليكم ايديهم فكفّ ايديهم عنكم سے انعام یاد کرایا۔ پس جس طرح اس واقعہ میں رسول اللہﷺ کو کوئی گزند نہیں پہنچی، اسی طرح عیسیٰؑ کو بھی صلیب کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ كفّ کے متعلق ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و اذ كففت بنى اسرا ئيل عنك (اور جب ہٹا رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو) اور یہ نہیں فرمایا و اذ نجّينا ك من بنى اسرا ئيل (یعنی جب بچایا تجھ کو...) جیسے کہ دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد کرائی واذ نجّينا كم من آل فرعون يسومونكم سوء العذا ب (بقرہ:۴۹) (اور جب بچایا ہم نے تم کو آل فرعون سے پہنچاتے تھے تم کو بہت برا عذاب)۔ کیونکہ اس صورت میں وہم پڑ سکتا تھا کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر لیا ہوگا اور آپ کو کچھ اذیت بھی پہنچائی ہوگی مگر آخر کار اللہ نے آپ کو ان کے ہاتھ سے بچا لیا ہوگا جیسا کہ عقیدہ ملعونہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ بنی اسرائیل فرعون کے ملک میں غلام تھے اور وہ ان کو ہر طرح کی تکلیف پہنچاتا تھا مگر آخر کار اللہ نے ان کو اس کے ظلم سے نجات دی۔ لیکن پہلی صورت میں یعنی قرآن کے الفاظ میں اس وہم کی سراسر تردید ہے ۔ یعنی اول تو نجات پانا کی بجائے لفظ كفّ (ہٹا رکھا) استعمال کیا۔ دوم یہ کہ كفّ کا مفعول بنی اسرائیل کو کیا نہ ك ضمیر مخاطب کو جو حضرت عیسیٰؑ کیلئے ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا كففتك عن بنى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسرا ئیل (ہٹارکھا تجھ کو بنی اسرائیل سے) کیونکہ ارادہ ضرر پہنچانے کا یہود کا تھا، پس انہی کو ہٹار کھنے کا ذکر مناسب ہے۔سوم یہ کہ کفّ کا صلہ عــن ذکر کیا جو بعد (دوری) کے لئے آتا ہے۔پس جب اللہ تعالی نے اپنے رسول برحق سے دشمنوں کو بالکل دور ہٹائے رکھا اور آپ کے پاس بھی پھٹکنے نہ دیا تو پھر وہ کس طرح آپ کو کوئی اذیت پہنچاسکتے تھے اور کیسے صلیب پر کھینچ سکتے تھے۔

(اکمل صاحب فرماتے ہیں: باوجود وعدہ و اللّٰہ یعصمك من النّاس کے حضرت رسول کریم ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا... کففت کا لفظ یعصمک سے زیادہ نہیں۔

جواب: اولاً تو یہ ہے کہ و اللّٰہ یعصمك من النّاس دانت مبارک کے شہید ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ثانیاً یہ کہ عصمت کا لفظ اس موقع پر بولا جاتا ہے جب کوئی گرفتار مصیبت ہو اور پھر اس سے بچالیا جائے۔دیکھو سورہ ہود میں ہے کہ حضرت نوح کے بیٹے نے طوفان میں مبتلا ہونے کے وقت کہا سآوی الی جبلٍ یعصمنی من الماء اور حضرت نوحؑ نے اس کے جواب میں کہا لا عاصم الیوم من امرِ اللّٰہ ۔پس کف کالفظ عصمت کی نسبت زیادہ ہوا)۔

یہی آیت یعنی و اذ کففت دوسری آیت و مطهّرك من الّذین کفروا (کافروں سے تجھے پاک رکھنے والا ہوں) کی صحیح تفسیر ہے کہ اس میں بھی تطہیر سے مراد یہی ہے کہ عیسیٰؑ یہودیوں کے ہاتھ سے پاک رہیں گے۔جملہ معتبر تفاسیر میں اس آیت و اذ کففت.. کے ذیل میں ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو یہود کے ہاتھ گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوئی گزند پہنچنے نہیں دیا بلکہ مبسوط تفاسیر میں رفع الی السّماء کی بھی تصریح ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان میں ہے:

و لما اتی عیسی بھذہ الآیات البیّنات قصد الیھود بقتلہ فخلّصہ اللّٰہ منھم و رفعہ الی السّما ء (فتح البیان ج۲) (اور جب حضرت عیسیٰؑ نے یہ روشن نشانات (معجزات) دکھلائے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا۔سو خدا تعالی نے آپ کو ان میں سے صاف نکال لیا اور آسمان کی طرف اٹھالیا)

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں یہ لکھا ہے: ای واذکر نعمتی علیك فی کفّی ایّاھم عنك حین جئتھم بالبراھین والحجج القاطعة علی نبوّتك و رسا لتك من اللّٰہ الیھم فکذّبوك و اتّھموك بانّك ساحر و سعوا فی قتلك و صلبك فنجّیتك منھم و رفعتك الیّ و طھّرتك من دنسھم و کفیتك شرّھم (ابن کثیر زیر آیت ہذا) (اے مسیح تو وہ نعمت یاد کر جو ان یہود کو تجھ سے دور ہٹا رکھنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں کی، جب تو ان کے پاس یقینی دلائل اور قطعی ثبوت اپنی نبوت اور رسالت کے لایا تو انہوں نے تیری تکذیب کی اور تجھے تہمت لگائی کہ تو جادوگر ہے اور تیرے قتل وعذاب میں سعی کرنے لگے تو ہم نے تجھ کو ان میں سے نکال لیا اور اپنی طرف اٹھالیا اور تجھے ان کی میل سے پاک رکھا اور ان کی شرارت سے بچالیا)

اوراسی طرح تفسیر کبیر میں ہے:

روی انّہ علیہ الصّلوۃ والسّلام لمّا اظھر ھذہ المعجزات العجیبۃ قصد الیھود قتلہ فخلّصہ اللّٰہ منھم حیث رفعہ الی السّماء (مروی ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے یہ معجزات مذکورہ دکھلائے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا تو خدا نے آپ کو ان میں سے اس طرح صاف نکال لیا کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا)

اوراسی طرح تفسیر خازن میں ہے:

وذلك انّ عیسی لمّا اتی بھذہ المعجزات العجیبۃ الباھرۃ قصد الیھود قتلہ فخلّصہ اللّٰہ منھم و رفعہ الی السّماء (اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب عیسیٰؑ ایسے عجیب اور روشن معجزات لے کر آئے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا۔ پس اللہ نے آپ کو ان میں سے اس طرح صاف ہی نکال لیا کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا)

مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں ان آیات تذکیر انعامات میں کہا ہے کہ اگر حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو ایسا بھی انعام ان نعمتوں میں کیوں معدود نہیں ہوا؟ جواباً معروض ہے کہ اگر چشم حق بین سے دیکھیں تو واذ کففت بنی اسرا ئیل عنك اسی نعمت جلیلہ کی تذکیر کیلئے کافی ہے کیونکہ جب بیان قرآنی کی رہنمائی سے مفسرین نے صورت واقعہ کو ملحوظ رکھ کر اس آیت سے سمجھ لیا تو جس شخص پر یہ انعام وارد ہوا، وہ کیوں نہ سمجھے گا۔

سوال: حضرت ابراہیم کو کفار نے آگ میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آگ سے بچالیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ رکھا اور ان کے ہاتھ سے مرنے نہ دیا، تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب: مصنف رسالہ جواب باصواب کو بھی صفحہ ۱۰ میں یہی خبط ہوا ہے۔ جناب! وقائع اور امور تاریخیہ میں قیاس کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کا مدار صرف روایت وشہادت ہی پر ہوتا ہے۔ وقائع میں قیاسات کے مفید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وقوع حوادث کی صورت واحد دون آخر نہیں ہوتی، پس عیسیٰؑ کے واقعہ کو قیاس محض سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ ابراہیمؑ کا ہم رنگ بنانا جہالت وسفاہت ہے کیونکہ صورت نجات اسی ایک طریق میں منحصر نہیں ہے کما لا یخفی علی من له ادنی تامّل ۔ دیگر یہ کہ ہمارا دین سماعی ہے قیاسی نہیں ۔یعنی جوامر جس طرح قرآن و حدیث میں وارد ہے اسے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں اور اپنے قیاسات نحیفہ اور خیالات ضعیفہ پر مدار نہیں رکھتے ۔ چونکہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں پڑنا اور پھر سلامت رہنا ذکر کیا گیا ہے اسلئے اس واقعہ کو اسی طرح مانتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کا صلیب پر نہ چڑھایا جانا اور یہود کا آپ کو مسّ تک بھی نہ کرسکنا مذکور ہے اسی لئے اسی طرح یقین رکھتے ہیں، اپنے خیال وقیاس سے کچھ نہیں کہتے ۔حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے واقعہ نار کی بابت سورہ انبیاء میں فرمایا:

قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراهیم و ارادوا به کیداً فجعلنا هم الاخسرین (انبیاء:۷۰) ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا اور انہوں نے ابراہیم سے داؤ کرنا چاہا، پس ہم نے انہی کو نہایت زیانکار کردیا

اور سورہ صافات میں الاسفلین (نہایت پست) فرمایا۔سوان آیات میں امر یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراهیم مشعر اس امر کا ہے کہ آپ آگ میں ڈالے گئے تھے کیونکہ امر یا نار کونی برداً و سلاماً نہیں ہوسکتا جب تک آگ موجود نہ ہو اور علی ابراهیم صادق نہیں ہوسکتا جب تک حضرت ابراہیمؑ اس میں واقع نہ ہوں (وجود خارجی بھی ہوتا ہے اور ذہنی بھی ۔خدا کے امر میں دونوں برابر ہیں ۔صورت اس کی یہ ہے کہ اگر خدا کے امر کے وقت مامور خارج میں موجود نہ ہو بلکہ خدا کے علم میں ہو تو خدا تعالی اس صورت علمیہ کو امر کرتا ہے تو لزوماً خارج میں اس کا وجود ہو جاتا ہے چنانچہ فرمایا انّما امره اذا اراد شیئاً ان یّقول له کن فیکون ۔ یٰس:۸۲)۔علاوہ اس کے حدیث میں رفعاً وارد ہوا:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ لمّا القی ابراهیمؑ فی النّار قال اللّٰهم انّك واحد فی السّماء و انا فی الارض واحد اعبدك (ابن کثیر) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو آپ نے کہا اے خدا تو آسمان میں واحد (لاشریک) ہے اور (اس وقت) زمین میں صرف میں اکیلا تیری (خالص) عبادت کرتا ہوں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً وارد ہے:

عن ابن عباس قال کان آ خر قول ابراھیم حین القی فی النّار حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل (بخاری، کتاب التفسیر، سورہ آل عمران) یعنی حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تو آخری بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل یعنی مجھے صرف اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے)

پس اس سے آگ کا واقعہ صاف ثابت ہو گیا۔

نیز یہ کہ کفار کو اخسرین اور اسفلین کر دینا، فرمایا اور خا سرین و سا فلین نہ فرمایا کیونکہ اسم تفضیل پر از روئے معنی زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ پس کفار الا خسرین یعنی سخت زیان کار اور الا سفلین یعنی نہایت پست اور ذلیل تب ہی ہو سکتے ہیں جب اپنا سارا زور بل لگا چکیں اور اپنے اسباب کو استعمال میں لا چکیں اور پھر اپنے ارادے میں ناکام رہیں۔ جیسا کہ سورہ کہف کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ھل ننبّئکم بالا خسرین اعمالاً۔الّذین ضلّ سعیھم فی الحیوۃ الدّنیا و ھم یحسبون انّھم یحسنون صنعاً (کہف:۱۰۳۔۱۰۴) (کہو کیا ہم تم کو بتائیں کہ اپنے اعمال میں کون نہایت زیانکار رہتے ہیں؟ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی سعی اسی زندگی میں اکارت جائے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نیک کام کرتے ہیں)

اس سے ظاہر ہے کہ اخسر اس کو کہتے ہیں جس کی سعی اکارت جائے۔ نیز فرمایا:

فما کان جواب قومہ الّا ان قالوا اقتلوہ او حرّقوہ فانجاہ اللّٰہ من النّار (عنکبوت:۲۴) (یعنی ان کی قوم سے کوئی جواب اس کے سوائے بن نہ آیا کہ وہ کہنے لگے کہ اسے قتل کر ڈالو یا اسے آگ میں جلا دو۔ پس خدا نے اسے اس آگ سے نجات دی)

اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے خلاف آپ کی قوم کی دو تجویزیں ذکر کی گئی ہیں، قتل یا آگ میں جلانا۔ پھر آگ سے بچا لینے کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ کفار آگ میں ڈالنے کی تجویز کو عمل میں لائے تھے، لیکن خدا نے آپ کو اس کے گزند سے محفوظ رکھا۔ دیگر یہ لفظ نجات جو اس آیت میں وارد ہے اس جگہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بولا جاتا ہے جہاں کوئی مبتلائے مصیبت ہو اور پھر اس سے بچ جائے۔ چنانچہ فرمایا قل من ینجّیکم من ظلمات البرّ و البحر . .(انعام:۶۳) اور نیز یہی وجوہات مذکورہ اس امر کی مؤید ہیں کہ کفار کا کید حضرت خلیل اللہ کے خلاف صرف تدبیر تک ہی نہ رہا تھا بلکہ صورت فعلیہ میں سرزد ہوا تھا اور پھر وہ اس میں ناکام رہے بخلاف حضرت مسیح کے کہ کفار یہود کا مکر صورت فعلیہ میں صادر نہیں ہوا جیسا کہ و مطھّرك من الّذین کفروا اور وما قتلوہ وما صلبوہ اور و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك سے ظاہر ہے۔

سوال: جب اللہ تعالی دیگر رسولوں کو انہی اسباب ارضیہ سے اسی زمین میں مکائد کفار سے نجات دیتا رہا جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کو ارض مقدسہ کی طرف اور اپنے حبیب ﷺ کو مدینہ طیبہ میں ہجرت کرائی تو حضرت عیسیٰؑ کو کیوں آسمان پر اٹھالیا۔ کیا زمین پر نہیں بچا سکتا تھا؟

جواب: مصنف رسالہ جواب باصواب کو بھی یہی خبط ہوا ہے چنانچہ بڑے مبہوت ہو کر صفحہ ۱۰ میں یہی سوال کرتے ہیں اور نیز صفحہ ۱۳ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی اس محصوریت سے نجات اس عالم میں ارضی اسباب اور قدرتی تائیدات سے ہو گئی تھی ...الخ۔

سوا س کا تفصیلی جواب بل رفعه اللّٰه الیه کی تفسیر میں ذکر کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

کسر صلیب کی چوتھی آیت

و جیھاً فی الدّنیا والآخرۃ (آل عمران:۴۴)

(صاحب وجاہت ہو گا دنیا و آخرت میں)۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو صفت و جیھاً فی الدّنیا و الآخرہ سے موصوف کیا اس لئے آپ مصلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ مصلوبیت اس عالم دنیوی میں لحوق ذلت و خزی کا سبب ہے۔ اور خزی و خذلان منافی وجاہت ہے جیسا کہ سورہ مائدہ (آیت ۳۳) میں بعد ذکر تصلیب وغیرہ کے فرمایا ذلك لھم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خزی فی الدّنیا (یہ ان کیلئے اس زندگی میں خواری ہے)

معاذ اللہ اگر حضرت روح اللہ صلیب پر لٹکائے جائیں تو وہ وجاہت باقی نہیں رہتی خواہ وہ صلیب سے زندہ اتارے جائیں کیونکہ لحوق خزی کیلئے مجرد صلیب پر لٹکایا جانا کافی ہے، موت بالصلیب ضروری نہیں۔ و حاشا شان روح اللّٰہ الوجیہ فی الدّنیا و الآخرۃ عن ذلک ۔پس عقیدہ ملعونہ صلیبیہ بالکل مردود ہے۔

سوال: حضرت مسیح اور آپ کی والدہ ماجدہ کی شان میں یہود نے کیسے کیسے ناشائستہ کلمات کہے، کیا یہ امر وجاہت کے منافی نہیں؟

جواب: جھوٹے طعن اور بہتان سے شان بری میں کوئی قدح واقع نہیں ہوتا کیوں کہ اذی بالقول اور وجاہت میں منافات نہیں، چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی شان میں فرمایا:

فبرّأہ اللّٰہ ممّا قالوا وکان عند اللّٰہ و جیھاً (احزاب:٦٩)(پس خدا تعالی نے موسیٰؑ کو، اس سے جو انہوں نے کہا تھا، بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک صاحب وجاہت تھا) ۔

پس جس طرح حضرت کلیم اللہ کو مضمون مقولہ یہود سے بری کیا اور آپ کی وجاہت میں کوئی نقص نہ آیا اسی طرح حضرت روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو معجزہ تکلم فی المھد سے طعن یہود سے بری کیا، پس آپ کی وجاہت میں بھی کوئی فرق نہیں آسکتا ۔ فافھم و تدبّر

فصل ثانی در اثباتِ حیات و رفع عیسی

عیسیٰؑ کی حیات اور رفع الی السّماء بنصوص قطعیہ ثابت ہے۔ چنانچہ پہلی آیت یہ ہے:

اذ قال اللّٰہ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا (آل عمران:٥٤)(جب کہا اللہ نے اے عیسیٰؑ میں ہوں تیرا بھر لینے والا اور اٹھانے والا تجھ کو اپنی طرف اور پاک رکھنے والا تجھ کو کافروں سے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت معنونہ کا آیت مقدمہ سے ارتباط اس طرح ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالی کے مکر (تدبیر محکم) کا ذکر تھا، اس آیت میں اس مکر کے وقتِ وقوع اور صورتِ وقوع کا ذکر کیا۔ نیز یہ کہ پہلی آیت میں اللہ تعالی نے اپنی صفت خیر الماکرین فرمائی تھی اس آیت میں مکر (تدبیر محکم وکامل) کی ایک مثال ذکر کی جو اسی قصہ کے متعلق تھی۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے:

و اذ قال اللّٰہ تعالی ظرف لّخیر الماکرین او مکر اللّٰہ۔ (اذ قال اللہ ظرف ہے خیر الماکرین کا یا مکر اللّٰہ کا)

اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی ہے، مثلاً بیضاوی، سراج منیر وغیرہ۔ غرض مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت جملہ مکر اللّٰہ کی تفسیر کرتی ہے اور واضح طور پر کیفیت اور صورتِ مکر یعنی تدبیر الٰہی کو بیان کرتی ہے اور چونکہ اللہ نے اپنی صفت خیر الماکرین فرمائی، اس لئے لامحالہ اس کی تدبیر رسول برحق کی شان میں خیر ہونی چاہیے اور اعداء الرسول کے حق میں مضر۔ ظاہر ہے کہ کفار نابکار کے ناپاک ہاتھوں سے صلیب پر چڑھایا جانا رسول مؤید بالمعجزات کی شان میں خیر نہیں ہے بلکہ رفع الی السّماء خیر الخیرات و احسن التدبیرات سے ہے۔

وقوع مکر یعنی رفع الی السّماء سے پیشتر یا عیسی انّی متوفّیك و را فعك الیّ کی یہ ضرورت تھی کہ چونکہ کفار نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل وصلب میں ازحد کوششیں کیں اور آپس میں منصوبے باندھے اور آپ کے منزل مہبطِ رحمت الٰہیہ کا محاصرہ کرلیا، اس لئے ایسے نازک وقت میں تسلی کیلئے بشارتِ تخلیص از مکرِ اعداء ضروری تھی کہ اے عیسیٰؑ میں ان کافروں کو ان کے مکر میں کامیاب نہ ہونے دوں گا، بلکہ تجھ کو اپنی طرف پورا پورا اٹھالوں گا، ایسا کہ ان کے ہاتھ میں تیرا ایک بال بھی نہ آئے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں ہے:

اذ قال اللّٰہ یا عیسی اعلاماً لّہ بمکرہ بالاعداء و تخلیصہ عن مکرھم (جب اللہ نے عیسیٰؑ کو اپنی اس تدبیر پر واقف کرنے کیلئے کہا، جو اس نے آپ کے دشمنوں سے کرنی تھی اور ان کے مکر سے آپ کو سلامت نکال لینے کے متعلق تھی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق لفظ توفّی

واضح ہوکہ توفّی کی نسبت مرزا قادیانی کا یہ دعوی ہے کہ یہ لفظ صرف موت اور قبض روح کیلئے موضوع ہے اور یہ امر اس کے علوم رسمیہ اور لیاقت علمیہ سے بالکل بے بہرہ اور عاری ہونے کی دلیل بیّن ہے کیونکہ لفظ توفّی لفظ وفا سے ماخوذ ہے۔اور وفا کے معنی ہیں پورا کرنا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے الوفا ضدّ الغدر یقال وفی بعهده و اوفی بمعنی (جلد بستم) یعنی وفا غدر کی ضد ہے چنانچہ محاورہ ہے کہ فلاں شخص نے اپنا عہد پورا کیا اور اوفی (باب افعال) اسی کا ہم معنی ہے۔پس توفی باب تفعل ہے اسی مادہ وفا سے۔اسکے معنی ہوئے اخذ الشّیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔چنانچہ تفسیر کبیر، خازن، جامع البیان ، بیضاوی، سراج منیر، ابی السعود اور فتح البیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے اور دیگر ابواب جو مادہ وفا سے آئے ہیں ان سب میں بھی یہی معنی ملحوظ ہیں اور جس طرح سے مادہ کے حروف ہر صیغہ میں باقی رہتے ہیں اسی طرح مادہ کے معنی بھی ہر باب وصیغہ میں باقی رہتے ہیں۔علم صرف میں ادنی مہارت رکھنے والا بھی اسے بخوبی جانتا ہے۔چنانچہ ہم ناظرین کی سہولت اور مزید تسلی کیلئے اس مادہ وفی سے جو باب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کو مع مثالوں کے لکھتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہر باب کے ہر معنی میں اس کے مادی معنی یعنی، پورا کرنا، ملحوظ ہے:

☆ باب مجرد ثلاثی۔مادہ وفا سے مصدر وفآء معنی مصدری، پورا کرنا، اس کی مثال۔

امّا ابن طوق فقد اوفی بذ مته　　　کما و فی بقلا ص النجم هادیها

یعنی ابن طوق نے تو اپنا ذمہ پورا کردیا..الخ۔

لسان العرب اور مصباح میں زیر لفظ وفی اس شعر کو اس نے ذکر کیا ہے کہ مجرد و فیء اور مزید فیه اوفی دونوں ہم معنی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ باب ثلاثی مجرد میں مادہ وفا سے مصدر وفاء ،مصدری معنی پورا کرنا، نبھانا۔

مثال: لسان العرب میں یہ بھی ہے و فی الحدیث :

فمررت بقوم تقرض شفاهھم کلما قرضت وفت ای تمّت و طالت یعنی حدیث میں آیا ہے کہ میں دوزخیوں کی ایک قوم پر گزرا جن کے ہونٹ کاٹے جا رہے تھے جب جب کاٹے جاتے تھے پھر پورے ہو جاتے تھے۔

☆ باب افعال مزید فیہ۔ ایفاء۔ پورا کرنا۔ پورا دینا۔ مثالیں:

اوفوا بعهدی اوفِ بعهدِکم (بقرہ) اے بنی اسرائیل تم میرا عہد، جو مجھ سے کیا ہے پورا کرو، میں تمہارا عہد، جو تم سے کیا ہے، پورا کرونگا ۔

و اوفوا الکیل و المیزان بالقسط (انعام:۱۵۳) اور پیمانے اور ترازو کو عدل سے پورا کرو، یعنی پورا پورا ماپ کرا اور تول کر دو۔

اذغدرت حسناء اوفت بعهد ها و من عهدها ان لّا یدوم لها عهد

جب خوبصورت محبوبہ عہد شکنی کرے تو وہ اپنے عہد کو پورا ہی کرتی ہے کیونکہ اس کے عہد میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا عہد دامی نہ ہو۔ (متنبّی)

☆ باب تفعیل میں مادہ وفا سے مصدر توفیة ،معنی پورا دینا۔ مثالیں:

فیوفّیهم اجورهم (آل عمران:۵۶) (پس خدا ان کو ان کے اجر پورے دے گا)

و انّما توفّون اجورکم یوم القیامة (آل عمران:۱۵۴) (سوائے اس کے نہیں کہ تمہارے اجر پورے پورے تم کو قیامت کے دن دیئے جائیں گے)

و ابراهیم الّذی وفّی (النجم:) (اور ابراہیم جس نے پورا کر دکھایا)۔

لسان العرب میں یہ بھی لکھا ہے: وفی با لشّیء و اوفی و وفّی بمعنی وا حدٍ یعن ی اس کا مجرد اور باب افعال اور باب تفعیل (تینوں) ہم معنی ہیں۔

☆ باب استفعال میں مادہ وفا سے مصدر استیفآء کے معنی پورا پورا لے لینا۔ مثالیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا اکتالوا علی النّاس یستوفون (تطفیف:۲)(جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں)۔

توفّیت منه دراهمی (میں نے اس سے اپنے درہم پورے وصول پائے) یہ محاورہ تفسیر کبیر، خازن، سراج منیر میں زیر آیت انّی متوفّیك لکھا ہے۔

☆ باب تفعّل میں مادہ وفا سے مصدر توفی معنی موافقت۔ باب استفعال یعنی توفی واستیفاء دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کامل اور پورا لے لینا۔ مثالیں:

استوفاه و توفّاه استکمله (اساس البلاغہ)۔ استوفاء اور توفّاه کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اسے کامل اور پورا لے لیا۔

توفّیت المال منه و استوفیته اذا اخذته کلّه (لسان العرب۔ج۲۰) یعنی توفّیت المال اور استوفیته دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا اور اس سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

و توفّاه هو منه و استوفاه لم یدع منه شیئاً (لسان العرب۔ج۲۰) توفّاه اور استوفاه دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا اور اس سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

توفّیته و استوفیته بمعنی یعنی توفّیت اور استوفیت دونوں ہم معنی ہیں (مصباح المنیر للعلامہ الفیومی)

استیفاء توفّی تمام گرفتن حق، یعنی دونوں کے معنی ہیں حق پورا لے لینا۔

☆ باب تفعّل میں مادہ وفا سے مصدر توفّی معنی پورا پورا گن لینا۔ مثالیں:

توفّیت عدد القوم اذا عددتهم کلّهم (لسان العرب ج۲۰) (یعنی میں نے سب قوم کی گنتی پوری لے لی)۔ اس کی شہادت کے لئے لسان العرب میں یہ شعر لکھا ہے:

انّ بنی الادردِ لیسوا من احد ولا توفّاهم قریش فی العدد

(تحقیق بنی ادرد کسی میں سے نہیں ہیں اور قریش نے ان کی گنتی پوری نہیں کی)

مجازاً سلا دینا بقرینہ لیل اور منام وکری (نیند) وغیرہ۔ مثالیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و هو الّذی یتوفّاکم باللّیل (انعام:۶۰)(خدا ایسی ذات ہے کہ تم کو رات کے وقت پورا لیتا ہے یعنی سلا دیتا ہے)

اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا (زمر:۴۲)(خدا ہی پورا پکڑتا ہے جانوں کو ان کی موت (جسم اور روح کی مفارقت) کے وقت اور جو (ابھی) نہیں مریں (ان کو پورا پکڑتا ہے) ان کی نیند کے وقت، یعنی سلا کر)

فلمّا توفّاہ رسول الکری و د بّت العینان فی الجفن

(جب اسے نیند کے فرشتے نے پکڑ لیا..الخ۔یعنی وہ سو گیا)

لسان العرب میں کہا ہے: توفّی النّائم فھذا استیفاء دبت عقلہ و تمییزہ الی ان نام

☆ باب تفعّل میں مادہ وفا سے مصدر توفّی کے (مجازی معنی) مار لینا بقرینہ موت و ملک الموت وغیرہ ۔مثالیں:

اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا (زمر:۴۲)(یعنی خدا ہی جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت، یعنی مارتا ہے)

قل یتوفّاکم ملك الموت (اے پیغمبران سے کہو تم کو قبض کرے گا ملک الموت، یعنی تم کو مارے گا)

حتّی یتوفّاھنّ الموت (النساء:۱۵)(حتی کہ قبض کرے ان کو موت یعنی وہ مر جائیں)

نوٹ: ان سب آیات میں توفّی سے موت مراد لینے کے لئے موت اور ملک الموت قرائن ہیں اور یہ معنی مجازی ہیں۔ چنانچہ آئندہ واضح ہوگا۔ انشاءاللہ۔

واضح ہو کہ توفّی بمعنی موت مجازاً ہے نہ حقیقتاً و وضعاً جیسا کہ اساس البلاغۃ میں ہے: و من المجاز .. توفّی فلان و توفّاہ اللّٰہ و اد رکتہ الوفاۃ ۔یعنی یہ مجازات ہیں۔

(اکمل صاحب اپنی شہادت الفرقان کے صفحہ ۲۰ میں خاکسار کو الزاماً کہتے ہیں :

موت کے معنی کو مجاز کہنا آپ ہی کی ایجاد ہے۔

جواب: مرزا صاحب خود اور ان کی جماعت بھی علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ ہے۔ میں تو علامہ زمخشری کا حوالہ دیتا ہوں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کہتے ہیں کہ یہ آپ ہی کی ایجاد ہے۔ چہ خوش)۔

اورلسان العرب میں اس کی وجہ میں کہا ہے:

توفّی المیّت استیفاء مدّ ته الّتی وفیت له و عدد ایّامه وشهوره و اعوامه فی الدّنیا (میت کی توفّی سے مراد ہے اس کی مقررہ مدت اور اس کے دنیا میں رہنے کے دنوں مہینوں اور برسوں کی گنتی کو پورا کرنا)۔

آئمہ لغت اور آئمہ تفسیر بلا خلاف مادہ وفا کے باب تفعل واستفعال کو ہم معنی ذکر کرتے ہیں چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں: توفّیته و استوفیته بمعنی ترجمہ توفّیتہ اور استوفیتہ ہم معنی ہیں یعنی دونوں کے معنی ہیں، میں نے اسے پورا لے لیا۔ و استوفاه و توفّاه استکمله ۔اسی طرح تفسیر کبیر اور خازن اور معالم میں بھی ان کو ہم معنی ذکر کیا گیا ہے۔ اور صراح اور قاموس میں بھی ایسا ہی بیان ہے۔ اور اساس البلاغۃ میں لکھا ہے کہ استوفاه اور توفّاه دونوں کے معنی ہیں: اس نے اسے کامل لے لیا۔

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۵۶۴ میں جہاں اپنے آپ کو خدا بنایا ہے استوفانی لکھا ہے اور اس جگہ فاعل اللہ تعالی ہے اور مفعول خود مرزا صاحب ذی روح۔ اور اس سے مراد موت نہیں ہے۔ پس مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ توفّی سوائے قبض روح کے کسی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا، بالکل غلط اور مردود ٹھہرا کیونکہ جب بتصریح آئمہ لغت وتفسیر ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی اور استیفاء ہم معنی ہیں تو جس طرح استیفاء سوائے معنی موت کے مستعمل ہوتا ہے، اسی طرح توفّی کے سوائے معنی موت کے استعمال کو کون مانع ہے؟ خصوصاً جب محاورہ توفّیت منه دراهمی مندرجہ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۸۱ (میں نے اس سے اپنے درہم پورے بھر پائے) زبان عرب میں ذائع وشائع ہو۔

پس جب آئمہ لغت وتفسیر بالاتفاق لکھتے ہیں کہ اس مادہ کے باب تفعل اور استفعال کے معنی ایک ہی ہیں اور قرآن مجید اور لغت میں سے استیفاء کے معنی پورا پورا لینا ثابت کیا گیا ہے تو اب توفّی کے معنی پورا پورا لینا کرنے میں کیا تردد باقی رہا۔ علاوہ بریں جب علم اشتقاق وتصریف سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ لفظ توفّی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادہ وفا کا مزید فیہ ہے اور وفا کے معنی بحسب الوضع موت نہیں، بلکہ پورا لینے کے ہیں، تو پھر بھی باوجود اتنی تصریحات کے کوئی شخص بے تکی ہانکتا جائے کہ توفّی موت اور قبض روح کیلئے موضوع ہے، تو کیا اس کی لیاقت علمی ہنسی کے قابل نہیں ہوگی؟

باقی رہا یہ امر کہ یہ لفظ قرآن شریف میں بمعنی موت مستعمل ہوا ہے، سو ہم اس سے انکار نہیں کرتے کیونکہ معنی مستعمل فیہ اور موضوع لہ میں فرق ہوتا ہے۔ استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ لفظ اصل موت کیلئے وضع کیا گیا تھا اور اسکے حقیقی معنی بس قبض روح ہی کے ہیں۔ جس قدر محاورات میں لفظ توفّی جن معنوں میں مستعمل ہوا ہے اگر ان میں سے کسی میں بھی کوئی مدعی علم وفضل ہم کو اس کے وضعی اور حقیقی معنوں (پورا پورا لے لینا) سے باہر ثابت کردے تو بے شک ہم اسکے بے دام غلام ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق موت کے معنی پر بھی صرف اس لئے ہے کہ موت بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے، نہ اس اعتبار سے کہ یہ لفظ بمعنی موت موضوع ہے۔

(اکمل صاحب علمی باتوں کے نہ سمجھنے میں بہت کامل ہیں۔ ہم نے جو تفاسیر معتبرہ کی عبارات سے موت کو توفّی کی ایک نوع ثابت کر کے ظاہر کردیا کہ توفّی موت کیلئے موضوع نہیں تو ہمارے اکمل صاحب ایسی بات کو بھی نہ سمجھ کر اس پر لکھتے ہیں:

جب موت توفّی کی قسم سے ہے، تو بھی وضعی معنی ہوئے نہ کہ مجازی۔ ص ۲۰۔

جواب: بریں اکملیت بباید گریست۔ جناب من! قسم اور مقسم کی وضع ایک نہیں ہوتیں لہذا کوئی لفظ اپنے مفہوم کلی اور اس کی انواع ہر دو کیلئے موضوع نہیں ہوتا۔ فافھم)

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں زیر آیت فلمّا توفّیتنی لکھا ہے: التوفّی اخذ الشّیء وافیاً و الموت نوع منه (توفی کے معنی کسی چیز کا پورا پورا لینا ہے اور موت اس کی ایک نوع ہے)

اسی طرح توفّی کا اطلاق قرآن شریف میں نیند پر بھی آیا ہے، یہ بھی اسی لئے ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے اور عیسیٰؑ کے مقدمہ میں جو توفّی کے معنی رفع الی السّماء لئے جاتے ہیں تو اسی اعتبار سے کہ یہ بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہے۔ اور قرض وصول کرلینے پر بھی اس کا اطلاق محاورہ زبان عرب میں پایا گیا، تو وہ بھی اسی لحاظ سے کہ قرض پورا پورا لے لیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔الغرض تـوفّـی کے جس قدر محاورات واستعمالات ہیں خواہ وہ قرآن مجید میں ہیں، خواہ حدیث شریف میں، خواہ دواوین عرب میں، ان سب میں اس کے وضعی اور حقیقی معنی اخـذ الشّـیء وافیـاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہی ملحوظ ہیں، اور بس۔اور ظاہر ہے کہ جس لفظ کے کئی معنی یا کئی استعمالات ہوں اس کو ایک معنی میں معین کرنے کیلئے ضرور کوئی قرینہ موجود ہونا چاہیے کیونکہ متکلم کی مراد ایک وقت میں اس لفظ سے ایک ہی ہے۔پس تـوفّی کے ساتھ اگر موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی موت ہوں، اور اگر نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہوں تو تـوفّـی کے معنی سلا دینا ہوں گے۔اور اگر اس کے ساتھ ذکر رفع کا ہوگا تو اس سے مراد رفع ہوگی اور اگر اس کے ساتھ درہم و دینار وغیرہ اشیاء کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی ان کا قبض کرنا ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ عدد اور گنتی کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی پورا پورا گن لینا ہوں گے۔

ثانیاً : برائے اثبات جہالت قادیانی:

سورہ زمر میں ہے: اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسك الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلِ مّسمّی (زمر:۳۹۔۴۲)(اللہ ہی پورا پکڑتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں ان کو (پورا پکڑتا ہے) ان کی نیند کے وقت۔پس اس جان کو بند رکھتا ہے جس پر موت کا حکم جاری کیا اور دوسری کو چھوڑ دیتا ہے مقررہ مدت تک)

سورہ انعام میں ارشاد فرمایا:

وھو الّذی یتوفّاکم باللّیل و یعلم ما جرحتم بالنّھار ثمّ یبعثکم فیه لیقضی اجل مّسمّی (انعام:۶۰)(اللہ وہ ہے جو تم کو رات کے وقت پوری گرفت کرتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو، جانتا ہے۔پھر تم کو دن میں اٹھا کھڑا کرتا ہے، تاکہ اجل مسمی پوری کی جائے)

ان آیتوں میں تـوفّی کی دو انواع، موت اور منام، مذکور ہوئی ہیں:۔

توفّی بالموت کی صورت قبضِ روح مع الامساک ذکر کی گئی ہے اور توفّی بالنّوم کی صورت قبضِ روح مع الارسال بیان کی گئی ہے۔پس قبض روح جو دونوں میں مشترکہ ہے جنس ہے امساک اور ارسال فصل ہے۔

والّذی یمیز الشّیء عمّا یشارکه فی الجنس (کتب منطق)(یعنی فصل اسے کہتے جو کسی چیز کو اس چیز سے متمیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے جو جنس میں اس کی شریک ہو)

پس بموجب مذہب مرزا صاحب توفّی صرف قبض روح کیلئے موضوع ہے، نہ موت اور قبض روح ہر دو کیلئے، کیونکہ ان دونوں میں نسبت عموم وخصوص ہے اور کوئی لفظ معنی اعم واخص ہر دو کیلئے موضوع نہیں ہوتا

(اکمل صاحب نے اس عموم وخصوص کے متعلق ایک خاص علمی کمال دکھایا ہے۔ فرماتے ہیں: حالانکہ قبض روح عین موت کا مترادف ہے۔ ص ۲۱۔

جواب: بندہ خدا! عام وخاص میں ترادف کہاں؟ ترادف تو اتحاد ومساوات کا لحاظ ہوتا ہے اور عام وخاص میں کمی بیشی ہوتی ہے پس ان میں ترادف کا ادعاء باطل ہے)

ثالثاً: اگر مرزا قادیانی صرف قبض روح ہی کو مدلول وضعی قرار دیں تو یہ بھی انکی بے علمی و بے استعدادی پر دلیل ظاہر ہوگی کیونکہ توفّی لفظ مفرد ہے اور قبضِ روح مرکب۔ زیرا کہ ثانی میں جزءِ لفظ جزءِ معنی پر دال ہے۔ یعنی قبض دال ہے اخذ پر، اور روح دال ہے شئے مقبوض پر، بخلاف اول کے کہ اس میں جزءِ لفظ، جزءِ معنی پر دلالت نہیں کرتی۔ لہذا لفظ توفّی مفرد کا مدلول قبضِ روح جو مرکب ہے درست نہیں، اسی لئے سورہ زمر کی آیت میں صرف یتوفی نہیں کہا، بلکہ یتوفّی الانفس کہا ہے تا کہ توفی دلالت کرے اخذ پر اور انفس، کہ مدلول اس کا ارواح ہے، دلالت کرے شئے مقبوض پر۔ اور بعد ترکیب کے معنی مرکب پیدا ہوں اگر توفّی (مفرد) کے معنی قبض روح (مرکب) ہیں تو لفظ نفس کی کیا ضرورت تھی۔ پس ثابت ہوا کہ توفّی کے حقیقی معنی مطلق قبض کے ہیں، نہ قبض روح کے۔ و ھذا ھو المراد۔

رابعاً: بالفرض اگر مان بھی لیں کہ توفّی کے حقیقی معنی قبض روح ہیں تو پھر بھی آیت انّی متوفّیك و رافعك الیّ سے عیسیٰؑ کی موت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ جب قبض روح کی کیفیتیں دو ہیں، ایک مع الامساک اور دوسری مع الارسال، تو انّی متوفّیك و را فعك الیّ میں توفی بقرینہ را فعك الیّ جو رفع جسمی پر روز روشن کی طرح دلالت کر رہی ہے بمعنی نیند ہوگی کیونکہ منام اور رفع جسمی میں منافاۃ نہیں بلکہ ان میں جمع ممکن ہے جیسا کہ ایک جماعت مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں چنانچہ خازن میں ہے:

(الثّانی) المراد بالتّوفّی النّوم ومنه قوله تعالی یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمت فی منامها فجعل النّوم وفاة وکان عیسی قد نام فرفعه اللّٰه وهو نائم لئلّا یلحقه خوف (تفسیر خازن) (اس جگہ) توفی سے مراد نیند ہے اور اسی سے ہے آیت اللّٰه یتوفی الانفس .. پس اس میں خداتعالی نے نیند کو بھی وفات کہا ہے۔ پس انّی متوفّیك سے مراد یہ ہوئی کہ عیسیٰؑ سو گئے تھے پس خدا نے آپ کو نیند ہی میں اوپر اٹھالیا تا کہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو)

اور اسی طرح دیگر تفاسیر مثل درمنثور، ابن کثیر، فتح البیان، تفسیر معالم، تفسیر کبیر میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ پس اب تو مرزا کا سارا تانا بانا ٹوٹ گیا اور ان کے ہاتھوں سوائے ابلہ فریبی و تاویلات باطلہ و تحریفات کاسدہ کے اور کچھ نہ رہا کیونکہ صاف ثابت ہو گیا کہ توفّی کے معنی اخذ الشّیء وافیاً ہیں، اس پر زیادۃ بالنظر الی المتعلق والقرائن کی جائے گی، نہ بحسب الوضع۔ پس توفّی کا متعلق یا تو صرف جسم ہوگا، یا صرف روح، یا جسم مع روح۔ پھر اگر روح ہے تو یا تو مقبوض مع الامساک ہوگا، اسے موت کہیں گے، یا مع الارسال ہوگا، اسے نیند بولیں گے۔ ان ہر دو میں دو دو امر علاوہ مفہوم توفّی کے اعتبار سے کئے گئے ہیں۔ موت میں روح اور امساک، اور منام میں روح اور ارسال۔ پس مرکب معانی کے لئے ترکیبِ الفاظ بھی ضروری ہے لہذا اس ترکیب کے لئے ضروری ہوا کہ متعلق توفّی اور قرائن کی طرف نظر کی جائے۔

ا۔ قبض روح مع الامساک اور قبض روح مع الارسال کی مثال سورہ زمر کی وہ آیت ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ یعنی

اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها فیمسك الّتی قضی علیها الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی (اللہ ہی روحوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت (مفارقت روح وبدن) کے وقت اور جو روحیں ابھی نہیں مریں ان کو قبض کرتا ہے ان کی نیند میں پس جس پر موت کا حکم جاری کیا ہے اس کو تو روک رکھتا ہے اور دوسری (نیند والی) کو مدت مقرر (موت) تک بھیجتا رہتا ہے)

اس آیت میں ہر معنی کیلئے ایک لفظ مذکور ہے، یعنی قبض کیلئے یتوفّی اور روح کیلئے الانفس، مرنے کیلئے موت، امساک کیلئے یمسك، نیند کیلئے منام اور ارسال کیلئے یرسل۔

۲۔ صرف قبض جسم کی مثال محاورہ عرب شائعہ فی اللسان مندرجہ تفسیر کبیر، خازن وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

توفّيت منه درا همی (میں نے اس سے اپنے درہم پورے لئے)

۳۔ قبض جسم مع روح یعنی زندہ چیز کو اخذ کرنے کی مثال آیات:

انّی متوفّیك و را فعك الیّ

اور فلمّا توفّیتنی بقرینہ را فعك الیّ

اور بل رّفعه اللّٰه الیه ۔

سوال: بے شک علم تصریف اور علمی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ توفی کے معنی پورا پورا لے لینا ہیں، لیکن لغت کی بعض کتابوں میں جو توفی بمعنی موت کہا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: کتب لغت میں حقیقی منقولی اور مجازی ہر طرح کے معنی لکھے ہوتے ہیں مگر ان کی تعیین حسب قرائن حالیہ و مقالیہ سلسلہ عبارت سے مفہوم ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ابتداء میں لفظ جس معنی کیلئے وضع کیا گیا تھا اسے اس کے حقیقی اور وضعی معنی کہتے ہیں۔ پھر یا تو لفظ کا ایک ہی معنی ہوگا یا زیادہ۔ پھر زیادہ یا تو بحسب الوضع ہوں گے، اسے مشترک کہتے ہیں، مثلاً عین جو بمعنی زر، زانو، چشمہ آب اور آنکھ ہے، یا وضع میں تو ایک معنی تھا مگر اس کے مفہوم میں کئی چیزیں پائی گئیں، اسے جنس کہتے ہیں۔ اور ہر اس چیز کو جس پر اسکا اطلاق ہو سکتا ہے اسکی نوع کہتے ہیں۔ مثلاً حیوان کہ جنس ہے اور گھوڑا اور گدھا اس کی انواع ہیں صرف اس اعتبار سے کہ وہ جاندار ہیں، نہ اس لئے کہ حیوان بحسب الوضع ان سب کیلئے موضوع ہے۔ اور یا کثرت بہ سبب دیگر معانی میں منقول ہونے کے ہوگی۔ پھر اگر عرفِ عام نے نقل کیا تو اسے منقولِ عرفی کہتے ہیں مثلاً دابّــــہ کہ اصل میں موضوع ہے ہر جاندار کیلئے جو زمین پر چلے، اور غالب معنی اس کے سواری کے جانور ہیں، اور اگر اس کی ناقل شرع ہے، تو اسے منقول شرعی کہتے ہیں۔ مثلاً صوم و زکوۃ و حج کہ لغت میں ان کے وضعی معنی اور ہیں مگر شریعت میں یہ الفاظ اور معانی میں مخصوص ہیں۔ اور اگر اس کا ناقل کوئی خاص طائفہ ہے تو اسے منقول اصطلاحی کہیں گے، مثلاً مصطلحات علمیہ و کتب منطق قطبی وغیرہ۔ اب ظاہر ہے کہ تــوفّــی بحسب الوضع بمعنی موت موضوع نہیں کیونکہ اس کا ماخذ و مادہ وفـــا ہے اور نہ یہ لفظ مشترک المعنی ہے کہ اس کے معانی متعددہ میں سے ایک موت بھی ہوا، اور نہ منقول شرعی ہے کیونکہ ایسے الفاظ میں تصرف کرنے سے شریعت کو کچھ تعلق نہیں اور نہ منقول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحی ہے کیونکہ یہ کسی علم اور فن کی اصطلاح نہیں۔اگر ہے تو یہی کہ یہ لفظ بروئے علم اشتقاق وفــا سے ماخوذ ہے اور اس کے حقیقی اور وضعی معنی اخذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا، ہیں اور چونکہ اس کے مفہوم میں رفع اور موت اور نیند بھی داخل ہیں کیونکہ یہ بھی پوری پوری گرفت ہیں،اس لئے اس لفظ کا اطلاق رفع اور موت اور نیند پر بھی درست ہوگا۔صرف اس اعتبار سے کہ توفّی جنس ہے اور رفع اور موت اور نوم اس کی انواع ہیں، نہ اس لئے کہ یہ لفظ بحسب الوضع موت کے لئے موضوع ہے۔ تـوفّـی کے جنس اور رفع اور موت اور نیند کے انواع ہونے پر تفاسیر معتبرہ شاہد ہیں، چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں:

قـولـه انّی متوفّیك یدلّ علی حصول التّوفّی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بـعـضـهـا بـالاصعاد الی السّماء فلمّا قال بعده و رافعك الیّ کان هذا تعییناً للنّوع و لم یکن تکراراً (خدا تعالیٰ کا قول انّی متوفّیک صرف حصول توفّی پر دلالت کرتا ہے اور وہ جنس ہے جس کے تحت کئی انواع ہیں۔کوئی بالموت اور کوئی بالرفع الی السّماء ۔پس جب خدا تعالیٰ نے اس کے بعد و را فعک الیّ فرمادیا تو یہ نوع کی تعیین کیلئے ہوا نہ کہ تکرار)

(اکمل صاحب نے تفسیر کبیر کے اس حوالہ پر بہت غضب ڈھایا ہے کہ امام رازی کی شان میں حقارت آمیز طریق بیان اختیار کیا ہے۔افسوس اکمل صاحب نے یہ کتاب مرزا صاحب آنجہانی کی وفات کے بعد لکھی، اگر وہ ان کی زندگی میں لکھتے تو ہم امام رازی کی کسی کتاب کا کوئی ورق مرزا صاحب کے سامنے رکھ کر کہتے کہ جناب اسے حل کیجئے۔پھر اگر وہ اپنے مددگاروں سمیت اسے حل فرمادیتے تو جانتے۔اگرچہ امام رازی کی تصنیف کا امتحان کیلئے بھی مرزا صاحب کے سامنے پیش کرنا امام رازی کی تصانیف کی بے قدری ہے۔سبحان اللہ! کجا رام رام کجا ٹین ٹیں!)

اسی طرح تفسیر بیضاوی وسراج منیر میں بذیل آیت فلمّا توفّیتنی لکھا ہے:

تـوفّیتـنـی بـالرّفع الی السّماء لقوله تعالی انّی متوفّیك و رافعك الیّ و التّوفّی اخـذ الشّـیء وافیـاً والـمـوت نوع منه قال اللّه تعالی، اللّه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها

(فـلـمّا توفّیتنی کے معنی یہ ہیں کہ خدایا جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا بدلیل انّـی متـوفّیـک و را فعـک الیّ ،کیونکہ توفی کے معنی ہیں کسی شیء کو پورا پورا لے لینا اور موت اس کی ایک نوع ہے۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا اللّه یتوفّی الانفس... الآیة)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل مطلب یہ کہ لفظ توفّی بحسب الوضع، موت کیلئے موضوع نہیں ہے، صرف اس کا استعمال اس نسبت سے جو جنس اور نوع میں ہوا کرتی ہے بمعنی موت ہے اور بس۔ اور چونکہ تعیین نوع کیلئے حاجت قرینہ کی پڑا کرتی ہے لہذا اسلسلہ عبارت میں قرائن حالیہ ومقالیہ پر نظر کریں گے جیسے عین کہ یہ موضوع ہے معانی متعددہ مثل زر، چشم، زانو اور چشمہ آب کیلئے (بالاوضاع المختلفه) تو اب ہر جگہ اس کا ایک ہی معنی نہ ہوگا، اور نہ ایک جگہ سارے معنی مراد ہوں گے، بلکہ حسب حال مضمون عبارت والفاظ عبارت جس معنی کو اس جگہ مناسبت ہوگی وہ اس جگہ معین ہو جائے گا، چنانچہ آیت فانفجرت منه اثنتا عشرة عيناً میں عین کے معنی چشمہ آب ہیں کیونکہ اس جگہ استسقاء یعنی طلب آب اور انفجار یعنی پانی کا پھوٹ پڑنا اور مشرب یعنی پانی کے گھاٹ کا ذکر ہے۔ ان قرائن حالیہ ومقالیہ نے اسے اس جگہ چشمہ آب کے معنوں میں کر دیا۔ اور آیت فی عینٍ حمئة میں قرینہ حمئة نے اس سے چشمہ آب مراد ہونے پر دلالت کی، اور ام لهم اعين لا يبصرون بها میں قرینہ بصارت نے جارحہ (بمعنی عضو) یعنی آنکھ پر دلالت کی۔ اسی طرح جنس کو اس کی کسی نوع میں معین کرنے کیلئے حاجت قرینہ کی ہوتی ہے۔ ورنہ مضمون ومفہوم میں خلل پڑتا ہے۔ پس چونکہ انّی متوفّيك کو و را فعك الیّ کے ساتھ ضم کیا، اس لئے عیسیٰ کی توفی بالرّ فع الى السّماء ہوئی۔ مزید تفصیل لفظ توفّی کی اس وقت کی جائے گی جب آیات قرآنیہ جن میں لفظ توفّی کے مشتقات آئے ہیں، ان کا ذکر ہوگا اور ہر ایک کے ساتھ اس کے قرینہ صارفہ کا ذکر کیا جائے اور عنقریب آئے گا۔

کسی لفظ کے کسی معنی میں زیادہ مستعمل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ ان معنوں سے مخصوص ہو گیا ہے اور اس کے دیگر معانی واطلاقات متروک ومہجور ہو گئے ہیں۔ مثلاً قاموس میں دابّہ کی نسبت لکھا ہے :

و الدّابّة ما دبّ من الحيوان و غلب على ما يركب ۔ دابہ اصل میں ہر جاندار چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلے اور غالب استعمال اسکا سواری والے جانوروں پر ہوتا ہے

تو قاموس کے لکھنے سے آیت وما من دا بّةٍ فی الارض الاّ على اللّه رزقها (ہود:۶)(زمین میں کوئی جانور نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو) کے یہ معنی نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ صرف سواری کے جانوروں کا رازق ہے۔ بلکہ یہ لفظ اپنے اصلی وسیع معنوں میں لیا جائے گا کہ جو چیز زمین پر حرکت کرنے والی ہے ان سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا رزق حسب وعدہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اسی طرح اگر کتب لغت میں توفّی کا استعمال بمعنی موت لکھا ہوا ہے، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لفظ انہی معنوں کے لئے موضوع ہے، یا انہی معنوں میں محصور ہے، بلکہ کتب لغت میں ہر قسم کے معانی وضعی مجازی اور منقولی خواہ منقول شرعی ہوں، خواہ عرفی خواہ اصطلاحی سب لکھے ہوتے ہیں، ان میں سے کسی خاص مقام پر معانی مخصوصہ کا چسپاں ہونا سلسلہ عبارت اور قرائن حالیہ ومقالیہ پر موقوف ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جملہ قرائن کتب لغت میں مصرح ہوں کیونکہ قرائن محصور نہیں ہو سکتے بلکہ حسب مقام سلسلہ عبارت ومفہوم کلام میں قرائن مختلف ہوتے ہیں۔

چنانچہ حصول المامول (جو شوکانی کی کتاب ارشاد الفحول کا اختصار ہے) میں لکھا ہے:۔

ولا یشترط النقل فی احاد المجاز بل العلاقة کافیة و المعتبر نوعها و الیه ذهب الجمهور وهو الحقّ و لم یأت من اشترط ذلك بحجةٍ یّصلح لذکرها و تستدعی التعرض لدفعها و کلّ من له علم و فهم یعلم انّ اهل العربیة ما زالوا یخترعون المجازات عند وجود العلاقة و نصب القرینة و هکذا من جاء بعد هم من اهل البلا غة فی فنّی النظم والنّثر و یتمارحون باختراع الشیء الغریب من المجازات عند وجودِ الّمصحح للتّجوزّ۔ (اور مجاز کے افراد میں (اہل لغت سے) نقل ضروری نہیں بلکہ صرف علاقہ کافی ہے اور (زیادہ تر) اس کی نوع کا اعتبار ہے اور جمہور حکماء کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے (نقل کو) ضروری قرار دیا ہے اس نے ایسی حجت کوئی بھی پیش نہیں کی جو ذکر اور تردید کے لائق ہو، یعنی بالکل قابل التفات نہیں۔ اور جو شخص علم اور فہم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اہل عربیت ہمیشہ علاقہ کے پائے جانے پر مجازات اور قرائن کا مقرر کرنا اختراع کرتے رہے ہیں اور اسی طرح نظم اور نثر کے علمائے بلاغت جو ان سے بعد ہوتے آئے ہیں (وہ بھی اس بارہ میں اختراعات کرتے رہے ہیں) اور صحت مجاز کے قرینہ کے وقت کسی نادر مجاز کے اختراع کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے ہیں)

حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جس جگہ توفّی کے ساتھ موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہو، اس جگہ توفّی کی تعیینِ نوع موت میں ہوگی اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات موجود ہوں گے وہاں اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعیینِ نوع نوم میں ہوگی اور جس مقام پر قرینہ رفع مذکور ہو اس جگہ یہ لفظ نوع رفع میں معین ہوگا جیسا کہ عنقریب آیات توفّی سے ظاہر ہوگا انشاءاللہ۔ غرض کتب لغت میں توفّی بمعنی موت لکھا ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ یہ لفظ موت کیلئے موضوع ہے کیونکہ علم تصریف اس کا برملا انکار کررہا ہے اور نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ اپنے اصلی معنوں سے ہٹ کر بمعنی موت مخصوص ہوگیا ہے کیونکہ اہل لغت کا اس کو مجاز لکھنا اس کی صریح تردید کررہا ہے چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں ہے:

و من المجاز ادرکته الوفاة ای الموت و المیتة و توفیّ فلان اذا مات و توفّاه اللّه عزّ وجلّ اذا قبض روحه (اور مجاز میں سے ایک یہ ہے ادرکته الوفاة یعنی اسے موت نے پالیا یا پکڑلیا اور توفّی فلان وہ پورا ہوگیا کے معنی ہیں وہ مرگیا تو توفّاه اللّه (خدا نے اسے پورا کرلیا) کے معنی ہیں خدا نے اس کی روح قبض کرلی)

اور اسی طرح اساس البلاغۃ، زمخشری میں لکھا ہے:

ومن المجاز توفّی فلان و توفّاه اللّه و ادرکته الوفاة ۔ (توفّی فلان اور توفّاه اللّه اور ادرکته الوفاة سب مجاز ہیں)

(اکمل صاحب بھی عجب کمال کے پتلے ہیں کہ باوجود آئمہ لغت کی تصریح کے کہ توفّی بمعنی موت مجازاً ہے، الزاماً لکھتے ہیں: موت کے معنی کو مجاز کہنا آپ کی ہی ایجاد ہے۔ ص۲۰۔ جواب۔ کیا تاج العروس اور اساس البلاغۃ میری تصانیف ہیں؟)

اور مجاز بولنا تب ہی درست ہے جب حقیقی معنی متروک نہ ہوں چنانچہ قطبی میں بعد تقسیم لفظ باعتبار معانی جو اوپر گزرچکی ہے، یہ لکھا ہے کہ:

و ان لم یترکِ الاول بل یستعمل فیه ا یضاً سمّی حقیقة ان استعمِل فی الاوّل وهو المنقول عنه و مجاز ان استعمِل فی الثّانی وهو المنقول الیه (قطبی ص۴۴ مطبع رحیمیہ دیوبند)

(اگر معنی اول متروک نہ ہوں بلکہ اس میں اس لفظ کا استعمال ہو تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔ جب پہلے معنوں میں مستعمل ہو اور وہ اس کا معنی منقول عنہ (جس سے نقل کرکے مجازی معنی لئے گئے ہوں) ہے اور اگر دوسرے معنوں میں مستعمل ہو تو اسے مجاز کہتے ہیں اور وہ معنی منقول الیہ ہے (نقل کرکے جو معنی مراد لئے گئے ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئمہ لغت کے توفّی کو مجازاً بمعنی موت لکھنے سے صاف ثابت ہوگیا کہ توفّی کے اپنے وضعی معنیٰ اخذ الشّیء وافیاً متروک نہ ہوں گے۔ آسان طریق جو جلدی راہ راست پر لاوے وہ یہ ہے کہ توفّی کو کتب لغت سے تلاش کرو۔ اگر یہ لفظ و فا کے ضمن میں مذکور ہو، تو اسے وفا سے ماخوذ سمجھو، ورنہ نہیں اور پھر جملہ تصریفاتِ وفا پر نظر کرو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس کے معنی پورا کرنے کے ہیں اور جو معنی مجازی ہوں گے وہ باعتبار اس علاقہ کے ہوں گے جو حقیقت اور مجاز میں ضروری ہے۔ چنانچہ حصول المامول (ص ۲۔ مصری) میں ہے:

لا بدّ من العلاقة فی کل مجاز فی ما بینه و بین الحقیقة و العلاقة هی اتصال المعنی المستعمل فیه بالمو ضوع له (ہر مجاز میں اس علاقہ کا ہونا ضروری ہے جو اس میں اور حقیقت میں ہوتا ہے اور علاقہ اس اتصال (معنوی) کو کہتے ہیں جو معنی مستعمل فیہ (مجازی) اور معنی موضوع لہ (حقیقی) میں ہوتا ہے)

اور چونکہ علاقات اور اتصالات معنی مستعمل فیہ اور موضوع لہ میں حسب اقتضائے مقام مختلف ہوتے ہیں اسلئے ان کی تقریر کتب لغت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ حصول المامول میں گذر چکا ہے کہ علاقات مقتضیہ مجاز کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی کتاب میں مذکور ہوں بلکہ وہ علاقہ جس سے معنی مستعمل فیہ و موضوع لہ میں نسبت پیدا ہو سکے، کافی ہے۔

آیات توفّی مع بیان قرینہ

پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی کے معنی اخذ الشّیء وافیاً ہیں اور یہ بھی محقق ہو چکا ہے کہ توفّی جنس ہے اور رفع اور موت اور نینداس کی انواع ہیں۔ اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ تعیین نوع کے لئے وجود قرینہ یا تعذرِ حقیقت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے مراد متکلم (کہ ان معانی و انواع میں سے کون سی نوع اس کی مراد ہے) معین نہیں ہو سکتی۔ لہذا قرآن شریف کی وہ سب آیات جن میں مشتقات توفّی (باب تفعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

) وارد ہوئے ہیں، لکھ کر پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی قرائن صارفہ پر بھی اشارات کرتے جاتے ہیں۔

۱ ۔ و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازواجاً یتربّصن بانفسھنّ اربعة اشھر و عشراً (تم میں سے جو قبض کئے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کی بیویاں، دوسرے نکاح کے لئے، چار مہینے دس دن رات کا انتظار کریں)۔ (بقرہ:۲۳۴)

۲۔و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازواجاً وصیة لازوا جھم متاعاً الی الحول غیر اخرا ج (بقرہ۔ ۲۴۱)

بیان قرینہ یہ ہے: ان ہر دو آیات نمبر ا اور ۲ میں عورتیں بیوہ چھوڑنا اور عدت حالتِ بیوگی اور وصیت، توفی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔

۳ ۔ حتّی یتو فّاھن الموت (نساء : ۱۵) (حتی کہ قبض کرے ان کو موت)

۴۔ انّ الّذین توفّاھم الملائکة ظالمی انفسھم (نساء:۹۷) (جن کو فرشتے قبض کرتے ہیں حالانکہ وہ (فرشتے) ان (کفار) کی جانوں پر سختی کرتے ہیں)

۵۔ حتّی اذا جاء احدکم الموت توفّته رسلنا (انعام:۶۱) (حتی کہ جب تم میں سے ایک کی موت آ جاتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں)

۶۔حتّی اذا جاء تھم رسلنا یتوفّونھم (اعراف:۳۷) (حتی کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آ جاتے ہیں تو ان کو قبض کر لیتے ہیں)

۷۔ و لو تری اذ یتوفّی الّذین کفروا الملائکة یضربو ن وجو ھھم و ادبارھم (انفال :۵۰) (کاش تو دیکھے جب قبض کرتے ہیں فرشتے کفار کو، مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر)

۸۔ فکیف اذا توفّتھم الملائکة یضربون وجوھھم و اد بارھم (محمد) (پس کس طرح ہوگا جب قبض کریں گے ان کو فرشتے مارتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر)

۹۔ الّذین تتوفّاھم الملائکة ظالمی انفسھم (نحل:۲۸) (جن کو قبض کرتے ہیں فرشتے سختی کرتے ہیں ان کی جانوں پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ الّذین تتوفّاھم الملائکة طیّبین (نحل:۳۲)(جن کو قبض کرتے ہیں فرشتے خوشحالی میں)

۱۱۔ قل یتوفّاکم ملك الموت الّذی وکّل بکم (السجدہ:۱۱)(اے پیغمبر! ان سے کہو تم کو قبض کرے گا ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے)

بیان قرینہ۔ نمبر ۳ سے ۱۱ تک ان نو آیات میں توفّی سے موت مراد لینے کیلئے ملائکہ موت اور جان کندن کے وقت کفار کو عذاب کرنا اور مومنوں کو سلام اور بشارت جنت سنانا، صاف اور صریح قرینے ہیں۔ احادیث میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

۱۲۔ و امّا نرینّك بعض الّذی نعد ھم او نتوفّینّك (یونس:۴۶)۔(اگر ہم تجھ کو اپنے وعدے کے ایک حصہ کی باتیں دکھا دیں، یا تجھ کو قبض کر لیں)

۱۳۔ و امّا نرینّك بعض الّذی نعدھم او نتوفّینّك (۱۳: ۴۰)

۱۴۔ فامّا نرینّك بعض الّذی نعدھم او نتوفّینّك (مومن: ۷۷)

بیان قرینہ آیات نمبر ۱۲ تا ۱۴ کا یوں ہے کہ ان میں توفیّ بمقابلہ نرینّک آئی ہے جو معنی موت کے لئے قوی قرینہ ہے کیونکہ وعدہ نرینّک زندگی چاہتا ہے۔ پس نتوفّینّک ضرور اس کی ضد یعنی موت ہونا چاہیے۔ دیگر یہ کہ سورت زخرف (آیت ۴۱-۴۲)(فامّا نذ ھبنّ بك فانّا منھم منتقمون۔ او نرینّك الّذی وعدناھم فانّا علیھم مقتدرون) میں نتوفّینّك کی بجائے نذ ھبنّ بک وارد ہے جو کنایہ ہے فنا سے۔

۱۵۔ و اللّٰہ خلقکم ثم یتوفّاکم و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا (نحل: ۷۰)

۱۶۔ یا ایّھا النّاس ان کنتم فی ریبٍ مّن البعث فانّا خلقنا کم من ترابٍ ثمّ من علقةٍ ثم من مضغةٍ مخلّقةٍ و غیر مخلّقةٍ لنبیّن لکم و نقرّ فی الارحام ما نشاء الی اجلٍ مسمّی ثمّ نخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّکم ومنکم من یّتوفّی ومنکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علمٍ شیئاً (حج ۵) اے لوگو! اگر تم (دوبارہ) جی اٹھنے سے شک میں ہو تو (سوچو) ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے (پہلے) تو تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر پورے بنے ہوئے اور نہ بنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے سے، تاکہ تم کو بتائیں، اور ٹھہرائے رکھتے ہیں ہم رحموں میں جو چاہیں مدت مقرر تک۔ پھر تم کو بچے کی صورت میں باہر نکالتے ہیں پھر (تم کو زندہ رکھتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور بعض تم سے (پہلے) قبض کئے جاتے ہیں اور بعض ارذل عمر تک پہنچائے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانیں

۱۷۔ ھو الّذی خلقکم من ترابٍ ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثم یخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّکم ثمّ لتکونوا شیوخاً و منکم من یّتوفّی من قبل ولتبلغوا اجلاّ مّسمّی (مومن:۶۷) (جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر تم کو بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے (پہلے بھی) قبض کر لیے جاتے ہیں۔ اور تاکہ تم (اپنی) اجل مقررہ کو پہنچو)

قرینہ ان آیات نمبر ۱۵ تا ۱۷ میں یہ ہے کہ جس جس موقع پر لفظ توفّی وارد ہوا ہے سورت مومنون رکوع نمبر ایک میں اس موقعہ پر لفظ میّتون (۱۵:۲۳) وارد ہوا ہے۔ پس صاف معلوم ہو گیا کہ یہ آیت توفی کی تفسیر موت سے کرتی ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ قبل پیدائش سے موت تک جس قدر مختلف قدرتی استحالات انسان پر وارد ہوتے ہیں ان آیات میں ان سب کا بالتفصیل ذکر ہے۔ مثلاً پہلے مٹی، پھر نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ (گوشت کا ٹکڑا)، پھر ہڈی پر گوشت، پھر مدت حمل تک رحم میں رہنا، پھر طفل ہو کر پیدا ہونا، پھر بڑھنا، پھر جوان ہونا، پھر بوڑھا ہونا، پھر اجل مقرر تک پہنچ کر مرنا۔ یہ سب حالتیں اس بات کے قرائن ہیں کہ ان مقامات پر توفّی سے مراد موت ہے کیونکہ موت بھی ایک حالت ہے۔ پچھلی آیت (سورہ مومن کی) میں ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ جملہ معللہ لتبلغوا اشدّ کم کا عطف خبریہ یخرجکم پر نہیں ہو سکتا اس لئے لامحالہ یبقیکم مقدر نکالنا پڑے گا (جامع البیان زیر آیت ہذا) لہذا ابقا کے مقابلے میں جو توفّی ہو گی، ضرور اس سے مراد موت ہو گی۔

۱۸۔ ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفّر عنّا سیّئاتنا و توفّنا مع الابرار (آل عمران:۱۹۲) (خداوندا! ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں دور کر دے اور ہم کو نیکوں کے ساتھ قبض کرنا)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ ربّنا افر غ علینا صبراً و توفّنا مسلمین (اعراف:۱۲۶) خداوندا ہم پر فضل انڈیل دے اور قبض کر ہم کو مسلمان کر کے)

۲۰۔ انت ولیّ فی الدّ نیا والآخر ۃ و توفّنی مسلماً و الحقنی بالصّالحین (یو سف: ۱۰۱) (تو ہی میرا مددگار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ قبض کرنا مجھے مسلمان کر کے اور ملانا مجھے صالحین سے)

آیات ۱۸ تا ۲۰ میں قرینہ صارفہ موجود ہے اور وہ دعائے لحوق بالصّا لحین والا برار ہے کیونکہ یہ الفاظ کنایہ ہیں موت سے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اوّلکنّ لحوقاً بی اطو لکنّ یداً۔ اور نیز صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم .. (الآیہ) پڑھا، اور نیز اللّٰھم اغفرلی و ارحمنی و الحقنی بالرّفیق اور نیز آخر کلمہ آپ کا اللّٰھم الرّ فیق الاعلی تھا۔ ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ دعائے لحوق بالصالحین والابرار والرفیق الاعلیٰ سے موت بخاتمہ ءحسنہ مراد ہوتی ہے۔ لہذا یہ آیات بھی قرینہ سے خالی نہیں۔

۲۱۔ وھو الّذی یتوفّاکم باللّیل و یعلم ما جرحتم بالنّھار ثمّ یبعثکم فیه لیقضی اجل مّسمّی (انعا م: ۶۰) (خدا وہ ذات ہے جو تم کو رات کو قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن کو کرتے ہو۔ پھر تم کو دن کے وقت اٹھا کھڑا کر دیتا ہے تا کہ زندگی کی مدت مقرر پوری جائے)

۲۲۔ اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فیمسك الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی (زمر:۴۲)۔ (خدا ہی قبض کرتا ہے جانوں کو موت (روح اور جسم کی مفارقت) کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں ان کو (قبض کرتا ہے) ان کی نیند میں، پس جس پر موت (کا حکم) جاری کیا ہے اس کو تو بند رکھتا ہے اور دوسری (نیند والی) کو مدت مقرر (موت) تک بھیجتا رہتا ہے)

آیات ۲۱، اور ۲۲ میں بھی قرائن موجود ہیں۔ پہلی آیت میں توفّی سے مراد نیند ہے کیونکہ قرینہ لیل موجود ہے اور پھر ساتھ ہی پھر دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا اور کام کاج کرنے کا ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس توفّی سے جو رات کے وقت ہو اور پھر اس کے بعد دن کو کھڑے ہوں، نیند ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح دوسری آیت میں پہلے موقع پر توفّی سے مراد موت ہے بقرینہ حین موتھا دوسرے موقع پر جو بقاعدہ عطف محذوف ہے اس سے مراد نیند ہے بقرینہ منامھا۔ اس پچھلی آیت میں ایک اور نکتہ ہے کہ جس نفس کی توفّی بالموت ہوتی ہے اس کیلئے اللہ نے فیمسك الّتی قضی علیھا الموت فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ توفی کے وضعی معنی صرف اخذ الشّیء وافیاً ہیں کیونکہ امساک سے مراد ابقاء ہے اسی حالت ماخوذہ پر نہ تجدد۔ اور اسی لئے قضا بالموت کی تصریح ضروری ہوئی۔ اس آیت میں دوسری شق میں جہاں توفّی سے مراد نیند ہے، علاوہ قرینہ فی منامھا کے یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی قرینہ ہے توفّی سے نیند مراد لینے پر، کیونکہ اس کے معنی وہی ہیں جو پہلی آیت سورہ انعام میں ثمّ یبعثکم فیہ لیقضی اجل مّسمّی کے ہیں۔ غرض ان آیات میں حسب قرائن لیل و منام و بعثت فی النھار (دن کو اٹھا کھڑا کرنا) توفّی سے مراد نیند ہے اور یہ توفّی کی دوسری نوع ہے۔ گذشتہ آیات میں توفّی کی ایک نوع موت آئی تھی بقرائن موجبہ معنی موت اور اس جگہ بقرائن موجبہ معنی نیند توفّی کی دوسری نوع نیند ثابت ہوئی۔ کیا اب بھی توفّی کے جنس اور موت اور نیند کے انواع ہونے میں شک باقی رہا ہے؟

تنبیہ: واضح ہو کہ نیند کے موقع پر قبض روح کا لفظ بولنے سے کسی کو یہ دھوکا نہ لگ جائے کہ نیند موت ہوتی ہے نفی کے لئے اسی آیت سورت زمر میں و الّتی لم تمت موجود ہے مرزا صاحب قادیانی نے اس آیت میں لفظ لم تمت چھوڑ دیا ہے تا کہ کسی کو یہ خبر نہ ہو جائے کہ سوئے ہوئے کا حکم لم تمت ہے، یعنی یہ کہ وہ مردہ نہیں اور حدیث شریف میں جو احیانا بعد ما اماتنا آیا ہے وہ اس آیت کے معارض نہیں کیونکہ قرآن شریف میں نفی حقیقتِ موت کی گئی ہے اور حدیث میں نیند کو موت مجازاً کہا گیا ہے بموجب اس تحقیق کے جو ہم نے ذکر کی نہ مطابق زعم مرزا صاحب قادیانی کے۔ اور اہل علم پر روشن ہے کہ حقیقت و مجاز کی رو سے نفی و اثبات کا فرق ہو تو ان میں تعارض و تناقض نہیں ہوتا کیونکہ ہر دو میں ذوات مختلف ہیں۔

۲۳۔ قل یا ایّھا النّاس ان کنتم فی شكٍ مّن دینی فلا اعبد الّذین تعبدون من دون اللّٰہ و لکن اعبد اللّٰہ الّذی یتوفّاکم و امرت ان اکون من المؤمنین (یونس:۱۰۴) (اے پیغمبر، کہو اے لوگو! اگر تم میرے دین سے شک میں ہو تو (سن رکھو) میں تو ان کو، جن کو تم پوجتے ہو، کبھی نہیں پوجوں گا۔ ہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تو صرف اللہ کی عبادت کروں گا جو تم کو قبض کرتا اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ایمان داروں میں سے ہوں)۔

۲۴۔ یا عیسی انّی متوفّیك و رافعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا (آل عمران:۵۴) (اے عیسی! میں ہوں تیرا بھر لینے والا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا اور کافروں سے تجھے پاک رکھنے والا)۔

آیات نمبر ۲۳، ۲۴ سے مراد یہ ہے کہ میں تو اپنا معبود اس ذات برحق کو بناتا ہوں جس کے قبضہ و اختیار میں تمہارا ایجاد و ابقاء اور اعدام و افنا اور ارجاع ہے جیسا کہ آیت کریمہ کیف تکفرون باللّه و کنتم امواتاً فاحیا کم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم ثمّ الیه ترجعو ن (بقرہ:۲۸) وامثالہا سے ظاہر ہے ۔اور صرف اعدام و افنا کے ذکر پر اکتفا کی یہ وجہ ہے کہ علوم عقلیہ میں ثابت شدہ ہے کہ ذکر احد الضدین کا استلزاماً ضد آخر پر دلالت کرتا ہے جیسے نور کہ اس کے ذکر سے اس کی ضد ظلمت کا بھی تصور حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح سواد سے بیاض ۔پس اسی طرح ذکر اعدام استلزاماً ایجاد کا مشعر بھی ہے ۔قرآن شریف میں اس کی نظائر بہت ہیں دیکھو تفسیر کبیر و کشاف و ابی السعو د تحت آیت سرا بیل تقیکم الحرّ مجرد گرمی کے ذکر سے اس کی ضد سردی بھی معلوم ہوسکتی ہے اور نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری باب ذکر الملائکۃ میں تحت ثم یعرج الیه الّذ ین باتوا فیکم مسطور ہے کہ اس سے الّذین ظلموا پر بھی دلالت ہوسکتی ہے، پس ثانی کو استغناءً حذف کیا لانّ ذکرا احد الضدّین تنبیه علی الضد الآخر ۔نیز اس لئے کہ تحقیق افناء و اعدام بغیر تحقیق ایجاد کے متصور نہیں ہوسکتا ۔پس جو توفّی بمقابلہ ایجاد مذکور ہو، لابدّ اس سے مراد اعدام ہو گی و هو الموت ۔اور باوجود ہر شئے کے قبضہ قدرت باری عزاسمہ میں ہونے کے، جیسا کہ فسبحان الّذی بیده ملکوت کلّ شیء سے ثابت ہے، صرف مخاطبین یعنی کفار ہی کو متعلق توفی گردانے میں تہدید کفار ملحوظ ہے جیسا کہ سباق سے ظاہر ہے اور یہی امر موید ہے تخصیص ذکر توفّی کا دون ذکر نعمة الایجاد لانّ المقام مقام تخو یف و تهد ید، یعنی ایجاد و خلق کی نعمت کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ یہ مقام تخویف و تہدید کا ہے اور اصل بلاغت یہی ہے کہ مقتضائے حال کا لحاظ کیا جائے ۔اور نیز چونکہ اس آیت ما نحن فیها سے پہلے اہلاک کفار اور انجاء رسل اللہ و مومنین کا ذکر ہے اس لئے مراد اس پارہ آیت سے یہ ہوگی کہ میں اسی ایک معبود برحق کی پرستش کرتا ہوں جس نے مجھ سے تمہاری ہلاکت اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے بقاء کا وعدہ کیا ہے۔ پس اس طریق سے بھی توفّی بمقابلہ ابقاء مذکور ہوئی۔ فثبت القرینة و اندفعت الرّیبة۔

مضمون مذکور تفاسیر معتبرہ مثل تفسیر کبیر، ابن کثیر، فتح البیان، ابی السعود، رحمانی، کشاف وغیرہ سے ماخوذ ہے۔

آیت ۲۳ اور ۲۴ میں توفی سے مراد رفع جسمی ہے بقرینہ صریحہ را فعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا (اٹھا لینے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف) اور آیت: بل رفعه اللّه الیه (نساء:۱۵۸) اور بموجب حدیث نزول کے بتصریح من السماء (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، نیز کنز العمال) کما سیجیء ذکر ذلك۔

بس اب قرآن شریف کی جملہ آیات توفّی کا پورا بیان ہو چکا اور ایک نیک باطن پاک طینت صاحب بصیرت کے لئے کوئی گنجائش انکار باقی نہ رہی۔ اور مرزا صاحب قادیانی کے طعن کا جواب، جس میں انہوں نے اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۵ میں کل علمائے سلف وخلف کو ملحد ومحرف قرار دیا ہے، کافی طور پر ہو چکا کہ دیگر مواقع پر توفّی سے موت اور نیند مراد لینے کی یہ وجوہ ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں توفّی سے رفع مراد لینے کی وجہ یہ ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کو کوئی حق نہیں کہ ناحق علمائے اسلام کی شان میں بدزبانی کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرے۔ (اب تو برزخ میں اس بدزبانی کا مزہ چکھ رہے ہوں گے)

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

اگر کوئی لفظ کئی معنوں میں اطلاق پذیر ہے، خواہ وہ معنی حقیقی ہوں خواہ منقولی باقسامہا تو قرآن شریف میں اس کے مواضع کثیرہ میں ایک ہی معنی میں مستعمل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ دیگر مواضع میں بھی اس کے یہی معنی لگیں گے کیونکہ ایسی کئی مثالیں ہیں کہ سارے قرآن شریف میں کسی لفظ کے ایک ہی معنی ہیں اور صرف ایک جگہ پر اس لفظ کے اور معنی ہیں۔ یہاں صرف پانچ مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے زیادہ تحقیقات کے لئے تفسیر اتقان کو ملاحظہ فرماویں۔

اول: لفظ اصحاب النار قرآن میں جس جگہ آیا ہے اس کے معنی دوزخ میں جلنے والے کفار وفساق ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوائے سورہ مدثر کے کہ اس میں اس کے معنی وہ فرشتے ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں۔

دوم: بعل کے معنی سورہ بقرہ اور نساء میں شوہر ہیں اور سورہ صافات میں نام ہے اس بت کا جسے وہ قوم پوجتی تھی جن کی طرف حضرت الیاسؑ بھیجے گئے تھے۔

سوم: عود اور عادۃ کے معنی سارے قرآن میں تکرار فعل کے ہیں بجز آیت و الّذین یظاھرون من نّسائھم ثم یعودون لما قالوا (مجادلہ:۵۸) کے کہ اس میں توبہ اور پشیمانی مراد ہے۔

چہارم: ریب کے معنی ہر جگہ شک ہیں مگر ریب المنون (طور:۵۲) میں حوادث زمانہ مراد ہیں۔

پنجم: بروج سے مراد ہر جگہ کواکب ہیں، مگر بروج مّشیّدۃ (نساء:۷۸) میں اونچے اور محکم محل مراد ہیں۔

و رافعك الیّ

لفظ توفّی کی نسبت کافی طور پر تحقیق ہو چکی اور علم تصریف اور کتب لغت اور تفاسیر معتبرہ سے بہ بسط محقق ہو چکا کہ لفظ توفی اخذ الشّیء وا فیاً، کسی چیز کو پورا پورا لینے کیلئے موضوع ہے، اور موت اور نینداور رفع اس کے انواع ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی ایک نوع کی تعیین کیلئے حاجت قرینہ کی ہوتی ہے۔ پس قول الٰہی یا عیسی انّی متوفّیك سے رفع جسد الی السّماء مراد لینے کیلئے پہلا قرینہ و را فعك الیّ ہے۔ اور را فعک الیّ سے رفع روح اور عزت کی موت مراد نہیں ہے جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں بلکہ مراد اس سے رفع جسم الی السماء ہے، لا غیر۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ صراح میں لکھا ہے

رفع برداشتن و ھو خلاف الو ضع۔ یعنی رفع کے معنی اوپر کے طرف اٹھانا ہیں برخلاف لفظ وضع کے کہ اس کے معنی نیچے رکھنا، ہیں۔

اسی طرح المصباح المنیر میں لکھا ہے: ر فعته رفعاً خلاف خفضته۔

لغت کی کسی کتاب میں رفع کے معنی، عزت کی موت، نہیں لکھے۔ اور نہ کسی محاورہ میں اس کا استعمال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس معنی میں پایا گیا ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کا تصرف فی اللغۃ ہے جس طرح چاہتے ہیں قرآن وحدیث اورلغت کو اپنی مرضی کے تابع کر لیتے ہیں

(اکمل قادیانی رفع الی اللّٰہ سے عزت کی موت مراد لینے کی وجہ میں فرماتے ہیں: اگر کہیں عزت کی موت (مرزا نے) لکھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ توفّی کے معنی موت اور رفع الی اللّٰہ سے مراد عزت دونوں ملا کر حاصل مطلب عزت کی موت ہوا ۔صفحہ ۲۷۔

جواب: جناب عیسیٰؑ کی نسبت توفّی اور رفع الی اللّٰہ ہر دو مستقل بالمفہومیہ اور متساوق ہیں، ایک کو دوسرے کا ضمیمہ بنا کر معجون مرکب نہیں بنا سکتے)

اگر کہا جائے کہ جب رفع کا صلہ الی آتا ہے تو یہ کنایہ ہوتا ہے اعزاز واکرام سے جیسا کہ محاورہ رفعتہ الی السّلطان صراح میں موجود ہے (جیسا کہ مبارک علی سیالکوٹی نے القول الجمیل میں لکھا ہے) تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ اس محاورے سے تمسک کرنے سے مرزا کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ تو رفع الی اللّٰہ سے عزت کی موت مراد لیتے ہیں۔ پس جب تک محاورہ رفعتہ الی السّلطان میں عزت کی موت مراد نہ ہو، تب تک اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں۔

ثانیاً یہ کہ محاورہ رفعتہ الی السّلطان کو رفع جسمی کے انکار میں پیش کرنا استعداد علمی سے عاری ہونے کا نتیجہ ہے کیونکہ صراح کی پوری عبارت یوں ہے :

ونزدیک گردانیدن کسے را بکسے صِلتہ بِالِی و من ذلك قولھم رفعتہ الی السّلطان ۔

جب عبارت نزدیک گردانیدن کسے را بکسے، موجود ہے تو اس سے ذی علم وفہم کو یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ اس جگہ رفع سے مراد صرف رفعت منزلت ہے کیونکہ کسی کو کسی کے نزدیک کرنے میں قرب جسمی ملحوظ ہوتا ہے۔ پس محاورہ رفعتہ الی السّلطا ن کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس شخص کو گھر بیٹھے بٹھائے عزت دلا دی ، بلکہ معنی تو یہ ہیں کہ میں اس کو بادشاہ کے حضور لے گیا، عزت اور ذلت سے اس میں کوئی بحث نہیں۔ اگر وہ شخص منظور نظر شاہی ہے، تو حضور شاہی میں اسکی عزت ہوگی اور اگر کوئی مجرم ہے تو مورد سخطات شاہی ہوگا، کیونکہ بادشاہ اور حاکم کی حضوری میں عزت وذلت اپنی استعداد کے لحاظ سے ہے، نہ باعتبار بادشاہ کے قریب جانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے۔چنانچہ فتح الباری جز۹صفحہ۴۳۱ میں محاورہ و رفعه الی الحاکم کے معنی جو ہر طرح سے رفعته الی السّلطان کا ہم پلہ ہے احضره للشکوی یعنی شکایت کے لئے حاکم کے حضور لے جانا لکھے ہیں۔

ثالثاً یہ کہ صراح کی عبارت کا مطلب عند ارادۃ الاعزاز یہ ہے کہ بر تقدیر ارادہء معنی اعزاز و مرتبہ رفع کا صلہ الی آنا چاہیے، نہ یہ کہ جس جگہ رفع کا صلہ الی ہو اس سے بغیر اعزاز و اکرام کے اور کچھ ارادہ ہی نہیں کر سکتے تا کہ رفع جسمی ممنوع خیال کیا جائے اور مخالف کو کامیابی ہو، بلکہ الی کے صلہ ہونے کے وقت نظر بر اصل واقعہ کہیں رفع جسمی اور اعزاز دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں۔چنانچہ محاورہ و رفعته الی السّلطان میں جس صورت میں کہ متکلم نے مفعول کو اصالۃً یا وکالۃً بجسمہ لے جا کر سلطان کے ہاں معزز بنایا ہو اور ظاہر ہے کہ معنی وضعی اور معنی کنائی کا اجتماع ممتنع نہیں بخلاف حقیقی اور مجازی کے کما سیجیء۔اور کسی جگہ صرف رفع جسمی بغیر ارادہ اعزاز کے پایا جاتا ہے جیسا کہ امثلہ ذیل اس امر کی مشعر ہیں:

المثال الاوّل: المصباح المنیر میں بذیل لفظ رفع لکھا ہے رفعت الزّرع الی البیدرِ اور اس کے معنی صراح میں یوں کئے ہیں ، برداشتم غلہ دروده و بخرمن گاہ آوردم۔یعنی میں کھیت کو کاٹ کر اور غلہ اٹھا کر خرمن گاہ میں لے آیا۔

ایسا ہی قاموس میں ہے: و الزرع حملوه بعد الحصاد الی البیدر۔

رفعوا الزرع کے یہ معنی ہیں کہ کسان کھیت کاٹنے کے بعد اٹھا کر خرمن گاہ میں لے آئے اسی طرح اساس البلاغۃ میں بھی ہے۔

المثال الثّانی: صحیح بخاری باب اذا وکّل رجلاً فترك الوکیل شیئاً میں حدیث وکالۃ ابی ہریرہ بحفظ زکوۃ رمضان میں الفاظ لارفعنّك الی رسول اللّه ﷺ وارد ہیں۔اور فتح الباری باب الوکالۃ جزء ۹صفحہ۴۳۱ میں لارفعنّك کے ذیل میں لکھا ہے:

لاذهبنّ بك اشکوك یقال رفعه الی الحاکم اذا احضره للشّکوی یعنی ابو ہریرہؓ نے (شیطان سارق غلہ خیرات کو کہا کہ) آج تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی جناب میں تیری (بدعملی) کی شکایت کیلئے لے چلوں گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراسی طرح یہ محاورہ ہے رفعه الی الحاکم یعنی وہ اس کو حاکم کے حضور میں اس کی (بدعملی کی) شکایت کیلئے لے گیا۔ اگر رفع کے معنی بوقت صلہ الی صرف اعزاز واکرام ہوتے ہیں تو کیا معاذ اللہ حضرت ابو ہریرہؓ نے شیطان سارق (چور) کو عزت دلانی چاہی تھی اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی جناب پاک میں؟ نعوذ باللّٰه من ذلك

المثال الثّالث : صحیح بخاری باب فضل الکھف و نزول السکینة ونیز مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۷۶ احدیث قراۃ اسید بن حضیر، سورۃ الکہف میں رفع رأسه الی السّماء (اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا) اور نیز فرفعت رأسی الی السّماء (پس میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا)، وارد ہے۔ اس حدیث میں بھی دو دفعہ رفع کے ساتھ صلہ الی آیا ہے اور دونوں جگہ رفع جسمی مراد ہے بغیر ارادہ رفعِ منزلت کے۔

المثال الرابع : صحیح بخاری وصحیح مسلم ونیز مشکوۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیّت صفحہ ۱۴۲ میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینبؓ کے فرزند ارجمندؓ کے فوت ہوجانے کی حدیث میں فرفع الی رسول اللّٰه ﷺ الصّبی ّ۔ یعنی وہ لڑکا (رسول اللہ ﷺ کا نواسہ) آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ سبحان اللہ! رفع جسمی کے لئے کیا عمدہ مثال ہے۔ موت کا وقت بھی ہے اور پھر یہاں عزت کی موت مراد نہیں۔

المثال الخامس : اللہ تعالیٰ نے سورہ فاطر میں فرمایا:

الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّالح یرفعه (فاطر:۱۰)

(کلمہ طیب خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل کو خدا بلند کرتا ہے)

تفسیر فتح البیان میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

(الیه) تعالی لا الی غیره (یصعد الکلم الطّیّب) الصّعود هو الحرکة الی فوق وهو العروج ایضاً وموضع الثّواب فوق و موضع العذاب اسفل ومعنی صعوده الیه قبوله له او صعود الکتبة من الملائکة بما یکتبونه من الصّحف (کلمہ طیب صرف خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور صعود اس حرکت کو کہتے ہیں جو اوپر کی جانب ہو، اور اسے عروج بھی کہتے ہیں۔ اور ثواب کی جگہ اوپر کو ہے اور عذاب کی جگہ نیچے کو ہے، اور خدا کی طرف کلمہ کے صعود کے معنی ہیں خدا کا اس کو قبول کر لینا، یا اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی ہیں کراماً کاتبین فرشتوں کا ان صحیفوں کو لے کر چڑھنا، جو وہ لکھتے ہیں)

صورت ثانیہ یعنی ملائکہ کا اعمال عباد کو کتابت میں لا کر صعود الی السّماء کرنا حدیث شریف کے بالکل موافق ہے جیسا کہ اسی تفسیر میں آگے بروایت ابن مسعودؓ ذکر کیا ہے:

انّ العبد المسلم اذا قال سبحان اللّه و بحمده و الحمد اللّه و لا اله الّا اللّه واللّه اکبر وتبارك اللّه قبض علیهنّ ملك فضمّهنّ تحت جناحه ثمّ یصعد بهنّ الی السّماء فلا یمرّ بهنّ علی جمعٍ من الملائکة الّا استغفر لقائلهنّ حتّی یحیّ بهنّ وجه الرّحمن ثم قرأ : الیه یصعد الکلم الطّیّب ۔ الآیه (جس وقت کوئی مسلمان سبحان اللّه و بحمده ... الخ ۔ پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ (جو ان کلمات پر مؤکل ہوتا ہے) ان کلمات کو لے لیتا ہے اور اپنے بازوؤں کے نیچے لگا کر آسمان پر لے چڑھتا ہے۔ پس فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے وہ گزرتا ہے وہ سب اس کے قائل کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں، حتی کہ اللہ تعالی کی جناب پاک میں تحفۃً پیش کئے جاتے ہیں (عبداللہ ابن مسعودؓ نے یہ حدیث سنا کر) پھر آیت الیه یصعد الکلم الطّیّب .. الخ ۔ پڑھی۔

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں بھی اس آیت کے ذیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور یہ معنی دیگر کئی احادیث سے بھی ثابت ہیں چنانچہ صحیح بخاری باب ذکر الملائکۃ میں کراماً کاتبین کی نسبت ثم یعر ج الّذین باتوا فیکم (پھر وہ جو رات کو تم میں رہے خدا کی طرف اوپر چلے جاتے ہیں) وارد ہے۔ نیز معلوم رہے کہ اس جگہ بھی عروج جو صعود کا مترادف ہے اس کا صلہ الی آیا ہے اور مراد عروج حقیقی ہے، نہ کنائی نہ مجازی۔

دیگر یہ کہ صعود الی اللّه سے قبولیت مراد رکھنا بنا بر ارادہ معنی لازمی ہے اور ممارس کتب فن پر ظاہر ہے کہ لازمی معنوں کے ساتھ حقیقی معنوں کا ارادہ جائز ہے جیسا کہ آگے بحث کنایہ میں مفصل طور پر مطوّل سے نقل کیا جائے گا، انشاء اللہ کیونکہ کلمات طیبات مکتوب ہو کر آسمان کی طرف مرفوع ہوتے اور جنابِ خدا میں قبول ہوتے ہیں ۔

المثال السّادس : صحیح مسلم میں ہے :

یرفع الیه عمل اللّیل قبل عمل النّهار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(رات کا عمل خدا کی طرف مرفوع ہو جاتا ہے، پیشتر اس کے کہ دن کا عمل صادر ہو)

اس میں بھی رفع کا صلہ الـــــی آیا ہے اور صورت صعود اعمال کی اوپر مثال میں گزر چکی۔ گویا یہ حدیث من وجہ تفسیر ہے آیت الیـہ یصعد الکلم الطّیّب کی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں:

یرفع الیه عمل اللّیل قبل عمل النّهار یعنی برداشتہ میشود و بالا بردہ میشود بسوئے درگاہِ وے عملہائے بندگان کہ درشب مے کنند پیش ازعملہائے کہ در روزے کند و عمل النهار قبل عمل اللّیل و برداشتہ میشود عملِ روز پیش از عمل شب یعنی ہنوز روز نشدہ و عملے درآں واقع نشدہ کہ عمل شب بالا می برند و شب نرسیدہ کہ عمل روز ببرند و دریں مبالغہ است در مسارعت ملائکہ موکل باعمال عباد و امتثال امر و سرعت عروج ایشاں بمحالِ عرض و مصاعدِ سماوات ایشاں برفع اعمال درادنی ساعت چہ فرق میان روز و شب جز آنی و جز ولا یتجزی نبود

ایسا ہی امام نووی ؒ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے:

فانّ الملائكة الحفظة يصعدون باعمال اللّيل بعد انقضائه فى اوّل النّهار و يصعدون باعمال النّهار بعد انقضائه فى اوّل اللّيل

(ملائکہ محافظین رات کے اعمال اس کے گزر جانے پر دن کے اول وقت میں لے چڑھتے ہیں اور (اسی طرح) دن کے اعمال اس کے گزرنے پر رات کے شروع میں لے چڑھتے ہیں۔

المثال السّابع: مجمع البحار میں زیر لفظ رفع لکھا ہے:

فرفعه الى يده اى رفعه الى غاية طول يده ليراه النّاس فيفطرون (جلد ثانی ص ۲۳)
(آنحضرت ﷺ نے پیالہ اپنے دست مبارک کی لمبائی کے برابر اوپر اٹھایا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں اور روزے افطار کریں)

المثال الثّامن: مجمع البحار جلد ۲ ص ۲۳ یر فعه الی النّبیّ ﷺ۔ اس میں بھی صلہ الی آیا ہے اور مراد اس سے مدخول الی کی طرف بات کو نسبت کرنا اور اس تک پہنچانا ہے۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ جب رفع کا صلہ الی آتا ہے تو اس کے معنی شیء مذکور کو مدخول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی کی طرف اٹھانا، ہوا کرتے ہیں بغیر ارادہ معنی موت واعزاز واکرام کے،خواہ وہ شئے جوہر ہوخواہ عرض ۔

خلاصہ یہ کہ لغت میں رفـــع کے حقیقی اور وضعی معنی ،اوپر کو اٹھانا، ہیں، برخلاف وضـــع اور خفض کے کہ ان کے معنی نیچے رکھنا ہیں۔پس جہاں رفع کا مفعول کوئی جسم ہوگا وہاں اس سے مراد نیچے سے اوپر کو حرکت دینا ہوگی اور اگر اس کا متعلق ومعمول کوئی معنی ہوگا، تو اقتضائے مقام پر محمول ہوگا جیسے محاورہ رفعته الی الحاکم میں اگر ضمیر منصوب سے مراد کوئی جسم ہو،تو اس سے مراد رفع جسمی ہوگی اور اگر کوئی امر و معاملہ ہو تو صرف اس امر کا پیش کرنا مراد ہوگا۔اس بیان کی تصدیق کیلئے المصباح المنیر کی عبارت ذیل ملاحظہ ہوتا کہ اللہ ظلمات شکوک سے نجات دے:

فـالـرّفـع فی الاجسام حـقیـقـة فـی الـحـرکـة و الانتقال فی المعانی علی ما یقتضیه المقام (لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رو سے حرکت اور انتقال کے لئے ہوتا ہے اور معانی کے متعلق جیسا موقع ومقام ہو، ویسی مراد ہوتی ہے)

مصباح کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ رفع کے حقیقی اور وضعی معنی نیچے سے اوپر کو حرکت وانتقال کے ہوتے ہیں اور نیز محاورات سابقہ سے روشن ہو گیا کہ رفع کا صلہ جب الی آئے تو اس کے معنی شئے مذکور کا مدخول الی کی طرف مرفوع ہونا، ہوا کرتے ہیں۔پس اس بیان وتحقیق سے و را فـعك الیّ سے یہ محقق ہوا کہ عیسیٰ بجسدہ زندہ مـرفـوع الی السّماء ہوئے کیونکہ را فعـک میں ضمیر مخاطب راجع بطرف منادی یعنی عیسیٰؑ ہے۔اور اسمائے اجسام مع ارواح کے ہوا کرتے ہیں نہ مجرد ارواح کے اور نہ مجرد اجسام کے اور کلمات الی اللّٰه اور الی السّماء ہر دو سے ایک ہی مقصود ہے علی ما سنبیّن انشاء اللّٰه (جیسا کہ ہم جلد ہی بیان کرینگے)۔

ثالثا! یہ کہ کنایات بغیر ارادہ معنی کنائی وبغیر مطابقت باصل واقعہ کے اور مجازات بغیر تعذر حقیقت یا وجود قرینہ صارفہ کے مراد نہیں لئے جاسکتے۔مثلاً کشف السّـــاق جو کنایہ شدت اور مستعدی سے ذکر کیا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ محاورہ اپنے معانی حقیقیہ یعنی پنڈلی کو برہنہ کرنا، پر کبھی بھی دال نہیں ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی سے گذرنے کے وقت یا کسی اور تقریب سے اپنی ساق (پنڈلی) کو فی الواقع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برہنہ کرلے تو یہ الفاظ معانی حقیقیہ پر محمول ہوں گے جیسے کہ سورہ نمل میں و کشفت عن ساقیھا کہ بلقیس نے (شیش محل میں جاتے وقت شیشے کے فرش کو پانی خیال کرکے اپنے پائینچوں کو سمیٹا اور) اپنی پنڈلی کو ننگا کیا (علی قولٍ) اور اگر حالات اس امر کے مقتضی ہیں کہ اس شخص نے اپنی پنڈلی برہنہ نہیں کی اور متکلم نے بھی اس معنی کا ارادہ نہیں کیا تو یہی الفاظ کنایہ ہوں مستعدی یا شدت سے جیسا کہ تفسیر اتقان میں ہے:

اصبر عناق انّه شر باق

قد سنّ لی قومك ضرب الاعناق

و قامت الحرب بنا علی ساق

مع ہذا معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں جمع ہو سکتے ہیں برخلاف مجاز کے کہ یہ حقیقت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ اور کنایہ اور مجاز میں یہی فرق ہے جیسا کہ مطوّل میں بالتصریح موجود ہے:

الکنایة لفظ ارید به لازم معناه مع جواز ارادته معه ای ارادة ذلك المعنی مع لازمه کلفظ طویل النجاد المراد به لازم معناه اعنی طول القامة مع جواز ان یّراد حقیقة طول النّجاد ایضاً فظهر انّها تخالف المجاز من جهة ارادة المعنی الحقیقی للفظ مع ارادة لازمه لارادة طول النجاد مع ارادة طول القامة بخلاف المجاز فانّه لا یصح فیه ان یّراد المعنی الحقیقی (کنایہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے اسکے لازمی معنی کا ارادہ کیا جائے ،اور اس لازمی معنی کے ساتھ اس لفظ کے اصلی معنی کا ارادہ بھی جائز ہو۔ مثلاً لفظ طویل النجاد کہ اس سے اس کے لازمی معنی یعنی قد کی درازی مراد ہیں اور ساتھ ہی اس کے حقیقی معنی (شرافت نسب) بھی مراد لینے جائز ہیں۔ پس ظاہر ہوگیا کہ کنایہ اور مجاز میں یہی فرق ہے کہ کنایہ میں حقیقی اور لازمی ہر دو معنی جمع ہو سکتے ہیں بخلاف مجاز کہ اس کے ساتھ حقیقی معنی جمع نہیں ہو سکتے)۔

اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں رافعك الیّ کے معنی حقیقی یعنی رفع جسمی جو بالکل حق ہیں اور معنی کنائی (فرضی) یعنی رفع منزلت جو مراد نہیں ہیں، ان دونوں میں تبائن کلی و منافات نہیں ہے بلکہ دونوں معاً مجتمع و متحقق ہو سکتے ہیں کیونکہ رفع جسمی بہ نسبت عبدِ صالح مستلزم اعزاز و اکرام ہوتی ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے و رفع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابویه علی العرش یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کوتخت پر چڑھا بٹھایا۔

خصوصاً مسئلہ ما نحن فیها یعنی رفع مسیح الی السماء میں رفعت قدر ومنزلت بھی بطریق اولی احسن پائی جاتی ہے۔پس معنی کنائی ہم کو مضر نہیں جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ ارادہ معنی کنائی کے وقت ارادہ معنی حقیقی بالضرور ممنوع ہے اور معنی مجازی کی نسبت یہ جواب ہے کہ ارادہ مجازات بغیر حقیقت کے ممنوع ہونے کے یا بغیر قرینہ موجود ہونے کے ممنوع ہے جیسا کہ علم اصول اور بیان میں مصرح ہے۔

اسی لئے قرآن شریف میں جہاں کہیں رفع سے مراد رفع بحسب الدرجہ مراد ہے وہاں بالضرور قرائن صارفہ موجود ہیں مثلاً آیات: رفع بعضهم درجات (بقرہ:۲۵۳) اور نرفع درجات من نّشاء (انعام ویوسف) اور رفع بعضكم فوق بعضٍ درجات (انعام) اور رفعنا بعضهم فوق بعض درجات (زخرف) میں لفظ درجات بالتصریح موجود ہے پس چونکہ و رافعك الیّ سے ارادہ رفع جسم الی السماء کے لئے نہ تو تعذر حقیقت لازم آتا ہے اور نہ کوئی قرینہ موجود ہے اس لئے اس جگہ محض رفع منزلت مراد نہیں لے سکتے۔

عوام کے افہام کے لئے اس قدر کافی ہے کہ وہ آیت جو کہ حضرت یوسفؑ کے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھانے کے بارے میں ہے، یادرکھیں کہ جس طرح اس آیت میں مفعول رفع کا مدخول علی پر حقیقۃً بالجسد مرفوع ہونا مراد ہوتا ہے اسی طرح یا عیسی انّی متوفّيك و رافعك الیّ میں حضرت مسیح کا بجسدہ العنصری مرفوع الی السماء ہونا مراد ہے اور اسی طرح آیت الیه یصعد الكلم الطّیّب و العمل الصّالح یرفعه (فاطر) میں مفعول یصعد یعنی کلمہ طیب کا مدخول الی یعنی جنابِ باری تعالی عزاسمہ میں آسمان پر مرفوع ہونا مراد ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حدیث شریف میں وارد ہے اور اس کی کچھ شرح پہلے گذر چکی ہے۔نیز آیت ثانیہ سورہ فاطر سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ ارتفاع الی اللّٰہ اور صعود الی السّماء متساوق فی المعنی ہیں۔کیونکہ صورت صعود کلمات طیبات کی یہ ہے کہ کراماً کاتبین اعمال عباد لکھ کر آسمان پر جنابِ باری عزاسمہ میں پیش کرتے ہیں۔

جملہ تفاسیر معتبرہ مثل تفسیر کبیر، معالم، جلالین، سواطع الالہام، جامع البیان، رحمانی (جو بیان نکات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآنی میں بے مثل ولا ثانی ہے)،فتح البیان،،ابن کثیر، مدارک، درمنثور، بیضاوی،خازن،السراج المنیر ،کشاف، ابی السعو داورعباسی،ان سب منقولی ومعقولی تفاسیر میں بلاخلاف رافعك الیّ سے رفع الی السّماء مراد لکھاہے۔چنانچہ بعض کی عبارات تحریر میں یوں ہیں :

تفسیر رحمانی میں لکھاہے:

(و) لا ادع لك شهوة طعام و شراب فتحتاج الی مسا كنة الارض (را فعك الیّ) ای الی سمائی (و) انّما ارفعك لانّی (مطهّرك من) جوار (الّذين كفروا) لئلا يصل اليك من آ ثارهم شیء (و) كما اجعلك فوق اهل الارض فانا (جاعل الّذين اتّبعوك) من المسلمين و النّصاری (فوق الّذين كفروا) لك من اليهود يغلونهم (الی يوم القيامه) (اور میں تجھے کھانے پینے کی خواہش ہی باقی نہ رکھوں گا کہ تجھے زمینی سکونت کے اسباب کی حاجت پڑے کیونکہ میں تجھے اپنے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں کہ تجھے کفار کی مصاحبت سے پاک رکھوں تاکہ تجھے ان کے ہاتھ سے کوئی گزند نہ پہنچے اور جس طرح تجھے زمین والوں سے اونچا کروں گا اسی طرح تیرے تابعداروں کو(جو مسلمان اور عیسائی ہیں) تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھونگا)۔

علامہ علی مہائمی نے اس عبارت جامعہ میں منکرین کے شبہ کا بھی ازالہ کردیا ہے کہ اگر حضرت روح اللہ آسمان پر موجود ہیں تو کھاتے کہاں سے ہیں؟

اسی طرح تفسیر کشاف اور مدارک میں ہے:

(و را فعك الیّ) ای الی سمائی (و مِقرِّ ملائكتی) (تجھ کو اپنے آسمان اور اپنے فرشتوں کی قرارگاہ میں اٹھالینے والا ہوں)

سبحان اللہ! علامہ جاراللہ زمخشری باوجود اہل اعتزال کا امام ہونے کے اپنی اس تفسیر میں جو قرآن مجید کی عربیت بیان کرنے میں سب کی استاد تسلیم کی گئی ہے را فعك الیّ میں حقیقی معنی رفع الی السماء کو چھوڑ کر تاویل نہیں کرسکے۔اگر ان کو عربیت اجازت دیتی تو وہ ضرور تاویل کرتے۔اسی طرح تفسیر بیضاوی و سراج منیر اور ابی السعود میں بھی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

و مطهّرك من الّذين كفروا

و متوفّيك سے رفع جسم مراد لینے کے لئے دوسرا قرینہ الفاظ مطهّرك من الّذين كفروا ہیں اس جگہ تطہیر سے مراد کفار کے ہاتھ سے صاف بچا لینا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مشرکین کو نجس اور پلید قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا: انّما المشركو ن نجس (توبہ:۲۸) (مشرکین، بوجہ خباثت شرک، نجس ہیں) ابن جریر اپنی تفسیر میں حضرت ابن جریج رومی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن جريج قوله انّى متوفّيك و را فعك الىّ و مطهّرك من الّذين كفروا قال فرفعه ايّاه اليه توفّيهِ ايّاه و تطهيره من الّذين كفروا (ج ۳ ص ۱۴۷۔۱۴۸) (کہ انہوں نے قول الہی انىّ متوفّيك .. الخ کے بارے میں کہا کہ خدا کا عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھا لینا ہی آپ کی توفّی ہے، اور یہی کفار سے تطہیر ہے)

(اکمل صاحب اس مقام پر سخت حیران ہیں۔ کبھی تو تطہیر سے مراد تخلیص مان جاتے ہیں، گو الٹی طرف سے ناک پکڑ کر اور کبھی صاف انکار کر جاتے ہیں اور کبھی نہایت سادگی سے کہتے ہیں: مگر یہ تخلیص وانجاء کیا آسمان پر جانے ہی سے ممکن ہے؟ کیا دوسرے ملک میں چلے جانے سے ممکن نہ تھی؟ صفحہ ۳۱۔

جواب: جناب معقولات جانے آپ کی بلا۔ سنئے! ممکنات میں سے جب ایک صورت واقع ہو جائے، تو وہ ممکن درجہ وجوب میں آ جاتا ہے پس اس کے علاوہ دوسری ممکن صورتوں کے امکان کی وجہ سے اس واجب کا انکار سفاہت ہے۔ اور اس جگہ تطہیر سے مراد تخلیص بنابر موقع ذکر ہے اسے اصطلاح علمائے اصول میں، سوق کلام، کہتے ہیں جو آپ نہیں جانتے اور قرائن حالیہ ومقالیہ اس کے مؤید ہیں)

جملہ تفاسیر معتبرہ کیا معقولی اور کیا منقولی مثل تفسیر کبیر و معالم وجلالین وتفسیر فیضی ورحمانی وفتح البیان وجامع البیان ومدارک وسراج منیر وخازن وکشاف وابی السعود وعباسی وبیضاوی وابن کثیر میں و مطهّرك من الّذين كفروا کے معنی کفار کے ہاتھ سے خلاصی اور نجات لکھے ہیں بلکہ تفسیر فتح البیان اور ابن کثیر میں اس جگہ رفع الى السّماء بھی ذکر کیا ہے۔

پس آیت انّى متوفّيك .. کے صحیح معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لے لوں گا اور تجھے اپنی طرف آسمان پر اٹھا لوں گا اور تجھے کفار کے شرّ سے صاف بچا لوں گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اکمل صاحب نہایت بے باکی سے لکھتے ہیں: اور پندرہ تفاسیر کا حوالہ جو دیا کہ ان میں اس آیت کے معنی کفار کے ہاتھ سے خلاصی ونجات کے لکھے ہیں، وہ برابر ہمارے اعتقاد کی تصدیق کررہے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو ان کے ہاتھوں سے خلاصی ونجات دی اور کشمیر چلے آئے۔ ص ۳۷۔

جواب: اکمل صاحب مفسرین پر یہ افتراء کیسا؟ ان میں سے جس تفسیر میں کشمیر کی تصدیق لکھی ہے بھلا کسی مجلس میں دکھائیں تو سہی۔ ہاں سماء کے معنی کشمیر کرلیں تو امر دیگر ہے)

تعجب ہے کہ قرآن کی صاف تصریحات کے برخلاف ایک مسلمان کس طرح تسلیم کرسکتا ہے کہ یہود نے آپ کو پکڑوا کر صلیب پر چڑھوا دیا اور آپکے سر پر (استہزاءً) کانٹوں کا تاج پہنایا گیا اور آپکے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونکی گئیں اور آپ کی پسلی میں نیزہ مارا گیا نعوذ باللّٰہ

(یہ سب امور نصاری کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں جن کے اعتبار سے سرسید احمد خان اور مرزا قادیانی تصلیب مسیح کے قائل ہوئے ہیں۔ نہ تو یہ کتابیں معتبر ہیں اور نہ انکے بیانات قابل اعتبار ہیں۔

اول: اس وجہ سے کہ ان کتابوں کے مصنفین تک ان کی سند متصل نہیں اور نہ ان کی طرف ان کی نسبت کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوم: اس وجہ سے کہ جن مصنفوں نے بھی ان کو لکھا انہوں نے واقعات مندرجہ کی کوئی سند نہیں بیان کی اور نہ سلسلہ روایت کو ذکر کیا۔

سوم: اس وجہ سے کہ ان میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب سپاہی حضرت مسیح کو گرفتار کرنے آئے تو آپ کے شاگرد بھاگ گئے۔ دیکھو متی ۲۶:۵۶ اور مرقس ۱۴:۵۰۔ پس جب واقعہ کے وقت کوئی بھی مومن موجود نہیں تھا تو کس کی شہادت سے اس کا اعتبار کیا جائے؟

چہارم: اس وجہ سے کہ واقعہ صلیب اور اس کے ضمیمہ جات کی نسبت انہی مصنفین اناجیل میں کئی قسم کی اختلاف بیانیاں ہیں مثلاً

۱۔ متی ۲۶:۴۸ اور مرقس ۱۴:۴۴ اور لوقا ۲۲:۴۷ میں مرقوم ہے کہ یہوداہ اسکریوطی نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دے کر آپ کو شناخت کرایا۔ لیکن اس کے برخلاف یوحنا ۱۸:۵ میں مرقوم ہے کہ خود حضرت مسیح نے سپاہیوں کو اپنے آپ بتایا کہ میں مسیح ہوں اور انہوں نے آپ کو گرفتار کیا۔

۲۔ اسی طرح متی ۲۷:۳۲ اور مرقس ۱۵:۲۱ اور لوقا ۲۳:۲۶ میں مسطور ہے کہ سپاہیوں نے ایک دیہاتی شخص شمعون کرینی کو، جو دیہات سے آرہا تھا، بیگاری میں پکڑا اور اسے حضرت مسیح کی صلیب اٹھوائی اور وہ اسے اٹھا کر مقام گلگتا تک، جہاں وہ صلیب دیئے گئے، لے گیا۔ لیکن اس کے برخلاف انجیل یوحنا ۱۹:۱۷ میں مسطور ہے کہ صلیب خود حضرت مسیح نے اپنے کندھوں پر اٹھائی اور مقام گلگتا تک لے گئے۔

۳: اسی طرح انجیل متی ۲۷:۵ میں اس روپیہ کی بابت جو یہوداہ اسکریوطی نے حضرت مسیح کو پکڑوانے کی رشوت میں لیا، یہ لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد یہوداہ وہ روپیہ مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی لیکن اس کے برخلاف کتاب، رسولوں کے اعمال ۱:۱۸ میں لکھا ہے کہ اس نے روپیے سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اس کی ساری انتڑیاں نکل پڑیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس ایسے صاف اختلافات کے ہوتے ان کا بیان ہرگز قابل اعتبار نہیں رہتا اور صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خدا تعالی نے جو فرمایا و انّ الذین اختلفوا فیه لفی شکّ مّنه ما لهم من علم الّا اتّباع الظّنّ ۔ نساء ۔ بالکل حق ہے، یعنی جن لوگوں نے اس مر میں (حق سے) اختلاف کیا، وہ بالضرور شک میں ہیں۔ ان کو سوائے گمان کی پیروی کے کوئی بھی علم نہیں)

اگر کوئی کہے کہ اس جگہ تطہیر سے مراد ان الزاموں سے بری کرنا ہے جو یہود آپ کی ولادت بلا پدر کے بارے میں لگاتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالی نے آپ کو ان سب الزاموں سے پاک کیا اور بری بیان کیا اور یہ امر قرآن شریف میں متعدد مقامات پر اشارۃً صراحۃً مذکور ہے لیکن خاص اس مقام پر تطہیر سے مراد سوائے ان کے مکر سے بچا لینے کے اور کچھ نہیں

(اکمل صاحب لفظ مکر کی اس تشریح کو جو ہم نے سابقاً کئی صفحوں میں بیان کی ہے نظر انداز کر کے فرماتے ہیں، مکر کیا تھا؟ آپ خود ہی حسب قول اپنے بول اٹھے قتل، بس اس سے اللہ نے نجات دے دی۔ ص ۳۰۔

جواب: جناب والا! اس جگہ مکر سے مراد قتل مع اس کے اسباب کے ہے کیونکہ قتل کے لئے کوئی نہ کوئی صورت اور اس کے اسباب ضروری ہیں اور وعدہ مطهّرك میں قتل اور اس کے اسباب سے بالکلیہ صاف صاف بچا لینا مقصود ہے۔ پس نہ قتل ہوا اور نہ اسباب قتل جن کا انہوں نے منصوبہ باندھا تھا، منعقد ہو سکے۔ اسی لئے ما قتلوه کے بعد ما صلبوه کی تصریح ضروری ہوئی کہ صلیب پر چڑھانا قتل کا ذریعہ اور سبب تھا پس اس کی بھی نفی کر دی فا فهم و لا تکن من القا صرین)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مطهّرك کا وعدہ بوقت تبلیغ رسالت ہے، جب یہود آپ کے قتل کے درپئے تھے، جیسا کہ سابقاً فلما احسّ عیسی منهم الکفر اور مکروا و مکر اللّٰه کی تفسیر میں مذکور ہو چکا، اور ان الزامات سے برأت اس سے پیشتر تکلم فی المهد سے ہو چکی تھی اور جو امر پہلے گذر چکا ہو اس کا آئندہ وعدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وعدہ ہمیشہ اس امر کا کیا جاتا ہے جو حاصل نہ ہو۔ پس وعدہ مطهّرك من الّذین کفروا جو تکلم فی المهد سے کئی سال بعد ہوا، اس سے برأت از طعن مراد نہیں ہو سکتی اور چونکہ بالکلیہ صاف بچا لینا تھا اسلئے مبالغۃً اس معنی کو لفظ تطہیر سے بیان کیا۔ چنانچہ اس کی کچھ تفصیل متوفیک کی بحث میں گذر چکی اور کچھ ابھی مذکور ہو گی۔

(اکمل صاحب نے اس موقع پر عجیب کمال دکھایا ہے کہ صلیب پر کئی ایک مصیبتیں اٹھا کر اور نیم مردہ ہو کر صرف موت سے بچ رہنے کی بابت بھی لکھتے ہیں: صاف بچ نکلے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: سبحان اللہ! صاف بچنے کی یہ صورت قادیان والے ہی سمجھتے ہوں ہوں گے۔ بندہ خدا! کیوں عقل کے پیچھے ٹوٹ کر پڑے ہو اور جس امر کو خداتعالی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وما صلبوہ ، خواہ مخواہ اس کے خلاف کیوں باتیں کرتے ہو)

اگر کہا جائے کہ تطہیر از طعن، محمد رسول اللہ ﷺ کی معرفت قرآن شریف میں کی جانے کا وعدہ ہوسکتا ہے، تو اس جواب یہ ہے کہ قرآن شریف نے صرف حکایۃً مضمون بیان کیا ہے جو عیسیٰؑ نے عادۃً کلام نہ کرنے کی عمر میں بیان کیا تھا، پس اصل برأت تو اس سے ہوگی اور کوئی فعل نقل کرنے والے کی طرف اصالۃً منسوب نہیں ہوسکتا، پس یہ عذر بھی درست نہیں۔

(اکمل صاحب نے یہاں نئی توجیہہ نکالی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: وعدہ تطہیر علاوہ اس کے اس الزام کے متعلق ہے جو لعنتی موت کا یہود لگاتے تھے۔ ص ۳۱۔

جواب: جناب من! علاوہ کا علاوہ کیوں ساتھ رکھ دیا۔ اس کی تو کافی تردید ہو چکی، کچھ جواب تو بن آیا نہیں اور علاوہ یونہی لکھ مارا۔ دیگر یہ کہ ؛لگاتے تھے؛ کیسے دھر گھسیٹا۔ ذرا سوچو تو یہ بشارت تو آپ کو زندگی میں واقعہ صلیب سے قبل ہو رہی ہے۔ واقعہ صلیب سے پیشتر لعنتی موت کا الزام کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ آپ نے؛ لگاتے تھے؛ صیغہ ماضی لکھ مارا۔

دیگر یہ کہ صلیب پر چڑھایا جانا، یا اس سے قتل کیا جانا کوئی گناہ نہیں کہ موجب الزام ہوسکے، پس اس تطہیر کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کہا جائے کہ یہود کے خیال میں صلیب کی موت لعنتی تھی جیسا کہ کتاب استثنا میں مذکور ہے، پس اس نظر سے صلیب کی موت موجب الزام ہوسکتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب استثنا کے اس حوالہ سے یہ نتیجہ نکالنا قادیانی ایجاد ہے۔ وہاں کہیں بھی مذکور نہیں کہ مطلقاً صلیب پر لٹکایا ہوا لعنتی ہوتا ہے۔ بلکہ خاص اسی شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کسی جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو، جیسا کہ نفس عبارت میں مذکور ہے ۔ دیکھو کتاب استثنا باب ۲۱۔ آیت ۲۲ میں مکتوب ہے: اگر کسی نے ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو۔۔۔الخ)

اس جگہ رفع الی السّماء کو توفّی سے تعبیر کرنے میں ایک خاص نکتہ ہے جو تفسیر کبیر اور خازن میں مذکور ہے کہ:

انّ التوفّی ا خذ الشّیء وافیاً و لمّا علم اللّٰہ انّ من النّاس من یّخطر بباله انّ الّذی رفعه اللّٰه هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلا م لیدلّ علی انّه علیه الصّلوة و السّلا م رفع بتمامه الی السّماء بروحه و بجسده (تفسیر کبیر ج ۲) (توفّی کے معنی ہیں کسی چیز کو بتمامہ لے لینا ، اور چونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ کسی شخص کے دل میں یہ بھی گزرے گا کہ اللہ نے عیسیٰؑ کی (صرف) روح کو اٹھایا تھا اور جسم کو نہیں اٹھایا تھا اس لئے اللہ نے یہ کلام، انّی متوفّیک ،فرمایا تاکہ اس امر پر دلالت کرے کہ اللہ تعالی نے آپ کو بتمامہ مع جسم اور روح کے (زندہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمان پر اٹھالیا)

سبحان اللہ! قرآن شریف کیسا معجز کلام ہے اور امام رازی بھی قرآن شریف کے کیسے رمز شناس ہیں کہ جو بات مرزا جی کئی صدیوں بعد کہنے والے تھے اس کی تردید پہلے ہی فرمادی۔ یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جو پوری پوری واقع ہوئی۔

کشف مغالطہ: صحیح بخاری میں مذکور ہے:

قال ابن عباس متوفّيك مميتك (کتاب التفسیر سورہ مائدہ) یعنی ابن عباس متوفيك کے معنی مميتك کرتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کو الہام بانی کے علاوہ مغالطہ دہی میں خاص کمال تھا اور کسی سیدھی بات کو بھی الٹا کر کچھ کا کچھ کر دکھانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا پس اس مميتك سے پہاڑ سر پر اٹھالیا اور ایک طوفان بر پا کر دیا کہ لو جی! حضرت ابن عباس بھی وفات مسیح کے قائل تھے اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب تھا (ازالہ اوہام)

جناب مرزا صاحب نے نہ تو صحیح بخاری کسی استاد حدیث سے پڑھی کہ اسے سمجھتے اور نہ اس کے سمجھنے کی قابلیت ہی رکھتے تھے، بلکہ جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں علم حدیث سے مناسبت ہی نہ رکھتے تھے (حمامۃ البشریٰ و تبلیغ مصنفہ مرزا صاحب) پھر علم حدیث میں ان کے قول کا کیا اعتبار؟

کسی روایت کی تشریح کے لئے ضروری ہے کہ اس کی صحت معلوم کرنے کے بعد اول تو اس کے جملہ طرق جمع کئے جائیں، پھر اس مضمون کی جملہ روایات کو سامنے رکھ کر علوم آلیہ کی مدد سے اسے حل کیا جائے۔ مرزا جی کی علمی بضاعت جاننے والے اصحاب جانتے ہیں کہ مرزا جی کی نظر علم روایت میں بہت ناقص تھی اور فہم قاصر۔ پھر خود غرضی کا بھوت سر پر سوار۔ مزید برآں کذب وافتراء اور مغالطہ سے بے خوفی۔ پھر وہ ایک مضمون کی جملہ روایات اور ایک روایت کے جملہ طرق کو کس طرح اور کیوں جمع کریں، بالخصوص جب اس طرح کی تحقیقات کا نتیجہ اپنے ادعاء اور مدعا کے خلاف ہو۔ وہ تو صرف لا تقربوا الصّلوة جانتے تھے اور انتم سکاری سے ان کو کچھ واسطہ نہ تھا۔ چنانچہ ہم خدا کے فضل سے انکے ہر دو مغالطات کو دور کر کے حقیقت الامر کو منکشف کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا مغالطہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ وفات مسیح کے قائل تھے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سراسر افتراء ہے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کے قائل ہرگز نہ تھے۔صحابہ میں حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی کی بیشتر روایات حضرت ابن عباسؓ اوران کے شاگردوں ہی سے مروی ہیں چنانچہ تفاسیر مبسوط ان سے بھری پڑی ہیں۔آپ نے جو متوفيك سے مراد مميتك بتائی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مرچکے ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آئندہ زمانہ میں کسی وقت فوت کرے گا کیونکہ متوفی اسم فاعل کی وضع میں زمان مستقبل ہوتا ہے کیونکہ اس کا اشتقاق فعل مضارع سے ہوتا ہے۔چنانچہ صراح میں ہے اسم الفا عل و هو اسم مشتق من المضارع ۔اوراس امر کالحاظ قرآن میں بھی کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا ولا تقولنّ لشيءٍ انّی فاعل ذلك غداً الّا ان يّشاء اللّه (کہف:۲۳۔۲۴)۔اس آیت میں فاعل سے جو اسم فاعل کا صیغہ ہے، لفظ غداً منضم کیا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ مميتك سے مقصد یہ ہے کہ میں تجھے آئندہ زمانہ میں ماروں گا۔پس ابن عباسؓ اس آیت کے اجزاء میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں جیسے کی مفسرین کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے کہ اگراس جگہ توفّی سے مرادموت بھی لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ توفّی بالموت کا تحقق ووقوع بعدآسمان سے نازل ہونے کے ہوگا (جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان (مذکورہ) واقعات کے بعد میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترے گا۔مختصر کنز العمال) اگرچہ آیت میں مقدم ہے اور رفع الی السماء کا تحقق ووقوع قبل موت کے ہو چکا اگرچہ ذکر میں موخر ہے، کیونکہ ترتیب ذکری اور ترتیب وقوعی میں مطابقت ضروری نہیں اس لئے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کیلئے نہیں ہوتی بلکہ صرف جمع کیلئے آتی ہے (کافیہ میں ہے: ولواؤ للجمع المطلق لا ترتيب فيها)۔چنانچہ امام رازی اس آیت میں تقدیم وتاخیر کی بحث میں فرماتے ہیں کہ جولوگ اس میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں ان کا قول یہ ہے کہ

قالوا ان قوله و را فعك الیّ يقتضی انّه رفعه حياً والواؤ لا يقتضی التّرتيب فلم يبق الّا ان يّقول فيها تقديم و تاخير و المعنی انّی رافعك الیّ و مطهّرك من الّذين كفروا ومتوفّيك بعد انزالی ايّاك فی الدّنيا ومثله من التّقديم و التّاخير كثير فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن (تفسیر کبیر ج۲) (قول الٰہی و رافعک الیّ تقاضا کرتا ہے کہ اللہ نے آپ کو زندہ اٹھالیا اور واؤ (عاطفہ) ترتیب کی مقتضی نہیں پس سوائے اس کے اور کچھ نہ رہا کہ کہا جائے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور کفار سے بالکل پاک صاف رکھنے والا ہوں اور تجھے دنیا میں نازل کرنے کے بعد فوت کرنے والا ہوں۔ اور اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن شریف میں بکثرت ہے)

اور اس سے پیشتر فرماتے ہیں:

(الوجه الرّابع) فی تاویل الآیة انّ الواؤ فی قوله متوفّیك و رافعك الیّ لا تفید التّرتیب فالآیة تدلّ علی انه تعالی یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل و متی فالامر فیه موقوف علی الدّلیل و قد ثبت الدّلیل انّه حیّ و ورد الخبر عن النّبیّ ﷺ انّه سینزل و یقتل الدّجّال ثمّ انّه تعالی یتوفّاه بعد ذلك (تفسیر کبیر جلد۲۔ سورہ آل عمران)

(چوتھی وجہ یہ ہے کہ واؤ عاطفہ جو متوفیک و رافعک الیّ میں ہے وہ مفید ترتیب نہیں۔ پس یہ آیت صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ سب معاملے کرے گا۔ لیکن کس طرح کرے گا، اور کب کرے گا، پس یہ سب کچھ کسی اور دلیل پر موقوف ہے۔ اور اس کی دلیل ثابت ہو چکی ہے کہ آپ زندہ ہیں اور نبی ﷺ سے حدیث وارد ہے کہ آپؑ ضرور اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اسکے بعد فوت کرے گا)

امام رازی کے حوالہ میں جو یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر کی مثالیں بکثرت ہیں بالکل درست ہے۔ مثلاً اسی مقام سے تھوڑا پیشتر سلسلہ ذکر مریم میں آیت یا مریم اقنتی لربّك و اسجدی و ارکعی مع الرّاکعین (آل عمران:۴۲) میں سجدہ کو رکوع سے پہلے ذکر کیا حالانکہ ترتیب خارجی و عملی میں متاخر ہوتا ہے۔ اس کی دیگر مثالوں کے لئے اتقان فی علوم القرآن کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ اس میں مستقل طور پر ایک خاص فصل اس امر کیلئے مقرر کی گئی ہے۔

(ہر چند کہ تقدیم و تاخیر کی مثالیں قرآن میں بکثرت ہیں لیکن اکمل قادیانی کبھی تو اسے غیر معقول کہہ دیتے ہیں اور کبھی الٹی طرف سے ناک پکڑ کر تسلیم کر لیتے ہیں، مگر شاباش ان کی ہمت پر کہ اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے۔ سو ان کے لئے حضرت سعدی کا یہ شعر مناسب ہے:

آنکس کہ بقرآن و خبر ز ندہی | آنست جوابش کہ جوابش ندہی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب معتبر کتابوں سے حضرت ابن عباسؓ کا مذہب دربارہ رفع اور توفّی حضرت مسیح بیان کیا جاتا ہے؛

امام سیوطی، تفسیر الدرالمنثور میں فرماتے ہیں:

عن الضّحاك عن ابن عباس فی قوله انّی متوفّیك و را فعك الیّ، یعنی رافعك ثمّ متوفّیك فی آخرالزّمان (حضرت ضحاک تابعی، حضرت ابن عباسؓ سے قول الٰہی انّی متوفّیك و را فعك الیّ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مراد اس جگہ یہ ہے کہ تجھے اٹھالوں گا پھر آخری زمانہ میں فوت کروں گا)

(باوجود اس کے کہ ابن عباسؓ تصریح کرتے ہیں اور ہم سب کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں فوت ہوں گے پھر بھی اکمل صاحب کہتے ہیں: جب قیامت کے بعد تک موت نہ ہوئی تو اچھے خاصے خدا بن گئے۔ص ۳۴۔
جواب: جناب والا! پھر روح بھی خدا ہوئی کیونکہ اسے بھی فنا نہیں۔غالباً اسی لئے مولوی سید سرور شاہ احمدی قادیانی نے مباحثہ سیالکوٹ میں پادری عبدالحق مسیحی مناظر کے جواب میں کہا تھا کہ خدا روح ہے۔معاذ اللہ۔ان لوگوں کو نہ علم ہے نہ عقل)

اسی طرح تفسیر ابی السعود میں ہے:

و الصّحیح انّ اللّٰه تعالی رفعه من غیر وفات ولا نوم كما قال الحسن و ابن زید وهو ا ختیار الطبری وهو الصّحیح عن ابن عباس (کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر موت اور نیند کے اٹھالیا جیسے کہ حضرت حسن بصری اور ابن زید تابعین نے کہا اور یہی امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے صحیح طور پر ثابت ہے)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر اور تفسیر فتح البیان میں بذیل و انّه لعلم للسّاعة (زخرف:۶۱) (یعنی تحقیق وہ (عیسیٰؑ) قیامت کا ایک نشان ہے)۔حضرت ابن عباس کا مذہب دوبارہ نزول عیسیٰؑ مذکور ہے کہ وہ اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو قرب قیامت کی ایک نشانی جانتے تھے۔

(اکمل قادیانی اس مقام پر اعتراض کرتے ہیں: اگر نزول ثانی کے اعتقاد کا ذکر ہے، تو آپ نے اسے مفصل کیوں نہ لکھا۔ ص ۳۴۔ جواب: جناب مفصل اس لئے نہ لکھا کہ اس کتاب کا موضوع نزول مسیح نہیں۔فافھم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح محدث ابن جریر نے و ان مّن اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته (نساء : ۱۵۹) کی تفسیر میں عن سعید بن جبیرعن ابن عباس وان مّن اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته ، قال قبل موت عیسی (ابن جریر۔ج۵ص۱۲) (حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد سعید بن جبیر تابعی کی روایت سے) ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ قبل موته سے مراد قبل موت عیسی ہے۔

نیز فتح الباری، ارشاد الساری اور عمدة القاری ہر سہ شروح صحیح بخاری میں آیت وان مّن اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں قبل موته کی ضمیر کے بارے میں لکھا ہے کہ بسند صحیح ابن عباسؓ سے یہی ثابت ہے کہ یہ ضمیر عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور ان سے جو یہ مروی ہے کہ یہ ضمیر کتابی کی طرف پھرتی ہے اسے ضعیف لکھا ہے کیونکہ اس کی اسناد میں ایک راوی خصیف ہے جو ضعیف ہے۔ (فتح الباری)

پس تصریحات بالا سے ثابت ہوگیا کہ حضرت ابن عباسؓ کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

(ابن عباسؓ کا مذہب ہم نے بدلائل ثابت کر دیا کہ وہ نز و ل من السماء اور بعدِ نزول کے وفاتِ مسیح کو مانتے ہیں۔ اس پر اکمل صاحب سے کچھ بن نہ پڑا، تو فرماتے ہیں: ان کا اپنا مذہب خواہ کیا ہو ایک اہل زبان اور پھر صحابی کی شہادت تو مل گئی کہ توفّی کے وضعی معنی موت کے ہیں۔ ص ۳۳۔

جواب: اس وقت زیر نزاع یہی امر ہے کہ ابن عباسؓ کا مذہب در بارہ وفات و نزول مسیح کیا ہے؟ پس جب ثابت ہوگیا کہ وہ رفع و نزول ہر دو کے قائل ہیں، اور وفات بعد النزول مانتے ہیں جو اہل سنت کا مذہب ہے، تو آپ کے مرزا صاحب کا مغالطہ کہ حضرت ابن عباسؓ وفات قبل النزول کے قائل ہیں، طشت از بام ہوگیا اور یہ جو آپ نے لکھا کہ توفّی کے وضعی معنی موت ثابت ہوگئے یہ آپ کی علمی بے کمالی ہے اس سے بعض اوقات موت مراد ہونا تو محل کلام نہیں، محل تحقیقات تو یہ ہے کہ اس سے مراد موت از روئے حقیقت ہے یا از روئے مجاز۔ سو ابن عباس والی روایت میں اس امر کا کوئی فیصلہ نہیں۔ پھر ثابت کس طرح ہوگیا؟)

اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور اس کے بعد فوت ہوں گے چنانچہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فعند ذ لك ینزل اخی عیسی بن مریم من السّماء (مختصر کنز العمال) (پس ان، مذکورہ، واقعات کے وقت میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترے گا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اکمل صاحب اس نزول کی بابت فرماتے ہیں: نزول سے مراد کسی چیز کا بروزی طور سے آنا ہے یعنی اس کی روح وقوت میں۔ص ۳۴۔

جواب: جناب والا پھر تناسخ کیا ہوا؟)

باقی رہا دوسرا مغالطہ کہ امام بخاری بھی وفات مسیح کے قائل تھے، سواس کا جواب یہ ہے کہ یہ پہلے سے بھی بڑا دلیرانہ افتراء ہے۔امام بخاری آئمہ محدثین سے ہیں وہ خلاف قرآن وحدیث واجماع صحابہ کوئی اعتقاد کیسے رکھ سکتے ہیں؟ یہ مرزا کا افتراء ہے اورعوام کو دھوکہ ہے۔

اول اس وجہ سے کہ ابن عباسؓ کی روایت کے معنی معلوم ہو چکے کہ محدثین کے نزدیک کیا ہیں، پس امام بخاری کا قول بھی بوجہ امام وحافظ حدیث ہونے کے وہی ہے، نظر برروایات دیگر

دوم: اس وجہ سے کہ نقل قول صحابی مستلزم اعتقادِ ناقل نہیں۔

سوم: یہ کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نزول عیسیٰؑ کا مستقل باب باندھا ہے اور اس کے ذیل میں صحیح حدیث نزول کی ذکر کی ہے اور اسی حدیث کو سب محدثین نے نزول عیسیٰؑ کے لئے اصل دستاویز بنایا اور دیگر سب روایات کو اس کے تابع رکھا۔

چہارم: یہ کہ امام بخاری نے اسی موقع پر آیت و اذ قال اللّٰه یا عیسی أأنت قلت .. الخ ۔کی تفسیر میں کہا کہ اذ صلہ ہے اور قال بمعنی یقول یعنی بمعنی مستقبل ہے اور اس صورت میں معاملہ قیامت پر جا پڑتا ہے (مزید تفصیل شہادت القرآن حصہ دوم میں ہوگی) اور امام بخاری اہل سنت کے ساتھ رہتے ہیں، پس امام بخاری وفات قبل النزول کے قائل ہرگز نہیں ہوسکتے۔لہذا مرزا صاحب کا دعوی بالکل بے بنیاد ہے۔ و اللّٰہ الموفق

تذییل وتتمہ

اب ذیل کی سطور میں بطور تتمہ کے ان کتابوں کا نام لکھا جاتا ہے جن میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کے لئے نہیں بلکہ مطلق جمع کے لئے آتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر بالفرض توفّی سے موت مراد بھی لی جائے تو بھی رفع ونزول سے پیشتر عیسیٰؑ کی موت کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ واقعات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورت یوں ہوگی کہ پہلے رفع آسمانی ہوئی، پھر قرب قیامت میں نزول ہوگا، پھراس کے چند سال بعد وفات ہوگی۔جیسا کہ ابن عباسؓ،ضحاک اور آئمہ مفسرین کا مذہب ہے کیونکہ آیت بل رفعه اللّٰہ الیه رفع آسمانی میں نص قطعی ہے۔

(اکمل صاحب انّی متوفّیک ...کی ترتیب کی حکمت میں فرماتے ہیں: پھر حضرت عیسیٰ کو چونکہ یہ خیال تھا کہ مشابہ بالمصلوب کی حالت پیش آنے کا فائدہ اٹھا کر یہود میری لعنتی موت کی خبر اڑا دیں گے تو اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تجھے کفار کے الزام سے پاک رکھوں گا۔ص ۳۱۔

جواب: جناب والا! صلیب سے قبل حضرت عیسیٰؑ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے نیم جان اتارا جائے گا اور یہ پروپیگنڈہ بنایا جائے گا)

اور مجموع احادیث نزول جن میں حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول اور انکے بعض کام اور حج وعمرہ اور مدت اقامت اور وفات اور مدفن کا ذکر ہے اسی ترتیب کو چاہتی ہیں۔چنانچہ محدث ابن جریر طبری توفّی کی مختلف صورتیں نقل کرنے کے بعد بطور فیصلہ لکھتے ہیں:

قال ابو جعفر واولی هذه الاقوال بالصّحة عندنا قول من قال معنی ذلك انّی قابضك من الارض و رافعك الیّ لتوا تر الاخبار عن رسول اللّٰہ ﷺ انّه قال ینزل عیسی بن مریم فیقتل الدّجّال ثمّ یمکث فی الارض مدّة ذکرها اختلف الرّوایا ت فی مبلغها ثمّ یموت فیصلّی علیه المسلمون (جلد۳ص۱۸۴)(ابو جعفر، محدث ابن جریر، کہتا ہے کہ ان سب اقوال میں سے ہمارے نزدیک اولی بصحت ان کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے زمین سے لے لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ سے متواتر حدیثیں مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر زمین میں اتنی مدت رہیں گے جو آپ نے ذکر کی،اور اس کی تحدید میں مختلف روایتیں ہیں، پھر مریں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کرینگے)

اس کے بعد امام ممدوح نے بعض احادیث نزول ذکر کی ہیں جن کی بنا پر انہوں نے فیصلہ بالا دیا ہے۔اب ہرفن کی کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں جن میں لکھا ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم نحو: کافیہ، شرح جامی، رضی شرح کافیہ، زینی زادہ، ترتیب سعیدی، تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی، الفیہ ابن مالک، حاشیہ الفیہ، شرح الفیہ لابن عقیل، مفصل للزمخشری۔ الفیہ للسیوطی

علم اصول: حصول المامول، ارشاد الفحول، اصول شاشی، حواشی، حسامی، نورالانوار، اصول بزدوی، آیات بینات، شرح جمع الجوامع، منہاج للبیضاوی، شرح الاسنوی، مسلّم الثبوت، فواتح الرحموت، توضیح تلویح حاشیہ للفزی، تحریر لابن الہمام۔ تقریر لابن امیر الحاج۔

علم بلاغت: مختصر المعانی۔ مواہب المفتاح، عروس الافراح، نہایۃ، الایجاز (رازی)

علم ادب: شرح سبعہ معلقہ قصیدہ لبید بن ربیعہ میں مولوی فیض الحسن سہارن پوری، جو ہندیوں میں زبان عربی کے ماہر ادیب مانے گئے ہیں، اس کی تصریح میں فرماتے ہیں:

اغلی السّباء بکلّ ادکن غاتق

او جونۃٍ قدِحت و فضّ ختامھا

اس شعر میں شراب کا نکالنا پہلے مذکور ہوا اور ڈاٹ کا کھولنا پیچھے، حالانکہ ترتیب واقعی و عملی میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یعنی بوتل کا ڈاٹ پہلے کھولا جاتا ہے، اور شراب یا جو کچھ بوتل کے اندر ہو، پیچھے نکالا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں سورہ نحل میں فرمایا:

و اللّہ اخرجکم من بطون امّھاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السّمع والابصار والافئدۃ لعلّکم تشکرون (نحل:۲۸) (اور خدا نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں خارج کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر کرو)

اس آیت میں ماں کے پیٹ سے نکالنا پہلے ذکر کیا گیا اور دل اور آنکھ اور کان کا بنانا پیچھے۔ لیکن ترتیب واقعی میں معاملہ اس کے برعکس ہے، یعنی وہ اعضا پہلے بنتے ہیں اور بہت مدت بعد بچہ پیٹ سے خارج ہوتا ہے۔

۲۔ سورہ بقرہ میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ادخلوا الباب سجّداً و قولوا حطّة ۔یعنی خدانے یہود کو حکم دیا کہ دروازہ شہر میں سجدہ کر تے ہوئے داخل ہونا اور (زبان سے) کہنا بخشش (بقرہ:۵۸)

اسی مضمون کو سورہ اعراف میں یوں بیان کیا:

و قولوا حطّة و ادخلوا الباب سجّداً (اعراف:۱۶۱)

اس جگہ اوپر کے مقام کی ترتیب کے خلاف کلمہ حطہ کا کہنا پہلے ذکر کیا اور شہر کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا ذکر پیچھے کیا، حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے۔ چنانچہ شرح رضی میں اسی آیت کی بنا پر کہا ہے کہ: و لو کانت للتّرتیب لناقض قوله تعالی و ادخلوا الباب سجّداً و قولوا حطّة ، قوله فی موضع اخری وقولوا حطّة وادخلوا الباب سجّداً اذا القصّة واحدة (رضی شرح کافیہ ص۵۰۳) (اگر واؤ ترتیب کے لئے ہو تو اللہ کا قول و ادخلو الباب سجداً .. الخ ،اس قول کو جو دوسری جگہ بالفاظ و قولوا حطّة ...الخ وارد ہے، توڑ دیوے کیونکہ ہر (دو آیات میں) قصہ ایک ہی ہے)

۳۔سورہ مومنون میں فرمایا: نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین (مومنون:۳۷) (یعنی ہم مرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اور (اس کے بعد) ہم (دوسری دفعہ) زندہ نہیں کیے جائیں گے)

یہاں مرنے کو پہلے ذکر کیا اور زندہ رہنے کو پیچھے، حالانکہ ترتیب خارجی میں پہلے جینا ہوتا ہے، پیچھے مرنا۔علامہ رضی اس آیت کو بھی واؤ عاطفہ کے ترتیب کیلئے نہ ہونے پر شاہد لائے ہیں۔

قرآن میں اس کی مثالیں اس قدر ہیں کہ انکے نقل کرنے سے خوف طوالت ہے۔غرض جمہور آئمہ نحو واصول نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کیلئے نہیں ہوتی اور نیز یہ کہ ترتیب ذکری اور ترتیب خارجی یا وقوعی و عملی میں مطابقت ضروری نہیں۔ پس جب اس قدر شواہد و اسناد سے یہ مسئلہ پایہ یقین کو پہنچ گیا تو ابن عباسؓ کا مذہب کہ آیت انّی متوفّیك و را فعك میں تقدیم و تاخیر ہے، خلاف محاورہ زبان عرب نہ ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و لکن شبہ لھم

دوسری آیت جس سے عیسیٰ کی حیات اور رفع آسمانی قطعی طور پر ثابت ہے آیت سورہ نساء ہے:

و قولھم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ وما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ما لھم بہ من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً (نساء:۱۵۷)(اور ہم نے ان کو اس قول کے بدلے (بھی ملعون کیا) کہ ہم نے مسیح عیسی بن مریم رسول خدا کو قتل کر دیا، حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا۔لیکن (انہوں نے) اس شخص کو قتل کیا اور صلیب دیا، جوان کے لئے مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں پڑے ہیں۔ان کو اس کا کوئی بھی علم نہیں سوائے ظن کی پیروی کے اور انہوں نے اس کو ہرگز ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کو اوپر اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے)

و قو لھم انا قتلنا المسیح کی تفسیر،اور و ما قتلوہ و ما صلبوہ کی تشریح اور و لکن شبّہ لھم کی توضیح و تنقیح بیان ہو چکی ہے اور حوالہ جارج سیل منقول ہو چکا، اس سے ظاہر ہو چکا کہ حضرت روح اللہ کے واقعہ صلیبی کی نسبت فرق نصاری ہی مختلف الآراء ہیں۔لہذا ان الّذین اختلفوا فیہ سے یہی نصاری مراد ہیں دون الیھود ، کیونکہ یہود تو اپنے زعم میں قتل حضرت روح اللہ پر جزم رکھتے ہیں۔ کما ھو وا ضح من قو لہ : انّا قتلنا المسیح ... میں گزر چکا کہ

و ما قتلوہ یقیناً سے یہود کے اس جزم کا ابطال اور اس کی تردید منظور ہے۔ فلا تکرار حینئذٍ (پس اس صورت میں اس میں تکرار نہیں)

اب بل رفعہ اللّٰہ الیہ کی صحیح مراد بیان کی جاتی ہے کہ یہ آیت در بارہ حیات و رفع مسیح الی السماء نص قطعی بعبارۃ النص ہے۔سو واضح ہو کہ مرزا قادیانی کا یہ قول ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر زندہ اتارے گئے اور پھر خفیہ طور پر علاج کراتے رہے اور بعد ازاں بھاگ کر کشمیر میں آ گئے جہاں ۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال زندہ رہ کر فوت ہوگئے۔اور مرزا صاحب بل رفعه اللّٰه اليه سے کبھی رفع روح بتاتے ہیں اور کبھی عزت کی موت مراد رکھتے ہیں۔

مرزا صاحب کی صلیب تو فصل اول سے بالکل منکسر ہوگئی اور معنی کنائی کی تردید رافعك الیّ میں بالاستیفاء ہو چکی۔اور ہجرت الی کشمیر کی تردید ابھی آگے مذکور ہوگی۔انشاء اللہ

چونکہ مرزا صاحب قادیانی رفعه اللّٰه اليه سے رفع روح مراد لیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت سلفاً وخلفاً مطابق مراد الٰہی رفع جسم پر یقین رکھتے ہیں اس لئے بہر دو صورت رفع کے معنی تو حقیقی ہی لئے گئے اور نیز چونکہ مرزا صاحب بھی رفع روح الی اللہ کی صورت رفع الی السماء ہی بتاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اس آیت کے ذیل میں بالتصریح لکھا ہے اور اہل سنت بھی رفع الی اللہ اور رفع الی السماء کو متساوق فی المعنی جانتے ہیں جیسا کہ

را فعك الیّ میں محقق ہو چکا ہے،اس لئے اليه سے الی السّماء مراد ہونا بھی مسلّم فریقین ہوگیا۔پس تنازع صرف جسم وروح کے مرفوع ہونے میں رہا اور بس۔لہذا رفع روح کا ابطال اور رفع جسم کا اثبات مدلل طور پر کیا جاتا ہے و اللّٰه الموفّق و هو نعم المعين۔

(اکمل صاحب رفع الی اللّٰه اور رفع الی السّماء کے تساوق کو نہ سمجھ کر فرماتے ہیں:ایسا کہنا خداوند کریم کو مکانی بنا نا ہے جو کفر ہے۔ص ۳۶۔

جواب: جناب عالی! پھر أأمنتم من فی السّماء وغیرہ آیات میں کیا فرمائیں گے۔کیا قرآن بھی کفر سکھاتا ہے۔سنئے خداوند کریم کے لئے جہت فوق کی طرف ماننا تقاضائے فطرت ہے لیکن اسے کسی جہت میں ماننا اور ہے،اور یہی کفر ہے۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: رفع روح الی اللہ کو رفع الی السّماء بنانے سے یہ مطلب ہے کہ روح کی رفع الی اللہ ہو تو وہ عند اللہ عند الملائکۃ فی السماء چلا جاتا ہے نہ یہ کہ رفع الی اللّٰه اور الی السّماء کے معنی ایک ہیں۔ص ۳۶۔

جواب:جناب والا! بات تو پھر بھی وہی رہی کہ روح خدا کے پاس آسمان پر چلی گئی۔بس یہی تو مقصود تھا کہ مرزا صاحب بھی روح آسمان پر جانا مانتے ہیں حالانکہ آسمان کا لفظ موجود نہیں۔آپ نے بھی اسے بحال رکھا،ہاں کمال یہ کیا کہ تسلیم کر کے سر کھسکا گئے،مان کر بگڑ جانا اسے ہی کہتے ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ اول برائے ابطال رفع روحانی واثبات رفع جسمی

چونکہ یہودیوں کا قول انّا قتلنا المسیح ہے اور ظاہر ہے کہ قتل وصلب کے قابل جسم ہے نہ کہ روح، اس لئے مزعوم یہود قتل جسد ہوا نہ کہ قتل روح۔ بنابرآں وما صلبوہ اور ما قتلوہ یقیناً میں بھی نفی قتل وصلب جسم ہی سے کی گئی ہے۔ پس چونکہ جملہ ضمائر منصوب ومتصل جو افعال منفیہ وفعل مثبت کے ساتھ ہیں یعنی جو وما قتلوہ وما صلبوہ اور وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں واقع ہیں، ان سب کا مرجع المسیح ہے۔ اس لئے لامحالہ جسد مسیح مرفوع ماننا پڑے گا، بنابر اتحاد مرجع، اور پھر چونکہ رفعہ اللّٰہ الیہ میں رفع کو بصیغہ ماضی تعبیر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ زمانہ کی ماضویت واستقبال اضافی امور سے ہے ذاتی نہیں، یعنی ایک ہی زمانہ بہ نسبت ایک کے ماضی ہوسکتا ہے اور بہ نسبت دوسرے کے استقبال۔ اس لئے رفع کی ماضویت بھی کسی کی نسبت سے ہوگی اور وہ ماقبل بل ہے، یعنی واقعہ صلیبی، جس طرح کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:

۱۔ ام یقولون بہ جنّۃ بل جاء ھم بالحقّ (مومنون:۷۰) (کیا یہ کفار کہتے ہیں کہ اسے (پیغمبر ﷺ) کو جنون ہے۔ نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے)

۲۔و یقولون أئنا لتارکوا آلھتنا لشاعرٍ مّجنون بل جاء بالحق (صافات:۳۶)
(اور یہ (دوزخی) کہتے تھے کہ کیا ہم اس شاعر مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں (ہمارا پیغمبر شاعر و مجنون نہیں) بلکہ وہ تو حق لے کر آیا)

واقعہ میں مجیء بالحق کا تحقق پہلے ہوا، بعد ازاں ان کفار بدکردار نے آپ ﷺ کی نسبت زعم جنون کیا،۔ اور

۳۔ و قالوا اتّخذ الرّحمن و لداً سبحانہ بل عباد مّکرمون (انبیاء) (اور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد بنائی، وہ پاک ہے، بلکہ (وہ تو) اسکے معزز بندے ہیں)

واقعہ میں تکریم بعض عباداللہ کا تحقق پہلے ہوا ۔ پیچھے مشرکین نے انکی نسبت زعم الوہیت کیا۔ اسی طرح بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں بھی یہی ملحوظ ہے کہ ماقبل بل یعنی واقعہ صلیبی پر بزعم یہود بہ نسبت مسیح پیچھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا اور اس سے پیشتر اللہ نے آپ کے جسد مبارک کو مرفوع الی السماء کر لیا تھا اور چونکہ واقعہ صلیبی کے پیشتر حیات مسیح عندالخصم بھی مسلّم ہے اسلئے اللہ نے جسد مسیح کو آسمان پر زندہ اٹھالیا اور یہود کے ہاتھ میں ہر گز نہ آنے دیا اور یہی امتنان باری و اذ کففت بنی اسرائیل عنك میں مذکور ہے اور یہی تھا وعدہ الٰہی انّی مطهّرك من الّذین کفروا (میں تجھ کو کفار سے بالکل پاک رکھوں گا)

(اکمل صاحب بات تسلیم کر کے بھی سرکھسکا جاتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں:

رفع کی ماضویت آپ نے پوچھی وہ واقعہ صلیبی کی نسبت ہی سہی تو معنی یہ ہوئے کہ واقعہ صلیبی سے پہلے ہی مسیح مرفوع الشان عنداللہ تھے۔

جواب: اکمل صاحب نے کمال دکھلانا چاہا تھا لیکن بات نہ بن سکی کیونکہ مرزا صاحب کا ساختہ پرداختہ سب برباد ہو گیا، یعنی رفع الی اللّٰہ سے مراد عزت کی موت ہے)

نیز اس لئے کہ چونکہ وما قتلوہ یقیناً بل رّفعه اللّٰه الیه میں ہر دو منصوب متصل ضمیریں المسیح کی طرف راجع ہیں اور المسیح معتبر ہے جسد مع روح سے، اس لئے صرف اسی ضمیر سے رفع جسد مع روح ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ ارواح مجردہ، بغیر تعلق بالبدن کے قابل تسمیہ نہیں ہوتے، اور نہ جسم بے روح حامل اسم ہوتا ہے۔

شق اول: (یعنی مجرد ارواح کا نام نہ رکھا جانا) آیت و اذ اخذ ربّك من بنی آدم من ظهورهم ذرّیّتهم (اعراف) (علی قول) اور باب صحیح بخاری الارواح جنود مّجنّدة سے ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ خلق ارواح کا تحقق خلق اجسام سے متقدم ہے اور اس حالت میں ان کے نام نہیں ہوتے۔

شق ثانی یعنی مجرد جسم کا نام نہ رکھا جانا، مسئلہ فقہیہ عدم تسمیہ صبی درصورت غیر مستہل ہونے سے ظاہر ہے۔

پس واضح ہو گیا کہ اللہ تعالی نے المسیح یعنی جسم مع روح کو جس کا نام المسیح عیسی ابن مریم تھا، آسمان کی طرف اٹھا لیا اور یہ امر بشارتِ مریم سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے علی لسان الملائکہ فرمایا تھا یـا مریم انّ اللّٰه یبشّرك بکلمةٍ منه اسمه المسیح عیسی ابن مریم (آل عمران: ۴۴)۔ اس سے واضح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا کہ مسمی بالمسیح عیسی بن مریم ہونا بعد تحقق اثر کلمہ کن کے ہے اور وہ کیا ہے؟ ولادت مسیح فثبت المراد فالحمد لله ۔اور ایسا ہی انا نبشّرك بغلام اسمه یحی (مریم:۷) سے ظاہر ہے فافهم و تدبر و تامّل و لا تعجل

وجہ ثانی برائے ابطال مزعوم قادیانی

آیت بل رّفعه اللّٰه الیه میں قتل وصلب کی نفی کے بعد اثبات رفع بواسطہ حرف بل کیا گیا ہے اور ماہرین علم اصول ونحو پر روشن ہے کہ بل ابطالیہ کے اطراف متضاد فی الحکم ہوتے ہیں اور باہم متحقق نہیں ہوسکتے کیونکہ اجتماع ضدین عقلاً محال ہے جیسا کہ آیات ذیل سے واضح ہے:

۱۔ و قالوا اتّخذ اللّٰه ولداً سبحانه بل له ما فی السّماوات و الارض (بقرہ:۱۱۶) (اور یہ مشرک کہتے ہیں کہ خدا نے فرزند اختیار کیا۔وہ پاک ہے۔ بلکہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے)

۲۔ و قالوا اتّخذ الرّحمن ولداً بل عباد مّکرمون (انبیاء:۲۶)(اور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے فرزند اختیار کیا۔وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں)

ان آیتوں میں ولدیت وعبودیت میں کلمہ بل سے تضاد وتنافی ظاہر کر کے تنزیہہ باری سبحانہ از اتّخاذ ولد کی گئی ہے۔

۳۔ ام یقولون به جنّة بل جاء هم بالحقّ (مومنون:۷۰)(کیا یہ منکر کہتے ہیں کہ اسے (پیغمبر کو) جنون ہے (نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے)

۴۔ و یقولون أ أنّا لتارکوا آلهتنا لشاعرٍ مّجنون بل جاء بالحق و صدّق المرسلین (صافات:۳۶۔۳۷) (اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اس شاعر مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں (ہمارا پیغمبر شاعر ومجنون نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا اور دیگر رسولوں کی تصدیق کی)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیتوں میں کلمہ بل سے رسول اللہ ﷺ سے نسبت مجنونیت وشاعریت کا ابطال اور آپ کے مجیء با لحق و تصدیق المر سلین کا اثبات کیا گیا ہے کیونکہ جب آپ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں اور دیگر مرسلین کی تصدیق کرتے ہیں تو پھر آپ کی نسبت مجنونیت وشاعریت بالکل باطل ٹھہری۔ اگر کلمہ بل کو افادہ مذکور کے لئے مفید تسلیم نہ کیا جائے تو معاذ اللہ پھر تقریب ناتمام رہتی ہے۔ پس آیت معنونہ میں بھی ماقبل بل یعنی مقتولیت ومصلوبیت اور مابعد بل یعنی مرفوعیت میں منافات وعدم اجتماع فی التحقق پایا جانا چاہیے۔ اگر رفعه اللّٰه اليه سے مراد رفع روح یا اعزاز واکرام لیا جاوے تو ناقد لبیب پر اس کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ مابین مقتولیت ومصلوبیت اور رفع روح واعزاز واکرام کے اصلاً منافاۃ نہیں کیونکہ شہداء جو ظلماً مقتول ہوتے ہیں انکے ارواح عالم بالا کو مرفوع ہوتے ہیں اور وہ جناب باری عزاسمہ میں بغایت معظم ومکرم بھی ہوتے ہیں۔ پس بمقتضائے کلمہ بل ارادہ رفع روح باطل ٹھہرا اور چونکہ مقتولیت ومصلوبیت اور رفع جسمی بحالت زندگی میں منافاۃ ہے اور ہر دو معاً متحقق نہیں ہوسکتے، لہذا لابدّ ارادہ رفع جسمی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ جب زندہ جسم مرفوع الی السماء ہو گیا تو پھر اس کو صلیب پر نہیں چڑھا سکتے۔

سوال: مرزا قادیانی مقتولیت مسیح کے قائل نہیں۔ لہذا تقریب بالا ان کے مذہب کے خلاف موثر نہیں۔ اور نیز بموجب ان کے مذہب کے مابعد بل یعنی رفع جو کنایہ ہے اعزاز واکرام سے، اس میں اور ماقبل بل یعنی قتل بالصلیب میں جو بحکم توریت مستلزم لعن ہے، تنافی وتضاد متصور ہے، کیونکہ ملعون عنداللہ معزز نہیں ہوسکتا۔

اما الجواب عن الشق الاول: پس واضح ہو کہ تقریر بالا گو رداً بزعم الیہود ہے کیونکہ وہی بالجزم اس کے خلاف کہتے تھے مگر اس میں من وجہٍ مرزا قادیانی کے اعتقاد فاسد کا ابطال واستیصال بھی بکمال وضوح عیاں ہے اگرچہ انہوں نے یہودیت ونصرانیت کے رنگ میں ایک الگ مسلک اختیار کیا ہے۔ وہ مسلک یہ ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر اس سے مرے نہیں۔

(اکمل اسے تسلیم تو کرتے ہیں، لیکن کہتے ہیں: اس بروز محمد (مرزا) نے دو قوموں میں بطور حکم فیصلہ کر دیا۔ ایک گروہ قائل تھا کہ صلیب پر چڑھائے گئے اور قتل ہو گئے، دوسرا گروہ کہتا تھا کہ نہ قتل ہوئے نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ آپ، مرزا، نے فرمایا صلیب پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چڑھائے تو گئے، مگر قتل نہیں ہوئے ص ۳۶۔

جواب: اکمل صاحب اپنی تحریر سے آپ ہی پھنس گئے۔ اس کی توضیح یوں ہے کہ وہ ایک گروہ کی نسبت تو فرماتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت قتل وصلیب ہر دو کا قائل ہے۔ لیکن دوسرے کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ ہر دو سے منکر تھا۔ سو معلوم ہے کہ پہلے قول کے قائل یہود و نصاریٰ ہیں اور قادیانی علماء اس واقعہ کے تواتر کے ثبوت میں یہی دلیل پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ مولوی مبارک علی سیالکوٹی احمدی کا قول مع تردید پہلے گذر چکا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسرا گروہ جو قتل وصلیب میں سے کسی بات کا بھی قائل نہیں وہ کون سا ہے؟ ماننا پڑے گا کہ وہ دوسرا گروہ مسلمانوں کا ہے جو بحکم ما قتلوہ وما صلبوہ حضرت مسیح کو ہر دو سے بری و محفوظ مانتے ہیں۔ پس اکمل صاحب نے تسلیم کر لیا کہ مرزا قادیانی سے پیشتر حضرت مسیح کے مقتول نہ ہونے اور صلیب پر نہ چڑھائے جانے، پر امت مرحومہ کا اجماع ہو چکا تھا۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ قول کہ: حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے، اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ٹھہرا۔ صاحبان آپ اسی کتاب میں میرے اشتہار بنام مرزا صاحب پر ایک نظر پھر ڈالیں جہاں لکھا ہے: جناب مرزا صاحب بندہ جمع اہل سنت والجماعت سلف وخلف کی طرح اس بات کا قائل ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے اور اب تک فوت بھی نہیں ہوئے۔

الحمدللہ کہ اب ہمارے اکمل صاحب نے بھی خود ہی مان لیا کہ مرزا صاحب سے پیشتر مسلمانوں کا یہی اعتقاد تھا۔ دیگر یہ بھی بالکل صاف ہو گیا کہ چونکہ یہود حضرت عیسیٰؑ کے قتل وصلب ہر دو کے قائل تھے اس لئے خدا نے ہر دو امر کی تردید کیلئے فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ کہ نہ تو انہوں نے مسیح کو قتل کیا اور نہ سولی دی)

تفصیل اس کی یوں ہے کہ مضمون کسر صلیب میں متحقق ہو چکا ہے کہ صلیب کے معنی صرف سولی پر لٹکانے کے ہیں۔ پس چونکہ مرزا صاحب مصلوبیتِ حضرت مسیح کے قائل ہیں اسلئے تقریب بالا سے ان کے مذہب کا بھی ابطال ہوا کیونکہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں ابطال مصلوبیت بھی ملحوظ ہے بوجہ بل کے قبل مذکور ہونے کے چنانچہ خازن میں بل رّفعہ اللّٰہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

والمعنی انّھم لم یقتلوا عیسی و لم یصلبوہ و لکنّ اللّٰہ عزوجل رفعہ اللّٰہ(خازن۔ص ۴۲۰) اس کے معنی یہ ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو نہ تو قتل کیا اور نہ اسے صلیب دیا۔ بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف اٹھا لیا۔

(کلمہ بل کے استعمال کی تحقیق و تدقیق سے اکمل صاحب کے سارے پیچ بل نکل گئے اور انہوں نے بلا تردد اسے تسلیم کر لیا۔ چنانچہ میری عبارت نقل کر کے تصدیق فرماتے ہیں: بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں ابطال مصلوبیت بھی ملحوظ ہے ۔ بے شک۔ ص ۳۷۔ لیکن اس کے بعد پھر مکرنے کی راہ نکالتے ہیں اور لکھتے ہیں: مگر مصلوبیت کے معنی صلیب پر موت واقع ہونے کے ہیں ورنہ ماننا پڑے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ لاصلّبنّکم اور او یصلّبوا میں بھی صرف صلیب پر چڑھانا مراد ہے ۔ص ۳۷۔

جواب: جناب والا مصلوب کی تحقیق سابقاً مبارک علی کے جواب باصواب کی تردید میں مفصل گذر چکی اس سے عشوہ نمائی کیوں کی۔اور جو آیات آپ نے لکھی ہیں ان میں بھی وہی تحقیق ملحوظ ہے)۔

اور شق ثانی کے جواب میں اول تو یہ معروض ہے کہ کتب محرفہ سے استدلال وتمسک کرنا اور بیان قرآنی میں تحریف کرنا سب سے زیادہ موجب لعن ہے۔ جو توریت موسیٰ کلیم اللہ پر نازل کی گئی تھی وہ تو صفحہ دنیا پر نظر نہیں آتی ہے اور اس کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ جو پانچ کتابیں بنام توریت مجموعہ بائیبل کے ابتداء میں منضم ہیں وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ کسی مورخ نے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بہت دیر بعد وقائع وشرائع موسویہ کو تاریخی طور پر جمع کیا جیسا کہ اس کی اندرونی شہادات سے ثابت ہے۔مثلاً کتاب استثنا باب اخیر واقعہ وفات حضرت کلیم اللہ اور اسی طرح کئی دیگر مواضع (مرزا قادیانی نے اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں صفحہ ۲۵۵ میں خود ان کتابوں کو لچر پوچ اور محرف مبدل لکھا ہے)۔

دیگر یہ کہ توریت اور انجیل شریف اور قرآن عظیم غرض جملہ کتب ساویہ میں اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ ہے کہ شہداء بمراتب عالیہ فائز ہوں گے، چنانچہ سورہ توبہ میں فرمایا:

انّ اللّٰہ اشترای من المؤمنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنّۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون و یقتلون وعداً علیہ حقاً فی التّوراۃ و الانجیل و القرآن (توبہ: ۱۱) (بے شک خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال، جنت کے بدلے خرید لئے ہیں تو (کبھی تو فریق مقابل کو قتل کرتے ہیں اور (کبھی) خود قتل ہوجاتے ہیں خدا نے حق وعدہ کیا ہے تورات میں بھی انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی)

دیگر یہ کہ توریت موجودہ میں بھی مطلقاً قتل بالصلیب کو مستلزم لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ خاص اسی شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو، جیسا کہ سیاق وسباق بلکہ صریح عبارت سے ظاہر ہے:

اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے، اور تو اسے درخت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پر لٹکا دے

تو اس کی لاش رات بھر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے اس لئے چاہیے کہ تیری زمین میں جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جاوے ۔ (استثنا ۲۱:۲۲۔۲۳)

And if a man have committed a sin worthy of death, and he be to be put to death, and thou hang him on a tree.

His body shall not remain all night upon the tree, but thou shalt in any wise bury him that day; (for he that is hanged is accused of God;) that thy land be not defiled, which the Lord thy God giveth for an inheritance. (Deuteronomy 21:22-23)

مزید برآں ظاہر ہے کہ کافر مجرم کا مقتول بالصلیب ہونا ہی موجب لعن نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شریعت حقہ کے حکم سے کسی اور طریق سے بھی قتل کیا جائے یا سزا دیا جائے تو پھر بھی وہ زمرہ مردودین میں معدود ہوگا جیسا کہ آیت مائدہ سے ثابت ہے:

انّما جزاء الّذین یحاربون اللّٰہ و رسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یّقتّلوا او یصلّبوا او تقطّع ایدیھم و ارجلھم من خلافٍ او ینفوا من الارض ذلك لھم خزی فی الدّنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم (مائدہ: ۳۳)۔(سوائے اس کے نہیں کہ ان لوگوں کی جزا جو خدا اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، یہ ہے کہ ان کو خوب قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹ دیے جائیں یا ان کو جلاوطن کیا جائے۔ یہ ان کیلئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہوگا)

اور یہ بھی یاد رہے کہ مومن عاصی کے لئے حدود کفارہ ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ عنداللہ ملعون و غیر ملعون اور مردود ومقبول ہونا مادہ صلاح وفساد کے سبب ہے نہ کہ قتل وصلب کے سبب۔

پس جب ثابت ہو چکا کہ توریت موجودہ میں بھی مطلقاً مقتولیت بالصلیب کو موجب لعن قرار نہیں دیا

www.KitaboSunnat.com

گیا بلکہ وہ حکم مجرم فی الواقع کی نسبت ہے، تو چونکہ حضرت عیسیٰؑ فی الواقع غیر مجرم تھے لہذا ابنا بر واقعہ ماقبل بل یعنی قتل بالصلیب اور مابعد بل یعنی رفع اعزازی میں تنافی وتضاد متحقق نہ ہوا، بلکہ مومن جو ظلماً مقتول ہو وہ عنداللہ معزز ہوتا ہے پس تقریب کلمہ بل بعد ابطال تاویل قادیانی رفع جسمی میں محکم رہی۔

اور اگر مسیح کو معاذ اللہ بزعم یہود مجرم خیال کر کے تنافی پیدا کی جائے تو ماہر ذکی پر ظاہر ہے کہ وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ قصر قلب ہے جس میں مزعوم مخاطب کو برعکس ما یذکرہ المتکلم ظاہر کر کے رد کیا جاتا ہے اور چونکہ صورت اعتراضیہ میں بحسب علم المتکلم بھی وصف مزعوم مخاطب کا وجود متصور ہے وہذا خلف۔ لہذا قول قائل باطل ہوا۔

ثانیاً یہ کہ سابقاً بوضوح متحقق ہو چکا ہے کہ وما قتلوہ و ما صلبوہ میں نفی قتل وصلب مقصور علی المفعول ہے یعنی قتل وصلب کی نفی صرف بہ نسبت حضرت مسیح کی گئی ہے دون غیرہ بلکہ ولکن شبّہ لھم سے وہی قتل وصلب غیر مسیح کیلئے ثابت کیا گیا ہے اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ مفعول قتلنا یعنی المسیح کو موصوف رسول اللّٰہ ذکر کرنا بنا بر اظہار مفاخرتِ یہود ہے جو قصر مذکور کیلئے مؤید قوی ہے۔ پس ماہر ذکی پر ظاہر ہوسکتا ہے کہ کلام الٰہی وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ جو کلام قصری ہے وہ من باب القصر الموصوف علی الصفۃ ہے و ھو ان لا یتجاوز الموصوف تلک الصفۃ اری اور پھر قصر قلب ہے لوجود موجبہ ولیس قصر افراد ولا تعیین للفقدا ن مو جبا تھا۔ اور پھر قصر کے طرق اربعہ مشہورہ میں سے قصر بالعطف ہے لانّہ اشتمل علی کلمۃٍ بل الّتی تقتضی ثبوت ضدّ حکم ما قبلہ لما بعدہ۔ اور چونکہ قصر تمیز بین الخطا والصواب ملحوظ ہوتی ہے اور قصر قلب میں متکلم پر واجب ہوتا ہے کہ مثبت ومنفی کو منصوص ذکر کرے کیونکہ اس میں نفی غیر اور اثبات مذکور بطریق حصر بیان کرنا پڑتا ہے، تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خطا ہے اس کی تردید بھی ہو جائے اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم ہے، خصوصاً قصر بالعطف میں تو کسی صورت میں بھی ترک تصریح بالمراد جائز نہیں کیونکہ پھر مابعد عاطفہ کا حکم ماقبل کی ضد ثابت نہیں ہوسکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اکمل صاحب نے ہمارے اس بیان قصر قلب کو مان لیا ہے اور اس قاعدے کی رو سے ہم نے جتنی تصریحات کا ضروری ہونا ذکر کیا ہے ان سب کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قصر قلب جس میں مزعوم مخاطب کو برعکس ما یذکرہ المتکلم ظاہر کر کے رد کیا جاتا ہے، بے شک! چنانچہ اس آیت میں بھی مزعوم مخاطب کے برعکس ہی کیا گیا ہے کیونکہ مجرم زعمی کا مدار قتل بالصلیب تھا جس کی نفی کی گئی۔ اور اصل حال بتا دیا کہ مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور مشبہ بالمصلوب ہو گئے۔ مگر یونس نبی کی طرح قبر میں زندہ ہی رکھے گئے اور پھر وہاں سے نکل کر لمبا سفر کیا اور کشمیر میں شاہزادہ نبی کہلائے اور باعزت وہاں رہے اور کامیابی کے ساتھ دنیا سے بفحوائے فلمّا توفیتنی اٹھائے گئے۔ بل رّفعه اللّٰه الیه میں یہ سارا مضمون بالتصریح بتلایا گیا ہے ص ۳۹۔

حضرات! اکمل صاحب نے ہمارے بیان کو حرف بحرف تسلیم کر لیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ سب امور مذکورہ بل رّفعه اللّٰه میں بالتصریح بتلا دیئے گئے ہیں اور ہم عرض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ان امور کا ذکر مطلقاً نہیں۔ اب آپ خود انصاف کر لیں کہ آیا قرآن میں یہ امور مذکور ہیں یا نہیں۔ اگر مذکور ہیں تو بہتر، ورنہ سمجھ لیں کہ قادیانی دعاوی اسی طرح بے بنیاد ہوتے ہیں)

بعد تمہید اس تقریب کے واضح ہو کہ اگر رفع الی اللّٰه سے موت طبعی بعد از واقعہ صلیب بعرصہ دراز بملک کشمیر مراد لی جائے جیسا کہ مزعوم مرزا صاحب ہے تو بمقتضائے تمہید مذکور تصریح و ما قتلوہ بالصّلیب بل بقی حیاً زماناً طویلاً اماته اللّٰه و رفعه الیه (مطابق مذہب مرزا لکھا ہے) ضروری ہے۔ کیونکہ جب مزعوم یہود قتل مسیح بالصلیب تھا اور مراد الٰہی اثبات واقعہ صلیبی مگر برعکس زعم یہود ابطال قتل بالصلیب اور اثبات حیات بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز تھا، تو اتنی تصریحات کا ترک کر دینا حسب قواعد معانی و بیان، فصاحت و بلاغت کے بالکل منافی ہے اور شان قرآن کریم کے ہرگز شایان نہیں۔ پس چونکہ بنا بر مذہب مرزا صاحب بوجہ فقدان نص علی المثبت یعنی واقعہ صلیبی و حیات بعرصہ دراز بعد ازاں یہود کے زعم باطل کا ابطال ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ مدعائے الٰہی کا اثبات۔ اس لئے لامحالہ قول مرزا صاحب باطل ٹھہرے گا اور چونکہ بموجب مذہب فرقہ حقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے نص علی المثبت و المنفی موجود ہے یعنی ابطال واقعہ صلیبی بہ نسبت مسیح ما صلبوہ میں منصوص ہے اور رفع الی السماء بل رّفعه اللّٰه الیه میں مصرح ہے اور قتل و صلب غیر مسیح جس پر آپ کی شباہت ڈالی گئی و لکن شبّه لهم میں مذکور ہے بل رفعه اللّٰه الیه سے سوائے رفع جسد کے اور کچھ مراد لینا ہرگز جائز نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثالثاً یہ کہ اس سے اوپر انہی یہود کی نسبت کہا گیا ہے و قتلھم الانبیاء بغیر الحق اور وہ مقتول انبیاء عنداللہ ماجور و مرفوع الدرجات ہوئے اور ہیں اگر چہ وہ یہود کے نزدیک مجرم و لائق قتل تھے۔ پس اس مقام پر رفعت درجہ اور قتل بالظلم جمع ہو گئے اسی طرح اگر حضرت مسیح ان کے ہاتھ سے قتل بھی ہو جاتے تو پھر بھی عنداللہ مرفوع الدرجات ہی ہوتے کیونکہ آپ نبی صادق ہیں اور مثل دیگر نبیوں کے ناحق قتل کیے جاتے۔

لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح کے واقعہ کو دوسرے انبیاءِ مقتولین کی شمولیت میں بیان نہیں کیا بلکہ ان سے جدا طور پر کیا ہے جو بل رّفعہ اللّٰہ الیہ ہے اور سابقاً اچھی طرح بدلائل واضح ہو چکا ہے کہ بل ابطالیہ کے ماقبل و مابعد میں جمع ممکن نہیں اور مرزا صاحب قادیانی ان کو واقعاً جمع کرتے ہیں، لہذا ان کا قول باطل ہے اور بموجب مذہب اہل سنت جمع ممکن نہیں کیونکہ جب آپ واقعہ صلیبی سے پیشتر آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو پھر صلیب پر کس طرح چڑھائے جا سکتے ہیں جیسا کہ سابقاً محقق ہو چکا ہے۔

رابعاً یہ کہ وجہ اول میں بالدلیل ثابت ہو چکا ہے کہ رفع کی ماضویت بہ نسبت ماقبل بل یعنی واقعہ صلیبی کے لئے ہے تو اگر رفعہ اللّٰہ الیہ سے موت طبعی بعد از مدت مدید مراد لی جائے تو معاذ اللہ کلام باری سبحانہ میں کذب لازم آتا ہے کیونکہ جب موت مسیح قبل از واقعہ صلیبی واقع ہی نہیں ہوئی تو پھر اس کو قبل از واقعہ ذکر کرنا کذب نہیں تو اور کیا ہے؟ حا شا شانہ عن ذلک

بعد از قطع احتمالات مردودہ مذکورہ آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ رفع جسمی میں محکم ٹھہری اور مخالفت کے لئے اس میں کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس لئے صحابہ کرام جو اہل لسان تھے اور اپنی عربی زبان کے محاورات کو خوب سمجھتے تھے اور انہوں نے قرآن من اوّلہ الی آخرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں شب و روز اقامت کر کے آپ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے مع اس کے بیان و تفسیر کے سیکھا تھا۔ اور علمائے عظام، کیا متقدمین اور کیا متاخرین، جو اکثر علوم عربیہ کے موجد اور مجدد اور میدان فصاحت کے فارس اور بحر بلاغت کے غواص تھے، اور جن کی مساعی جمیلہ سے آج کل علوم عربیہ زندہ نظر آتے ہیں، ان میں سے ایک سے بھی اس آیت میں اختلاف مروی نہیں۔ اور کسی نے بھی سوائے رفع جسمی کے مراد نہیں لی چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع عیسی الی السّماء ثابت بهذه الآیة و نظیر هذه الآیة قوله فی آل عمران انّی متوفّیك و رافعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا ۔ واعلم انّه تعالی لمّا ذکر عقیب ما شرح انّه وصل الی عیسی انوا ع کثیرة من البلاء والمِحنة انّه رفعه الیه دلّ ذلك انّ رفعه الیه اعظم فی باب الثّواب من الجنّة ومن کلّ ما فیها من اللّذّات الجسمانیّة و هذه الآیة تفتح علیك باب معرفةِ السّعادات الرّوحانیّة

(اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اوراس کی نظیر سورہ آل عمران کی آیت انّی متوفّیك.. الخ ہے۔اور جان لو کہ جب خدا تعالی نے اس کے بعد کہ عیسیٰؑ کو کئی قسم کی تکالیف اور مصائب پہنچیں، یہ ذکر کیا کہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا تو اس امر نے یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ کا خدا کی طرف مرفوع ہونا جنت وغیرہ ہر جسمانی لذت کے ثواب سے زیادہ ہے۔اور یہ آیت تجھ پر سعادات روحانیہ کی معرفت کا دروازہ کھول دے گی)

(امام رازیؒ نے جو فرمایا کہ یہ آیت تجھ پر سعادت روحانیہ کی معرفت کا دروازہ کھول دے گی تو اکمل صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ بس حضرت عیسیٰؑ کی رفع روحانی ہے، چنانچہ ص ۱۴۱ میں فرماتے ہیں :تفسیر کبیر میں پیش کردہ عبارت تفتح علیك ... الخ میں اشارہ ہے رفع روحانی کی طرف۔

جواب: حالانکہ اس میں عبارت کے شروع میں الی السّماء کی تصریح موجود ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ اشارہ ہے رفع روحانی کی طرف۔صحیح مطلب امام رازی کی عبارت کا یہ ہے کہ حضرت عیسی کو رفع آسمانی کی جو نعمت ملی وہ دیگر جسمانی نعمتوں سے برتر ہے اس سے قبولیت اور قرب الہی کی حقیقت معلوم ہو کر سعادت روحانی حاصل کی جاسکتی ہے)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جسم خاکی کا آسمان کی طرف صعود کرنا ممتنعات ومحالات میں سے ہے اور نیز یہ کہ جب اللہ تعالی دیگر رسولوں کو انہی اسباب معتادہ سے بچا کر اسی کرہ ارض میں بساتا رہا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کو ارض مقدسہ اور آنحضرت ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرائی، تو حضرت روح اللہ کو کیوں آسمان پر اٹھالیا اور کس لئے اتنی دیر تک زندہ رکھ کر پھر زمین میں نازل کرے گا؟

سوال کی شق اول کا جواب حسب وعدہ اولاً تو یہ ہے کہ امر خارق عادت کے وقوع میں شک بدو وجہ ہوسکتا ہے۔اول واقع کرنے والے کے نقص علم کی نظر سے۔ دوم اس کے عجز ونقص قدرت کے اعتبار سے۔اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ امر عندالخصم بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ہر دو نقصوں سے مبرا ومنزہ ہے۔اسی لئے اللہ نے بل رّفعه اللّه اليه میں رفع کو اپنی طرف منصوب کیا کیونکہ صعود الی السّماء اگرچہ عیسیٰؑ کی اپنی حول وقوت سے بعید ہے مگر اللہ عزیز کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ بھی نہیں اوراسی طرح اللہ سبحانہ نے اسراء نبوتﷺ کو اپنی طرف نسبت کیا اور فرمایا سبحان الّذی اسری بعبده ليلاً .. الآيه (بنی اسرائیل:۱) (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی) یعنی اتنی مسافت بعیدہ اتنے تھوڑے وقت میں طے کرنا اگرچہ بہ نسبت محمد رسول اللہﷺ کی قدرت سے متعذر ہے مگر اللہ سبحانہ کی قدرت کے سامنے بالکل سہل ہے۔

كما قال الامام الرّازی تحت قوله تعالى .. وكان اللّه عزيزاً حكيماً۔ حيث قال و المراد من العزّة كمال القدرة و من الحكمة كمال العلم فنبه بهذا على ان رفع عيسى من الدّنيا الى السّماوات و ان كان كالمتعذر على البشر لكنه لا تعذر فيه بالنّسبة الى قدرتی و الى حكمتی۔ و هو نظير قوله تعالى: سبحان الّذی اسرى بعبده ليلاً ۔ فانّ الاسراء وان كان متعذراً بالنّسبة الى قدرة محمد ﷺ الا انّه سهل بالنّسبة الى قدرة الحقّ سبحانه (چنانچہ امام رازی نے وكان اللّه عزيزاً حكيماً کے ذیل میں کہا ہے کہ اس آیت میں عزت سے کمال قدرت مراد ہے اور حکمت سے کمال علم مراد ہے۔پس اس سے خدا نے اس امر پر متنبہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کا دنیا سے آسمان پر اٹھایا جانا اگرچہ بشر کی طاقت سے بالا ہے لیکن میری قدرت اور حکمت کی نسبت کوئی چیز بھی نہیں۔اور یہ دوسری آیت سبحان الّذی اسری بعبده کی نظیر ہے کہ اسراء اگرچہ آنحضرتﷺ کی قدرت کی نسبت مشکل ہے مگر حق سبحانہ کی قدرت کے آگے بالکل سہل ہے)

اوراسی نکتہ عجیبہ کیلئے بل رّفعه اللّه اليه میں اسم جلالۃ (اللہ) کا ذکر کیا کیونکہ یہ اسم دلالت کرتا ہے اس ذات پر جو مجتمع صفات کمال ہو ۔وهو اللّه الّذی لا اله الّا هو ۔

مزید براں اسی دقیق لطیفہ کے لئے اپنی اور دو صفتیں جو کمال علم اور کمال قدرت کی مظہر ومثبت ہیں ذکر کیں، جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ چونکہ قرآن عظیم کی آیات مثل دعاوی مع بینات کے ہیں، اس لئے ذکر ہر اسم اور صفت کا حسب اقتضائے مقام ومفہوم کلام ہوتا ہے اور وہ اسم منزلہ علت مضمون ہوتا ہے۔پس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ رفع الی السّماء میں وہم واستبعاد ووسوسہ عبثیت واقع ہوسکتا تھا اس لئے اس کے ازالہ کیلئے و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً فرمایا یعنی اللہ تعالی مجتمع صفات کمال اپنے ارادے پر غالب اور قادر ہے، جو کچھ چاہتا ہے کرسکتا ہے، لہذا حضرت روح اللہ کو آسمان پر چڑھا سکنا اس کے دائرہ قدرت سے خارج نہیں، اور چونکہ وہ حکیم ہے اس لئے آپ کا رفع الی السماء اور حیات سماوی اور نزول بعینہ عبث اور خلاف حکمت نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ سائنس اس کمال پر پہنچ گیا ہے اور نئی نئی انسانی ایجادات اور عجائب المخلوقات کے نئے نئے انکشافات اس حد تک ہو چکے ہیں کہ گذشتہ زمانہ کے بہت سے محالات عادیہ مشاہدات وواقعات ثابت ہو چکے ہیں جن پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیگر امور بھی اسی طرح ممکنات سے ہیں اور اس ذہنیت کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ ہر محال عادی ممکن بالذات ہوتا ہے۔

اسفل (نیچے) سے اعلی (اوپر) کی طرف حرکت کرنے کو صعود کہتے ہیں انسان طبعی طور پر اپنے ارادہ وقوت سے ایک چھلانگ سے زیادہ ایسی حرکت نہیں کرسکتا، لیکن ایروپلین نے ثابت کردیا کہ کسی تدبیر و حکمت عملی سے انسان پرواز بھی کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ تدبیر ہمارے علم میں آجائے اور ہم عملی طور پر اس پر قدرت وقابو رکھ سکیں۔ سلیمانؑ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا اس کیلئے بھی عالم اسباب میں کوئی سبب ہوگا جسکا ہم کو علم نہیں لیکن ہم ایروپلین سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ممکن ہے۔

اسی بنا پر خداوند عزوجل نے حضرت عیسیٰؑ کی رفع کے ساتھ فرمایا وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً ۔ یعنی سمجھایا کہ میں حکیم ہوں، مجھے سب تدبیریں آتی ہیں، اور عزیز ہوں سب تدبیریں اور حکمتیں میرے احاطہ قدرت میں ہیں۔ جس امر کا ارادہ کروں اس کے وجود میں لانے سے کوئی امر مجھے عاجز نہیں کرسکتا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا:

و ما کان اللّٰہ لیعجزہ من شیء فی السّماوا ت ولا فی الارض انّہ کان علیماً قدیراً (فاطر:۴۴) (کہ خداوند عزوجل ایسا نہیں ہے کہ اسے کوئی شئے بھی آسمانوں یا زمین میں عاجز کردیوے ، بے شک وہ سب کچھ جانتا اور بڑی قدرت والا ہے)

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث سے ثابت ہے کہ معراج کی رات سرور عالم آنحضرت ﷺ کی سواری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیلئے براق لایا گیا۔ یہ کیا تھا؟ خدا تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے حبیب ﷺ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائے اور تجلیات و نشانات قدرت دکھائے تو اس کے اس ارادہ کے فعل میں آنے کی ایک عملی تدبیر تھی، اور صحیح بخاری میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ثمّ اخذ بیدی فعرج بی الی السّماء (کتاب الصلوۃ) (پھر جبریلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چڑھا)۔ یہ بھی عالم اسباب میں سے ایک سبب تھا کہ ایک فرشتہ، جس کیلئے اوپر چڑھنا اس کی طبیعت کے برخلاف نہیں، ایک انسان کو جو طبعی طور پر اپنے ارادہ و قوت سے آسمان پر نہیں چڑھ سکتا، چڑھا کر لے گیا۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت جبریلؑ کے ذریعہ آسمان پر اٹھالیا ہو، چنانچہ امام رازیؒ و ایّدناہ بروح القدس (بقرہ:۲۵۳) کی تفسیر میں اس امر کے بیان میں کہ عیسیٰؑ کو جبریل سے دیگر انبیاء کی نسبت مزید اختصاص ہے، فرماتے ہیں:

لانّہ ھو الّذی بشّر مریم بولادتہ وانّما ولد عیسیٰؑ بنفخۃ جبریلؑ وھو الّذی ربّاہ فی جمیع الاحوال وکان یسیر معہ حیث سار وکان معہ حین صعد الی السّماء (ج ۱ص ۴۲۶) (اس لئے کہ جبریل ہی نے حضرت مریم کو عیسیٰؑ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور حضرت عیسیٰؑ، حضرت جبریل ہی کی پھونک سے پیدا ہوئے، اور اسی نے سارے احوال میں آپ کی تربیت کی اور جہاں آپ جاتے تھے جبریل بھی ساتھ ہوتے اور وہ اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھے جب آپ آسمان کو چڑھے)...

ثانیاً یہ کہ کسی امر کا امکان شئے دیگر ہے اور اس کا وقوع شئے دیگر۔ عقل کے متعلق صرف اثبات امکان ہے، نہ وقوع۔ جس طرح کہ وقوع صرف رویت یا نقل یعنی مخبر صادق کی روایت و خبر کے متعلق ہے نہ کہ عقل کے۔ پس برہان عقلی سے صعود الی السّماء کے امکان کا بیان اس طریق سے ہے کہ ممتنعات دو قسم پر ہیں، بالذات و بالغیر، اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے کیونکہ عرف میں امکان بدو معنی مستعمل ہوتا ہے اور ان میں سے امکان ذاتی ہے کہ اس کا وجود و عدم بالنظر الی ذات الممکن متساوی ہوتا ہے۔ گو بلحاظ امور خارجیہ از علل موجبہ یا موانع و عوائق احدھما واقع بلکہ واجب ہو۔ اور یہ (امکان ذاتی) جامع ہوتا ہے وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو یعنی واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر عین حالت وجوب و امتناع بالغیر کو، یعنی واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر عین حالت وجوب و امتناع میں ممکن ذاتی ہوتے ہیں کیونکہ عین حالت وجوب و امتناع میں بھی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وجود وعدم متساوی ہوتا ہے اگر چہ بلحاظ امور خارجیہ احدھما واجب ہو گیا ہو۔ پس چونکہ صعود ونزول سماوی ممتنع بالذات نہیں ہے بلکہ واجب بالغیر ہے لثبوت صعود الملائکة و نزولھم اس لئے بہ نسبت بشر کے ممتنع بالغیر ہوگا۔ بالنظر الی الامور الخارجیه ۔ مثل عدم استعداد درفطرت انسان وعدم صعودِ فردے از افراد بنی آدم قبل از مسیح اور تمہید بالا سے متحقق ہو چکا کہ ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے کیونکہ امکانِ ذاتی جامع ہوتا ہے وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو، اس لئے صعود البشر الی السّماء ممکن بالذات ہوا۔

(اس مقام پر امکان وامتناع اور وقوع ولا وقوع کی بحث ایسی صفائی اور سہولت سے بیان کی گئی ہے کہ معقولات میں کچھ بھی دسترس رکھنے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے لیکن اکمل صاحب اس سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

آپ (ابراہیم میر) نے صعود کو ممتنع بالغیر ثابت کیا ہے۔ بہت اچھا۔ اب فرمائیے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ممتنع بالغیر کے لئے امکان وقوعی نہیں ہوتا ۔ ص ۴۲۔

اکمل سے کون کہے کہ جب ممتنع بالغیر ہوا تو اس کا وقوع کیوں ممکن نہیں کیونکہ ممتنع بالغیر اسے کہتے ہیں جو اپنی ذات میں تو ممکن ہو لیکن موانع وعوائق کے سبب وجود میں نہ آیا ہو اور چونکہ ہر ممکن کا وجود بوجود علت موجبہ اور رفع موانع وعوائق کے وقت واقع ہو جاتا ہے اس لئے ہر ممتنع بالغیر بھی وقوع میں آ سکتا ہے کیونکہ امکان ذاتی جامع وشامل ہوتا وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو جیسا کہ متن میں مدلل ومفصل بیان ہو چکا ہے، ہاں وقوع کی دلیل کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ سو اس کیلئے ہم نے شروع تقریر میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ اثبات وقوع صرف رویت یا نقل (یعنی مخبر صادق کی خبر وروئت یا شہادت) کے متعلق ہے نہ کہ عقل کے اور وہ خبر وشہادت آیت بل رّفعه الله الیه میں مذکور ہے جسکی تفسیر وتوضیح ہم کر رہے ہیں)

دیگر یہ کہ صعود البشر الی السّماء محالات عادیہ میں سے ہوگا، نہ کہ عقلیہ میں سے، اور محالات عادیہ کا ممکنات ذاتیہ میں سے ہونا ظاہر ہے لتعذّرِ الاحاطة بقدرةِ الحق سبحانه ۔ پس جب صعود البشر الی السّماء ممکن بالذات ٹھہرا، اور یہ امر عندالخصم بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالی ہر ممکن پر قادر ہے، تو رفع مسیح الی السّماء بہردو طریق تحت قدرت باری عزاسمہ ثابت ہوا۔ یعنی اس نظر سے بھی کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح کی فطرت میں بنفخ روح قدسی مادہ ملکیت پیدا کیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ بلکہ کل بنی آدم کی فطرت میں مادہ ملکیت یا ان کو مثل ملائکہ پیدا کر لینا داخل قدرت باری عزاسمہ ہے، کیونکہ جب الوف الوف ملائکہ کو پیدا کر لیا تو ان کی مثل پیدا کر لینے پر بھی قادر ہے جیسا کہ ضمن ذکر مسیح ہی میں فرمایا :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و لو نشاء لجعلنا منکم ملائکة فی الارض یخلفون (زخرف:٦٠)(اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کرتے جو زمین میں آباد ہوتے)

(ہم نے لجعلنا منکم ملا ئکه کا ترجمہ کیا ہے ہم (چاہتے تو) تم میں سے فرشتے پیدا کرتے، اس پر اکمل صاحب فرماتے ہیں: لجعلنا منکم کے معنی تمام معتبر تفسیروں میں بدلاً منکم لکھے ہیں، یہ تو نہیں کہ تم میں سے فرشتے پیدا ہونے لگ جائیں۔

جواب: ان تفاسیر کے نام سنیں جن میں اس کے معنی تم میں سے فرشتے پیدا کردیں یا کردیتے، لکھے ہیں: تفسیر کشاف جو بلحاظ عربیت کے سب سے اول نمبر پر ہے اس میں بھی یہی معنی لکھے ہیں دیگر یہ کہ امام زمخشری کے بعد امام رازی، قاضی بیضاوی، امام خطیب شربینی۔ نواب صدیق حسن اور علی مہائمی نے بھی یہ معنی ذکر کئے ہیں بلکہ نواب صاحب نے امام سمین سے اسی کو مشہور نقل کیا ہے)

اور اس اعتبار سے بھی کہ افراد بنی آدم میں سے حضرت مسیح کو اپنی قدرت کاملہ کا نمونہ بنانے کے لئے مخصوص کیا جیسا کہ فرمایا:

ولنجعله آیة للّناس (مریم:٢١) (اور تا کہ ہم اسکو اپنی قدرت کا ایک نشان بنائیں)

نیز :ان هو الّاعبد انعمنا علیه و جعلناه مثلاً لبنی اسرا ئیل (زخرف:٥٩)(وہ تو ہمارا ایک بندہ ہی ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسکو بنی اسرائیل کیلئے نمونہ بنایا)

اور اس نظر سے بھی کہ صعود الی السّماء ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات تحت قدرت باری تعالی ہے چنانچہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ باوجود قادر ہونے کے صرف مسیح ہی کو کیوں مثل ملائکہ پیدا کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی قادرِ مختار ہے، قادرِ مجبور نہیں جیسا کہ آریوں کے خیال سے لازم آتا ہے اور فاعل مختار، فعل کی کسی خاص صورت کو اختیار کر لے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، خصوصاً جب کہ وہ علیم کل اور حکیم مطلق بھی ہو جیسا کہ فرمایا:

و ربّك یخلق ما یشاء و یختار ما کان لهم الخیرة (قصص:٦٨)(اور تیرا رب جو کچھ چاہے پیدا کرے اور جو کچھ چاہے پسند کرے اس میں غیروں کا کوئی اختیار نہیں)

نیز فرمایا : لا یسئل عمّا یفعل وهم یسئلون (انبیاء:٢٣)(جو کچھ خدا کرے اس کی بابت اس سے کوئی پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سش نہیں اور دیگر سب کو پرسش ہے)

اور نیز فرمایا ان ربك فعّال لّما یرید (ھود: ۱۰۷)(بے شک تیرارب کر لینے والا ہے اس امر کو جسے وہ چاہے)

(اکمل، حضرت عیسی کومثل ملائکہ کہنے پر سخت ناراض ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: پھرعیسی کس طرح فرشتہ ہو سکتے ہیں، جوعورت کے پیٹ میں حسب معمول نو ماہ خون حیض سے پرورش پاتے رہے ۔ص ۴۲

جواب: میں اکیلا حضرت روح اللہ کومثل ملائکہ نہیں کہتا بلکہ شاہ ولی اللہ اوران سے پہلے مخدوم علی مہائمی بھی میرے ساتھ ہیں ۔چنانچہ شاہ صاحب تو تاویل الاحادیث میں حضرت عیسیؑ کے حال میں فرماتے ہیں کان عیسی کانّہ ملك یّمشی علی وجه الارض ۔ص ۵۹ ۔یعنی عیسی گویا ایک فرشتہ تھے جو روئے زمین پر چلتے تھے ۔اور مخدوم صاحب تفسیر رحمانی میں فرماتے ہیں: و کیف لا یکون ملکیّة (وا نّه لعلم للسّاعة) ای من اشرا طها ینزل بقربها و البشر المحض لا یبقی الی هذه المدّة ۔(سورہ زخرف)(یعنی عیسیؑ میں ملکیت کس طرح نہ ہو کیونکہ وہ تو قیامت کا ایک نشان ہیں کہ اس کے قریب نازل ہوں گے اور بشر محض اتنی مدت تک زندہ نہیں رہتا)

مرزا صاحب قادیانی نے اس مقام پر ایک اور غلطی کی ہے کہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں آیت و کان اللّه عزیزاً حکیماً کے ذیل میں عزیز کا ترجمہ عزت والا یعنی آبرو والا کیا ہے ۔بے شک اللہ تعالی بڑی عزت والا ہے مگر اس کی صفت عزیز سے مراد غلبہ وقدرت ہے چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں:

عِزّ الرجل بالکسر و عزازة فالفتح قوی و عزّ یعزّ من باب تعب لغة فهو عزیز و جمعه اعزّة و الاسم العزّة و تعزز قوی و عززته بآخر قویته با لتثقیل و التخفیف من با ب قتل ۔

مصباح کا سارا بیان قرآن کے بالکل مطابق ہے چنانچہ سورہ یس میں ہے فعزّزنا بثالث (یس :۱۴)اور سورہ فتح میں اسی معنی میں اشدّاء علی الکفار (فتح:۲۹) فرمایا، اور مواضع متعددہ میں صفت عزیز کو صفت قوی کے ساتھ جمع کیا ۔مثلاً سورہ حج، احزاب، شوری اور مجادلہ میں ۔اس بیان سے واضح ولائح ہو گیا کہ اسم الٰہی عزیز کے معنی الغالب علی ما یرید ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اکمل صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ جب عزت کے معنی غلبہ ہیں تو مرزا صاحب کی عبارت میں عزت کے معنی، آبرو والا، کیوں کئے جائیں۔

جواب: جناب اس لئے کہ اردو زبان میں عزت بمعنی غلبہ مستعمل نہیں ہے۔ اگر مرزا کے خیال شریف میں عزت کے معنی غلبہ تھے، تو وہ خطوط ہلالی میں ظاہر کر دیتے)۔

سوال کی دوسری دونوں شقوں کے جواب میں اللہ سبحانہ نے اپنی صفت حکیماً فرمائی کیونکہ جب فعل رفع، اللہ عزیز حکیم کی طرف منسوب ہوا تو اگرچہ اللہ تعالی حضرت عیسیٰ ؑ کو شر یہود سے محفوظ رکھ کر اسی سطح زمین پر زندہ رکھنے پر بھی قادر تھا مگر بحکم فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمة ضرور ہے کہ اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہ ہو کیونکہ صفات الہیہ میں سے ایک صفت حکیم بھی ہے اور وہ ہر شئے کو اس کے مقام مناسب پر رکھتا ہے اور ہر شخص سے اس کے مادہ فطری کے موافق اور استعداد نفس ناطقہ کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ لہذا اقتضائے حکمت یہی ہوا کہ چونکہ حضرت روح اللہ کی پیدائش پر اسباب ارضیہ منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں سے ہے یعنی کلمہ کن سے ہوئی ہے، پس آپ کو کمال تشبہ بالملائکہ ایک خاص طور پر حاصل ہے، لہذا آپ کو مرفوع الی السّماء کرکے آسمان کو آپ کا مقر بنا دینا بمقابلہ آپ کے مادہ فطری کے مقام تعجب و خلاف حکمت نہیں ہے۔ اسی تاثیر جبریلی سے معجزہ تکلم فی المھد ظاہر ہوا۔ اور یہی تاثیر روح القدسی احیائے موتی اور دیگر معجزات کا باعث ہوئی۔ اسی لئے قرآن میں خبر سعادت اثر وایّدناہ بروح القدس (بقرہ: ۲۵۳) آپ ہی سے مخصوص ہے اور یہی تائید جبریلی صعود الی السّماء کے وقت آپ کے ہم رکاب تھی جیسا کہ امام رازیؒ نے اسی آیت کے ذیل میں بیان کیا، جو سابقاً گذر چکا۔

(اکمل صاحب لکھتے ہیں کہ تمہاری عبارت بالا سے: یہ ثابت ہوا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا مادہ فطرتی اور استعداد نفس ناطقہ ایسی نہ تھی ورنہ وہ بھی مقرّ ملائکہ یعنی آسمان پر مرفوع ہوتے۔ ص ۴۳

جناب! آنحضرت ﷺ بھی آسمان پر مرفوع ہوئے لیکن آپ اسے بھی نہیں مانتے۔ شب معراج میں نبی کریم ﷺ اپنے جسم پاک سے آسمان پر لے جائے گئے اور حضرت عیسیٰؑ کے مقام سے بہت آگے گئے، جہاں پر رفیق راہ بھی رہ گئے۔ بوستان میں سعدی مرحوم فرماتے ہیں:

چناں گرم در تیہ قربت براند　　　که در سدرہ جبریل زد باز ماند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر یہ کہ شہادت القرآن کی اگلی سطروں میں آپ نے حضرت مسیح کی خصوصیت میں الفاظ، خاص طور پر، کی طرف نظر نہیں کی حالانکہ آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں: شہادۃ القرآن حصہ اول اس وقت میرے سامنے ہے۔

اسی طرح ہم آدمؑ کے بھی آسمان پر رہنے کے قائل ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کو لوگ آدم کے پاس جا کر شفاعت کیلئے التجا کریں گے تو آپ کی تعریف میں یہ بھی کہیں گے و اسکنک جنة (مشکوۃ) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بہشت میں بسایا۔ اور معلوم ہے کہ جنت آسمان پر ہے بدلیل: عند سدرة المنتهى عند ها جنّة الماوى اور حدیث بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہی ساتویں آسمان پر ہے۔

پھر اکمل صاحب تاثیر جبریلی کا بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ امور خارقہ کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ میں اپنے سے بہت پیشتر کے دو بڑے بڑے بزرگوں کے کلام پیش کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ تاویل الاحادیث میں فرماتے ہیں فحصلت فى جبلّته ملكة راسخة شبيهة بجبريل و هذا معنى تا ئيد الله له بروح القدس (ص ۵۹)۔ (یعنی حضرت جبریل کے نفخ کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی جبلت میں جبریل کے مشابہ پختہ ملکہ پیدا ہو گیا اور یہ ہیں معنی خدا تعالیٰ کے آپ کی تائید روح القدس سے کرنے کے۔

اور حضرت شیخ اکبر فصوص الحکم میں فرماتے ہیں وما كان فيه من قوة الاحياء والابراء فمن جهة نفخ جبريل عليه السّلا م۔ ص ۲۵۴۔ مع شرح بالی آفندی مطبوعہ مطبع عثمانیہ۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ میں مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں اور کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنے کی قوت نفخ جبریل کی جہت سے تھی)

دوسری حکمت الٰہیہ حضرت روح اللہ علیہ السلام کے زندہ رکھنے اور دنیا میں نازل کرنے میں یہ ہے کہ نظر بر کمالات انبیاء چار وصف ایسے معلوم ہوتے ہیں جن کا حصول بہ نسبت انبیاء اولوالعزم کے ضروری ہے، گو ان میں سے کسی کی نسبت کوئی وصف بباعث عدم ضرورت ذکر قرآن میں مذکور نہ ہو، یا بسبب موانع وعوائق خارجیہ مثل عدم ضرورت ظہور بالفعل ظاہر نہ ہوا، مگر بالقوۃ وہ سب ان صفات اربعہ سے متصف ہیں۔

اول: مبشر بہ (بصیغہ اسم مفعول)، اس اعتبار سے کہ اس پیغمبر کے ہونے کی بشارت پہلے دی جاتی ہے جیسے حضرت روح اللہ کی نسبت علی لسان الملائکۃ حضرت مریم کو بشارت دی گئی:

يا مريم انّ الله يبشّرك بكلمةٍ مّنه اسمه المسيح عيسى ابن مريم (آل عمران: ۴۴) (اے مریم خدا تجھ کو اپنے کلمہ کی، جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، بشارت دیتا ہے۔)

اور نیز و رسولاً الى بنى اسرا ئيل (آل عمران: ۴۸) (اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس حضرت مسیح مبشر بہ ہوئے۔ دوم: مصدق، سوم مبشر۔ ہر دو بصیغہ اسم فاعل۔ مصدق اس نظر سے کہ وہ رسول اپنے سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے اور مبشر اس لحاظ سے کہ وہ رسول کسی دیگر رسول کے آنے کی بشارت سناتا ہے جیسے عیسی روح اللہ اور موسی کلیم اللہ اور محمد رسول اللہ حبیب اللہ صلوۃ اللہ علیھم کی نسبت حکایۃ عن روح اللہ سورہ صف میں ذکر کیا:

و مصدّقاً لّما بین یدی من التّوراۃ و مبشّراً برسولٍ یأتی من بعدی اسمه احمد (صف:٦) (تصدیق کرنے والا توریت کی جو میرے آگے ہے اور بشارت دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا)

اس آیت سے حضرت عیسیؑ کے دونوں وصف یعنی مصدق و مبشر ہر دو بصیغہ اسم فاعل ثابت ہوئے۔ اور حضرت موسیؑ کا مصدق ہونا (بصیغہ اسم مفعول) جو وصف چہارم ہے کیونکہ تصدیق کتاب مستلزم ہے تصدیق رسول کی۔ اور آنحضرت سرور عالم ﷺ کا مبشر بہ ہونا۔ اور وصف چہارم جناب رسالتمآب ﷺ کی نسبت سورہ صافات میں فرمایا:

بل جاء بالحق و صدّق المرسلین (صافات:٣٧) (بلکہ وہ حق لے کر آیا اور رسولوں کی تصدیق کرتا ہے)

اس میں آپ ﷺ کا وصف مصدق اسم فاعل مذکور ہوا اور چونکہ حضرت روح اللہ بھی زمرہ مرسلین میں سے ہیں اس لئے ان کی صفت مصدق بصیغہ اسم مفعول ثابت ہوئی۔ پس اس سلسلہ میں حضرت روح اللہ کے چاروں وصف ثابت ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے صرف دو یعنی مبشر بہ صیغہ اسم مفعول اور مصدق بصیغہ اسم فاعل۔ آنحضرت ﷺ کے لئے بوجہ سیادت اور ختم رسالت ان اوصاف اربعہ کا ظہور بالفعل ضروری ہے پس اگر آپ کے اوصاف کی تکمیل بالفعل کے لئے کوئی نیا رسول پیدا کیا جاتا تو خاتم النبیین کا شرف باقی نہیں رہتا اور بلحاظ ختم نبوت مجرد کے تو اوصاف بلحاظ مبشر بصیغہ اسم فاعل اور مصدق بصیغہ اسم مفعول کا ظہور نہیں ہوتا، جو شان سیادت کے شایان نہیں۔ اس لئے اللہ حکیم کی حکمت بالغہ اس امر کی مقتضی ہوئی کہ حضرت عیسیؑ کو زندہ رکھا جائے جن کی آمد ثانی کی بشارت سے آپ کا لقب مبشر بصیغہ اسم فاعل ظاہر ہو جائے اور حضرت مسیح دنیا میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ کر اس امر کی تصدیق کریں کہ محمد رسول اللہ ﷺ حق ہے، حق ہے، اور آپ ﷺ کی صفت مصدق بصیغہ اسم مفعول بالفعل ظاہر ہو جائے۔ پس اس طریق حکیمانہ سے ختم نبوت بھی قائم رہی کیونکہ حضرت مسیح آپ ﷺ سے پہلے رسول بن چکے ہوئے ہیں اور اسی نبوت سے پھر آئیں گے اور نیز رسول اللہ ﷺ کے اوصاف اربعہ بھی پورے ہو گئے۔ چنانچہ فتح الباری (ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ میں اس شرح میں جو حدیث لاؤں گا وہ صحیح ہو گی یا حسن۔ مقدمہ ص ۴) میں باب نزول عیسی ابن مریم میں بتخریج طبرانی من حدیث عبداللہ بن مغفل مذکور ہے :

ینزل عیسی بن مریم مصدقاً بمحمّد علی ملّته (عیسیٰ بن مریم، محمد ﷺ کی تصدیق کے لئے نازل ہوں گے)۔

اسی طرح تفسیر رحمانی میں اس آیت میں حکیماً کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے:

و هی حفظه لتقویة دین محمد ﷺ حین انتهائه الی غایة الضّعف لظهور الدّجال فیقتله (۱۷۳) (حضرت عیسیٰ کے رفع میں یہ حکمت ہے کہ خدا نے آپ کو دین محمدی کی تقویت کے لئے محفوظ رکھا، جب کہ وہ (دین محمدی) دجال کے ظہور سے بہت ہی ضعف میں ہو جائے گا، تو آپ اس (دجال) کو قتل کریں گے)

حضرت مسیح کو اس نعمۃ جزیلہ و منحۃ جلیلہ کے لئے، اس واسطے مخصوص کیا گیا کہ آپ کی نسبت حضرت مریم کو آپ کی ولادت سے پیشتر ہی بشارت سنادی گئی تھی و لنجعله آیةً للنّاس (مریم) (تا کہ ہم اس کو لوگوں کے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنائیں)۔ لہذا آپ اس انعام کے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

انا اولی النّاس بعیسی ابن مریم (رواہ البخاری وغیرہ) (مجھے عیسی بن مریم کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ نسبت ہے)

الحمدللہ کہ اس کے فضل غیر متناہی اور حسن توفیق سے آیت بل رّفعه اللّه الیه و کان اللّه عزیزاً حکیماً کی تفسیر معقولاً و منقولاً پوری ہوئی۔ اور بدلائل قاہرہ و براہین ظاہرہ باہرہ و حجج قاطعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ کا صعود الی السماء اور اب تک زندہ رہنا ثابت کر دیا گیا۔

اب مختصراً دیگر آیات ودلائل مثبتہ رفع وحیات آسمانی بیان کی جاتی ہیں ۔

و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به

تیسری آیت جس سے حضرت عیسیٰ کی حیات الی الآن اور نزول فی آخرالزمان ثابت ہوتا ہے ، یہ ہے :

و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (نساء:۱۵۹)(اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس پر، اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا)

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں لام قسم کا اور نون تاکید کا ہے اور متون وشروح کتب نحو میں مصرح ہے کہ نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے اور ماضی اور حال کے لئے نون تاکید نہیں آتا۔ اس مسئلہ میں کسی نحوی کو خلاف نہیں اور نہ کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا کلام عرب عرباء میں اس کے خلاف نون تاکید کا استعمال پایا گیا ہے، چنانچہ امام ابن ہشام نحوی مغنی میں تحریر کرتے ہیں:

و امّا المضارع فان کان حالاً لم یؤکّد بهما و ان کان مستقبلاً اکّد بهما و جوباً فی نحو : تا للّٰه لاکیدنّ اصنامکم ۔(مغنی ج۲ص۲۲) (اگر مضارع حال کے معنی میں ہوتو ان ہر دو (نون خفیفہ وثقیلہ) سے اس کی تاکید نہیں کی جاتی اور اگر مستقبل کے معنی میں ہوتو اس (مستقبل) کی تاکید آیت تا للّٰه لاکیدنّ کی مثل میں، یعنی جب فعل کے اول میں قسم کا کوئی حرف ہو، ان ہر دو (نون ثقیلہ یا خفیفہ) میں سے کسی کے ساتھ واجب ہوتی ہے)

اسی طرح علامہ رضی، شرح کافیہ میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

و امّا فی المستقبل الّذی ھو خبر محض فلا یدخل الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التّوکید ایضاً ك لام القسم (لیکن اس مستقبل میں جو محض خبری ہو نون تاکید (خفیفہ یا ثقیلہ) داخل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ فعل کے اول میں کوئی تاکید کا کلمہ بھی داخل ہو مثلاً لامِ قسم)

بعد اس تمہید کے واضح ہو کہ چونکہ آیت ما نحن فیھا میں لیؤمننّ مع لام قسم اور نون تاکید ثقیلہ کے ہے پس حسب تصریحات بالا یہ خالص استقبال کا صیغہ ہے، اسلئے مراد الٰہی اس آیت مبارکہ سے یہ ہوئی کہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر آپ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور آپؑ ان پر قیامت کے دن شاہد ہوں۔

موافق محاورہ کتاب وسنت وقواعد نحو وکلام عرب عرباء اس آیت کے صحیح معنی یہی ہیں، اور جتنے معنی اس کے سوا ہیں وہ سب غلط اور باطل ہیں (اس کی مفصل بحث شہادت القرآن حصہ دوم میں کی گئی ہے)۔ پس چونکہ ابھی تک اتفاق اہل کتاب قاطبۃً (سب کے سب) عیسیٰ پر ایمان لانے پر متحقق نہیں ہوا لہذا آپ ابھی تک فوت نہیں ہوئے و ھذا ھو المراد

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے :

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ والّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدّ نیا ثمّ یقول ابوھریرہ و اقرأو ان شئتم و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ البتہ عنقریب تم میں ابن مریم صاحب عدل وانصاف حاکم ہو کر اتریں گے۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کروا دیں گے اور لڑائی موقوف کر دیں گے اور مال اس قدر کثرت سے ہو جائے گا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا (کے مال ومتاع)

سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا : اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اهل الكتاب . الخ)

ارشاد الساری شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں اس آیت کا مفہوم یوں ادا کیا گیا ہے :

ای و ان من اهل الكتاب احد الّا ليؤمننّ بعيسى قبل موت عيسى و هم اهل الكتاب الّذين يكونون فى زمانه فتكون الملّة وا حدة و هى ملّة الاسلام و بهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد ابن جبير عنه باسناد صحيح (اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰ پر، حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا اور وہ، وہ اہل کتاب ہوں گے جو ان (عیسی) کے زمانہ (نزول) میں ہوں گے۔ پس صرف ایک ہی ملت اسلام ہو جائے گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اسی پر جزم کیا ہے، اس روایت کے مطابق جو ابن جریر نے ان سے سعید بن جبیر کے طریق سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی)

اس آیت کو اپنے ماقبل سے دو ارتباط ہیں۔ اول یہ کہ جب آیت بل رفعه اللّٰه اليه میں مسیح کا صعود الى السماء مذکور ہوا تو سامع کے دل میں ایک سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ حضرت مسیح آسمان سے کبھی نازل بھی ہوں گے یا نہیں؟ اللہ تعالی نے بطور استیناف بیانی (جوابِ سوال مقدر) فرما دیا کہ زمانہ اخیر میں آپ نزول فرما ہوں گے

(اکمل قادیانی نے اس مقام پر ایک سوال کیا ہے کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے ص ۴۴۔

جناب والا! صحیحین کی احادیث نزول اور سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھ کر مراد الٰہی سمجھائی گئی ہے اس لئے استیناف بیانی کا ذکر کیا گیا ہے، جسے آپ غالباً نہیں جانتے)

اور ان کے نزول کے وقت یہ ہوگا کہ اہل کتاب بالاتفاق آپ پر ایمان لے آئیں گے

(اکمل صاحب دریافت کرتے ہیں کہ: سب اہل کتاب کس طرح ایمان لائیں گے جب کہ جنگ میں تقریباً سب کے سب ہلاک ہو چکیں گے؛ ۔

جواب: سب اہل کتاب کا جنگ میں ہلاک ہونا کسی آیت یا حدیث میں وارد نہیں ہوا۔ ہاں سوائے ملت اسلام کے باقی سب ملتوں کی ہلاکت کا ذکر حدیث ابی داؤد میں آیا ہے۔ سو ملت کی ہلاکت دیگر امر ہے اور اہل ملت کی ہلاکت دیگر۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کے وقت کچھ کفار جنگوں میں مارے گئے اور باقی سب اسلام لے آئے۔ پس حجاز سے کفر مٹ گیا اسی طرح حضرت عیسیٰ کے نزول پر ہوگا۔

www.KitaboSunnat.com

نیز اکمل صاحب فرماتے ہیں کہ سب اہل کتاب کا ایمان لے آنا آیت و القینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة کے برخلاف ہے۔ص ۴۴۔

جواب: ایمان اور عداوت میں منافاۃ نہیں ہے کہ دونوں یکجا جمع نہ ہوسکیں۔ نہ سمجھ سکیں تو قادیانی اور لاہوری پارٹی کے حالات سے سمجھ لیں دیگر یہ کہ الی یوم القیامة سے مراد قرب یوم القیامۃ ہے کیونکہ فنائے عالم کے بہت عرصہ بعد قیامت ہوگی۔ پس جب کوئی آدمی ہی زندہ نہ ہوگا تو دشمنی کس میں ہوگی؟ پس لامحالہ اس سے قرب یوم القیامۃ مراد لینی پڑے گی اور جب قرب یوم القیامت مراد ہوئی تو اس سے مراد زمانہ نزول عیسی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں وارد ہے کہ عیسیٰؑ کے نزول پر بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ یہودیوں میں آپس میں اور عیسائیوں میں آپس میں بغض رہیں گے جب تک وہ یہودیت و نصرانیت پر رہیں گے اور وہ اس حالت پر عیسیٰؑ کے نزول تک رہیں گے۔ جب وہ نازل ہوں گے تو یہ سب ان پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائینگے پس عداوتیں بھی نہ رہینگی کیونکہ اس وقت وہ یہودی اور عیسائی نہ ہونگے)

دوم یہ کہ چونکہ اس مضمون کا شروع یسئلك اهل الكتاب ان تنزل عليهم كتاباً من السّماء .. الآیه سے ہے اور اس میں اہل کتاب یہود کا سرور کائناتﷺ کی جناب میں اقتراحاً یہ سوال پیش کرنا مذکور ہے کہ ہم آپ پر تب ایمان لائیں گے جب آپ ہم پر آسمان سے کتاب نازل کر دکھلائیں جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے و لن نؤ من لرقيّك حتّى تنزّل علينا كتا باً نقرأه (یہ کفار کہتے ہیں کہ ہم تیرے (آسمان پر) چڑھنے ہی کو تسلیم نہیں کریں گے جب تک تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتارے جسے ہم خود پڑھ لیں) تو اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو اس سوال کے دو جواب تعلیم فرمائے۔ اول یہ ظاہر کیا کہ ایسے ایسے مقترحات کا پیش کرنا ان کی موروثی اور جدی عادت ہے چنانچہ انہوں نے باوجود حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھنے کے آپ سے اس سے بھی بھاری سوال کیا یعنی کہا کہ ہم کو اللہ تعالی ظاہراً دکھا۔ اور انہوں نے فلاں شرارت کی اور وہ فلاں فعل قبیح اور خلق شنیع کے مرتکب ہوئے۔ اسی سلسلہ ذکر شناعات یہود میں ان کا یہ قول بھی ذکر کیا کہ وہ فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ مسیح کو نہ تو انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر چڑھایا۔ ولیکن اس شخص کو سولی پر چڑھا کر قتل کیا جس پر حضرت مسیح کی شکل و شباہت ڈالی گئی تھی .. الی قوله ... بل رّفعه اللّه اليه و كان اللّه عزيزاً حكيماً ۔

پس اس ذکر کے ضمن میں اول تو آیت ما نحن فيها میں اس طور پر تقریع و تبکیت یہود پائی گئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس رسول کی نسبت یہود فخر سے بے باکانہ یہ اخبار بے سروپا اور افواہ بے بنیاد اڑا رہے ہیں کسی زمانہ میں یہود اس نبی برحق روح اللہ کے سامنے سخت پست اور ذلیل ہو کر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں اسی آیت کے متعلق لکھا ہے :

ثمّ اشار الی من کان یفتخر بقتله سیتذال له قبل موته (رحمانی۔ص۱۷۲) (پھر خدا نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے قتل پر فخر کرتے ہیں وہ عنقریب اس کی موت سے پہلے اس کے تابع ہو کر اس کے سامنے عاجز و ذلیل ہوں گے)۔

(ہر چند ہم نے نہایت وضاحت سے ان آیات کا ربط مضمون سابق سے بیان کر دیا اور تائید کیلئے تفسیر رحمانی کا حوالہ بھی دے دیا، جو ربط آیات میں لاثانی ہے لیکن اکمل صاحب لکھتے ہیں :

سوال تو یہ ہے کہ آسمان سے کوئی کتاب نازل ہو اور جواب یہ ہے کہ مسیح اتر کر تمہاری خوب خبر لے گا۔ پھر وہ بھی ان کی نہیں کیونکہ وہ تو مر چکے ہوں گے، بلکہ ان کی اولاد کی کسی آخری پشت کی۔

جواب: شائد ہمارے الفاظ تفریع اور تبکیت پر آپ کی نظر نہیں پڑی۔ جناب من! قرآن میں اس کی نظائر بکثرت ہیں۔ ہم سے تفسیر جلالین پڑھیں ہم آپ کو اس طریقِ جواب کی تصریح دکھا دیں گے۔ ہاں یہ خوب کہا کہ ان کی اولاد کو ڈراوا دیا گیا۔ جناب! یہ بھی قرآن میں بکثرت ہے یا بنی اسرائیل اذکروا والے رکوع پڑھیں۔ اور افسوس کہ آپ نے مولوی نورالدین کو یہ بات نہ سمجھائی، ورنہ وہ بھی مرزا صاحب کی پشت سے کسی لڑکے کا نکاح محمدی بیگم کے بطن سے کسی لڑکی کے ساتھ تجویز نہ کرتے)

ثانیاً اس طور پر کہ جو کتاب ہم اپنے حبیب ﷺ پر بواسطہ رسول امین یعنی جبریل نازل کر رہے ہیں وہ اسی طریق پر نازل ہوتی رہے گی۔ یہود کے اقتراحِ بے جا پر اس طریق تنزیل کو بدل نہیں دیں گے۔ ہاں ہم زمانہ اخیر میں مسیح ابن مریم کو ان کی سرکوبی اور تذلیل کے لئے پھر نازل کریں گے۔ یہ تو جواب اول کی تقریر ختم ہوئی۔ حاصل یہ کہ یہود کے ایسے جامقترحات سے دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ان کی عادت متوارثہ ہے۔

جواب ثانی یہ تعلیم فرمایا : انّا اوحینا الیك كما اوحینا الی نوح و النّبیّین من بعده (نساء: ۱۶۳) (بے شک ہم نے تیری طرف ٹھیک اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوحؑ کی طرف اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف کی تھی)

یہ طریق جواب احسن الخطابات میں سے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و انّه لعلم للسّاعة

چوتھی آیت سورہ زخرف کی آیت نمبر ٦١ و انّه لعلم للسّاعة ہے جس سے حضرت عیسیٰ روح اللہ کی رفع اور نزول اور حیات الی الآن ہر سہ امور ثابت ہیں۔ اس آیت کا معنی ہے: حضرت عیسیٰؑ کا نزول علامات قیامت میں سے ہے)

(اکمل صاحب ہمارے اس ترجمہ پر چند سوالات کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

کیوں جناب! یہ عیسیٰ (ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے) اور پھر اس کا نزول کہاں سے نکالا؟ اور پھر علم بمعنی علامات کونسی سی لغات میں دیکھا؟ اور ساعت کے معنی عذاب کی گھڑی بھی موافق محاورہ قرآن مجید ہو سکتے ہیں، یقیناً قیامت کیونکر ہوئے؟ ص ۴۴۔۴۵۔

جوابات: اس آیت سے پیشتر اور بعد، حضرت عیسیٰؑ کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے۔ دیکھئے و لمّا ضرب ابن مریم مثلاً (الی قوله) و لمّا جاء عیسی با لبیّنات۔ الآیة ۔ اور قابل لحاظ وہ اختلاف ہوتا ہے جو ناشی از دلیل ہو اور اس میں فیصلہ کی قوی دلیل نہ ہو۔ ورنہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ وجود باری تعالی اور نبوت محمد یہ ﷺ سے بھی انکار نہ کر دیں کہ ان میں بھی اختلاف ہے۔ محققین نے اس ضمیر کے مرجع کی نسبت صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ سوائے عیسیٰؑ کے سب مرجع ضعیف اور بعید ہیں کیونکہ سابقاً ولاحقاً انہی کا ذکر ہے اور نزول، حدیث ابن مسعودؓ سے لیا ہے۔ اور یہاں علم بمعنی علامت لسان العرب میں مرقوم ہے۔

دیکھئے ہر سہ امور بالا کی نسبت علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں: و فی التّنزیل صفة عیسیٰؑ و انّه لعلم للسّاعة وهی قرأة اکثر القراء وقرأ بعضهم وانّه لعلم للسّاعة المعنی ان ظهور عیسی و نزوله الی الارض علامة تدلّ علی اقترا ب السّا عة (لسان العرب۔ ج ۱۵ ص ۳۱۴)۔

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں مسطور ہے: و انّ عیسی لعلم للسّاعة ای شرط من اشراطها تعلم به فسمّی الشرط الدّال علی الشیء علماً لحصول العلم به و قرأ ابن عباس لعلم و هو العلامة

اور ایک دوسری حدیث میں جو حضرت حذیفہؓ سے تفسیر ابن جریر میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو آیات قیامت میں گنایا ہے ۔ ہاں! آپ نے یہ خوب کہا کہ:

چونکہ ساعة بمعنی عذاب کی گھڑی بھی قرآن میں وارد ہے اسلئے اس کے معنی یقیناً قیامت نہیں لے سکتے ۔

جناب والا! جب مرزا قادیانی نے اس مقام کی نسبت ساعة کے معنی میں یہ حجت نکالی تھی تو ہمیں اس وقت سوجھا تھا کہ یہ انکار قیامت کی پیش بندی ہے کیونکہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس لفظ مفرد سے چند ایک معنی مراد لئے جائیں تو کوئی معنی بھی کسی مقام پر یقینی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتا تو جہاں جہاں قیامت مراد ہوگی وہاں وہاں پر آپ کہہ سکیں گے کہ چونکہ ساعة کے معنی عذاب کی گھڑی بھی ہیں اسلئے یقیناً قیامت کیونکر ہوئے؟ العیاذ باللہ۔ جب ایمان کمزور ہو جاتا ہے تو حجت باز طبیعت کوئی نہ کوئی وجہ تراش لیتی ہے)

ابن مسعود سے سنن ابن ماجہ میں موقوفاً اور مسند امام احمد میں مرفوعاً مروی ہے کہ :

عن عبد اللّه بن مسعود قال لمّا كان ليلة اسرى برسول الله ﷺ لقى ابراهيم و موسى و عيسى فتذاكروا السّاعة فبدؤا بابراهيم فسألوه عنها فلم يكن عنده منها علم ۔ ثم سألوا موسى فلم يكن عنده منها علم ۔ فردّ الحديث الى عيسى بن مريم فقال قد عهد الىّ فيما دون وجبتها فا ما و جبتها فلا يعلما الّا اللّه فذكر خروج الدّجال قال فانزل فا قتله (الحدیث واللفظ لابن ماجہ ص ۳۰۹ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی بن مریم)

(جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی، آپ حضرات ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ سے ملے تو قیامت کے متعلق تذکرہ ہوا۔ اور حضرت ابراہیمؑ سے سوال شروع ہوا تو ان کو قیامت کا کوئی علم نہ تھا (کہ کب ہوگی) پھر موسیٰؑ سے سوال ہوا، تو ان کو بھی اس کا کوئی علم نہ تھا پس حضرت عیسیٰؑ کی نوبت آئی تو آپؑ نے کہا کہ قیامت کے وقوع کا علم تو سوائے خدا کے کسی کو نہیں، لیکن خدا نے مجھ سے قیامت کے نزدیک کا عہد کیا ہوا ہے۔ پس آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا)

(مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیگر انبیاء کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ سے بھی ملاقات کی۔ پس جس طرح دیگر انبیاء فوت ہو کر آسمان پر ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی ہیں۔ اس کا مفصل جواب شہادت القرآن حصہ دوم میں دے دیا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ ملاقات کی تین صورتیں ہیں: دونوں طرف سے جسمانی؛ دونوں طرف سے روحانی؛ ایک طرف سے روحانی دوسری طرف سے جسمانی۔ جیسا کہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم میں ہے کہ دو قبروں میں آپ ﷺ نے عذاب ہوتے دیکھا۔ اس وقت صحابہ کے ساتھ آپ کی ملاقات ہر دو جانب سے جسمانی تھی اور اموات کے ساتھ آپ کی طرف سے جسمانی اور ان کی طرف سے عالم برزخ کی۔ اسی طرح شب معراج میں حضرت عیسیٰؑ سے آپکی ملاقات ہر دو جانب سے جسمانی تھی، اور دیگر انبیاء سے آپ کی طرف سے جسمانی اور ان کی طرف سے عالم برزخی)

اس آیت کی تفسیر میں نزول عیسیٰ کا قرب قیامت کی علامت ہونا حضرات ابن عباسؓ، ابو مالکؒ، عوفؒ، مجاہدؒ، قتادہؒ، سدیؒ، ضحاکؒ اور ابن زیدؒ سے مروی ہے۔ (ابن جریر) چنانچہ ضحاک کے الفاظ یہ ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خروج عیسی بن مریم و نزوله من السّماء قبل یو م القیامة (ابن جریر۔سورہ زخرف)
یعنی قیامت سے پیشتر عیسیٰؑ کا آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔

جب اس آیت اور حدیث سے پیشتر حضرت عیسیٰؑ کا نزول ثابت ہو گیا تو چونکہ نزول مستلزم صعود ہے اذ لا یمکن و لا یتصور نزول البشر من السّماء الّا بعد صعوده الیها یعنی کیونکہ کسی بشر کا آسمان سے نازل ہونا ممکن و متصور نہیں مگر بعد اس کے کہ وہ اس سے پیشتر آسمان پر چڑھا ہو۔ اس لیے یہ آیت مثبت صعود (رفع) بھی ہے اور چونکہ زمان ماقبل النزول میں حیات بھی ضروری ہے اس لئے یہ آیت مثبت حیات بھی ہے۔

و من المقرّبین

پانچویں آیت جس سے حضرت عیسیٰؑ کا رفع الی السّماء ثابت ہے آیت و من المقرّبین (آل عمران:۴۴) ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ صفت مقرب قرآن میں تین مواقع پر وارد ہے۔ اول اسی آیت میں مسیح کی شان میں۔ دوم، فرشتوں کیلئے آخر سورہ نساء میں ذکر رفع مسیح کے تھوڑا آگے فرمایا: لن یّستنکف المسیح ان یّکو ن عبداً للّٰه ولا الملائکة المقرّبون (نساء: ۱۷۲) (نہ تو مسیح خدا کا بندہ بننے کو عار سمجھتا ہے اور نہ ملائکہ مقربین)۔ سوم، جنتیوں کیلئے سورہ واقعہ میں فرمایا: اولٰئك المقرّبون فی جنّت النّعیم (واقعہ ۱۱۔۱۲) (نعمت کے باغوں میں وہی مقرب ہوں گے) ان ہر سہ مقامات میں قرب جسمی، حسّی، سماوی ملحوظ ہے نہ فقط رتبی۔ (اکمل قادیانی اس پر فرماتے ہیں: قرب جسمی، حسّی، سماوی کہاں سے نکالا؟

جواب: جناب والا! فرشتے اپنے اجسام سے آسمان پر ہیں۔ اور جنتی بھی اپنے اجسام سے جنت میں ہوں گے اور جنت آسمان پر ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی اپنے جسم سے آسمان پر ہیں۔ آپ اپنے دماغ سے اکملیت کا دھواں نکال دیں تو یہ باتیں خود بخود سمجھ میں آ جائیں گی۔ دیگر یہ کہ آپ نے شہادت القرآن کی عبارت ہی نہیں سمجھی، وہاں تو صاف لکھا ہے، قرب جسمی، حسی، ملحوظ ہے، نہ فقط رتبی۔ لیکن جناب نے اس لفظ ملحوظ کا لحاظ بالکل نہیں کیا۔ اور نہ الفاظ، فقط رتبی، کا خیال کیا۔ پھر یہ کہ تفہیم ناقصین کیلئے اس کے بعد معنی کنائی اور معنی حقیقی کا باہم جمع ہو سکنا بھی ذکر کر دیا گیا۔ ورنہ محصلین جن کی نظر حمداللہ وغیرہ معقولی کتب پر ہوان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لئے الفاظ ملحوظ ہے نہ فقط رتبی، ہی کافی تھے۔

اکمل صاحب نے ایک اور کمال دکھایا ہے کہ قرب سماوی پر ایک اعتراض حاشیہ میں بھی جڑ دیا چنانچہ فرماتے ہیں: اس سے مکانی ہونا اللہ کا لازم آتا ہے۔ حاشیہ نمبراص ۴۵۔ جناب! آپ نہ تو قرآن جانیں نہ حدیث، نہ فطرت اللہ کو سمجھ سکیں۔ سنئے مکانی ہونا تو لازم آئے جب اسے محصور ومحاط مانا جائے اور اگر حد واحاطہ کے تصور کے بغیر فوق العرش اس کی کیفیت سے مانا جائے جو اس کی شان کے لائق ہے، تو اس سے مکانی ہونا لازم نہیں آتا۔ ورنہ معاذ اللہ تمام سلف صالحین کو مثبت مکان ماننا پڑے گا۔ کسی حافظ قرآن سے پوچھئے کہ آیت أأمنتم من فی السّماء کہاں ہے؟ اور کسی حدیث دان سے دریافت کیجئے کہ وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا تھا این اللہ یعنی خدا کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا فی السّماء۔ یعنی آسمان میں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا انها مؤمنة یعنی بے شک یہ لونڈی ایماندار ہے۔ اور کسی باہوش دعا گو سے پوچھئے کہ دعا کے وقت تمہاری توجہ اور خیال کدھر کو ہوتا ہے اور ساتھ ہی قرآن دان سے معلوم کرلیں کہ آنحضرت ﷺ تحویل قبلہ کی آرزو میں آسمان کی طرف کیوں دیکھتے رہتے تھے کہ اللہ نے فرمایا: قد نری تقلّب و جهك فی السّماء۔ اس کے بعد امام ابن تیمیہ کی عبارت ذیل پڑھیں تو آپ کو حقیقت معلوم ہوجائے گی کہ خدا تعالیٰ کو اوپر ماننا جبلی وفطری ہے۔

انّ هذا الامر فطروا علیه و جبلوا علیه کما قال الشّیخ ابوجعفر الهمدانی لبعض من اخذ ینکرا الاستوا و یقول لو استوی علی العرش لقامت به الحوادث فقال ابوجعفر معناه انّ الاستواء علم بالسّمع فی قلوبنا و لو لم یرد به لو نعرفه وانت تتاوله فدعنا من هذا واخبرنا من هذه الضّرورة الّتی نجدها فی قلوبنا فانّه ما قال عارف قطّ یا اللّه الّا و قبل ان ینطق لسانه یجد فی قلبه معنی یطلب العلوّ یلتفت یمنة و یسرة فهل عندك من حیلة فی دفع هذه الضّرورة عن قلوبنا فلطلم المتکلم و قال حیر الهمدا نی۔

اور اس سے تھوڑا آگے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

و ایضاً فمن المعلوم انّ القرآن ینطق بالعلوّ فی موا ضع کثیره جداً حتی قیل انّها ثلث مأة موضع و السّنن متوا تره عن النّبیّ ﷺ بمثل ذلك و کلام السّلف المنقول عنهم بالتّوا تر یقتضی اتّفا قهم علی ذلك۔ (منہاج السنہ۔جلد ا۔ص ۲۶۳)

و لو اردنا به لازم معناه فلا یضرّنا لانّ المعنی الحقیقی للّفظ یجمتع معه لازم معناه وهذا الرّسم هو المصطلح عند علماء البیان بالکنایة کما هو مصرّح فی کتب البلاغة و قد مرّ ذلك آ نفاً فلا فا ئدة فی الاعادة (اور اگر ہم اس (قرب) سے لازمی معنی بھی مراد لیں تو بھی ہمیں مضر نہیں کیونکہ لازمی معنی حقیقی معنوں کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں اور اس رسم کا نام علماء بیان کی اصطلاح میں کنایہ ہے جیسا کہ کتب بلاغت میں مصرح ہے اور اس کا حوالہ ابھی گذر چکا ہے۔ پس مکرر ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں)

عیسیٰؑ کو جو بکلمہ تبعیض من المقرّبین فرمایا تو مراد ان مقربین سے ملائکہ مقربین ہیں، جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت سورہ نساء میں بالتخصیص مذکور ہیں۔ چنانچہ وہ آیت ان شاءاللہ ابھی مذکور ہوگی۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ فرشتوں کا مقرّ طبعی آسمان ہے۔ پس جب عیسیٰؑ ان میں سے ایک فرد ہوئے تو آپ کا صعود ثابت ہوگیا۔ تفاسیر معتبرہ مثل کبیر، ابی السعود، مدارک، خازن، بیضاوی، سراج منیر، کشاف اور فیضی میں اس آیت کے ذیل میں رفع الی السّماء کو ذکر کیا ہے چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے :

و کونہ من المقرّبین رفع الی السّماء و صحبتہ للملائکۃ (مقربین میں سے ہونے کے معنی ہیں آپ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور فرشتوں کے ساتھ رہنا)۔

اور تفسیر سواطع الالہام میں ہے :

لصعودہ مصاعد السّماء و ادراکہ مدارک الملك

(کیونکہ آپ آسمان پر اٹھائے گئے اور آپ فرشتوں کے مقام پر پہنچے)

لن یّستنکف المسیح

چھٹی آیت مثبت رفع عیسیٰؑ یہ ہے:

لن یّستنکف المسیح ان یّکون عبداً للّٰہ ولا الملائکۃ المقرّبون (نساء:۱۷۲)۔

(نہ تو مسیح خدا کا بندہ ہونے کو عار جانتا ہے اور ملائکہ مقربین)

وجہ استدلال یہ ہے کہ بنائے شرک نصاریٰ تین امر ہیں اور انہیں کے سبب نصاری کو وہم الوہیت مسیح پیدا ہوا۔ اول: ولادت مسیح بلا پدر۔ دوم: ظہور معجزات عجیبہ۔ سوم: رفع الی السماء۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ہر سہ امور یا تو صحیح ہیں یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں تو قرآن شریف میں حسماً لمادّۃ شرك النّصاری (نصاری کے شرک کا مادہ نابود کرنے کیلئے) ان سب کا ابطال و تردید چاہیے اور اگر صحیح ہیں تو پھر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ یہ امور مقتضی الوہیت نہیں ہو سکتے۔ ناقد ممارس کتاب اللہ پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو باطل نہیں کہا بلکہ ان کو ثابت رکھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ امور مقتضی الوہیت نہیں ہو سکتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مطلب بالکل صاف ہے کہ اگر یہ تینوں امر نفس الامر میں خدا کے نزدیک غلط تھے، تو چاہیے تھا کہ خدا صاف فرما دیتا کہ یہ امر غلط ہیں، افتراء ہیں۔ لیکن خدا نے بجائے ابطال و تردید کے ان کو ثابت کر دکھایا اور نصاری کی تردید اس طرح کہ یہ باتیں مثبت الوہیت نہیں ہو سکتیں۔ اکمل صاحب ایسے صاف بیان کو بھی نہیں سمجھ سکے چنانچہ فرماتے ہیں:

رفع جسمانی کا تو ضرور ابطال ہونا چاہیے کیونکہ یہی سب سے بڑا بھاری ثبوت ہے نصاری کے پاس الوہیت مسیح کا ۔ صفحہ ۴۶۔

جناب من! قرآن نے رفع جسمانی کا ابطال نہیں کیا بلکہ نصاری نے جو اسے وجہ الوہیت بنایا تھا، اس کا ابطال و لا الملائکة المقرّبون سے کیا جیسا کہ اگلی سطور میں مفصل و مدلل مذکور ہے)

چنانچہ وجہ اول یعنی ولادت بلا پدر کو آدم کی پیدائش سے توڑا اور فرمایا:

انّ مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم خلقه من ترابٍ ثمّ قال له کن فیکون (آل عمران:۵۸) (عیسی کی مثال تو خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اسے خدا نے مٹی سے بنایا تو پھر اسے کہا ہو جا، تو وہ ہو گیا)

اور یہ من باب تمثیل الغریب بالاغرب ہے۔

وجہ دوم یعنی ظہور خوارق کی نسبت فرمایا:

ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل ..(مائدة:۷۵)۔(مسیح تو صرف ایک رسول ہیں اس سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں)

اس میں ظاہر کیا کہ ظہور خوارق دیگر انبیاء کے ہاتھ پر بھی ہوا ہے۔ اس لئے یہ وجہ بھی مثبت لاہوتیت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً موسیٰ کے معجزہ سے آپ کے عصا کا سانپ بن جانا، عیسیٰ کے معجزہ احیائے موتی سے اعجب ہے، کیونکہ میت وہ چیز ہے جو کسی وقت زندہ ہو اور پھر اس سے حیات منتزع ہو، اور لکڑی ایسی چیز ہے جس کی شان میں حیات نہیں ہے۔

وجہ سوم یعنی رفع الی السّماء کو آیت لن یّستنکف المسیح ... الآیه سے توڑا اور ظاہر کیا کہ ملائکہ مقربین اور حاملین عرش رفع آسمانی میں حضرت روح اللہ سے ارفع ہیں۔ پس یہ بھی وجہ بھی مقتضی لاہوتیت نہیں ہو سکتی۔

بادنی تامل ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس پچھلی آیت میں ان ہر سہ وجوہ کا جواب ہے کیونکہ ملائکہ کی پیدائش بھی بغیر اسباب کے محض کلمہ کن سے ہے اور اظہار خوارق میں بھی وہ بشر سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں اور رفع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماوی میں اکثر ان میں حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ بلند ہیں۔پس عیسیٰؑ کا رفع مع دیگر خوارق کے اسی ایک آیت سے بھی ثابت ہے۔اس آیت کے ذیل میں رفع عیسیٰ کو ذکر کرنے میں بندہ منفرد نہیں ہے بلکہ علامہ ابوالسعود تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں یہی لکھتے ہیں۔ملاحظہ ہو عبارت ذیل:

انّ مناط کفر النّصاری و رفعھم له علیه السلام عن رتبة العبودیة کما کان اختصاصه علیه السلام و امتیازه عن سائر البشر بالولادة من غیر اب و بالعلم بالمغیبات و بالرّفع علی السّماء عطف علی عدم استنکافه عن عبودیته تعالی عدم استنکاف من هو اعلی درجة منه فیما ذکر فان الملائکة مخلوقون من غیر اب و امّ و عالمون بمالا یعلمه البشر من المغیبات و مقارهم السّماوات العلی (ابی السعود۔زیر آیت لن یستنکف ... الخ)

(نصاریٰ کے کفر اور ان کے حضرت عیسیٰؑ کو رتبہ عبودیت سے برتر جاننے کا مناط و مدار اس وجہ سے ہے کہ آپ بلا باپ پیدا ہوئے اور (خدا کے جتانے سے بعض) مغیبات کے جاننے اور آسمان پر چڑھائے جانے میں دیگر بشروں سے ممتاز ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس بات پر کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے عار نہیں ان لوگوں (فرشتوں) کے عدم استنکاف کو عطف کیا جو ان امور مذکورہ میں حضرت عیسیٰؑ سے اعلیٰ و ارفع ہیں کیونکہ فرشتے بغیر باپ اور بغیر ماں کے پیدا شدہ ہیں اور وہ (خدا کے جتانے سے) ان مغیبات کو بھی جانتے ہیں جو انسان کے علم میں نہیں ہیں، اور بلند آسمان ان کے رہنے کی جگہ ہے)

و یکلّم النّاس فی المھد و کھلا

ساتویں آیت مثبت حیات روح اللہ یہ ہے:

و یکلّم النّاس فی المھد و کھلا و من الصّالحین (آل عمران:۴۵)

(اور کلام کرے گا لوگوں سے گہوارے میں اور کہولت (کی عمر) میں بھی اور صالحین میں سے ہوگا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں حضرت مسیح کو تکلّم فی المھد اور تکلّم فی الکھولۃ کی بخشش سے نوازنا ذکر کیا اور یہ دونوں اعجازی امر ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیات تذکیر انعامات سے واضح ہے:

اذ ایّد تك بروح القدس تكلّم النّاس فی المھد و کھلا (مائدہ:۱۱۰) (جب میں نے تیری تائید روح القدس سے کی کہ تو نے لوگوں سے اپنے گھوارے میں بھی اور کہولت میں بھی کلام کیا)

جب یہود نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت پر حضرت مریمؑ کی عصمت پر شک کیا تو حضرت عیسیٰؑ بحکم خدا اپنی ماں کی گود سے بول اٹھے:

انّی عبد اللّٰه آتانی الكتاب و جعلنی نبیّاً ... الخ ۔(مریم: ۳۰)(میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا)

پس جس طرح تکلّم فی المھد امر اعجازی اور خلاف عادت ہے اسی طرح حضرت عیسی کا تکلم فی الکہولت بھی امر خارق عادت ہے۔ اگر چہ یہ بظاہر کوئی امر عجیب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ کہولت کی عمر میں سب بولنے والے کلام کیا کرتے ہیں۔ پس اس معجزہ عیسویہ کی صورت یہ ہے کہ رفع آسمانی کے بعد ایک زمانہ دراز تک بغیر خوراک معتاد کے زندہ رہنا اور اسی حالت میں بغیر کسی قسم کے تغیر و استحالہ (حالت کے بدلنے) کے نازل ہونا امر خارق عادت ہے۔ ورنہ تخصیص مسیح کی کوئی وجہ نہیں۔ توضیح اس کی یوں ہے کہ آسمان پر حضرت عیسیٰؑ کا مایہ زندگی بوجہ آسمان پر ہونے کے اور فرشتوں کی صحبت میں ہونے کے ذکر و عبادت ہے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں ہے:

(انّی متوفّیك) ای اخذ بكلیتك (و) لا ادع لك شھوۃ طعام ولا شراب فتحتاج الی مساكنۃ الارض لانّی (رافعك الیّ) ای الی سمائی) (آل عمران)

اور زمانہ رفع و نزول کے درمیان خواہ کتنی ہی مدت مدیدہ وہ آسمان پر رہیں ان کے جسم میں کوئی بھی تغیر و استحالہ نہیں ہوگا بلکہ جس حالت میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے، اسی حالت پر نزول فرمائینگے کیونکہ آسمان محل تاثر و استحالہ نہیں جیسے جنتیوں کے اجسام میں باوجود مدت ہائے دراز دردراز کے کوئی تغیر و استحالہ نہیں ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اکمل صاحب کہتے ہیں: (اللہ تعالیٰ نے) احسان تو یاد کرائے اور اصلی نعمت جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئی وہ نہ جتائی ۔ص ۴۷۔

جواب۔ جناب والا! و کھلاً میں اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ پر یہ نعمت (آسمان پر اٹھالینا) گزری ہوئی ہے اس لئے وہ تو اسی اشارہ سے سب کچھ سمجھ جائیں گے الفقیه تکفیه الا شارہ۔ لیکن قادیانی اصحاب کچھ بھی نہیں سمجھیں گے و السّفیه لا تفیده العبارۃ کیونکہ وہ انکار کے درپے ہیں فما کا نوا لیؤ منوا بما کذ بوا من قبل ذلك کذ لك یطبع اللّٰه علی قلوب الکا فرین۔ اعراف: ۱۰۱۔ مگر یہ لوگ نہ تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں معجزے دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں۔

پھر اکمل صاحب تکلّم فی الکهولة کی نسبت فرماتے ہیں:

اور تکلم الناس سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بعمر کہولت بھی لوگوں سے کلام کرتے رہے ہوں اور آپ (ابراہیم میر) کے اعتقاد کے موافق تو ان پر کہولت کا زمانہ آسمان پر آیا ہے وہاں کون سے انسانوں سے کلام فرماتے ہیں۔ص ۴۷۔

جواب: ہاں جناب! ہم حضرت عیسیٰؑ کے تکلّم فی الکهولت کو تو بلا ریب وشک مانتے ہیں اور اسی امر کا یہاں بیان ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دائماً پایا جائے کہ اب ان کے آسمان پر ہونے کے وقت کرنے کے لئے وہاں کئی ایک انسان بک کرا کر بھیجنے پڑیں۔ کیونکہ یہ قضیہ مطلقہ ہے اور اطلاق میں اعتبار لا دوام کا ہوتا ہے جیسا کہ جملہ کتب منطق میں مرقوم ہے اور فعلیہ نسبت سے ضرورۃ نسبتہ یا دوام نسبتہ لازم نہیں آتا۔ بلکہ ثبوت کے لئے اس کا وجود بالفعل وفی الجملہ احد ازمنہ ثلاثہ میں کافی ہوتا (قطبی۔ سلّم۔ حمد اللہ) جس طرح کہ تکلّم فی المهد میں دوام نہیں تھا اسی طرح تکلّم فی الکهولة میں بھی دوام ضروری نہیں۔ پس جب زمانہ نزول میں اس کیفیت سے جو متن میں مذکور ہے اس کا تحقق و وقوع ہو جائے گا، تو پھر اس کے صدق میں کیا کلام؟ سچ سمجھئے کہ قادیانیوں کے سامنے ایسی باتیں کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔ لیجئے تفسیر ابن جریر میں ابن زید کا قول ہے قال قد کلّمهم عیسی فی المهد و سیکلّمهم اذا قتل الدّجّال و هو یومئذ کهل (جلد ۳ ص ۱۵۹)۔

اور تفسیر معالم میں ہے قال الحسن بن الفضل (و کهلاً) بعد نزوله من السّماء ص ۱۵۹۔ دیکھئے! اب تو معقولاً ومنقولاً ہر دو طریق مطلع صاف ہو گیا۔

پھر اکمل صاحب قادیانی فرماتے ہیں: مسیح کی فطرت جن حوائج کی مقتضی تھی، جب اس سے بوجہ رفع علی السّماء کے بے نیازی ہو گئی تو یہ مستلزم صمدیت والوہیت ٹھہری۔ اس سے نصاری ثبوت دے سکتے ہیں کہ ان کی فطرت میں ہی الوہیت تھی ص ۴۷۔

جواب: بندہ خدا! آپ الفاظ، مسیح کی فطرت، قلم سے تو لکھتے جاتے ہیں لیکن دماغ سے نہیں سمجھتے کہ کہتے کیا ہیں؟ سنیئے! فطرۃ مصدر ہے اور یہاں مسیح کی طرف مضاف ہونے سے مصدر مجہول ہے پس اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مسیح جس حالت پر مفطور ہوئے ۔پس آپ ہی کے الفاظ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح صمد نہیں ہیں کیونکہ صمد وہ ہے جو اپنے وجود و بقاء میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ دیگر سب اس کے محتاج ہوں۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل آیت اللہ الصمد کے ذیل میں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثمّ (بيّن) صمديّته المقتضّية لاستغنائه الذّاتی عمّا سواه و افتقار المخلوقات اليه فی وجودها و بقائها و سائر احوالها (ابوالسعود) یعنی پھر صاف صاف بیان کی بے نیازی جو اپنے ماسوا سے اپنے ذاتی استغنا اور تمام مخلوقات کے اپنے وجود اور اپنی بقا کے لئے اور تمام احوال میں اس کی طرف محتاج ہونے کی مقتضی ہے۔

دیگر یہ کہ اگر حضرت عیسیٰؑ اب آسمان پر بحکم اللہ تعالیٰ بعض حوائج بشریہ (کھانا پینا) سے بے نیاز ہیں تو اس سے بھی خدا نہیں بن سکتے کیونکہ موجب الوہیت وہ بے نیازی ہے جو ذاتی ہو اور جو خدا کی عطا سے ہو وہ موجب الوہیت نہیں، جیسے معجزات جو حقیقت میں خدا کے افعال ہیں لیکن خدا کے حکم سے نبی برحق کے ہاتھ پر ان کا ظہور ہوتا ہے۔ دیگر یہ کہ کانا یا کلا ن میں لفظ ماضی ذکر کیا جس میں اس امر پر دلالت ہو سکتی ہے کہ زمان گذشتہ میں وہ کھانا کھایا کرتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے۔ پس کھانے سے استغنا تو قرآن شریف سے ثابت ہوا۔ آپ اس کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں)

فلمّا توفّيتنی

آٹھویں آیت مثبت حیات و رفع نزول حضرت روح اللہ یہ ہے:

و كنت عليهم شهداً مّا دمت فيهم فلمّا توفّيتنی كنت انت الرّ قيب عليهم و انت علی كلّ شیء شهيد (مائدہ: ۱۱۷) (اور میں ان پر شاہد رہا جب تک میں ان میں رہا۔ جب تو نے مجھے اٹھالیا تو، تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر شئے پر شاہد ہے)

آیت انّی متوفّيك و را فعك الیّ اور بل رّفعه اللّه اليه کی تفسیر میں امور مندرجہ بسط محقق ہو چکے ہیں:

اول یہ کہ توفّی کا مدلول (معنی) وضعی موت نہیں ہے۔ اس کے معنی ہیں ا خذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کا بتمامہ لے لینا۔

دوم یہ کہ چونکہ اس اخذ و قبض کے انواع متعدد ہیں اسلئے تعیین یک نوع کیلئے وجود قرینہ ضروری ہے

سوم یہ کہ آیت را فعك الیّ اور بل رفعه اللّه اليه ، رفع الی السّماء کے لئے نصوص قطعیہ ہیں کیونکہ رفع الی اللّه اور رفع الی السّماء متساوق فی المعنی ہیں جیسا کہ آیت اليه يصعد الكلم الطّيّب و العمل الصّالح ير فعه (فاطر:۱۰) سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور مرزا نے ازالہ اوہام میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بل رّفعه اللّه اليه کی توضیح کے ضمن میں الیه سے الی السّماء مراد لی ہے۔پس آیات را فعک الیّ اور بل رّفعه اللّه الیه مسیح کی توفی سے رفع آسمانی مراد لینے کیلئے قرائن قویہ ہیں لہذا نظر بر آیات مثبتہ رفع فلمّا توفّیتنی سے مراد فلمّا رفعتنی الی السّماء ہوگی نہ کچھ اور۔

جملہ تفاسیر معتبرہ میں توفّیتنی سے مراد رفعتنی لکھا ہے۔سالک شاہراہ یقین کیلئے اس بیان میں کفایت ہے مگر متعسف کجرو پر اتمام حجت کیلئے مزید توضیح حصہ دوم میں کی جائے گی۔

(اکمل غلط گوئی میں خاص کمال رکھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں : فلمّا توفّیتنی کی تحقیق کو کسی اگلے حصے پر ٹالا ہے ۔ص ۴۷

جواب: بندہ خدا کبھی تو درست لکھا کرو تحقیق تو ساری پوری پوری کر کے یہاں اس کا خلاصہ بھی کر دیا گیا کہ کم علم لوگوں کو پچھلا پڑھا ہوا یاد آجائے۔اگلے حصے پر تو صرف مزید توضیح چھوڑی گئی تھی نہ کہ تحقیق۔دیگر یہ کہ دوسرا حصہ بھی آپ کی تصنیف سے کئی سال پیشتر قادیان میں پہنچ چکا تھا، ذرا تکلیف کر کے اٹھا کر اسے بھی مطالعہ فرما کر دیکھا ہوتا کہ اس میں کیا مزید توضیح کی گئی ہے۔پھر دونوں حصوں کی توضیح کا مقابلہ کر کے نظر کی ہوتی کہ پہلے حصے میں امر مقصود (رفع عیسوی) کے متعلق کیا کسر باقی چھوڑی گئی ہے ۔

اکمل صاحب کی یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ عجب ناز وادا سے لکھتے ہیں: کسی اگلے حصے پر، ۔

جناب! یہ، کسی، تنکیر کا کلمہ کیسا؟ جناب مرزا صاحب آنجہانی کی وفات سے پیشتر ڈھائی سال اور آپ (اکمل) کی تصنیف سے سوا تین سال پیشتر دوسرا حصہ قادیان میں پہنچ چکا تھا اور ملک میں شائع ہو چکا تھا۔اس پر بھی آپ کلمہ تنکیر، کسی، فرما رہے ہیں۔گو یا آپ کو اس کا نہ علم ہے نہ علم کی ضرورت ہے۔

دیگر یہ کہ لکھتے ہیں: ٹالا ہے، ۔

جناب! جس کے پاس قرآن وحدیث صحیح اور قواعد زبان عرب ہوں وہ ٹالے کیوں؟ ٹالے تو وہ جسے ان ہر سہ سے واسطہ نہ ہو یا ان کا علم نہ ہو)

مرزا قادیانی کا یہ مذہب ہے کہ مسیح نے معاذ اللّه اہانت صلیب برداشت کرنے کے بعد (جو وجاہت کے منافی ہے) کشمیر کی طرف ہجرت کی اور وہاں ۸۷ سال زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔یہ سراسر باطل اور دروغ ہے کیونکہ کلمہ فلمّا توفّیتنی، سوال الٰہی أأنت قلت للنّاس .. الآیة ، کے جواب میں واقع ہے۔پس اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کو اہل کشمیر نے الٰه نہیں ٹھہرایا بلکہ اہل شام اور اس کے قرب وجوار کے اشخاص نے۔

پس اہل شام جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو معبود بنایا تھا، ان کی خبر بموجب قول مرزا، حضرت عیسیٰ کو بوجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھجرت الی الکشمیر آپ کی وفات سے ۸۷ سال پیشتر منقطع ہو چکی ہے (عدم اطلاع کا ذکر مرزا صاحب کے قول کے مطابق ذکر کیا گیا چنانچہ شہادت القرآن حصہ دوم میں بھی بنا بر عدم اطلاع کا عذر کیا گیا، ورنہ ہماری تحقیق میں اس سے مراد اظہار برأت ہے چنانچہ شہادۃ القرآن حصہ دوم میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے) اور اس ۸۷ سال کی حیات مزعومہ مرزا صاحب میں عیسی کو اہل شام کے تغیر عقائد کی کوئی خبر نہیں کہ پیچھے انہوں نے کیا بنا لیا۔ پس سوال أأنت قلت للنّا س کے جواب میں عذر موت صحیح نہیں ہے بلکہ عذر خروج الی الکشمیر چاہیے۔

جب بدیں صورت ایک پیغمبر برحق تعلیم کردہ حضرت حق جلّ وعلا کے جواب میں قدح واقع ہوتی ہے تو بالضرور معلوم ہوا کہ یہاں توفّی سے مراد موت نہیں اور چونکہ حضرت عیسی کا مرفوع الی السّماء ہو کر اقوال نصاری سے بے خبر ہو جانا جواب باصواب ہے

(اکمل صاحب فرماتے ہیں، یہ نہیں بتایا کہ عذر موت کن وجوہات سے باطل ہے۔ ص ۴۸۔

جواب: جناب بتا تو دیا۔ لیکن گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

پھر اکمل صاحب سوال کرتے ہیں کہ جب وہ دنیا میں آئیں گے تو یہ لاعلمی کیسی؟ ص ۴۸۔

جواب: یہ سوال تو میں نے حصہ دوم میں از خود کر کے اس کا کافی ووافی جواب دے دیا ہے جو اکمل صاحب کی تصنیف سے سوا تین سال پیشتر قادیان پہنچ چکا تھا۔ لیکن وہ اس سے عشوہ نمائی کریں تو کسی کا کیا قصور؟ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیؑ کے لئے نصاری وغیرہ کے اقوال وافعال پر مطلع ہونے کے دو مواقع ہیں۔ اول آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر تبلیغ رسالے کے وقت۔ دوم، آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔ اور یہ مسلّم ہے کہ نصاری کے اعتقاد ان دونوں زمانوں کے درمیان یعنی زمانہ رفع میں بگڑے۔ سو آپ کا قول و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم ۔ ان دونوں زمانوں پر شامل ہے۔ چنانچہ آیت نزول میں فرمایا: و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (نساء : ۱۵۹) ۔ فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم سے زمانہ مرفوعین مراد ہے جو دونوں زمانوں کے درمیان ہے (جمعاً بین الا دلّۃ) اور حضرت عیسیٰؑ کی مراد اس سے اظہار برأت ہے۔ چنانچہ شہادت القرآن حصہ دوم میں تصریح کر دی گئی ہے)

اور یہ ثابت بھی ہو چکا ہے کہ عیسی کی توفّی بالرّفع الی السّماء ہوئی ہے، تو اس لئے توفّیتنی کے معنی رفعتنی الی السّماء ہیں نہ کچھ اور۔ چنانچہ سواطع الالہام میں ہے:

(فلمّا توفّیتنی) اراد اعلاء ہ مصاعد السّماء

خدا تعالی نے اس سے آسمان کی بلندیوں پر اٹھا لینا مراد رکھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورتفسیر کبیراور خازن میں ہے:

(فلمّا توفّیتنی) یعنی فلمّا رفعتنی الی السّماء یعنی جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا۔اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی ہے۔

و جعلنی مبارکاً اینما کنت

نویں آیت مثبت رفع الی السماء یہ ہے :

و جعلنی مبارکاً اینما کنت (مریم:۳۱) (اور خدا نے مجھ کو برکت والا بنایا جہاں کہیں میں ہوں)

وجہ استدلال یہ ہے کہ برکت خیر کثیر اور علو کو کہتے ہیں جیسے آیت لفتحنا علیھم برکاتٍ من السّماء و الارض (اعراف:۹۶) میں برکت سے مراد خیر کثیر اور زیادت نعمت ہے اور آیات صفات مثل فتبارک اللّٰہ ربّ العالمین (اعراف) اور فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین (مومنون) اور تبارک الّذی بیدہ الملک (ملک) اور تبارک الّذی نزّل الفرقان (فرقان) اور بورک من فی النّار (نمل) میں مراد علو ہے۔ اور واضح ہو کہ حضرت عیسی میں یہ ہر دو امر باحسن وجہ پائے جاتے ہیں۔ خیر کثیر۔ مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے اور نزول مائدہ کی دعا کے قبول ہونے سے ظاہر ہے۔ (قرآن مجید)

اور وہ برکات و خیرات جو آپ کے نزول پر ہوں گی مثلاً دشمنی و بغض اور حسد کا دور ہو جانا اور مال کا کثرت سے ہو جانا اور لوگوں میں دنیا کی نسبت عاقبت کی طرف رغبت کا زیادہ ہونا اور پھلوں اور دودھ کا معمول سے بہت زیادہ ہو جانا اور شیر اور بکری کا امن سے باہم چرنا وغیرہ ذلک (صحیح مسلم ودیگر کتب حدیث)

اور معنی علوّ آیت بل رفعہ اللّٰہ میں مصرح ہے وہ بھی آپ کو حاصل ہے۔ پس جعلنی مبارکاً اینما کنت احوال ثلاثہ یعنی قبل رفع اور زمان رفع (عہد مرفوعیت) اور بعد نزول کے ہر سہ سے عام ہے اسی لئے اینما کنت فرمایا جس کا مفاد اتساع ہے۔ اس آیت کے ذیل میں رفع الی السّماء کی تصریح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کبیر اور تفسیر سراج منیر میں موجود ہے۔

(بورک من فی النار میں اگر من سے مراد ذات سبحانہ ہو جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے تو برکت سے مراد علو ہوگا اور اگر موسی یا ملائکہ ہوں تو دوسرے معنی یعنی خیر کثیر مراد ہیں۔ اکمل صاحب اس پر کہتے ہیں کہ بورك من فی النّار کے آگے ومن حولها بھی آیا ہے۔ مدارک میں لکھا ہے و من حول مکانها ای موسی ۔ تو کیا موسی بھی آسمان پر چڑھے تھے۔ ص ۴۸۔

جواب: موسیٰؑ تو آسمان پر نہیں چڑھے لیکن آپ سمجھ نہیں سکے۔ اگلی سطروں میں صاف لکھا ہے کہ معنی ثانی یعنی علو ، بل رّفعه اللّٰه الیه میں مصرح ہے ۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: اگر خیر کثیر سے مراد کوڑھیوں کا ہی چنگا کرنا ہے تو آسمان پر کون سے مردوں کو زندہ کر رہے ہیں اور کون سے اندھوں کو آنکھیں دے رہے ہیں؟ ص ۴۸۔

جواب: بندہ خدا! قضیہ مطلقہ میں اعتبار لا دوام ہوتا ہے جیسا کہ حواشی سابقہ میں گزر چکا۔ اور اس کا ثبوت بالفعل وفی الجملہ احد ازمنہ ثلاثہ میں کافی ہوتا ہے۔ نبی صادق عیسی تبلیغ رسالت کے وقت دلیل صداقت میں یہ امر واقعات کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ خدا تعالی اصدق القائلین اپنے کلام میں سے نقل کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی واقعات گذشتہ کی صورت میں بطور امتنان حضرت عیسیٰؑ کو جتائے گا۔ پس اس کے ثبوت میں کیا شک رہا؟ لیکن چونکہ مرزا صاحب قادیانی ان معجزات کے قائل نہ تھے وہ انہیں مسمریزم اور عمل الترب جانتے تھے۔ ازالہ اوہام حصہ اول۔ اس لئے آپ ان کی تصدیق نہیں کر سکتے و من یّتبدّل الکفر بالایمان فقد ضلّ سواء السّبیل ۔ اور سنیئے جناب مرزا صاحب نے بھی ان معجزات عیسویہ سے بنا بر علم وتحقیق انکار نہیں کیا بلکہ ایک مشکل سے بچنے کے لئے حیلہ نکالا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی سرخی اس مضمون کی باندھتے ہیں کہ مسیح بن مریم نے مردوں کو زندہ کیا، کوڑھیوں کو چنگا کیا، اس کے مقابلے میں مثیل مسیح نے کیا کیا؟ شروع ازالہ اوہام۔ پھر اس کے ضمن میں ان معجزات کا انکار کیا ہے۔ پس مرزا کا یہ انکار اس شعر کا مصداق ہے

زاہد نہ داشت تاب وصال پری رخان　　کنجے گرفت وخوف خدارا بہانہ ساخت

ہاں یہ بھی سن لیجئے کہ جناب مرزا صاحب ان معجزات کی نسبت یہ رائے بھی رکھتے تھے :

اگر میں ان عملیات کو مکروہ وقابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔ ازالہ اوہام۔ ملخصاً۔

پھر بھلا آپ ان معجزات کی حقیقت پر کس طرح ایمان رکھ سکتے ہیں

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہء خمار دارد　پیر ما

پھر اکمل صاحب نہایت شوخی سے لکھتے ہیں:

و جعلنی مبارکاً میں آسمان کا رفع کس طرح ثابت ہو جب کہ آپ ہی کے ہم خیالوں کی طرف سے آواز آ رہی ہے۔ آپ عمر بھر میں نصاب کے مالک نہیں ہوئے۔ پس دنیاوی برکات کا حصہ مال اولاد کے سوا اور کیا ہے اور یہاں اولاد تو درکنار، خیر سے آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عورت ہی کوئی نہ تھی۔ نہ صاحب نصاب، نہ رہنے کو مکان۔ ص ۴۸۔

جواب: ۔۱۔ جناب رفع آسمان سے انکار سے ان امور کا کیا تعلق؟

۲۔ جناب والا! ہمارے ہم خیال یہ امور اس طریق پر بیان نہیں کرتے۔ یہ طریق قادیانیوں ہی کو مبارک ہو۔ از خدا خواہیم توفیق ادب۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب۔ اور جو اس طریق پر بیان کرے وہ ہمارا ہم خیال نہیں۔

۳۔ نبی صادق کے مناسب حال تقلیل یا ترک لذائذ اور زہد و درویشی ہے۔ اکمل صاحب کو زہد و درویشی منجملہ مصائب و نقائص نظر آئے ہیں کیونکہ ان کے نبی و رسول قادیان کے ہاں لذائذ کا استعمال بکثرت تھا۔ لیکن اہل اللہ کیلئے زہد و درویشی صرف مناسب حال ہی نہیں بلکہ ان کو ان سے اکتساب فضائل میں بہت مدد ملتی ہے اور سلوک الی اللہ میں سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ماسوائے اللہ کے شغل سے چھوٹے رہتے ہیں فتفکر فانه لطیف جداً پس اگر یہ اسباب دنیا حضرت عیسیٰ کے پاس نہ تھے تو اس میں آپ کی منقبت ہے، نہ کہ منقصت۔

۴۔ اہل اللہ اور انبیاء اللہ کے مبارک ہونے کی یہ صورت نہیں ہوتی کہ خود ان کے پاس عطاء دنیوی کے انبار لگے رہیں بلکہ ان کی برکت کا اثر لوگوں پر پڑتا ہے اور بعض تفاسیر سے جو آپ نے مبارك کے معنی نفّاعاً للخیر نقل کئے ہیں اس کے یہی معنی ہیں۔ لیکن آپ اس کو سمجھتے نہیں۔ حدیث میں ہے: خیر النّاس من یّنفع النّاس۔ مشکوۃ ۔

۵۔ نصاب کے مالک تو آنحضرت ﷺ بھی نہیں ہوئے۔ اب سنایئے کیا ارشاد ہے۔ فرعون نے بھی موسیٰ پر یہی طعن کیا تھا کہ وہ مالدار نہیں فلو لا القی علیه اسورة مّن ذھب ۔(زخرف) اور آنحضرت ﷺ پر بھی مکہ کے مشرکوں نے یہی اعتراض کیا تھا۔ زخرف۔ فرقان۔ بنی اسرائیل۔ ہود۔ یہی حال چال قادیانیوں کا ہے ۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: یہ لفظ برکت حضرت عیسیٰؑ ہی سے خاص نہیں دیکھو حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم کے لئے و بارکنا علیه و علی اسحاق یعنی دونوں نبی مبارک تھے ، کیا یہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے؟

پھر فرماتے ہیں حضرت! یہ لفظ تو اکثر مقامات کے بارے میں بھی آیا ہے الارض الّتی بارکنا فیھا .. الخ ص ۴۸۔

جواب: ہاں حضرت! لفظ برکت حضرت عیسیٰؑ سے خاص نہیں بلکہ بل رّفعه اللّه الیه تو ان سے خاص ہے۔ آپ شہادۃ القرآن کے اس مقام کو مطلقاً نہیں سمجھے جناب میں نے تو بالتصریح لکھ دیا تھا کہ معنی ثانی یعنی علوّ آیت بل رّفعه اللّه الیه میں مصرح ہے۔ اس پر بھی آپ نہ سمجھیں تو کوئی کیا کرے... اچھا ایک دفعہ اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سنئے شہادت القرآن کے اس مقام کا حل یوں ہے کہ برکت کے دو معنی ہیں: خیر کثیر اور علو۔ یہ دونوں باتیں حضرت عیسی کو حاصل تھیں۔ خیر کثیر کی تفصیل میں قرآن و حدیث میں فلاں فلاں امور مذکور ہیں۔ اور علوّ کا ذکر آیت بل رّفعه اللّه الیه میں سے ہے۔ گویا یہ سب مقامات قرآنیہ وحدیثیہ آیت جعلنی مبارکاً کے اجمال کی تفصیل ہیں۔ پس اس کی تفسیر قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کی رو سے یہ مراد لی گئی۔ اور چونکہ یہ سب باتیں تین حالات میں پوری ہوئی ہیں اور ان کے مواقع مختلف ہیں اس لئے اینما کنت جو مفید استغراق ہے، فرمایا گیا۔ اب سنایئے اب بھی سمجھے یا نہیں؟ اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کے لئے قرآن میں علوّ کی یہ صورت مذکور نہیں اس لئے ان کی برکت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی بھی یہ صورت نہیں ہوگی۔

مولانا میرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رفع الی السّماء کے ذکر کی تصریح کے لئے تفسیر کبیر اور تفسیر سراج منیر کے نام لکھے ہیں اس پر بھی اکمل صاحب فرماتے ہیں :

برکت میں علوّ اور علوّ بھی جسمانی کا ثابت کرنا ایجاد بندہ سے کم نہیں۔ ص ۴۸۔

جواب: میں نے تو دو تفسیروں کے نام لکھ دیئے تھے۔ پھر ایجاد بندہ کے الزام کے کیا معنی؟)

دلیل کی دوسری قسم مثبتہ حیات مسیح

دوسری قسم دلیل کی جس سے ہر سہ اموریعنی صعود الی السّماء اور حیات الی الآن اور نزول فی آخر الزّمان ثابت ہیں، احادیث مرفوعہ صحیحہ صریحی ہیں جو بموجب آیات مندرجہ ذیل واجب القبول ہیں:

۱۔ و ما کان لبشرٍ ان یّکلمه اللّٰه الّا وحیاً او من وّراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنه ما یشاء۔انّه علیّ حکیم (شوریٰ:۵۱)(اور کوئی بشر اس لائق نہیں کہ خدا اس سے (بالمشافہ) ہم کلام ہو۔مگر وحی کے طور پر (ہم کلام ہوتا ہے) یا از پس پردہ۔یا وہ کوئی فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے حکم سے جو کچھ کہ وہ (خدا) چاہتا ہے وحی کرتا ہے بے شک وہ (اللہ) بڑا اعالی ذات اور حکمت والا ہے)

اس آیت میں نبی برحق کے پاس فرشتے اور آواز غیبی کے سوا بھی وحی (پیغام الٰہی) پہنچنے کا ذکر ہے جو الہام قلبی کی صورت میں ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی امر جو اسے بتانا منظور ہو نبی برحق کے دل پر القاء کر دیتا ہے۔

۲۔ و ما ینطق عن الهوی ان هو الّا وحی یّوحی ۔(النجم: ۴)(اور یہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا ، جو کچھ بھی بولتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے دینی نطق کو وحی کہا گیا ہے۔

۳۔ و ما آتاکم الرّسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا و اتّقوا اللّٰه انّ اللّٰه شدید العقاب (حشر:۷)(اور جو کچھ تم کو ہمارا رسول دے وہ لے لو، اور جس سے روکے اس سے باز رہو۔اور خدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ڈرو۔ بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی خلاف ورزی کو موجب عذاب گردانا ہے۔

۴۔ ثمّ انّ علینا بیانه (القیامہ:۱۹) (پھر اس کا بیان وتفسیر بھی ہمارا ہی ذمہ ہے)

اس آیت میں فرمایا کہ ہم اپنے رسول کو اپنے کلام کی تفسیر بھی خود ہی سمجھائیں گے۔

۵۔ و ما انزلنا علیك الکتاب الّا لنبیّن لهم الّذی اختلفوا فیه (نحل:۱۴) (اور ہم نے تم پر کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ تم دیگر لوگوں کو وہ باتیں واضح کر کے سمجھا دو، جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے)۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ اختلاف کے وقت حق اس طرف ہوگا جس طرف رسول اللہ ﷺ کا بیان ہوگا

۶۔ وانزلنا الیك الذّکر لنبیّن للنّاس ما نزّل الیهم ولعلّهم یتفکّرون (نحل:۴۴) (اور ہم نے تمہاری طرف یہ نصیحت نامہ اس لئے نازل کیا کہ تم لوگوں کو وہ (حکم) جو ان کے لئے اتارا گیا خوب واضح کر کے سمجھا دو)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حدیث نبوی آیت قرآنی کی تفسیر ہوتی ہے اور مراد الٰہی کی مبین۔ پس اگر کوئی شخص کسی آیت قرآنی کی ایسی تفسیر کرے جو کسی حدیث نبوی کے خلاف ہو تو اس کی وہ تفسیر غلط اور نا قابل اعتبار ہوگی۔

پس ان آیات کی رو سے احادیث ذیل میں اس امر کا فیصلہ ہے کہ نازل ہونے والا مسیح وہ ہے جو ابن مریم رسول اللہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور یہ کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا اور نزول کے کئی سال بعد فوت ہوگا اور مدینہ میں داخل حجرہ نبویہ علی صاحبھا السلام والتحیۃ مدفون ہوگا۔

حدیث اول: عن ابی هریره قال قال رسول اللّه و الّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الحرب و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الوا حدة خیراً من الدّنیا وما فیها ثمّ یقول ابو هریره و اقرؤا ان شئتم: وان من اهل الکتا ب الّا لیومننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (صحیح بخاری باب نزول عیسی) (ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا خدا کی قسم عنقریب ابن مریم تم میں اتریں حاکم عادل ہو کر پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرا دیں گے اور جہاد موقوف کر دیں گے۔ اور مال اتنا فراواں ہو جائے گا کہ کوئی شخص قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہو گا۔ پھر ابو ہریرہؓ نے کہا تم اس کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ: ہر ایک اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا....)

اس حدیث اور اس کے بعد کی احادیث کا جس قدر تعلق مسئلہ نزول مسیح سے ہے اسے ہم کسی اور رسالہ کے لئے چھوڑتے ہیں۔ یہاں پر صرف حیات و رفع سماوی کا اثبات مقصود ہے اس لئے صرف انہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سو واضح ہو کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو اس حدیث کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک اس حدیث میں اس مسیح کے نزول کی خبر ہے جس کا ذکر آیت وان من اهل الكتاب .. الخ میں ہے اور یہ مسلّم فریقین ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ بن مریم نبی اللہ کا ذکر ہے۔ پس اس حدیث میں بھی اسی عیسیٰ بن مریم نبی اللہ کے نازل ہونے کی خبر ثابت ہوئی۔ اور چونکہ زمان قبل النزول میں حیات ضروری ہے اس لئے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت تک زندہ ہیں و هذا هو المقصود

دیگر یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک اس آیت میں قبل موته کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کے لئے ہے چنانچہ امام نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ففيه دلالة ظاهرة على مذهب ابى هريره فى الآية انّ الضمير فى موته يعود على عيسى (ص ۸۷ ج ا۔ باب نزول عیسیٰ) (اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کے مذہب کی صریح دلیل ہے کہ اس آیت میں موته کی ضمیر عیسیٰؑ کی طرف جاتی ہے)

اسی طرح حافظ ابن حجر، فتح الباری میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

و هذا مصير من ابى هريرة الى ان الضمير فى قوله ليؤمننّ به و كذلك فى قوله قبل موته يعود على عيسى اى ليومننّ بعيسى قبل موت عيسى و بهذا جزم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس فیما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح و من طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسی و اللّٰہ انہ ا لآن الحیّ و لکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون (فتح الباری طبع دہلی جز ۱۲ص ۲۸۱) ((اس سے ظاہر ہے کہ) حضرت ابوہریرہ کا مذہب یہ کہ قول الٰہی لیؤمننّ بہ میں اور اسی طرح قول الٰہی قبل موتہ میں ضمیر (ہ) حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہوئے کہ (سب اہل کتاب) حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پیشتر ایمان لے آئیں گے اور اسی بات پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جزم کیا ہے مطابق اس کے جو امام ابن جریر نے آپ سے بطریق سعید بن جبیر باسناد صحیح روایت کیا ہے اور نیز بطریق ابی رجاء حضرت حسن بصری سے روایت کیا کہ انہوں نے (اس کے متعلق) کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے (ایمان لے آئیں گے) خدا کی قسم آپ اس وقت بالضرور زندہ ہیں۔ جب آپ نازل ہوں گے تو سب (اہل کتاب) آپ پر ایمان لے آئیں گے)

چونکہ حضرت ابوہریرہؓ اقرأو ان شئتم جمع کے صیغوں سے کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجمع عام میں پکار کر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اور کسی روایت میں مذکور نہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے کسی نے بھی انکار کیا ہو۔ اس لئے سب جماعت صحابہ و تابعین کا یہی مذہب سمجھا جائے گا کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور یہ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور زمانہ اخیر میں نازل ہوں گے اور یہ بھی اجماع سکوتی کی ایک صورت ہے۔

۲۔ اگرچہ ابوہریرہؓ کے اس آیت پڑھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اس حدیث میں جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ وہی مسیح ہے جس کا ذکر ان من اھل الکتاب ... الخ میں ہے لیکن ہم اس کے علاوہ ایک اور حدیث بھی ذکر کرتے ہیں جس سے علاوہ حیات مسیح کے ثبوت کے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی اللہ ہے جو عیسیٰ بن مریم ہے نہ کہ ان کا کوئی مثیل۔

دوسری حدیث: عن ابی ھریرہ عن النّبیّ ﷺ قال لیس بینی و بینہ یعنی عیسی نبیّ و انّہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض بین محصّرتین کان رأسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیقاتل النّاس علی الاسلام فیدق الصّلیب و یقتل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخنزير ويضع الجزية و يهلك اللّه فی زمانه الملل كلّها الّا الاسلام و يهلك المسيح الدجّال فيمكث فی الارض اربعين سنة ثم يتوفّی فصلی عله المسلمو ن (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۸) (حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور تحقیق وہی اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو (یوں) پہچان لینا کہ ان کا چہرہ سرخی سفیدی لئے ہوگا درمیان دو رنگ دار چادروں کے، ان کا سر (چمک سے) قطرے گراتا معلوم ہوگا اگرچہ اسے تری نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ اسلام کی حمایت میں لوگوں سے قتال کرینگے۔ پس صلیب کو پاش پاش کر دیں گے اور خنزیروں کو قتل کروادیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا سب مذاہب (باطلہ) کو تباہ کردے گا اور آپ دجال کو قتل کریں گے پھر چالیس سال تک زمین پر رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی اللہ ہے جس کے بعد آنحضرت ﷺ نبی ہوئے ہیں اور یہ بھی مصرح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نازل ہونے کے بعد فوت ہوں گے۔

یہ حدیث مسند امام احمد میں موجود ہے اور اس کے سب راوی ثقہ اور مقبول ہیں۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی اسناد کو صحیح لکھا ہے۔

تیسری حدیث: عن عبد اللّه بن عمرو (بن العاص) قال قال رسول اللّه ينزل عيسی بن مريم الی الارض فيتزوج و يولد له و يمكث خمساً و اربعين سنة ثم يموت فيدفن معی فی قبری فاقوم انا و عيسی بن مر يم فی قبر واحد بين ابی بكر و عمر (رواه ابن الجو زی فی كتا ب الوفاء، (مشکوۃ باب نزول عیسیٰ بن مریم۔ ص ۴۷۲)

(عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے۔ پس نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ سال تک رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے ابوبکر اور عمر کے درمیان)

(اس حدیث میں میعاد ۴۵ سال اور حدیث نمبر ۲ میں ۴۰ سال اور بعض دیگر میں کم مذکور ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کی وجہ اختلافات لحاظات واضافات ہے حضرت مسیح کے نزول پر بہت سے واقعات عظیمہ واقع ہوں گے پس کسی واقعہ کے بعد مدت کتنی ہوگی اور کسی کے بعد کتنی۔ هذا دقيق فخذ به)

(اس جگہ قبر بمعنی مقبرہ ہے۔یعنی مصدر بمعنی اسم ظرف، مرقاۃ۔اشعۃ اللمعات۔اور مصدر کا اپنے مشتقات کے معنوں میں آنا مسلّم کل ہے جیسے زید عدل۔اور قاموس میں نہر کے معنی لکھے ہیں مجری الماء یعنی پانی جاری ہونے کی جگہ یعنی مصدر بمعنی اسم ظرف)

(روضہ اطہر میں قبور ثلاثہ، آنحضرت ﷺ کی اور حضرت ابوبکر اور عمر کی قبروں کے درمیان ایک قبر کی جگہ خالی پڑی ہے اور مشکوۃ شریف میں حضرت ابومودود مدنی تابعی سے مروی ہے کہ روضہ اطہر میں ایک قبر کی جگہ باقی پڑی ہے (جہاں حضرت مسیح دفن ہوں گے)

اس حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین پر نازل ہونیکے بعد فوت ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں مدفون ہوں گے۔

اس حدیث میں ایسا نہایت لطیف نکتہ بھی ہے جس سے بلا ریب ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت عیسی ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔وہ یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا فيدفن معي یعنی حضرت ابن مریم فوت ہونے کے بعد میرے پاس (میرے پہلو میں) دفن کئے جائیں گے۔اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ کی وفات آنحضرت ﷺ کی وفات سے متاخر ہوگی کیونکہ مقام لحوق پر ملحق یالاحق ملحق بہ سے متاخر ہوتا ہے۔یعنی پیچھے سے ملنے والا پہلے سے متاخر ہوتا ہے۔پس جب زمانہ نبی کریم ﷺ تک حضرت عیسیٰ کی وفات واقع نہیں ہوئی اور آپ کی وفات کے بعد بھی ابھی تک نہیں ہوئی تو اب ہم اس حدیث کے برخلاف کس کے کہنے سے مان لیں کہ وہ (مسیح) آنحضرت ﷺ سے پہلے فوت ہوچکے تشکّر و خذ به فانّه لطيف جداً

یاد رہے کہ اس حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی کے بھی دستخط ہیں۔وہ اس طرح کہ مرزا صاحب نے کہیں دیکھ لیا یا سن لیا کہ اس حدیث میں عیسیٰ کے نکاح اور ان کے ہاں اولاد ہونے کا بھی ذکر ہے۔ادھر مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے متعلق الہام شائع کررکھا تھا کہ میرے نکاح میں آئے گی جسکے انتظار میں دن رات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باچشم گریاں ودل بریاں گذرتے تھے۔اور تحصیل مطلب کے لئے کئی قسم کے اندرونی اور بیرونی ڈورے بھی ڈال رکھے تھے۔آپ موقع شناس تو تھے ہی، جھٹ لکھ مارا کہ اس پیش گوئی یا نکاح کی تصدیق خود آنحضرت ﷺ نے بھی کردی ہوئی ہے، اور اس نکاح کو مسیح موعود کی صداقت کی علامت قرار دیا۔ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳۔شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا۔

اگر چہ زندگی بھر مرزا صاحب کی یہ آرزو برنہ آئی اور محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب کی وفات سے سالہا پیشتر دوسرے شخص سے ہو گیا جسے مرزا صاحب نے اپنے حق میں ایک تلوار قرار دیا تھا۔لیکن اس پیش گوئی سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کی صحت پر مہر لگا دی کیونکہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو اپنی پیش گوئی کی تصدیق کے لئے بطور دلیل گذارا۔اور مستدل مقام احتجاج میں وہ دلیل پیش کیا کرتا ہے جو اس کے نزدیک صحیح ہو۔پس یہ حدیث مرزا صاحب کے نزدیک صحیح ٹھہری۔اسلئے مولوی غلام رسول آف راجیکی مبلغ قادیانی نے اپنی کتاب تنقید میں اگر چہ اس حدیث کی تاویلات فاسدہ سے زمین و آسمان کے قلابے ملانے چاہے ہیں لیکن اس کی صحت کو کان دبا کر تسلیم کر گئے۔

چوتھی حدیث: عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السّماء فیکم و اماکم منکم (کتاب الاسماء والصفات للامام بیہقی ص ۲۰۳) (حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیسے (اچھے حال میں) ہو گے جب تم میں عیسیٰؑ بن مریم آسمان سے اتریں گے اور اس وقت تمہارا امام تم ہی میں سے ایک ہوگا) ۔

اس حدیث میں آسمان سے نازل ہونے کی تصریح خود آنحضرت ﷺ کے الفاظ طیبہ میں موجود ہے۔

پانچویں حدیث: عن ابن عباس فی حدیث طویل فعند ذلك ینزل اخی عیسی بن مریم من السّماء (مختصر کنز العمال برحاشیہ مسند احمد) (ایک لمبی حدیث میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ باتیں واقع ہونگی تو اس وقت میرا بھائی عیسی بن مریم آسمان سے نازل ہوگا)

اس حدیث میں بھی آسمان سے نازل ہونے کی صراحت ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اکمل قادیانی کا ان احادیث پر آ کر بالکل دم ٹوٹ گیا اور انکے متعلق غلط یا صحیح روایۃً یا درایۃً کوئی بھی اعتراض نہ لکھ سکے۔اس نیم تسلیم پر ہم انکو مبارک باد کہتے ہیں۔تاہم تعجب وافسوس کے قابل مرزا صاحب کی دلیری ہے کہ بلا دیکھے بھالے اور علم حدیث پڑھے بغیر اپنی کتاب چشمہ معرفت میں نہایت بے خوف ہو کر لکھتے ہیں کہ کسی ضعیف حدیث میں بھی مذکور نہیں کہ حضرت عیسی آسمان سے نازل ہوں۔ملخصاً

مولوی غلام رسول قادیانی کی جرأت قابل ستائش ہے کہ اصالۃً تو اس حدیث نمبر۴ کا انکار نہیں کر سکے لیکن اس کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ بحیثیت ایک احمدی ہونے کے مرزا صاحب کی تحریر کے خلاف وہ صحت کا مطالبہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ مرزا صاحب سلب کلی کر رہے ہیں یعنی صحیح وضعیف ہر طرح کی ایسی حدیث سے انکار کر رہے ہیں جس میں حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے اترنا مذکور ہو۔اور غلام رسول ان کے برخلاف سلب جزئی کرتے ہیں جس سے طرف مقابل میں ایجاب جزئی پایا جاتا ہے۔یعنی صرف صحیح حدیث میں وارد ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ضعیف حدیث کا انکار نہیں کرتے۔لیکن یہ حدیث نمبر۴ جو امام بیہقی کی روایت سے ہے وہ ایسی ہے جس میں غلام رسول کا بھی مطالبہ پورا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ بیہقی نے اسے بطریق امام بخاری روایت کیا ہے اور امام بخاری سے اوپر وہی راوی ہیں جو صحیح بخاری میں ہیں۔غلام رسول اس حدیث کی صحت میں یہ عذر کرتے ہیں کہ بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: رواہ البخاری ،حالانکہ صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں من السّماء کے الفاظ موجود نہیں

سو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی غلام رسول نے علم حدیث کسی ماہر استاد حدیث سے نہیں پڑھا حقیقت الامر یہ ہے کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو بالاستقلال اپنی روایت سے ذکر کیا ہے اور وہ فن روایت کے مستقل صاحب روایت ہیں۔امام بخاری تک پہنچ کر اوپر کے سب شیوخ وہی ہیں جو امام بخاری کے ہیں گو امام بخاری کی روایت میں من السّماء کے الفاظ نہ ہوں لیکن امام بیہقی کی روایت میں موجود ہیں اور محدثین کے نزدیک حافظ وثقہ راوی کی زیادت مسلّم ومقبول ہے۔چونکہ امام بیہقی کے سب شیوخ ضابط ثقہ ہیں اس لئے ان کی روایت میں من السّماء کی تصریح، جو بخاری سے زائد ہے، وہ مقبول ومسلّم ہوئی۔

اور امام بخاری کی طرف اس روایت کو اس لئے منسوب کیا کہ اصل اس کی صحیح بخاری میں بھی موجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور امام بخاری کے بعد کے محدثین کا دستور رہا ہے کہ وہ کسی ایسی روایت کو توثیق و تصحیح کے لئے جس کا اصل مضمون صحیح بخاری میں موجود ہو، کہہ دیا کرتے ہیں اصله فی البخاری ۔ یا اسی طرح کے اور الفاظ ۔ اگرچہ الفاظ میں کمی بیشی ہو۔

دیگر یہ کہ بعض احادیث میں تطابق معنوی طور پر دیا جاتا ہے اور مضمون مشترک کے لحاظ سے حوالہ کسی ایک کتاب کا دے دیا جاتا ہے، حالانکہ الفاظ میں کمی بیشی یا تقدیم و تاخر ہوتا ہے ۔ اگر مولوی غلام رسول، کتاب مشکوۃ المصابیح بھی کسی ماہر محدث سے پڑھتے تو اس کی قریباً ہر فصل اول میں ان کو کئی ایک احادیث ایسی ملتیں جن میں حوالہ متفق علیہ ہے لیکن الفاظ ان میں سے ایک کے ہیں ۔ اسی طرح کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم جو صحیح بخاری میں ہیں اور الفاظ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السّماء فیکم جو امام بیہقی کے ہیں، ان میں از روئے معنی کوئی فرق نہیں اور مضمون مشترک دونوں میں ایک ہی ہے ۔ دور نہ جایئے خاتمۃ الحفاظ حضرت حافظ ابن حجر فتح الباری میں باب نزول عیسی بن مریم کی شرح میں وہ حدیث جو ہم نے متن میں نمبر ۲ پر بروایت امام ابوداؤد لکھی ہے، بروایت احمد وابی داؤد نقل کرتے ہیں، اور حدیث کو جن الفاظ میں نقل کرتے ہیں وہ الفاظ امام احمد کی روایت میں موجود ہیں، اور ابوداؤد کی روایت میں پورے نہیں ہیں ۔

امام احمدؒ کی روایت میں مضمون زیادہ ہے اور امام ابوداؤد کی روایت میں مختصر ہے ۔ لیکن حافظ صاحب حوالہ دونوں کتابوں کا دیتے ہیں ۔ اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں الفاظ زیادہ ہیں اور امام بخاری کی روایت مختصر ہے پس امام بیہقی نے اصل مضمون کے لحاظ سے اپنی روایت کے بعد امام بخاری کی روایت کا بھی حوالہ دے دیا کہ اس کی تصحیح و توثیق میں کسی جاننے والے کو کلام نہ رہے ۔ اور کوئی محدثین کے طریق روایت کو نہ جانتا ہو اور وہ انکار کردے تو بلا سے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل کی تیسری قسم: اجماع امت

کسی مسئلے کے اثبات کے لئے دلیل کی تیسری قسم اجماع امت ہے اور ذیل کی آیت اور حدیث میں اس کی شہادت موجود ہے:

كنتم خير امةٍ اخرجت للنّاس (آل عمران:۱۰۹)

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے (نمونہ) بنائے گئے ہو)

لا تجتمع امتی علی الضّلا لة (مشکوٰۃ) (میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی یعنی جس امر پر میری امت کا اجماع ہوگا وہ امر ضلالت نہیں ہوگا)

حجیت اجماع کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجماعی امر قرآن وحدیث سے ثابت ہو چنانچہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

فانّهم اتّفقوا علی القول بالاجماع الّذی مستنده الکتاب و السنّة او الاستنباط من احد هما) حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ج ا ص ۱۲۰) (علمائے (اہل سنت) کا اس اجماع پر اتفاق ہے جس کی سند (اصالۃً) قرآن وحدیث میں موجود ہو۔ یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے مستنبط ہو)

ہم سابقاً نہایت تفصیل سے آیات قرآنیہ اور احادیث مرفوعہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور آپ قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے اور چونکہ جمیع صحابہ اور جمیع آئمہ اہل بیت اور جمیع آئمہ اہل سنت حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے قائل ہیں۔ اور کوئی بھی ان میں کا نزول مثالی و بروزی کا قائل نہیں۔ اسلئے یہ عقیدہ قطعاً حق اور پسندیدہ خدا اور رسول ﷺ ہے اور اس میں کسی طرح کی گمراہی کا شائبہ نہیں۔ چنانچہ تفسیر وجیز میں ہے:

الاجماع علی انه حیّ فی السّماء ینزل و یقتل الدجّال و یؤیّد الدّین (حاشیہ ص ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامع البیان متعلق آیت یا عیسیٰ انّی متوفیک) (اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں جو نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین کی مدد کریں گے)

اور نواب صدیق حسنؒ، امام شوکانیؒ سے نقل کرتے ہیں:

فھذه تسعة و عشرون حديثاً تنضم اليها احاديث ا خر ذكر فيها نز ول عيسى منها ما هو مذ كور فى احاديث الدّجال و منها ما هو مذ كور فى ا حاديث المنتظر و تنضم الى ذلك ايضاً الآثار الواردة عن الصّحابة فلها حكم الرّفع اذ لا مجال للاجتهاد فى ذلك ۔ و جميع ما سقناه با لغ حدّ التّواتر كما لا يخفى على من لّه فضل اطلا ع فتقرر بجميع ما سقناه فى هذا ان الاحاديث الواردة فى المهدى المنتظر متواترة و الاحاديث الواردة فى الدّجال متواترة و الاحاديث الواردة فى نزول المسيح متوا ترة و فى هذا المقدار كفاية لمن لّه هدا ية (حجج الكرا مه ص ۔ ٢٣٤)

(پس یہ ۲۹ حدیثیں ہیں جن کے ساتھ دیگر حدیثیں بھی جن میں نزول عیسیٰؑ کا ذکر ہے ملائی جاسکتی ہیں ان میں سے بعض احادیث دجال میں اور بعض احادیث مہدی منتظر میں مذکور ہیں اور اسی طرح وہ آثار بھی ضم کئے جا سکتے ہیں جو صحابہ سے مروی ہیں وہ بھی حکماً مرفوع ہیں کیونکہ اس امر میں اجتہاد کا دخل نہیں (بلکہ صرف آنحضرت ﷺ سے سننے پر موقوف ہے) اور جو کچھ ہم نے بترتیب بیان کیا وہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے جیسا کہ اس شخص پر جسے روایات پر کافی عبور ہے، مخفی نہیں۔ پس اس سے جو ہم نے بیان کیا مقرر و ثابت ہو گیا کہ جو احادیث امام مہدی منتظر کے بارے میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں۔ اور جو احادیث نزول عیسیٰ میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں اور اس مقدار میں اس شخص کے لئے جسے (خدا کے فضل سے) ہدایت حاصل ہے کفایت ہے)۔

اسی طرح مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیہ خیالی میں فرماتے ہیں:

اور شارح التفتازانی نے صرف حضرت عیسیٰؑ کے ذکر پر اکتفا کی کہ ان کی حیات اور ان کا زمین پر نازل ہونا اور پھر زمین پر آپ کا رہنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اس بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ گیا۔ اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں، (حاشیہ خیالی۔ ص ۲۵۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حیات مسیح کا مسئلہ بموجب آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ واجماع امت محمدیہ ﷺ ثابت ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو کچھ اس کے برخلاف وفات مسیح کے متعلق لکھا ہے وہ محض شبہات ومغالطات ہیں جو قواعد علمیہ کے بھی برخلاف ہیں۔

(اکمل قادیانی لکھتے ہیں: ہم اجماع امت کے قائل ہیں چنانچہ صحابہ کرام نے سب سے پہلے وفات مسیح پر ہی اجماع کیا تھا۔ص ۶۹۔

جواب: یہ محض کذب وافتراء ہے ایک صحابی سے بھی وفات مسیح قبل النزول منقول نہیں اس کی کچھ حقیقت سابقاً اس حصہ شہادت القرآن میں اور کچھ حصہ دوم میں قد خلت من قبلہ الرسل کے تحت مذکور ہے)

(مولوی محمد علی لاہوری اپنی کتاب ،عیسویت کا آخری سہارا، میں سلسلہ ذکر میں فرماتے ہیں:

مجمع البحار میں لفظ حکم کی بحث میں نقل کیا ہے قال مالك مات ۔یعنی حضرت امام مالک قائل تھے کہ حضرت عیسیٰؑ مرگئے ۔اور بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ تھوڑی دیر کیلئے حضرت عیسیٰؑ وفات پا گئے تھے۔مثلاً ایک قول یہ ہے کہ تین گھنٹے آپ مرے رہے۔اور ایک قول ہے کہ تین دن تک مرے رہے اور یہ سب اقوال تفاسیر میں موجود ہیں۔ص ۹۔

جواب: ہم مولوی محمد علی کی زحمت ورق گردانی کی قدر کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں اور تقلید مرزا کی آفت ان پر سوار ہے، اس لئے وہ صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔اس تحریر میں، جو انہوں نے تفاسیر کے حوالے سے لکھی ہے، کئی ایک دھوکے دیئے یا بوجہ کم علمی کے کھائے۔سو پہلے ہم ان اقوال کی حقیقت واضح کرتے ہیں اس کے بعد امام مالکؒ کے قول کی حقیقت سمجھنی آسان ہو جائیگی۔

قولہ: بہت سے لوگ...

اقول: یہ محض دھوکہ ہے۔ان بہت سے لوگوں میں دس بیس کے نام تو گنائے ہوتے۔

قولہ: ایک قول ہے کہ تین گھنٹے ....اور برصفحہ دیگر

اقول: اول تو یہ کہ اس روایت کے راویوں میں سے ایک راوی کا نام معلوم نہیں (ابن جریر)۔پس یہ روایت درجہ صحت سے گر گئی۔ثانیاً یہ کہ اخیر میں یہ بھی مذکور ہے ثمّ احیاہ ثمّ رفعہ الیہ ۔خازن، معالم، یعنی پھر خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ کیا پھر اپنی طرف اوپر اٹھا لیا۔مولوی صاحب نے یہ عبارت نقل کیوں نہیں کی؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ یہ اپنے مطلب کے خلاف ہے۔

قولہ: ایک قول ہے کہ سات گھنٹے ...الخ

اقول: اس روایت کے نقل کرنے میں تو مولوی محمد علی نے یہودیوں کے بھی کان کتر دیئے۔اور فـنـا فـی الـمـرزا ہونے کا پورا ثبوت دے دیا کیونکہ تفاسیر میں تو صاف لکھا ہے کہ یہ قول نصاری کا ہے۔پس اس نسبت کو چھوڑ دینا اور کسی مسلمان امام کا قول جتانا سخت دھوکہ ہے۔دوم یہ کہ اسکے آگے بھی صاف لکھا ہے ثمّ احیاہ و رفعه الیه ،خازن ومعالم۔یعنی پھر خدا نے آپ کو زندہ کیا اور اپنی طرف اوپر کو اٹھالیا۔

اس تفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ آئمہ اہل سنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ حضرت عیسیؑ فوت ہو چکے ہیں ،ضعیف ہے اور اس میں بھی زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے جو مرزا صاحب اور ان کی امت کے دعوے اور عقیدے کے بالکل خلاف ہے کیونکہ جب تک آئمہ اہل سنت سے نزول عیسیؑ کا انکار ثابت نہ ہو،تب تک مرزا صاحب کو ان روایتوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔یہی حال امام مالکؒ کی طرف منسوب کرنے کا ہے کہ اس میں کوئی سند نہیں۔ و من ادّعی فعلیه الاتیان اور نہ ان سے نزول عیسیؑ کا انکار مروی ہے۔اسی طرح علمائے مالکیہ سے بھی کوئی بھی حیات سماوی اور نزول عینی کا منکر نہیں)

شہادۃ القرآن حصہ دوم

مولانا محمد ابراہیم میرؒ فرماتے ہیں کہ شہادۃ القرآن کے اس حصہ میں ان تیس آیتوں سے کئے جانے والے استدلال کا جواب ہے جو مرزا صاحب نے اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں حضرت عیسیؑ کی وفات قبل النزول کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔اس حصہ کے لکھنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ پہلے حصہ میں اپنا عقیدہ حیات ورفع عیسیؑ کو قرآن شریف سے ثابت کیا گیا ہے اور چونکہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں بہت زور سے کہا ہے کہ قرآن کریم سے حضرت عیسیؑ کی وفات ثابت ہے اور اس سے قرآن کے مضامین میں اختلاف و تعارض پایا جاتا ہے،اس لئے ضروری ہوا کہ اپنے عقیدہ کی تائید کیلئے مخالف کے دلائل کو توڑا جائے اور ضعیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ باطل اور غلط ثابت کیا جائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام تقطیع خورد جلد ۲ کے صفحہ ۵۹۸ سے صفحہ ۶۲۷ تک وہ تیس آیتیں ذکر کی ہیں جن سے ان کا مقصود برخلاف مراد الٰہی حضرت عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت کرنے کا ہے۔ سو واضح ہو کہ وہ بیان کردہ آیات تین قسم کی ہیں۔

اول وہ آیات جن میں خاص حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے۔

دوم: وہ آیات جو دیگر انبیاء کی وفات پر دلالت کرتی ہیں اور مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ مسیح بھی ایک پیغمبر تھے، ان آیتوں سے آپ کی وفات ثابت کرنی چاہی ہے۔

سوم: وہ آیتیں جن میں نہ تو حضرت مسیح کی وفات کا خاص طور پر ذکر ہے، اور نہ ضمنِ عموم میں، بلکہ مرزا صاحب نے اپنی اختراع سے ان سے تمسک کیا ہے۔

ان سب کا جواب حسب ترتیب تقسیم بیان کیا جاتا ہے، ناظرین دونوں کو بغور ملاحظہ کریں اور انصاف کریں کہ موافق کتاب اللہ و مطابق بیان رسول اللہ ﷺ کس کی دلیل ہے اور قرآن شریف کی صحیح مراد کو کون پہنچا ہے۔ فاقول بحول اللّٰہ و قوّتہ

جواب آیات قسم اول پیش کردہ قادیانی

قسم اول سے پہلی آیت

یـا عیسی انّی متوفّیك و را فعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا وجاعل الّذین اتّبـعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة (آل عمران ۵۳۔۵۴) (ترجمہ مرزا صاحب مندرجہ ازالہ اوہام: یعنی اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اور اس سے عیسیٰ کی موت قبل النزول پر استدلال از روئے آیات قرآن و لغت عرب کئی وجوہ سے باطل ہے۔

وجہ اول: آیت انّی متوفّیك کے متعلق حصہ اول شہادۃ القرآن میں کافی تحریر ہو چکی ہے جس میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ توفّی کا اصل وفا ہے اور اس کے اصلی اور وضعی معنی اخذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا ہیں اور رفع یعنی اوپر کو اٹھا لینا اور نیند اور موت اور تعداد اور وصولی قرض سب اسکی انواع ہیں۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ مختلف انواع میں سے ایک نوع معین کرنے کیلئے قرینے کا ہونا ضروری ہے۔ پس جہاں توفّی کے ساتھ موت اور اسکے لوازمات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفّی سے مراد موت ہوگی، اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہونگے وہاں نیند مراد ہوگی۔ قل یتوفّاکم ملك الموت الّذی وکّل بکم (الم سجدہ:۱۱) یعنی اے پیغمبران سے کہہ دو کہ تم کو ملک الموت جو تم پر مقرر کیا ہوا ہے پورا پورا پکڑ لے گا۔ نیز اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها (زمر: ۴۲) یعنی اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ ان کو ان کی نیند میں (قبض کرتا ہے)۔ اور نیز آیت و هو الّذی یتوفّاکم با للّیل (انعام:۶۰) یعنی اللہ تم کو رات کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ اور نیز شعر: فلمّا توفّاه رسول الکری .. ۔ یعنی جب اس کو نیند کے ایلچی نے پورا پورا پکڑ لیا۔

ان مثالوں میں ملک الموت اور موت توفّی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔ اور منام اور لیل اور کری (نیند) اس سے نیند مراد لینے کے۔ اسی طرح اس آیت مذکورہ زیر بحث میں اگر توفّی کے متصل موت کا ذکر ہے تو اس سے مراد موت ہوگی اور اگر نیند کا ذکر ہے تو پھر نیند مراد ہوگی۔ اور اگر رفع بمعنی اوپر اٹھانے کا ذکر ہے تو پھر اس توفّی سے مراد رفع یعنی اوپر کو اٹھانا ہوگا۔ پس چونکہ اس آیت میں توفّی کے ساتھ سوائے رفع کے ذکر کے اور کچھ مذکور نہیں لہذا اس جگہ توفّی سے سوائے رفع کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتی جیسا کہ حصہ اول میں بحوالہ تفسیر کبیر گذر چکا ہے:

قوله انّی متوفّیك یدلّ علی انّی متوفّیك حصول التوفّی و هو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الی السّماء فلمّا قال بعده و را فعك الیّ کان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعيناً للنّوع و لم يكن تكراراً (کبیر۔ ج ۲) اللہ کا قول انّی متوفّيك صرف توفّی کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور توفّی جنس ہے جسکی کئی انواع ہیں، بعض موت کے ساتھ اور بعض آسمان پر اٹھائے جانے سے۔ پس جب اسکے بعد رافعك الیّ آیا تو یہ تعیین نوع کیلئے قرینہ ہوا، تکرار نہ ہوا۔

مفسرین کا اس امر پر اتفاق اور اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کی دلیل ہے۔

اس جگہ انواع توفّی (رفع، موت، نیند) میں سے توفّی کو خواہ کسی نوع میں معین کریں رفع جسمی ہی ثابت رہے گا۔ تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ اگر توفّی کو نوع موت میں معین کریں تو بموجب مذہب ابن عباسؓ آیت میں تقدیم وتاخیر ہوگی جیسے کہ حصہ اول میں درمنثور سے گزر چکا ہے کہ ابن عباسؓ رافعك ثمّ متوفّيك فی آخر الزّمان فرماتے ہیں کہ: میں پہلے تجھے اوپر اٹھالوں گا پھر بعد مدت کے (دنیا میں نازل کرکے) آخر زمانے میں ماروں گا۔

اور نیز تفسیر معالم میں ضحاکؒ شاگرد ابن عباسؓ سے اس کی تصریح موجود ہے کہ

انّ فی الآية تقديماً وتاخيراً معناه انّی رافعك الیّ ومطهّرك من الّذين كفروا و متوفّيك بعد انزا لك من السّماء (معالم) (اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ میں تجھ کو اپنی طرف اوپر اٹھاؤں گا اور کفار سے تجھے صاف بچالوں گا اور پھر آسمان سے اتارنے کے بعد ماروں گا)

اور اگر اس آیت میں توفّی کو اس کی دوسری نوع نیند میں معین کیا جائے تو بھی اس سے عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ پھر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسی! میں تجھے سلا دونگا (اور اس نیند کی حالت میں) تجھ کو اپنی طرف اوپر اٹھالوں گا جیسا کہ تفسیر خازن، ابن کثیر، درمنثور، فتح البیان، معالم، کبیر وغیرہ میں ہے کہ (الثّانی) المراد بالتّوفّی النّوم و منه قوله اللّه يتوفّی الانفس حين موتها والّتی لم تمت فی منامها فجعل النوم وفاة كان عيسى قد نام فرفعه اللّه و هو نائم لئلا يلحقه خوف (خازن) (اس آیت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ توفّی سے مراد نیند ہے جیسا کہ اس آیت اللّه يتوفّی الا نفس .. الآية میں مستعمل ہے (پس اس سے یہ مراد ہوئی) کہ عیسیٰؑ سو گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور پھر اللہ نے آپ کو سوتے ہوئے اوپر اٹھایا تا کہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو)

اور اگر اس آیت میں توفّی سے اس کی تیسری نوع رفع مراد لی جائے جو بالکل حق اور مطابق واقع ہے اور جو جمہور مفسرین کا قول ہے تو اس سے رفع جسمی بالکل ظاہر ہے۔

غرض اس جگہ توفّی کو اس کی انواع رفع، نیند، موت میں سے جو قرآن مجید میں آچکی ہیں، جس نوع میں معین کیا جائے حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمی ثابت ہی رہتا ہے اور اس امر پر علمائے سلف وخلف مفسرین، محدثین وفقہاء مجتہدین سب کا اتفاق واجماع ہے۔

دوسری وجہ۔ مرزا صاحب نے اس آیت میں واؤ کا ترجمہ، پھر، کیا ہے۔ اس میں انہوں نے لغت، بلاغت، نحو واصول، جملہ علوم کا خلاف کیا ہے۔ خواہ دیدہ دانستہ خواہ غلطی وسہو سے۔ اسکی تفصیل حصہ اول میں گزر چکی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ واؤ صرف عطف مطلق جمع کیلئے موضوع ہے، اس میں ترتیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ کافیہ میں ہے الواؤ للجمع المطلق لا ترتیب فیها یعنی واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اس میں ترتیب نہیں ہوتی، اور اسی طرح دیگر کتب نحو میں ہے

امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں اس امر کی تصریح کی ہے:

انّ الواو فی قوله انّی متوفّیك و را فعك الیّ (لا تفید التّرتیب فالآیة تدلّ علی انّه تعالی یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل و متی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدّلیل و قد ثبت بالدّلیل انّه حیّ و ورد الخبرعن النّبیّ ﷺ انّه سینزل و یقتل الدّجّال ثمّ انّه تعالی یتوفّاه بعد ذلك (تفسیر کبیر ج ۲) (واؤ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی، یہ آیت صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ، عیسیٰؑ کے ساتھ یہ یہ معاملات کریگا۔ مگر یہ بات کہ کس طرح کریگا اور کب کریگا؟ سو یہ دلیل پر موقوف ہے اور بے شک یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے حدیث بھی آچکی ہے کہ آپؑ ضرور اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور پھر اسکے بعد اللہ آپ کو فوت کرے گا)

تیسری وجہ: مرزا صاحب نے اس آیت میں را فعك الی کا ترجمہ، عزت کے ساتھ اپنی طرف ا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھانے والا ہوں، کیا ہے اور اس سے عزت کی موت مراد لی ہے۔ یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے۔ اول اس لئے کہ اس آیت کے معنی میں عزت کا لفظ از خود بڑھا دیا ہے حالانکہ قرآن میں اس کیلئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ اور اگر مفہوم رفع سے سمجھ کر لکھا ہے تو بھی اس سے موت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رفع جسمی اور اعزاز میں مخالفت نہیں، بلکہ یکجا جمع ہو سکتے ہیں جیسے آیت و رفع ابویه علی العرش میں ہے۔ یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو (عزت کے ساتھ) تخت کے اوپر بٹھایا پس اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیؑ کو عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔

دیگر یہ کہ عزت کے ساتھ اٹھالینا، سے موت مراد لینی تو لغت کی کسی کتاب سے ثابت نہیں۔ نہ محاورہ زبان اس کی تائید کرتا ہے اور نہ قرآن میں اس کی شہادت ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی اپنی من گھڑت بات ہے۔ حصہ اول میں اس آیت کی تفسیر میں اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔

چوتھی وجہ: مرزا صاحب نے مطهّرك من الّذين كفروا سے تہمت سے پاک کرنا مراد بتائی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی برأت تو بے شک مسلّم و ثابت ہے مگر اس آیت میں اس تطہیر سے مراد یہ نہیں، بلکہ کفار کے مکروں سے پیغمبر برحق کو محفوظ و پاک رکھنا مراد ہے۔ اس کی تفصیل بھی حصہ اول میں اس آیت کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔

اس بیان و تفصیل سے ثابت و روشن ہو گیا کہ مرزا نے اس آیت کے جو معنی کئے تھے اور جو مراد بتائی تھی، وہ باطل و غلط ہے۔ پس اس آیت سے عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول ثابت نہ ہوئی۔

قسم اول سے دوسری آیت :

و كنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم فلمّا توفّيتنى كنت انت الرّقيب عليهم و انت على كلّ شىء شهيد (مائدہ:۱۱۷)

حصہ اول میں آیت انّى متوفّيك و را فعك الىّ اور آیت بل رّفعه اللّه اليه کی تفسیر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امور مندرجہ ذیل بڑے بسط اور تفصیل سے محقق طور پر بیان ہو چکے ہیں:

۱۔ توفّی کے حقیقی اور وضعی معنی موت نہیں بلکہ اس کے معنی اخذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا قبض کر لینا اور لے لینا ہیں۔

۲۔ چونکہ اس پورا پورا لینے کی کئی کیفیتیں اور نوعیں ہیں اس لئے توفّی کو ایک نوع میں معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔

۳۔ آیات رافعك الیّ اور بل رّفعه اللّٰه الیه قطعی طور پر عیسیٰؑ کے رفع جسمی پر دلالت کرتی ہیں اور نیز یہ کہ رفع الی اللّٰه اور رفع الی السّماء کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسا کہ آیت الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّالح یرفعه (فاطر: ۱۰) سے ثابت ہے۔

پس قرآن شریف میں جو توفّی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں وارد ہے اس کو اس کی نوع رفع میں معین کرنے کے لئے را فعك الیّ اور بل رّفعه اللّٰه صریح قرینے ہیں۔ پس جب ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی رفع آسمانی سے ہوئی تو اب آیت زیر بحث یعنی فلمّا توفّیتنی ...میں بھی توفّی سے مراد رفع آسمانی ہی ہے، نہ کچھ اور کیونکہ یہ اسی قاعدہ انّی متوفّیك و رافعك الیّ کے تحقق ووقوع کی حکایت ہے۔

منصف مزاج ہوشمندوں کے لئے تو اتنا بیان ہی کافی ہے مگر کمزور طبیعت کو سمجھانے اور کجرو مخالف پر حجت پوری کرنے کے لئے اس کی خوب بسط سے تفصیل کی جاتی ہے۔ سو واضح ہو کہ مرزا صاحب کا یہ قول ہے کہ حضرت مسیح نے (معاذ اللہ، اہانتِ) صلیب کے بعد (جو وجاہت کے بالکل منافی ہے) کشمیر کی طرف ہجرت کی اور یہاں ۸۷ سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور شہر سری نگر کے محلّہ خان یار میں دفن کئے گئے۔ جہاں ابھی تک ان کی قبر شہزادہ یوز آسف کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیان سے مرزا صاحب نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارا، اور اپنے برخلاف حجت پوری کرائی۔ اس اجمال کا بیان اس طرح ہے کہ کلمہ فلمّا توفّیتنی سوال الٰہی أأنت قلت للنّا س کے جواب میں واقع ہے۔ پس اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں لے سکتے کیونکہ آپ کو اہل کشمیر نے خدا اور خدا کا بیٹا قرار نہیں دیا بلکہ اہل شام اور اس کے قرب وجوار کے لوگوں نے۔ پس بمو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب قول مرزا صاحب اہل شام (جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کے سوائے معبود جانا) کی خبر حضرت عیسیٰؑ سے آپ کی وفات سے ۸۷ سال سال پیشتر منقطع ہو چکی تھی اور اس عرصہ ۸۷ سال کی حیات (مزعومہ مرزا صاحب) میں آپ کو اہل شام کے عقائد باطلہ کی کوئی خبر نہیں کہ پیچھے انہوں نے کیا بنالیا۔ پس سوال أأنت قلت للنّاس کے جواب میں عذر موت صحیح نہیں بلکہ ہجرت کشمیر کا عذر کرنا چاہیے۔ جب اس صورت میں ایک خدا ے سکھائے ہوئے پیغمبر برحق کے جواب میں قدح وضعف واقع ہے، تو بالضرور معلوم ہوا کہ اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں۔ اور چونکہ حضرت مسیح کا بوجہ آسمان پر اٹھائے جانے کے نصاریٰ کے باطل اعتقادوں سے بے خبر ہو جانا ایک صحیح عذر اور باصواب جواب ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ کی توفّی آسمان پر اٹھائے جانے سے ہوئی تو اب توفّیتنی کے معنی رفعتنی ہوں گے یعنی آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے الٰہی! جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا تو اس عرصہ مرفوعیت میں مجھے ان کے عقاید کی کچھ خبر نہیں تھی۔ جملہ تفاسیر معتبرہ میں اس مقام پر توفّیتنی سے مراد رفعتنی لکھا ہے۔ اس سے کسی کو خلاف نہیں۔ ہم بہت خوشی سے قبول کریں گے اگر مرزا صاحب کسی صحابی سے توفّیتنی سے سوائے رفعتنی کے کچھ اور مراد نقل کر کے دکھائیں گے۔ اب ذیل میں چند معتبر تفاسیر کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن میں توفّیتنی کے معنی جو اس آیت میں ہے، رفعتنی لکھے ہیں:

۱ ۔ (فلمّا توفّیتنی) بالرّفع الی السّماء کما فی قوله تعالی انّی متوفّیك و را فعك الیّ فان التّوفی ا خذ الشّیء وا فیاً و الموت نوع منه قال تعالی یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها ۔ (تفسیر علامہ ابی السعود)

یہی عبارت تفسیر بیضاوی وسراج منیر میں ہے

۲ ۔ (فلمّا توفّیتنی) با لرّفع الی السّماء و التّوفی اخذ الشیء وا فیاً (جا مع البیا ن)

۳ ۔ (فلمّا توفّیتنی) اراد اعلا مه مساعد السّماء (تفسیر فیضی)

٤ ۔ (فلمّا توفّیتنی) ۔ یعنی فلمّا رفعتنی الی السّماء فا لمراد به و فاة الرفع لا الموت ۔ (تفسیر خا زن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٥ ۔ فلمّا توفّيتني و المراد منه وفاة الرّفع الى السّماء من قوله تعالى انّي متوفّيك و رافعك اليّ ۔ (تفسير كبير)۔

٦ ۔ (فلمّا توفّيتني) قبضتني و رفعتني۔ (معالم)

ان سب عبارات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں توفي سے مراد آسمان کی طرف اٹھالینا ہے، موت نہیں کیونکہ توفّي کے معنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہے۔ اور موت اس کی نوع ہے اور چونکہ آیت انّي متوفّيك و رافعك اليّ سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ کی توفّي سے مراد ان کا آسمان پر اٹھایا جانا ہے تو اب اس آیت کے معنی بھی وہی ہوں گے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ:

جب عیسیٰؑ بموجب عقیدہ اہل سنت دوسری دفعہ نزول فرما ہونگے تو نصاری کے افتراؤں اور برے اعتقادوں سے باخبر ہو جائیں گے۔ اور اہل سنت کے نزدیک یہ سوال و جواب بھی قیامت کو ہوں گے، تو پھر اس صورت میں قول كنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم سے عدم اطلاع کا عذر صحیح نہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے، اور نیز یہ کہ یہ سوال و جواب قیامت کو نہیں ہوگا، بلکہ عالم برزخ میں ہو چکا ہے اور عیسیٰؑ اپنی وفات کا اقرار کر چکے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے نصاری وغیرہ بندوں کے اقوال وافعال پر مطلع ہونے کے دو موقع ہیں اور دونوں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ اول، آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر تبلیغ رسالت کے وقت۔ دوم، آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔ اور یہ امر ظاہر و مسلّم ہے کہ نصاری کے اعتقادان دونوں زمانوں کے درمیانی مدت میں بگڑے ہوئے ہیں۔ سو آپ کا قول و كنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم ۔ (یاالٰہی جب تک میں ان میں رہا انکے اقوال وافعال کو دیکھتا رہا)۔ ان دونوں زمانوں پر شامل ہے۔ اور فلمّا توفّيتني كنت انت الرّقيب عليهم (جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان رہا) (یعنی اس عرصہ کی بابت مجھے کچھ علم نہیں) سے درمیانی زمانہ (یعنی پہلی اور دوسری بار کی درمیانی مدت رفع میں) نصاری کے اقوال وافعال سے واقف نہ ہونے کا اظہار مقصود ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور نزول ثانی اور اسکے بعد قیامت کو یہود و نصاری پر آپ کی شہادت کے لئے یہ آیت قرآن میں موجود ہے: و ان من اهل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (نساء :۱۵۹)(اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں ہوگا مگر حضرت عیسیٰؑ پر آپ کی موت سے پیشتر ایمان لے آئے گا۔اور آپ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں گے)

صحیح بخاری باب نزول عیسی بن مریم میں اسی آیت کو دلیل نزول ثانی ذکر کیا گیا ہے چنانچہ حدیث ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتی تکون السّجدة الواحدة خیراً من الدّنیا وما فیها ثمّ یقول ابو هریره فا قرؤ ان شئتم و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (بخاری ج۲)(ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ وقت قریب آتا ہے کہ عیسی بن مریم تم میں ضرور ضرور اتریں گے۔ فیصلہ کرنے والے ہو کر منصف ہو کر۔پس صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیروں کو قتل کرائیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال و دولت اس کثرت سے ہو جائے گی کہ اس کو کوئی قبول بھی نہ کرے گا حتی کہ ایک سجدہ دنیا کی سب چیزوں سے بہتر خیال کیا جائے گا پھر ابو ہریرہؓ کہتے ہیں اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تصدیق کیلئے) یہ آیت پڑھ لو و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته)

(یہاں مولانا محمد ابراہیم میرؒ نے طویل حاشیہ رقم فرمایا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

ناظرین نے ملاحظہ فرما لیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کے مضمون کی تصدیق کے لئے وہی آیت قرآنی پیش کرتے ہیں۔اس سے صاف ثابت ہوا کہ مسیح موعود وہی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے نہ کہ کوئی دیگر مثیل۔پس چونکہ اس آیت میں عیسی نبی اللہ کا ذکر ہے اس لئے مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

مرزا صاحب،حضرت ابو ہریرہؓ کے اس استدلال کے قبول کرنے میں دو عذر پیش کرتے ہیں۔اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا فہم ہے اور صحابی کا فہم حجت نہیں ہوتا۔دوم یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ و ان شئتم کہتے ہیں اور کلمہ ان شرطیہ شک کے لئے ہوتا ہے۔ عذر اول کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا اس حدیث کی تصدیق کیلئے اس آیت کو پیش کرنا دو حال سے خالی نہیں۔یا تو آنحضرت ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سن کر کہا ہے اور یا اپنے فہم واجتہاد سے۔ پہلی صورت میں تو مرزا صاحب کو انکار کی مجال نہیں۔ ہاں دوسری صورت میں وہ کچھ گنجائش سمجھتے ہیں، سواس کا بیان یہ ہے کہ قرآن میں سے حدیث نبوی کا ماخذ بیان کرنا اوران میں آپس میں تطبیق وتوفیق دینا ایک موہوبی اور خدا دادملکہ ہے جو عارفان کتاب اللہ ووا قفان حدیث رسول اللہ ﷺ سے مخفی نہیں اور علم دینی کا کمال اور طبیعت کی ذہانت الٰہی وصف سے ہے چنانچہ ابن قیم جواسی مذاق کے ہیں اپنی کتاب زادالمعاد میں فرماتے ہیں:

و كان الصحابة احرص شيءٍ على استنباط احاديث رسول الله ﷺ من القرآن و من الزم نفسه ذلك و قرع بابه و وجه قلبه اليه و اعتنى به بفطرة سليمة و قلبٍ زكيٍّ رأى السنة كلها تفصيلاً للقرآن و تبييناً لّدلالته و بياناً لمراد الله منه وهذا اعلى مراتب العلم فمن ظفر به فليحمد الله و من فاته فلا يلومنّ الّا نفسه و همّته و عجزه (زادالمعاد۔ ج۲ص۱۷۵)اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس امر کے بہت حریص تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا قرآن سے استنباط کیا کریں اور جو کوئی اس کو لازم پکڑے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنے دل کو اس طرف متوجہ کرے اور فطرت سلیمہ اور پاکیزہ دل کو اس کی تلاش میں لگائے تو جان لے کہ سنت نبویہ ساری کی ساری قرآن کی تفصیل ہے۔اور اسکے معنی اور مرادوں کا بیان ہے یہ امر علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ کا ہے پس جو اس سے کامیاب ہوا سے چاہیے کہ خدا کا شکر کرے۔ اور جسے ہاتھ نہ لگے وہ اپنے نفس اور ہمت اور کمزوری کے سوائے کسی اور کو ملامت نہ کرے

واقفان حدیث نبوی پر مخفی نہیں کہ آنحضرت ﷺ بسا اوقات کوئی مسئلہ بیان فرما کر اسکے موافق قرآن کی آیت پڑھ دیا کرتے تھے۔اسی طرح صحابہ کی بھی عادت تھی کہ اس حدیث کو مع اس آیت کے حوالہ کے روایت کر دیا کرتے تھے اور یہ بات چنداں نظر کی محتاج نہیں کیونکہ یہ امر کہ نبی ﷺ کسی مسئلہ کی تصدیق کیلئے آیت قرآنی پڑھا کرتے تھے تب ہی معلوم ہوا کہ جب صحابہ نے ویسی حدیث کی روایت کی۔

اسی طرح ماہرین حدیث پر یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہ جس طرح روایت کی رو سے سب سے اول نمبر پر ہیں اسی طرح اس وصف یعنی تصدیق حدیث کیلئے آیت کے بیان کرنے میں بھی آپ ایک خاص مذاق رکھتے تھے۔آپ کی روایات میں اکثر جگہ قرآن کی آیت سے استدلال کرنا پایا جاتا ہے۔کسی جگہ تو اس آیت کا حوالہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کسی جگہ آیت کے حوالہ پر بس کرتے ہیں اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ان دونوں طریقوں پر غور وفکر کرنے سے ایک سوچنے والا ہوش مند آدمی نکال سکتا ہے کہ جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ حدیث کو خاص پیغمبر ﷺ سے بالمشافہ روایت کرتے ہیں اسی طرح روایت کا حوالہ بھی نبی ﷺ کی زبان مبارک سے روایت کرتے ہیں، چاہے کی اس تصریح کر دیں چاہے نہ کریں۔ کیونکہ غیر مصرح بھی اسی کے قریب ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سن کر ایسا کہا کیونکہ صحابہ بغیر نبی ﷺ سے سننے کے کچھ بات اپنی طرف سے کرنے سے بہت پرہیز کیا کرتے تھے جیسا کہ کتب حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہے۔خصوصاً ایسے امور میں جن میں رائے محض اور اجتہاد و قیاس کو دخل نہیں۔مثلاً پیش گوئی وغیرہ، ان میں تو صحابی کا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔پس اس حدیث نزول عیسی بن مریم کی تصدیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیلئے ابوہریرہ کا آیت قرآن و ان من اھل الکتاب سے استدلال کرنا علاوہ بہت باریک نکتہ ہونے کے نبی پاک ﷺ کے ارشاد سے باہر نہیں۔

اب ذیل میں چند احادیث بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ تصدیق حدیث کیلئے آیت قرآنی کا حوالہ دینا حضرت ابوہریرہؓ کے خاص مذاق میں تھا اور نیز یہ کہ ابوہریرہؓ کسی حدیث میں اس حوالہ آیت کو نبی ﷺ کی منسوب کر دیتے ہیں اور کبھی صرف حوالے ہی پر اکتفا کرتے ہیں:

حدیث اول: عن ابی ھر یرہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا تقوم السّاعة حتّی تطلع الشّمس من مغربھا فـاذا طـلعت وراھا النّاس امن من علیھا فذلك حین لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمـانھـا خیرا (مسند احمد ج۲ ص۱۳۱) ابوہریرہؓ سے روایت کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے نہ چڑھے۔ پس جب چڑھے گا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو سب لوگ ایمان لائیں گے پس وہ وقت ہوگا کہ کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا۔ جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں نیکی نہ کی تھی۔

حدیث دوم: عـن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ما من مولود یولد الّا نخسہ الشیطان فیستھل صارخاً مـن نـخسة الشّیـطـان الّا ابـن مـریـم و امّـہ ثمّ قال ابو ھر یرہ اقرأو ان شئتم انّی اعیذ ھا بك و ذریتھا من الشّیـطـان الرّ جیم (مسند احمد ج۲ ص۲۳۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی پیدا ہوتا ہے، شیطان پیدائش کے وقت اس کو ایذا دیتا ہے پس وہ چیختا ہے مگر ابن مریم اور اس کی ماں کو شیطان یہ ایذا نہیں دے سکا۔ پھر ابوہریرہؓ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو انّی اعیذ ھا بك .. الآیة۔

حدیث سوم: عـن ابـی ھـریـرہ انّ رسول اللّٰہ قال تفضل الصّلوة فی الجمیع عن صلوة الرّجل وحدہ خمساً و عشـرین و یجتمع ملائکة اللّیل و ملائکة النّھار فی صلوة الفجر ثم یقول ابو ھریرہ اقرأو ان شئتم و قرآن الـفـجر انّ قرآن الفجر کان مشھوداً (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ۲۵ درجے بڑھ کر ہے اور فجر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر ابوہریرہ کہتے ہیں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو و قر آ ن الفجر ... الخ۔

حدیث چہارم: فـی حـدیـث طـویـل رواہ ابـوھریرہ عن النّبی ﷺ انّہ سئل عن الحمر فقال ما انزل اللّٰہ علیّ فیھـا الّا الآیة الـفـاذّة الجا معة من یّعمل مثقال ذرةٍ خیراً یّرہ و من یّعمل مثقال ذرةٍ شراً یّرہ (مسند احمد ج۲ ص ۲۳۳) ابوہریرہؓ سے روائت ہے کہ نبی ﷺ سے گدھے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھ پر اس بارے میں کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا۔ مگر یہی ایک جامع آیت فمن یعمل مثقا ل ذرةٍ خیراً ..الخ۔

حدیث پنجم : عـن ابـی ھریرہ عن النّبیّ ﷺ قال انّ اللّٰہ خلق الخلق حتی اذا فرغ من خلقه قالت الرحم ھذا مقام العائذ بك من القطعیة قال نعم اما ترضین ان اصل من وصلك و اقطع من قطعك فقالت بلی یا ربّ قال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فھو لكِ ۔ قال رسول اللّٰہ ﷺ فاقرأوا ان شئتم فھل عسیتم ان تولّیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم (بخاری۔کتاب الادب باب من وصلہ اللہ) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مثالی طور پر) فرمایا کہ جب اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا تو رحم (رشتے داروں کے ساتھ پیوند رکھنے کا علاقہ) نے کہا کہ الٰہی میں تیرے ساتھ رشتہ قطع کرنے والوں سے پناہ مانگنے والا حاضر ہوں۔اللہ نے فرمایا تو اس پر راضی نہیں کہ میں اپنی رضا اس پر رکھوں جو تیرے پیوند کو قائم رکھے،اور جو تجھے قطع کرے، میں بھی اس سے قطع کروں؟ کہاں ہاں اے میرے رب۔فرمایا پس یہ ہو چکا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو آیت قرآنی پڑھ لو فھل عسیتم ان تولّیتم ... الآیۃ۔

ناظرین! خود غور فرمالیں کہ ان احادیث سے وہ سب اہم امور جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں،ثابت ہوتے ہیں یا نہیں؟

باقی رہا دوسرا عذر یعنی ان شرطیہ شک کیلئے آتا ہے لہذا یہ استدلال شکی ہے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت ابوہریرہؓ کے کلمہ ان شئتم کہنے سے اس استدلال کو شک کی طرف نسبت کر سکتے ہیں تو یہی کلمہ ان شئتم اسی طرح تصدیق حدیث کے لئے آیت قرآنی کا حوالہ دیتے وقت خاص رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے پانچویں حدیث میں صلہ رحم میں گزر چکا ہے۔پس اس نظر سے تو معاذ اللہ،رسول اللہ ﷺ ناطق بالوحی کے استدلال کو بھی شک کی طرف نسبت کر سکنا منع نہ ہوگا۔ و ھل ھذا جرأۃ عظیمۃ و فریّۃ فخمیۃ ۔اصل بات یہ ہے کہ ایسے موقع پر کلمہ ان شئتم اس بات کیلئے نہیں ہوتا کہ متکلم کو اپنے کلام کی تصدیق میں شک وتردد ہے بلکہ مخاطبین کے حال کی نسبت یہ خیال کر کے کہ وہ زیادہ علم اور دلیل کے طالب ہیں ان کے مزید اطمینان کیلئے آیت قرآنی کو پیش کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے سوال میں ولکن لّیطمئنّ قلبی ۔یعنی یا الٰہی اس لئے نہیں پوچھتا کہ مجھے مردوں کے زندہ ہو جانے میں کچھ شک ہے۔نہیں زیادہ اطمینان اور تسلی دل کیلئے پوچھتا ہوں۔

جو لوگ علوم میں گہری نگاہ رکھتے ہیں اور مذاق صحیح اور فطرت سلیم والے ہیں وہ اس مسئلہ کو خوب پہچانتے ہیں اور اس سے لطف اٹھاتے ہیں لیکن جن لوگوں کی سلامتی اپنے حال پر نہیں رہی اور کجروی اور تعصب سے ان کا مذاق صحیح جاتا رہا ہے،ان کی سمجھ میں نہ آنے سے یہ بات غلط نہیں ہوسکتی)

اس آیت میں و ان من اھل الکتاب کو نزول عیسیٰ سے بدیں وجہ تعلق ہے کہ آیت و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (میں ان کے اعمال واقوال کو دیکھتا سنتا رہا جب تک ان کے بیچ رہا) سے صاف ثابت ہے کہ شاہد کا اس جماعت میں ہونا ضروری ہے جس پر اس نے شہادت دینی ہو۔پس جب آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ علیھم شھیداً (یعنی نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا عیسیٰؑ پر پیشتر عیسیٰ کی موت کے اور عیسیٰؑ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں گے) سے ان اہل کتاب پر جو زمانہ اخیر میں ہوں گے اور عیسیٰؑ پر سچا ایمان لے آئیں گے بروز قیامت عیسیٰؑ کی شہادت سے تو ثابت ہے،تو معلوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اخیر زمانہ کے لوگوں میں آئیں گے۔

اب اس سوال کی دوسری شق یعنی اللہ کے حضرت عیسیٰؑ کو سوال أأنت قلت للنّاس قیامت کے روز کہنے کی مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

مثال اول۔اذ اور اذا دو کلمے ظروف زمانیہ میں سے ہیں اذ ماضی کے لئے آتا ہے اور کبھی بمعنی مستقبل بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ اذا مستقبل کے لئے اور کبھی ماضی کے لئے بھی آتا ہے۔چنانچہ مغنی میں بحث اذا میں لکھا ہے :

احدهما ان تجیء للماضی کما تجیء اذ للمستقبل ۔

مثال اذا بمعنی اذ آیت و اذا رأوا تجارةً او لهو ن انفضّوا الیها و ترکوك قائماً (جمعہ:۱۱)(اور جس وقت انہوں نے تجارت یا کھیل کا سامان دیکھا تو اس کی طرف اٹھ گئے اور تجھے کھڑے چھوڑ دیا)

اور نیز آیت حتّی اذا ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم (توبہ:۱۱۸)(حتی کہ جس وقت زمین ان پر باوجود فراخ ہونے کے تنگ ہوگئی،اور ان کی جانیں بھی ان کو گراں معلوم ہوئیں)۔

مثال اذ بمعنی اذا یعنی مستقبل،آیت فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقهم (مومن:۷۰)(پس یہ لوگ اس وقت ضرور جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق پڑیں گے) کیونکہ سوف جو خاص استقبال کے لئے موضوع ہے قرینہ موجود ہے۔

مثال دوم:(از مفصل زمخشری)

اذ ما دخلت علی الرّسول فقل له

حقّا علیك اذا اطمأنّ المجلس

کیونکہ صیغہ امر اس بات کا قرینہ موجود ہے کہ اذ بمعنی اذا ہے۔

مثال سوم:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثمّ جزاك اللّٰه عنّی اذ جزی

جنّات عدنٍ فی السما وات العلی

(جب خدا جزا دینے لگے تو تجھ کو میری طرف سے اونچے آسمانوں میں جنتیں عطا کرے)۔

اس جگہ اذ بمعنی اذا مستعمل ہوا ہے بقرینہ جنات عدن کیونکہ یہ سب قیامت کو ہوگا۔ اور قیامت زمان مستقبل میں ہوگی نہ کہ ماضی میں ہو چکی ہے (تفسیر خازن وقسطلانی شرح صحیح بخاری)

اسی طرح قرآن وحدیث وکتب ادب میں اس کی بہت مثالیں ہیں کہ اذ بمعنی اذا مستعمل ہوتا ہے اور اذا بمعنی اذ۔ کتب نحو بھی اس کی تائید سے بھری پڑی ہیں۔ طالب تفصیل شرح ملا جامی، رضی شرح کافیہ، تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی۔

وجہ دوم: مضمون آیت و اذ قال اللّٰه یا عیسی ابن مریم أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الهین من دون اللّٰه عطف ہے مضمون آیت اذ قال اللّٰه یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیك .. الآیة پر اور اس سے پہلے جہاں سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے، یہ ہے

یوم یجمع اللّٰه الرّسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انّك انت علّام الغیوب (مائدۃ: ۱۰۹) (جس دن اللہ کل رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ لوگوں نے تم کو کیسے قبول کیا اور کیا کچھ کہا تو وہ کہیں گے کہ الٰہی (ہم کو لوگوں کی نیتوں کی حقیقت اور ان کے دلوں کے رازوں کا) کوئی علم نہیں۔ ہر بات کی حقیقت وراز سے واقف ہونا تیرا ہی خاصہ ہے)

پھر اللہ تعالی، حضرت عیسیٰؑ کو خاص طور پر خطاب کر کے کہے گا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰؑ میری وہ خاص نعمتیں یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر انعام کیں۔ اس کے بعد اللہ نے وہ سب نعمتیں ذکر کی ہیں۔ اور نعمتوں کے ذکر کے بعد اصل مقصود کا بیان فرمایا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ! کیا لوگوں کو تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود مقرر کر لو۔ (مائدہ:۱۱۶)

اب یوم یجمع اللّٰه الرّسل سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ یہ سارا معاملہ اس دن ہوگا جس دن اللہ کل رسولوں کو جمع کرے گا اور وہ دن سوائے قیامت کے کون سا دن ہو سکتا ہے۔ اس کے نظائر قرآن شریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بکثرت ہیں مثلاً:

فلنسئلنّ الّذین ارسل الیھم و لنسئلنّ المرسلین (اعراف:۶) (جن لوگوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے ہیں ان کو اور خود رسولوں کو بھی ہم ضرور پوچھیں گے)

اور یوم ندعوا کل اناسٍ بامامھم (بنی اسرائیل:۷۱)(جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام، نبی وقت، سمیت بلائیں گے)۔

اور یوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللّٰہ فیقول أأنتم اضللتم عبادی ھٰؤلاء ان ھم ضلّوا السّبیل (فرقان:۱۷)(جس دن اللہ ان مشرکین کو اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں، ان سب کو جمع کرے گا، تو ان سے کہے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود گمراہ ہو گئے تھے)

اور و یوم یحشرھم جمیعاً ثمّ یقول للملائکۃ ھٰؤلاء ایّا کم کانوا یعبدون (سبا:۴۰)(جس دن اللہ ان مشرکین کو جمع کرے گا تو فرشتوں سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟)

یہ سب آیتیں اس امر کی شاہد ہیں کہ جو لوگ اللہ کے سوا معبود بنائے گئے ہیں، ان کو یہ سوال قیامت کو پوچھا جائے گا۔ اور اس دن پیغمبروں کو بھی تبلیغ اور لوگوں کی قبولیت کی بابت پوچھا جائے گا تو چونکہ حضرت عیسیٰؑ بھی پیغمبر برحق ہیں اور نیز اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بھی مانے گئے ہیں، اس لئے ان کو یہ سوال بروز قیامت ہو گا نہ کہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ دیگر یہ کہ اس سارے مذکور کے بعد ھٰذا یوم ینفع الصّادقین صدقھم (مائدہ:۱۱۹) موجود ہے یعنی یہ وہ دن ہے جس دن صادقوں کو ان کا صدق نفع پہنائے گا ۔ اور یہ بھی قیامت ہی کا روز ہے۔

لوگوں اور رسولوں سے یہ سوال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ رسولِ وقت کے سامنے اس کی امت پر تبلیغ رسالت ثابت کر کے ان پر حجت پوری کی جائے تا کہ عذاب میں گرفتار ہونے کی صورت میں کوئی عذر نہ کر سکیں ۔ ورنہ خدا تعالیٰ بطور استفہام سوال کرنے سے پاک ہے۔ پس اسی طرح نصاریٰ کے سامنے عیسیٰؑ کو یہ سوال کرنا کہ: کیا تو نے ان کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوائے معبود مان لو؟ اس میں بھی یہی حکمت ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ عیسیٰؑ ان کے روبرو تبلیغ رسالت اور تعلیم توحید کی شہادت دیں۔ اور نصاری مشرکین پر الزام قائم ہو کر حجت پوری کی جائے۔ پس ضروری ہے کہ عیسیٰؑ اور ان کی امت دونوں حاضر ہوں اور یہ حاضری اور سوال و جواب قیامت سے پہلے نہیں ہو سکتے۔ کیا (معاذ اللہ) رسول برحق حضرت مسیح بری از الزام کو شرمندہ کرنا مقصود ہے کہ ان کی امت کی غیر حاضری میں عالم برزخ میں سوال کیا جائے۔ پس ان سب اگلے اور پچھلے قرائن اور دلائل سے صاف روشن ہو گیا کہ یہ سوال قیامت کو ہو گا اور سب سے بڑھ کر آیت سورہ نسا و یوم القیامة یکون علیھم شھیداً (عیسیٰؑ قیامت کے دن ان، اہل کتاب، پر شاہد ہوں)، تصریح روز قیامت میں ایسی عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ اس سے زیادہ صراحت کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ یوم القیامة کا لفظ فرمادے۔ سبحان ربّنا۔ ربّنا آمنّا

وجہ سوم: اس سوال کے قیامت کو ہونے کی صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت اذ قال اللّٰه یا عیسی أأنت قلت للنّاس میں قال بمعنی یقول ہے یعنی بمعنی مستقبل ہے۔ اور جمہور مفسرین نے بھی اس امر کو تحقیق کیا ہے مثلاً تفسیر خازن، تفسیر سراج منیر وغیرہ اور شارحین صحیح بخاری مثلاً ابن حجر اور علامہ قسطلانی اور علامہ عینی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے بلکہ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں ایک مرفوع حدیث بھی لکھی ہے کہ

قال رسول اللّٰه ﷺ اذا کان یوم القیامة دعی بالانبیاء و اممھم ثمّ یدعی یا عیسی ابن مریم فیذ کّرہ اللّٰه نعمته علیه فیقرّ بھا فیقول یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیك و علی والدتك.. الآیة۔ ثمّ یقول أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰه فینکر ان یّکون قال ذلك (الحدیث)۔ (ابن کثیر) (جب قیامت کا دن ہو گا کل نبیوں کو بلایا جائے گا۔ پھر خاص طور پر عیسیٰ کو پکارا جائے گا۔ پس اللہ وہ نعمتیں جو اس نے ان پر کی ہیں، ان کو یاد کرائے گا اور عیسیٰؑ ان سب کا اقرار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: اے عیسیٰ ابن مریم میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں مریم پر انعام کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود مان لو؟ پس عیسیٰ اس بات کے کہنے سے انکار کریں گے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جب خود اللہ قرآن میں یوم القیامۃ کی تصریح کر دے اور اس کا رسول بھی فرما دے اور علماء بھی اس کی تحقیق کریں، اور کتب نحو اور آیات قرآنی اور محاورات زبان بھی اذ کے معنی مستقبل ہونے کی شہادت دیں، تو اب اس کا انکار سوائے ضلالت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

سوال: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ روز قیامت کے ذکر میں فرماتے ہیں:

یؤخذ برجالٍ من اصحابی ذا ت الیمین و ذات الشّمال فاقول اصحابی ۔ فیقال انّھم لم یزالوا مرتد ین علی اعقا بھم منذ فارقتھم فاقول کما قال العبد الصّالح عیسی ابن مریم و کنت علیھم شھیداً مّا دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔ الآیۃ (بخاری) (لوگوں کو دائیں بائیں سے پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا، ہیں؟ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ تو مجھے کہا جائیگا کہ نہیں یہ وہ ہیں کہ جب سے تو ان سے جدا ہوا (یعنی فوت ہوا) یہ دین سے برگشتہ ہو کر (موت تک) مرتد ہی رہے۔ تو میں کہوں گا جس طرح کہا ہو گا عبد صالح عیسی ابن مریم نے کہ الٰہی میں تو ان پر شاہد اس وقت تک رہا جب تک میں ان کے بیچ میں موجود رہا، جب تو نے مجھے بھر لیا تو صرف تو ہی ان پر نگہبان تھا)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ سے یہ سوال و جواب ہو چکا ہوا ہے کیونکہ الفاظ حدیث یہ ہیں فاقول کما قال اور قال فعل ماضی ہے۔ اور نیز اس حدیث سے یہ حاصل ہوا کہ عیسیٰ کی توفی موت سے ہوئی کیونکہ جو الفاظ یعنی فلمّا توفّیتنی عیسی سے منقول ہیں وہی نبی ﷺ کہیں گے۔ اور معلوم ہے کہ نبی ﷺ کی توفی موت سے ہوئی۔ ھذا تقریر السّوا ل ۔

جواب: اس سوال کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔ اول یہ کہ الفاظ فاقول کما قال میں قال کو بلفظ ماضی ذکر کرنا بنا بر حکایت ہے اس قول سے جو قرآن شریف میں مذکور ہے۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ: کہوں گا میں جس طرح کہ عیسی کی نسبت قرآن میں کہا گیا ہے کہ وہ یہ کہیں گے۔

دیگر یہ کہ صحیح بخاری ہی سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس جگہ قال بمعنی یقول یعنی ماضی بمعنی مستقبل ہے پس معنی یہ ہوں گے: پس میں کہوں گا جس طرح کہے گا عبد صالح عیسی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر یہ کہ جب صحیح بخاری سے ثابت ہو چکا کہ اس جگہ ماضی بمعنی مستقبل ہے تو قیامت کو رسول اللہ ﷺ کا قول عیسیٰ کے قول سے پہلے ہوگا یا پیچھے۔ اگر پہلے ہوگا تو یہ معنی ہوں گے:۔کہوں گا میں جس طرح کہے گا عیسیٰؑ۔ اور اگر پیچھے ہوگا تو معنی یہ ہوں گے: کہوں گا میں جس طرح کہا ہوگا عیسیٰؑ نے۔ پس اس صورت میں حضرت عیسیٰؑ کا قول بہ نسبت نبی ﷺ کے قول کے قیامت ہی کو زمانہ ماضی میں ہو چکا ہوگا۔ پس قال کو ماضی کے صیغے سے ذکر کرنے سے اس قول کا قیامت سے پیشتر واقع ہونا ثابت نہ ہوا۔

دیگر لفظ ماضی کو مستقبل کے معنی میں لینا خلاف قاعدہ نہیں بلکہ یہ تو زبان کا ایک عام قاعدہ ہے کہ جو امر ضرور واقع ہو جانا ہو اس کو صیغہ ماضی سے بیان کرتے ہیں۔ گویا اس کو دوسرے کی نظر میں ہوا ہوا جتانا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن اور دیگر کتابوں میں بکثرت ہیں اور نحویوں کے نزدیک اس مسئلہ کا نام نفخ فی الصّور ہے یعنی جس طرح نفخ فی الصّور میں نفخ فعل ماضی ہے اور معنی اس کے ینفخ فعل مستقبل کے ہیں۔ یہ لفظ جو فعل ماضی سے مستعمل ہوا ہے ایسا ہی ہے ۔

مستقبل کو بہ سبب تحقق ووقوع کے لفظ ماضی سے تعبیر کرنا زبان عربی ہی کا خاصہ نہیں بلکہ ہر زبان میں یہ محاورہ عام پایا جاتا ہے جیسے ہماری اپنی ہندی زبان میں جب کوئی کسی کو بلاتا ہے تو دوسرا شخص ان لفظوں سے جواب دیتا ہے۔ جی آیا جی۔ حالانکہ وہ ابھی اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب کوئی کسی کو کسی کام پر بھیجے اور سخت تاکید سے کہے کہ جلدی جانا اور شتاب واپس آنا، تو اس کی تسلی کے لئے اور اپنی مستعدی اور شتابی ظاہر کرنے کے لئے اس کو یہ کہا جاتا ہے: بس جی! یہ گیا اور وہ آیا۔ حالانکہ وہ اس کے روبرو ہی یہ سب کچھ کہہ سن رہا ہوتا ہے۔ یہ صرف اس لئے ہوتا ہے تاکہ مخاطب کو اس امر کا ضرور ضرور واقع ہو جانا متیقن ہو جائے۔ پس آیت اذ قال اللّٰہ میں بھی صیغہ ماضی کا ذکر کرنا اسی قبیل سے ہے۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام جو کچھ فلمّا توفّیتنی میں لکھا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ اذ جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس کے معنی ماضی کے ہوتے ہیں۔ اگر ان کی یہی مراد ہے تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب علم نحو میں پختہ نہیں ہیں۔ صرف سادے طور پر چند مسائل جانتے ہیں اور اس علم کی باریکیوں سے واقف نہیں ہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ اذ کے مدخول علیہ کی ماضویت کی کوئی خصوصیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں خواہ اس کا مدخول علیہ صیغہ ماضی ہو، خواہ صیغہ مضارع۔ یہ لفظ بحسب الوضع معنی ماضی میں ہوتا ہے جیسے اذ یقول المنافقون و الّذین فی قلوبھم مرض (احزاب:۱۲) اور کبھی مصروف عن المعنی الوضعی ہو کر بمعنی اذا مستعمل ہوتا ہے جیسے کہ اذا موضوع ہے مستقبل کے لئے اور کبھی بمعنی ماضی مستعمل ہوتا ہے (اس کی مثالیں پہلے بیان ہو چکی پس اب طول دینے کا فائدہ نہیں)

اگر کہا جائے کہ تمہارے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اذا مضارع بھی آئے تب بھی اس کے معنی ماضی ہوتے ہیں تو اگر اذ قال اللّٰہ یا عیسی میں قال کو بمعنی یقول کہیں تو پھر بھی وہ مضارع ماضی کے معنی میں ہوسکتا ہے، تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ اذ مضارع کے لفظ پر داخل ہو کر اس کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے نہ مضارع کے معنی پر داخل ہو کر۔ اسی لئے تقریر میں صیغہ مضارع کہا گیا ہے اور یہاں آیت میں تو قال لفظ مضارع نہیں بلکہ ماضی بمعنی مضارع ہے اور اس قال کو مضارع کے معنی میں ہونے کی وجہیں پہلے گذر چکی ہیں۔

دوم یہ کہ صحیح بخاری میں اس امر کی بابت لکھا ہے کہ یہ اذ صلہ یعنی زائد ہے۔ غرض کسی طرح لو، اس قول کا وقوع قیامت ہی کو ہوگا۔

باقی رہی سوال کی شق ثانی یعنی ہر دو پیغمبروں کے لئے لفظ توفّی کا آنا اور اس پر لفظ کما کا داخل ہونا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ کما کے ماقبل و مابعد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر طرح اور ہر وصف اور ہر حکم میں ایک جیسے ہوں بلکہ بسا اوقات ان کی کیفیتوں میں بہت مغائرت ہوتی ہے مثلاً آیت کما بدأنا اوّل خلق نعیدہ (انبیاء:۱۰۴) (جس طرح ہم نے پہلی دفعہ پیدا کر لیا تھا اسی طرح پھر دوسری دفعہ بھی پیدا کر لیں گے) جو اسی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس پہلی دفعہ کی پیدائش اور قیامت کی پیدائش کو کلمہ کما (جس طرح) سے ذکر کیا، تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلے گا کہ پہلی دفعہ ماں کے پیٹ سے باپ کے نطفے سے پیدا ہوئے تھے، تو پھر قیامت کو بھی اسی طرح پیدا ہوں گے۔ معاذ اللہ۔ پہلی اور پچھلی پیدائش کی مماثلت صرف اس امر میں جتلائی گئی ہے کہ یہ دونوں باتیں اللہ تعالی کی قدرت میں داخل ہیں جس طرح پہلی دفعہ کی پیدائش کو تم دیکھ چکے ہو اسی طرح دوسری دفعہ موت کے بعد زندہ کرنا بھی اس خالق علیم کی قدرت سے باہر نہیں۔ بلکہ اس میں داخل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح فا قول کما قال العبد الصّالح میں جولفظ کما مذکور ہے، وہ تو صرف اس بات کے اظہار کیلئے ہے کہ جس طرح عیسیٰؑ شرک کی تعلیم سے برأت حاصل کرینگے اسی طرح میں بھی برأت حاصل کرونگا اور اسکے نظائر قرآن وحدیث اور کتب ادب میں بکثرت ہیں

اگر کہا جائے کہ ہم نے مان لیا کہ کلمہ کما کے ماقبل و مابعد کا ہر طرح سے ایک دوسرے کا مماثل و مشارک ہونا ضروری نہیں، مگر جب کہ دونوں پیغمبروں کے لئے ایک ہی لفظ توفّی آیا ہے تو اب ہم کس دلیل سے رسول اللہ ﷺ کی توفی کو تو موت کہیں اور حضرت عیسی کی توفی کو رفع آسمانی سے تعبیر کریں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شھادۃ القرآن کے حصہ اول میں بہت تفصیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ توفی جنس ہے اور موت اور رفع وغیرہ اس کی انواع ہیں۔ پس جس لفظ کے مفہوم میں کئی معنی ہوں اس کو ایک معنی میں معین کرنے کیلئے قرائن اور حالات مخصوصہ اور دلائل خارجیہ پر نظر کرنی پڑتی ہے جیسے کہ اسی آیت فلمّا توفّیتنی سے پیشتر تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسك (مائدہ:۱۱۶) (یا اللہ! میرے نفس میں جو کچھ ہے تو اسے خوب جانتا ہے لیکن جو کچھ تیرے نفس میں ہے میں اسے ہرگز نہیں جانتا) میں عیسیٰؑ اور اللہ پاک کیلئے ایک ہی لفظ نفس وارد ہوا ہے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ! عیسیٰؑ کا نفس، اور پاک و بے مثل نفسِ الٰہی ایک جیسے ہیں۔ معا ذ اللّٰہ تعا لی عن ذلك علوّا کبیراً ۔اسی طرح گو ایک ہی لفظ (تو فّی) دونوں پیغمبروں کے لئے مستعمل ہے مگر ہر دو کے حالات مخصوصہ جو دلائل خارجیہ سے ثابت ہیں، ان پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفی رفع آسمانی سے ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی توفّی ،موت سے ہوئی۔

عیسیٰؑ کی توفی بالرّفع ہونے کے دلائل شھادۃ القرآن حصہ اول میں بہ بسط مذکور ہو چکے ہیں جیسے آیت انّی متوفّیك و را فعك الیّ ۔اور بل رّفعه اللّٰه الیه (طالب تفصیل حصہ اول کا مطالعہ کرے)اور رسول اللہ ﷺ کی توفی بالموت کی دلیل حدیث صحیح بخاری جو باب وفات النبی ﷺ و مرضه میں موجود ہے، اور نیز دیگر احادیث مثلاً نبی ﷺ کے غسل اور کفن اور جنازے کی۔

پس آیت فلمّا توفّیتنی سے بھی مرزا صاحب کی مراد کے موافق حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت نہ ہوئی، بلکہ اس کے خلاف رفع آسمانی ثابت ہوا۔ فا لحمد للّٰہ ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم اول سے تیسری آیت

بل رّفعه اللّٰه اليه ہے۔ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کیلئے نص قطعی ہے اور اس کی پوری تفصیل حصہ اول میں ہو چکی ہے۔ اور اس کے متعلق مرزا صاحب کے سب خیالات کو عقلی اور نقلی طریق سے غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ اس کے جواب میں اگر مرزائی صاحبان مدتوں سر دھنتے رہیں اور زمانوں کوشش کرتے رہیں، تو بھی کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مرزا صاحب کے طریق استدلال پر تعجب آتا ہے کہ کیسی دلیری اور بے باکی سے آیت بل رفعه اللّٰه اليه کو حضرت عیسیٰؑ کی موت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت کرنا ایسا ہے جیسے بعض عیسائیوں نے قرآن سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت ثابت کرنی چاہی ہے۔ جب ہم اس آیت کے متعلق مرزا صاحب کی تقریر پڑھتے ہیں تو ہمیں بے اختیار ہنسی آتی ہے اور خیال آتا ہے کہ مرزا صاحب کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو آپ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں یا جان بوجھ کر ان علوم کا خلاف کرتے ہیں۔ دوسری صورت پر ظن غالب ہے کیونکہ بالفرض اگر خود ناواقف بھی ہوں تو بھی متبحر علماء کے اتنی مدت تک مفید کتابیں تصنیف کرنے سے ایک کم علم انصاف پسند بھی صحیح مراد سے واقف ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ مرزا صاحب ہوں جو معارف قرآنیہ کے سب سے بڑے مدعی ہیں۔

مرزا صاحب نے اس آیت سے موت ثابت کرنے کے لئے جو طریق اختیار کیا ہے وہ غلط اور ضعیف ہونے کے علاوہ خود ان کے مقصود کے بھی خلاف ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو اور جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے و رفعناه مكاناً علياً ۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:

لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ فی مقعد صدقٍ عند ملیكٍ مقتدر ۔انتہی۔

مرزا صاحب کا اصل مقصود یہ ہے کہ اس آیت بل رّفعه اللّه الیه سے حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی ثابت نہ ہو۔اسی لئے کئی دفعہ کہا کرتے ہیں کہ جسم عنصری کے اٹھائے جانے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ آسمان کی تصریح ہے۔تو پھر ضرور رفع روحانی اور عزت کی موت مراد لی جائیگی

ازالہ اوہام کی جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے اس سے اس امر کا فیصلہ آسانی سے ہوسکتا ہے کہ رفع کے معنی اٹھانا اور الیه کے معنی آسمان کی طرف مرزا صاحب کے نزدیک مسلّم ہیں کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں تو اس صورت میں رفع کے حقیقی معنی اٹھانا ثابت ہیں اور چونکہ ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علیّین کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے آیت بل رّفعه اللّه الیه میں آسمان کی طرف حقیقی طور پر اٹھایا جانا آپ کے نزدیک مسلّم ٹھہرا۔اب تنازع صرف اس امر میں رہا کہ کیا چیز اٹھائی گئی؟ آیا خود مسیح مع جسم اٹھائے گئے یا صرف آپ کی روح؟ سو اس کا صاف بیان اس طرح ہے کہ اللہ نے فرمایا:

و قولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول اللّه و ما قتلوه و ما صلبوه (نساء :۱۵۷)(کہ یہودیوں پر ان کے اس قول کے سبب لعنت پڑی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے ضرور ضرور مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا اور انہوں نے اس کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر کھینچا)

اور ظاہر ہے کہ قتل کرنے اور صلیب پر کھینچنے کے قابل جسم ہوتا ہے، نہ کہ روح۔ پس یہود کا دعوی قتل مسیح کے جسم کی نسبت ہوا۔اور اللہ نے بھی قتل اور صلب کی نفی جسم مسیح کی نسبت کی ۔ پس چونکہ سب منسوب ضمیریں جو و ما قتلوه وما صلبوه اور وما قتلوه يقيناً بل رّفعه اللّه اليه میں پائی جاتی ہیں ان سب کا مرجع المسيح ہے،اس لئے ضرور ضرور مسیح کے جسم کا اٹھایا جانا ماننا پڑے گا کیونکہ جس چیز کی نسبت یہود دعوی کرتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا اسی کی نسبت تردید کے طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے آسمان پر اٹھالیا اور چونکہ ان کا دعوی جسم کے قتل وصلب کی نسبت تھا اسلئے اللہ نے بھی جسم ہی کو ان کی گزند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچانے کیلئے اٹھایا جیسا کہ فرمایا ومطهّرك من الّذين كفروا (آل عمران:۵۵)(میں تجھ کو کفار سے پاک رکھوں گا)

اس مقام پر مرزا صاحب کا آیت و رفعناه مكا ناً عليّاً کو پیش کرنا بالکل بے محل ہے اور اس سے ان کا مقصود بالکل حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ رفع کے معنی عزت کی موت، نہ تو بشہادت لغت ثابت ہے اور نہ یہ لفظ عرف عام اور عرف شرع میں ان معنوں میں پایا گیا ہے۔ اور نہ یہ کسی فن کی اصطلاح ہے، تو پھر مرزا صاحب کس قاعدے سے اس سے عزت کی موت مراد لیتے ہیں۔ لغت میں رفع کے معنی ہیں، برداشتن۔ یعنی اوپر اٹھانا۔ اور اس کی ضد ہے و ضع اور خفض یعنی نیچے رکھنا جیسا کہ صراح اور نیز مصباح میں لکھا ہے اور اس کی تحقیق شهادۃ القرآن حصہ اول میں بالتفصیل گزر چکی ہے۔ باقی رہی حضرت ادریسؑ کے رفع کی صورت۔ سو قرآن نے انہی لفظوں میں اس کا بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس سے مراد رفعت منزلت ہے کیونکہ جب رفع کے ساتھ کوئی لفظ جو بلندی رتبہ پر دلالت کرے، مذکور ہو تو اس کے مجازی معنی بلندی درجہ کے، لئے جاتے ہیں جیسے کہ آیت و رفعنا بعضهم فوق بعضٍ درجات اور اس جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہے۔ پس چونکہ اس کے آگے ہی مكا ناً عليّاً کی تصریح مذکور ہے اسلئے اس کے معنی اس قرینے سے یہ ہوں گے کہ عزت دی ہم نے اس کو بلند رتبے پر۔

اس بیان سے دو امر برخلاف مقصود مرزا صاحب ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ رفع کے معنی عزت کی موت نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ رفع سے مراد بلندی رتبہ تب لئے جاتے ہیں جب اس کے ساتھ کوئی قرینہ پایا جائے ورنہ نہیں۔

مرزا صاحب نے مقربین کی ارواح کے علیین تک اٹھائے جانے میں یہ آیت پیش کی ہے في مقعد صدقٍ عند مليكٍ مقتدر ۔مرزا صاحب کا یہ استدلال بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے پیشتر یہ ہے :

انّ المتّقين فى جنّاتٍ وّ نهر فى مقعد صدقٍ عند مليكٍ مقتدر (قمر: ۵۴-۵۵)(پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے اقتدار والے بادشاہ کے پاس صداقت کے گھر میں)۔

پس پہلی آیت کے ساتھ ملانے سے واضح ہو گیا کہ اس میں پرہیز گاروں کے لئے جنت میں داخل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی بشارت ہے اور یہ سب کچھ بروز قیامت ہوگا۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ موت کے وقت پرہیز گاروں کی روحیں علیین پر پہنچائی جاتی ہیں، صحیح نہ ہوا کیونکہ اس آیت میں اس امر کا ہرگز ذکر نہیں۔

قسم اول سے چوتھی آیت

و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیھم شھیداً ۔(نساء:۱۵۹)

مرزا صاحب نے برخلاف مراد الٰہی اس آیت سے بھی عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت کرنی چاہی ہے حالانکہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی حیات کیلئے قطعی الدلالۃ آیت ہے۔ اور نیز آپ کے نزول کی صاف شہادت دیتی ہے جیسا کہ عنقریب ثابت کیا جائے گا انشاءاللہ۔ مرزا صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر، جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے، ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا (ازالہ اوہام۔ جلد۱۔ ص۱۸۸ تقطیع کلاں)

ناظرین! پیشتر اس کے کہ ہم اس آیت کی صحیح تفسیر ذکر کریں اور آپ کو ثابت کر دکھائیں کہ مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط بلکہ باطل ہے (کیونکہ اس میں تو مرزا صاحب کی مراد کے خلاف عیسیٰؑ کی زندگی کا بیان ہے اور نیز ان کے دعوی مسیحیت کے خلاف عیسی کے نزول کا ذکر ہے)، ہم آپ کی بالانصاف توجہ اس ترجمہ کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں جو ہم نے ازالہ اوہام تقطیع کلاں صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸ جلد اول میں سے اوپر نقل کیا ہے۔ مرزا نے نہ تو قواعد و محاورات زبان کا خیال کیا ہے اور نہ قرآن شریف کے الفاظ کا لحاظ کیا ہے، بلکہ اپنے خیال کے پیرو ہو کر جو کچھ جی میں آیا کہہ دیا ہے۔ اگر خواہش نفسانی یہ نہیں تو پھر کس چیز کا نام ہے؟ اللہ اکبر! اگر قرآن کا ترجمہ اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا درست قرار دیا جائے کہ ایک امر کو پہلے اپنے جی میں ٹھان لیں اور پھر الفاظ کو موڑ توڑ کر اس کے مطابق کر نے کی کوشش کریں، تو پھر شائد کسی الٹی سے الٹی اور باطل سے باطل بات کو بھی ثابت کر لینا مشکل نہیں ہوگا۔ مخاطب وسامع کیلئے ضروری ہے کہ اپنے خیال کو متکلم کے الفاظ کے تابع رکھے، نہ یہ کہ متکلم کے الفاظ کو اپنے خیال کے پیچھے پیچھے جدھر چاہے کھینچ لے جائے۔ ترجمہ کرنے کا صحیح طریق یہی ہے کہ پہلے مفردات کے معانی پر غور کیا جائے اور پھر ان کی باہمی ترکیب وتعلق کو زیرنظر رکھ کر مراد کو سمجھا جائے۔ مرزا صاحب اس طریق کے بالکل خلاف چلتے ہیں تب ہی رفع اور حیات اور نزول کے ثابت کرنے والی آیات سے موت سمجھتے ہیں۔

جہاں تک میں نے مرزا صاحب اور آپ کی پارٹی کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک مجھے ان کی پارٹی کے بعض مولویوں سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ ان کی جماعت میں ابھی تک تین آیتوں کے ترجمہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ ان کے ترجمہ میں تنسیخ وترمیم ہوتی رہتی ہے جس سے دفع الوقتی کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور بات کسی ٹھکانے نہیں لگتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان آیتوں میں مرزا صاحب کے مذہب اور دعوی کی تردید صاف طور پر مصرح ہے۔ پس ان کو ہمیشہ اس بات کی فکر لگی رہتی ہے کہ ان آیتوں کے مطالب کو پھیر پھار کر ایسے طریق سے بیان کیا کہ اپنے اوپر حجت پوری نہ ہو اور چونکہ جو معنی وہ کرتے ہیں وہ بلحاظ قواعد مقررہ کسی صورت سے ٹھیک نہیں بیٹھتے اس لئے ہر وقت ان کے ردوبدل کی نسبت ان کی طبیعت میں تردد رہتا ہے اور ہمیشہ گرگٹ کی طرح نئے رنگ بدلتے ہیں۔

اول ان تین آیتوں میں سے و لکن شبّہ لھم ،دوم یہی آیت و ان مّن اھل الکتاب ،سوم، سورہ زخرف کی آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ

حصہ اول شہادت القرآن میں گذر چکا ہے کہ آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً کے صحیح معنی یہی ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا وقت آنے والا ہے جس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ضرور آپ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور آپ ان پر قیامت کے دن شاہد ہوں گے۔

موافق محاورہ زبان عرب وقواعد علم نحو اس آیت کے صحیح معنی یہی ہیں اور جتنے معنی اس کے سوا ہیں وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب غلط ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں نون ثقیلہ لام تاکید کے ساتھ آیا ہے اور جملہ کتب نحو، کیا متن اور کیا شروح، سب میں بالاتفاق مذکور ہے کہ نون تاکید مضارع کو خاص استقبال کے لئے کر دیتا ہے اور ماضی اور حال کے لئے نہیں آتا۔ اس مسئلہ میں کسی امام لغت ونحو کو خلاف نہیں۔ نہ کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا کلام عرب میں اس کے خلاف نون تاکید کا استعمال پایا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابن ہشام نحوی، مغنی اللبیب میں فرماتے ہیں:

و امّا المضارع ان کان حالاً لم یؤکّد بهما و ان کان مستقبلاً اکّد بهما وجوباً نحو قوله تا للّه لاکیدنّ اصنا مکم (مغنی جلد۲ص۲۲)

یعنی مضارع کا صیغہ (جو حال واستقبال دونوں کیلئے آتا ہے) جب حال کے معنی میں ظاہر ہوتو نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ اس پر نہیں آسکتے۔ اور اگر مستقبل کے معنی میں ہو، تو پھر نون کے ساتھ اسکی تاکید ہوتی ہے جب کوئی کلمہ قسم کا آیا ہو۔

اسی طرح علامہ رضی شرح کافیہ میں تحریر کرتے ہیں:

و امّا فی المستقبل الّذی هو خبر محض فلا یدخل الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التوکید ایضاً ک لام القسم۔

یعنی جو مستقبل صرف خبری ہی ہو، اس پر نون تاکید کا نہیں آتا، مگر اس وقت جب کہ فعل کے پہلے کوئی ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے جیسے لام قسم۔

اسی طرح اس قاعدہ کی نسبت مفصل زمخشری اور کافیہ ابن حاجب اور الفیہ ابن مالک اور شرح ملا جامی اور تکملہ مولانا عبدالحکیم وغیرہ جملہ کتب نحو میں ایسا ہی مذکور ہے۔

مرزا صاحب نے اس آیت کے جو معنی کئے ہیں وہ تو اوپر بیان ہو چکے ہیں اور ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ وہ علاوہ قواعد زبان عرب کی رو سے غلط ہونے کے الفاظ قرآن سے بھی کس قدر دور اور نرالے ہیں۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے متعلق مولوی محمد احسن امروہی اور مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے جو گل کھلائے ہیں اور قواعد نحو یہ کی جو رعایت رکھی ہے، اس کو بیان کیا جائے تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزائی پارٹی اس آیت کے ترجمے میں کیسی حیران وسرگردان ہے۔

مولوی مبارک علی سیالکوٹی قادیانی اپنے رسالہ القول الجمیل میں صفحہ ۲۸ میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں:

اوران اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کیلئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے جانے کے پیشتر ہی تسلیم کرے (کہ مسیح کی ہڈی نہیں توڑی گئی اس لئے وہ صلیب پر نہیں مرا) ورنہ یہ تو آخر کو ہونا ہی ہے کہ مسیح جس کی نسبت یہ وہم وگمان بھرے ہوئے اعتقادیات اہل کتاب نے تسلیم کرر کھے ہیں ان کا حال بتلا دے گا۔اوران کے بر خلاف قیامت کے دن اظہار دے گا۔اس وقت سب اپنی غلطی سے واقف ہو جائیں گے۔،

ناظرین! علاوہ اس امر کے کہ مولوی صاحب کا یہ ترجمہ قرآن شریف کے الفاظ اور قواعد زبان سے کس قدر اجنبی ہے، آپ اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائیں کہ یہ ترجمہ مرزا صاحب کے اپنے ترجمہ سے کیسا صاف نرالا ہے۔ یہ عجیب امر ہے کہ رسول قادیانی کچھ ترجمہ کرتا ہے اور اس کے امتی کچھ اور ہی راگنی گاتے ہیں ۔ان کا آپس ہی میں اتفاق نہیں تو ہم کس کی مانیں؟ یہ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے اس مقام پر لیؤمنن کے معنی صیغہ امر کے کئے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

ضروری ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے،۔

جہاں تک ہمیں تجربہ ہے مولوی صاحب ہمارے بیان سے تو ضرور چڑیں گے اور بوجہ مخالفت کے سیدھے کو بھی ٹیڑھا جانیں گے اور اپنی غلطی کا ہرگز اعتراف نہ کریں گے، اسلئے ناظرین میں سے کوئی صاحب ان سے پوچھیں کہ مولوی صاحب! آپ نے کس قاعدے سے پہچانا کہ لیؤمنن صیغہ امر غائب موکد بنون تاکید ہے؟ سچ ہے کہ جان بوجھ کر حق کے خلاف چلنے اور تعصب سے باطل کی پیروی کرنے سے علم وعقل دونوں جاتے رہتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہ امر کا صیغہ نہیں۔ آپ صرف میر وغیرہ ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کریں کہ امر کا لام مکسور ہوتا ہے اور آیت میں تو مفتوح ہے۔

اسی طرح فاضل امروہی نے اور ہی گل کھلایا اور اپنی فضیلت کی پگڑی کو داغ لگایا ہے۔ چنانچہ مباحثہ دہلی کے متعلق آپ بعنوان بحث لام تاکید بانون تاکید لکھتے ہیں (دیکھو الحق سیالکوٹ۔ج ۱۲ نمبر ۸ ص ۱۲۱) :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازہری وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے۔اب تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کے واسطے ہے لیکن جب کسی صیغہ میں لام تاکید بھی موجود ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ ما نحن فیه میں ہے،تو وہاں خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ۔اس کی کوئی دلیل مولوی صاحب (یعنی فاضل بےنظیر مولانا محمد بشیر سہسوانی جن سے دہلی میں مرزا صاحب کا مباحثہ ہوا تھا۔اور مرزا صاحب اسی نون ثقیلہ کے بوجھ سے ایسے گھبرائے کہ برخلاف شرائط مقررہ بحث کو نا تمام چھوڑ کر بھاگ آئے تھے۔ابراہیم میر) نے نحو سے ارشاد نہیں فرمائی اور تقریب دلیل محض نا تمام رہی۔یہ مانا کہ صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو میں لکھا ہے۔امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض، وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے۔پس ان صیغوں میں صرف استقبال ضرور مراد ہوسکتا ہے لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی، اس میں خالص ہونے استقبال کی کیا دلیل ہے۔انتھی۔

فاضل امروہی صاحب کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ن ثقیلہ کا مضارع کو استقبال کے معنوں میں کر دینا تو مسلّم ہے مگر چونکہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے اور لیؤمننّ پر لام تاکید اور نون تاکید ہر دو آئے ہیں، اس لئے اس صیغہ کو حال اور استقبال دونوں کیلئے سمجھنا چاہیے، نہ کہ خالص استقبال کے لئے۔

جب علم نحو کے ابتدائی مسائل میں مولوی محمد احسن امروہی جیسے جید علماء کو ایسا التباس واشتباہ واقع ہو، جو علوم رسمیہ میں خود مرزا صاحب اور مولوی حکیم نور الدین سے کئی درجے زیادہ لائق ہیں، تو ہم اس پارٹی کی لیاقت علمی اور عقل و دانش کے کیسے قائل ہوں۔بھلا مولوی مبارک علی کی نسبت تو یہ گمان بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ناواقفی کی وجہ سے لیؤمننّ کو امر کا صیغہ سمجھ لیا ہے مگر مولوی محمد احسن کی فضیلت میں ایسا گمان تو بہت بعید ہے۔ان کو اس لام قسم اور لام حال میں کیوں اشتباہ ہوا؟ آخر ماننا پڑے گا کہ فاضل امروہی نے جان بوجھ کو خلق خدا کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔لیجئے ہم فاضل امروہی کو ایک ایسی بات یاد کراتے ہیں جو وہ بوجہ پیری کے بھول گئے ہیں۔

امروہی صاحب! لیؤمننّ میں لام بمعنی حال نہیں ہے بلکہ یہ لام قسم کا ہے۔اور استقبال خبری پر نون تاکید آنے کے لئے اس سے پہلے کوئی ایسا کلمہ ضروری ہے جو قسم پر دلالت کرے۔کیونکہ جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقبال محض خبر ہو، اس پر نون تاکید بغیر اس کے نہیں آسکتا کہ اس سے اول میں ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے، اور جو لام حال کیلئے آتا ہے اس کے ساتھ نون تاکید نہیں آسکتا کیونکہ نون تاکید استقبال کیلئے آتا ہے اور حال کی تاکید نہیں ہوسکتی چنانچہ اس کی مفصل بحث شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں اس طرح ہے کہ :

و اعلم انّ الاصل فی نون التّاکید ان تلحق بآخر فعل مستقبل فیه معنی الطّلب الامر و النّهی و الاستفهام و التمنی و العرض نحو اضر بن زید او لا تضربن و هل تضربنه و لیتك تضربن مثقلة و مخففة و اختص بما فیه معنی الطّلب لانّ وضعه للتّاکید والتاکید انّما یلیق بما یطلب حتی یوجد ویحصل فیفتنم هو بوجدان المطلوب ولا یلیق بالخبر المحض لانّه قد وجد و حصل فلا ینا سبه التّاکید و اختصّ بالمستقبل لانّ الطّلب انّما یتعلق بما لم یحصل بعد لیحصل و هو المستقبل بخلاف الحال و الماضی لحصولهما والمستقبل الّذی هو خبر محض لا تلحق نون التّاکید بآخره الّا بعد ان یّد خل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التّاکید ك لام القسم وان لم یکن فیه معنی الطّلب لانّ الغالب انّ المتکلّم یقسم علی مطلوبه (نون تاکید کے متعلق اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل مستقبل میں طلب کے معنی پائے جائیں اس کے آخر میں آئے۔ مثلاً امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض۔ اور یہ طلب کے معنی والے فعل سے اس لئے مختص ہے کہ اس کی وضع تاکید کے لئے ہے اور تاکید اس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے جس میں طلب پائی جائے تاکہ وہ حاصل اور موجود ہو۔ اور محض خبر کے مناسب نہیں کیونکہ وہ حاصل وموجود ہوتی ہے اور مستقبل کے ساتھ اس لئے مختص ہے کہ طلب اس کے متعلق ہوتی ہے جو ابھی حاصل نہ ہو اور یہ بات مستقبل میں پائی جاتی ہے، برخلاف حال اور ماضی کے کہ وہ دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ اور جو مستقبل محض خبر ہو اس کے آخر نون تاکید نہیں آتا مگر اس صورت میں کہ فعل کے پہلے کوئی ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے، جیسے لام قسم اگرچہ اس میں طلب کے معنی نہ پائے جائیں کیونکہ غالباً متکلم ایسے امر پر قسم کھاتا ہے جو مطلوب ہو)

فاضل امروہی اس عبارت پر غور کریں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ لیؤمنن میں لام قسم کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ کہ بمعنی حال (دیکھو تفسیر بیضاوی وغیرہ) پس آپ کا اسے حال اور استقبال دونوں کیلئے سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔

پس ہم تشریح اور بسط کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ نون تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) مضارع کو خاص استقبال کیلئے کر دیتا ہے اور نیز یہ کہ لیؤمننّ میں لام قسم کا ہے جس کا ہونا استقبال خبری پر نون تاکید داخل ہونے کیلئے ضروری ہے۔ پس آیت و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہو گا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰؑ کے۔ اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ پس چونکہ ابھی تک اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا اتفاق حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آنے کے بارے میں نہیں پایا گیا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی تک زندہ ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی موت اہل کتاب کے ایمانی اتفاق کے بعد ہونی ہے، اور جب کہ اب تک وہ ایمان میں متفق نہیں ہوئے تو آپ کی موت بھی واقع نہیں ہوئی۔

اس آیت کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں، محاورہ زبان عرب اور قواعد نحو اور محاورہ کتاب وسنت کی رو سے یہی ایک صحیح ہیں، اور اس کے سوائے جس قدر احتمالات ہیں وہ سب غلط اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بنا پر لیؤمننّ کا لفظ خاص استقبال کے لئے باقی نہیں رہتا۔

اگر مرزا صاحب یا فاضل امروہی ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں جس میں نون تاکید حال یا ماضی کے لئے یقینی طور پر آیا ہو، یا علم نحو کی کسی معتبر کتاب کی کوئی عبارت جس میں امر مذکور کی تصریح ہو، تو میں اس مقدمہ نون کو جس کی رو سے اوپر ترجمہ کیا گیا ہے، غیر صحیح تسلیم کر لوں گا۔

واضح ہو کہ اس آیت و ان من اهل الکتاب میں موته کی ضمیر کی بابت دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے جیسا کہ اوپر مفصل گزر چکا۔ دوم یہ کہ کتابی کی طرف پھرتی ہے۔ پھر اس کے معنی اس طرح ہوں گے: نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پیشتر۔ یعنی جان کندن کے وقت۔ اس تقدیر پر لیؤمننّ کا خالص استقبال کیلئے رہنا صاف ظاہر ہے کیونکہ اہل کتاب اس آیت کے نزول سے پہلے بھی مرتے تھے اور اس کے نزول کے وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی۔ پس یہ کتابی کی طرف ضمیر کو پھیرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔

اگر کہا جائے کہ مفسرین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ یہ ضمیر کتابی کی طرف پھرتی ہے اور نیز یہ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی احتمال کے ذکر سے اس احتمال کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ دوم یہ کہ جب ثابت ہو چکا کہ کتابی کی طرف ضمیر پھرنے کی صورت میں لیؤمننّ خالص استقبال کیلئے نہیں رہتا، اور یہ امر قواعد نحویہ اور محاورہ زبان عرب کے بالکل خلاف ہے تو اب اس قول کو ضعیف ماننے میں کیا تامل ہے؟ سوم یہ کہ جن لوگوں نے اس ضمیر کو کتابی کی طرف مانا ہے انہوں نے اس کے عیسیٰؑ کی طرف پھرنے سے انکار نہیں کیا اور نہ حیات ونزول عیسی سے انکار کیا ہے، بلکہ پھر بھی وہ اسی آیت سے حیات ونزول عیسیٰؑ کے قائل ہیں۔ دیکھو شروح بخاری فتح الباری وعمدۃ القاری وغیرھما۔

پس اس سے مرزا صاحب کا مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔ باقی رہی روایت حضرت ابن عباسؓ، سو وہ ضعیف ہے، اور بروایت صحیح ان سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے چنانچہ فتح الباری میں اس ضمیر کے حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنے کے ذکر کے بعد لکھا ہے :

و بھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر عن طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح ومن طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسی و اللّٰہ انّه الآن لحیّ و لکن اذا نزل امنوا به اجمعون و نقله عن اکثر اهل العلم و رجحه ابن جریر و غیرہ (فتح الباری ۔ کتاب بدء الخلق باب نزول عیسی ۔

(کہ ابن عباسؓ نے اسی پر جزم کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ان سے روایت کیا ہے۔ اور نیز ابو رجاء کے طریق سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے، کہا عیسی کی موت سے پہلے۔ خدا کی قسم اب تک وہ زندہ ہیں، لیکن جس وقت نازل ہوں گے اس وقت سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اس بات کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ مفسرین نے ترجیح دی ہے)

صحیح بخاری کی دیگر شروح مثلاً عمدۃ القاری اور ارشاد الساری وغیرھما میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی امر کو ترجیح دی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے چنانچہ شرح قسطلانی میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ای وان مّن اھل الکتاب احد الّا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی و ھم اھل الکتاب الّذین یکونون فی زمانه فتکون الملّة وا حدة وھی ملّة الاسلا م و بھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح (ارشاد الساری)(کوئی اہل کتاب میں سے نہ ہوگا مگر البتہ ایمان لے آئے گا ساتھ عیسیٰؑ کے عیسیٰؑ کی موت سے پہلے اور یہ وہ اہل کتاب ہوں گے جو آپ کے زمان نزول میں موجود ہوں گے۔ پس صرف ایک ہی مذہب یعنی مذہب اسلام باقی رہ جائے گا اور اس پر ابن عباسؓ نے جزم کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ان سے باسناد صحیح روایت کیا ہے)

محقق مفسرین وشارحین حدیث ہر زمانے میں حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو یعنی کتابی کی طرف ضمیر کے پھرنے والی روایت کو ضعیف کہتے چلے آئے ہیں اور ابن عباسؓ سے اسی امر کو صحیح وثابت قرار دیتے چلے آئے ہیں کہ اس ضمیر کا مرجع عیسیٰؑ ہیں اور بس۔

دیگر یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ پس جب ابو ہریرہؓ اس آیت کو نزول عیسیٰؑ کی حدیث کی تصدیق کیلئے سب صحابہ کے سامنے پڑھتے ہیں اور ان کو باواز بلند پکار کر کہتے ہیں فا قرأو ان شئتم اور کوئی صحابی ان کے اس استدلال کا انکار نہیں کرتا اور نہ ان کے خلاف قائم ہو کر اس ضمیر کو کتابی کی طرف پھیرنے کیلئے کہتا ہے تو اب ثابت ہو گیا کہ صحابہ میں اس ضمیر کا حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنا بلا نکیر مانا گیا ہے اور اس پر ان کا اجماع واتفاق ہے۔ کیا مرزا صاحب یا مولوی محمد احسن امروہی کہیں سے بسند صحیح ثابت کر سکتے ہیں کہ کسی صحابی نے حضرت ابو ہریرہؓ کے اس استدلال کی تردید یا ان سے خلاف کیا؟ ہرگز نہیں، اور کبھی نہیں۔

اس آیت کے معنی جو ہم نے مضبوط دلائل سے ثابت کر دکھلائے ہیں مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں ان کے متعلق چار اعتراض کئے ہیں۔ ان سب کے جواب کیلئے نون ثقیلہ کا قاعدہ جو جمیع آئمہ علم نحو کا اتفاقی واجماعی ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے، کافی ہے۔ لہذا تطویل کی ضرورت نہیں۔ اگر مرزا صاحب کے لئے اتنی تحریر کافی نہ ہوئی اور انہوں نے اس کتاب کا جواب لکھا تو انشاء اللہ جواب الجواب میں زیادہ تفصیل کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ان کا منہ بالکل بند کر دیا جائے۔

بیان مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ آیت و ان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ میں عیسیٰؑ کی موت قبل النزول کا واقع ہونا مذکور نہیں، بلکہ برخلاف اس کے آپ کے زندہ ہونے کا صاف ثبوت ہے۔ اب اس لطیف نکتہ کا بیان کیا جاتا ہے جس کی رو سے ابو ہریرہؓ نے علاوہ قبل موتہ کی ضمیر کے اس آیت کو حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی حدیث کی تصدیق کیلئے سب صحابہ کے سامنے پیش کیا اور ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے سورہ مائدہ کے اخیر میں فرمایا کہ قیامت کو جب حضرت عیسیٰؑ کو سوال ہو گا کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدائے واحد کے سوا معبود بنالو؟ تو عیسیٰؑ اپنی برأت کیلئے عرض کریں گے کہ یاالٰہی میں نے تو ان کو وہی کچھ کہا تھا جو تو نے مجھے حکم کیا و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (مائدہ:۱۱۷) (اور میں تو ان پر تب تک ہی شاہد رہا جب تک میں ان کے بیچ میں رہا) اس سے معلوم ہوا کہ شاہد کا مشہود علیھم کی جماعت میں ہونا ضروری ہے۔

اب اس آیت و ان مّن اھل الکتاب میں دیکھیں کہ اللہ تعالی ان اہل کتاب کی نسبت جو عیسیٰؑ کے زمان نزول میں ان پر ایمان لائیں گے، فرماتا ہے: و ان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (نساء:۱۵۹)

عیسیٰؑ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں۔ پس جب عیسیٰؑ اس اخیر زمانے کے اہل کتاب پر شہادت دیں گے، تو پہلی آیت کو مدنظر رکھ کر ثابت ہوا کہ آپ اخیر زمانہ کے لوگوں میں نزول فرما کر ہوں گے۔ تمّ و الحمد للّٰہ علی حسن توفیقہ

حضرت عیسیٰؑ کی اس شہادت سے مرزا صاحب کا اعتراض بھی دور ہو گیا کہ اگر عیسیٰؑ زمان اخیر میں نازل ہوں گے تو اہل کتاب کے عقاید سے خبردار ہو جائیں گے، پھر جناب باری میں کیوں نہ کہہ دیں گے کہ الٰہی جب میں پھر دنیا میں گیا تھا تو اب کو ایسا ایسا سمجھا دیا تھا۔

ناظرین! آپ تھوڑا سا غور کریں گے تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً میں اسی شہادت کی خبر ہے۔ پس مرزا صاحب کا اعتراض بالکل دور ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم اول سے پانچویں آیت

ما المسیح ابن مریم الّا رسول ۔ قد خلت من قبله الرّسل و امّه صدّیقة کانا یاکلان الطّعام (مائدہ :۷۵) ۔

مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں :

مسیح صرف ایک رسول ہے۔اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے۔جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے ۔

اس کے بعد آگے پھر لکھتے ہیں:

یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰؑ اوران کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے۔ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اس پر دلالت کرر ہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہوگئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰؑ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں، لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئی لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے۔

پیشتر اس کے کہ ہم مرزا صاحب کے استدلال کو غلط ثابت کریں اور اس آیت کی صحیح تفسیر و مراد بتائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کی عبارت منقولہ میں سے علمی اغلاط اور مغالطے ظاہر کریں جس سے معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب اپنی مطلب براری کیلئے قرآن شریف کے الفاظ اور سیاق وسباق آیت کا ہرگز لحاظ نہیں کرتے، اور نہ دیگر علوم کو جو قرآن شریف کی صحیح مراد کو سمجھنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں، زیر نظر رکھتے ہیں

جناب مرزا صاحب! کانا یاکلان الطّعام کا ترجمہ آپ نے یہ کیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔

حضرت! قرآن سے ایسی دل لگی نہیں چاہیے۔ جب وہ دونوں زندہ تھے، کس لفظ کے معنی ہیں؟ قرآن کی آیت کا ترجمہ تو ذرا ہوش اور خدا کے خوف سے کیا کرو۔ تعجب ہے کہ آپ اس آیت کو موت کے ثبوت کیلئے نص صریح اور تصریح کہتے ہیں۔ کیا علم اصول میں نص اور صریح کی یہی تعریف ہے کہ اس میں مقصود کا ذکر تک نہ ہو۔ مرزا صاحب! یہ کیسا معاملہ ہے؟ کیا آپ علم اصول سے ناواقف ہیں یا عمداً لوگوں کو غلط بیانی سے ایسا کہہ دیتے ہیں؟ فاضل امروہی صاحب! آپ نے تو علم اصول پڑھا ہوا ہے، برائے خدا آپ ہی بتائیں کہ یہ آیت حضرت عیسی کی موت کیلئے نص صریح ہے۔ و لا تکتموا الشّھادۃ ومن یکتمھا فانّہ آ ثم قلبہ (شہادت مت چھپاؤ اور جو کوئی شہادت چھپائے گا۔ پس ضرور ضرور اس کا دل گنہگار ہوگا)

مرزا صاحب! اگر یہ آیت موت پر نص صریح ہوتی تو کیا تیرہ سو برس تک امت کے علماء اور امام اس سے بے خبر رہتے؟ اگر مفہوم کا نام نص صریح ہے تو پھر آپ مفہوم کس کو قرار دیں گے اور جہاں سچ مچ تصریح ہوگی ،اس کا نام کیا رکھیں گے؟

اب ہم اس آیت کا اصل مطلب بیان کرتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن کو سمجھنے سے کوسوں دور ہیں۔ قرآن، منظوم اور مربوط کلام ہے اس کا کلمہ کلمہ اور آیت آیت ایک دوسرے کے ساتھ عجیب طور سے وابستہ ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ اس سے پہلے کی آیات پر نظر کریں تا کہ ظاہر ہو کہ اس سے مقصود خداوندی کیا ہے۔ سو یہ مضمون یہاں سے شروع ہوتا ہے:

لقد کفر الّذین قالوا انّ اللّٰہ ثالث ثلاثۃ وما من الہ الاّ الہ وا حد و ان لم ینتھوا عما یقولو ن لیمسّنّ الّذین کفروا منھم عذاب الیم افلا یتوبون الی اللّٰہ و یستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم .ما المسیح ابن مریم الاّ رسول قد خلت من قبلہ الرّسل و امّہ صدّیقۃ کانا یاکلان الطّعام انظرکیف نبیّن لھم الآیات ثم انظر انّی یؤفکون مائدہ:۷۳-۷۵

(بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالی تین میں سے تیسرا ہے، انہوں نے یہ کفر کا کلمہ کہا اور معبود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو سوائے ایک معبود کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر یہ لوگ اس قول سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ کیا (یہ لوگ اصرار کرتے ہیں) پس اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں آتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہیں، ان سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ ہے۔ وہ تو کھانا کھایا کرتے تھے۔ (اے پیغمبر) دیکھو ہم ان کے لئے کیسی واضح طور پر آیتیں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو یہ لوگ کدھر کو بھٹکے جاتے ہیں)

ناظرین! آپ کے ذہن نشین ہو گیا ہوگا کہ آیات سے مقصود خداوندی صرف اثبات توحید اور ابطال الوہیت مسیح ہے، نہ کچھ اور۔ اثبات توحید اور تردید تثلیث کیلئے اللہ نے فرمایا ما من الٰه الّا الٰه واحد یعنی الٰه تو صرف ایک ہی ہے۔ کیونکہ الٰہ اس کو کہتے ہیں جسے غایت کمال حاصل ہو اور ظاہر ہے کہ غایت درجے کا کمال صرف ایک ہی ذات میں ہو سکتا ہے، متعدد میں نہیں ہو سکتا۔ پس توحید ثابت ہو گئی۔ اور تثلیث باطل اور مسیح کی الوہیت کے ابطال میں فرمایا ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل وامّه صدّیقة کانا یاکلان الطّعام یعنی مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہے (خدا نہیں ہے) اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ہیں۔ اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ تو دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علاوہ اس بات کے کہ عیسیٰؑ ایک عورت سے پیدا ہوئے ہیں، اس بات سے ان کی الوہیت کا رد کیا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ کھانے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ بدن کی پرورش ہوتی رہے تا کہ کچھ مدت تک بقا حاصل ہو۔ پس جب مسیح اور انکی والدہ اپنے بقا میں کھانے کے محتاج تھے تو پھر انکو معبود ماننا بالکل باطل ہے کیونکہ خدا تو کسی چیز کا محتاج نہیں اور نہ معبود برحق کیلئے کسی چیز کا محتاج ہونا جائز ہے کیونکہ پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ غایت کمال حاصل ہے۔ پس مسیح اور ان کی والدہ الٰه نہیں ہو سکتے

اس آیت میں اللہ نے حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ صدیقہؑ کے متعلق باوجود ان کے بہت سی اشیاء کے محتاج ہونے کے صرف ایک امر احتیاج طعام کا ذکر کیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مقصود صرف احتیاج ثابت کرنے کا ہے، نہ حاجتوں کے گننے کا۔ اثبات مدعا کیلئے بطور مثال صرف ایک امر کا بیان کافی ہوتا ہے لہذا سب کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ ناظرین! اس بیان سے آپ یہ بھی سمجھ جائینگے کہ اس ذکرِ احتیاج کو زندگی یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت سے کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ اس کا ذکر خواہ محتاج کی زندگی میں کیا جائے خواہ اس کی موت کے بعد، مقصود ہر دو حالت میں یکساں حاصل ہے۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت کو عیسیٰؑ کی موت کے لئے نص صریح کہنا عجیب قسم کی بے سمجھی ہے۔

اس آیت میں حضرت مریمؑ کا ذکر بھی اس لئے کیا کہ عیسائیوں کے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم بھی خدائی کے رتبے تک پہنچائی جاتی ہیں، جیسا کہ اسی سورت میں وارد ہے أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ یعنی اے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوائے مجھے اور میری ماں کو معبود جانو؟ (مائدہ:۱۱۶)

پس اس مقام پر حضرت مریمؑ کی الوہیت کی تردید کا بھی ساتھ ہی ذکر کیا تا کہ تثلیث کا اچھی طرح ابطال ہو جائے اور توحید ثابت ہو جائے کیونکہ اوپر اللہ نے ذکر کیا کہ جن لوگوں نے خدا کو تینوں میں سے تیسرا خدا مانا ہے وہ کفر پر ہیں۔ اور اس کے بعد عیسیٰؑ اور مریم کی الوہیت کی تردید کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض نصاریٰ کے نزدیک تثلیث کے ارکان یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ۔ عیسیٰ۔ اور مریم۔ اور جب ثابت ہو گیا کہ عیسیٰ اور مریم بوجہ محتاج ہونے کے الٰہ نہیں ہو سکتے تو بس صرف ایک اللہ ہی باقی رہا جو سچا معبود ہے اور خدائی کے لائق ہے۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے

خدایا جہانِ پادشاہی تراست
زما خدمت آید خدائی تراست

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کے لئے مرتبہ رسالت بیان کیا اور حضرت مریمؑ کے لئے مرتبہ صدیقیت کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ کو حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کی نسبت الوہیت کا خیال و وہم ان کے معجزات و کرامات پر نظر کرنے سے ہوا ہے سو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید اس طرح کی کہ اظہار معجزات و کرامات سے انسان مرتبہ رسالت سے بڑھ نہیں سکتا۔ پس حضرت عیسیٰؑ جو اپنے معجزات کی رو سے منجملہ دیگر رسولوں کے ایک رسول ہیں اور حضرت مریمؑ بوجہ کرامات صدیقہ ہیں، خدا کس طرح بن گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قد خلت من قبلہ الرّسل فرمایا یعنی اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے۔ اس ذکر سے یہی مقصود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جس طرح دیگر پیغمبروں کو خاص خاص معجزات عطا کئے گئے اور وہ ان کے سبب سے خدا نہیں بن گئے بلکہ رسول ہی رہے، اسی طرح مسیح بھی بوجہ ظہور معجزات خدا نہیں بن سکتے بلکہ صرف رسول ہی ہو سکتے ہیں۔ دیکھو موسیٰؑ کو جو معجزے عطا کئے گئے وہ حضرت عیسیٰؑ کو نہیں دیئے گئے۔ مثلاً عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضا وغیرہ ۔حالانکہ موسیٰؑ کا باذن الٰہی عصا کا سانپ بنا دینا حضرت عیسیٰؑ کے باذن الٰہی مردے کو زندہ کر دینے سے زیادہ عجیب ہے۔ ان دلائل کے ذکر کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا کہ انظر کیف نبیّن لھم الآیات ثمّ انظر انّی یؤفکون (اے پیغمبر) دیکھو ہم کس طرح صاف صاف توحید کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ لوگ راہ راست سے کدھر بھٹکے جاتے ہیں اور باطل پر ضد اور اصرار کرتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے۔

پس ناظرین! اصل مقصود اور صحیح مراد اس آیت کی یہ ہے جو بیان کی گئی ہے۔ نہ اس میں عیسیٰؑ کی موت کا ذکر ہے اور نہ کچھ اور مذکور ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے جو ہم نے کی ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ استدلال کہ:

کانا ماضی کا صیغہ ہے اور نیز تثنیہ کا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں زمان گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے اور اب نہیں کھاتے۔ اور جس طرح بوجہ موت کے حضرت مریم کھانے سے روکی گئی ہیں، اسی طرح موت ہی سے حضرت عیسیٰ بھی روکے گئے ہیں ۔

سو یہ استدلال نہایت ہی ضعیف اور مضحکہ اطفال ہے۔ علماء کے نزدیک مرزا صاحب ایسے ہی استدلالات کی وجہ سے ہلکے شمار کئے گئے ہیں۔ اول اس لئے کہ کسی امر کے کسی زمانے میں مذکور ہونے سے دوسرے زمانے میں اس کی نفی لازم نہیں آتی، بلکہ قاعدہ یہی ہے کہ جس امر کو جس زمان میں ثابت کیا گیا ہے یا اسکی نفی کی گئی ہے اسے اس زمانے کے متعلق ویسا ہی جانیں اور باقی زمانوں کیلئے اسکی نسبت دلائل خارجی پر نظر کریں۔ انکی رو سے جیسا ثابت ہو ویسا اعتقاد رکھیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے کھانے کی نسبت زمان ماضی کا صیغہ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نصاری لوگ اب عیسیٰؑ کو ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد کھانے کا محتاج نہیں جانتے لیکن یہ مانتے ہیں کہ زمین پر ہونے کے ایام میں کھاتے تھے۔ پس اگر زمان حال کو بھی ساتھ شامل کیا جاتا تو ان پر حجت پوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتی تھی، لہذا زمان حال کو ترک کر کے زمان ماضی کا ذکر کیا۔ اور اس زمان ماضی میں حضرت مریم کو بھی اس لئے ذکر کیا کہ وہ بھی اس کھانے کی احتیاج میں ان کی شریک تھی۔ پس ایک ہی لفظ اور ایک ہی امر سے دونوں کی الوہیت کے وہم کو دور کر دیا۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کا زمان حال میں کھانا، سو اس سے اس آیت میں بحث ہی نہیں اور نہ اس کے ذکر کی ضرورت ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ جس طرح یعنی موت سے حضرت مریم کھانے سے روکی گئی ہیں اسی طرح موت سے حضرت عیسیٰ بھی روکے گئے ہیں۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب کی علو نظری کی وجہ سے ہے۔ مرزا صاحب! آیت میں کانا یاکلان وارد ہوا ہے اور آپ ان کے نہ کھا سکنے کی کیفیت کو ایک نہج پر لانے کا استدلال کرتے ہیں۔ عقل تو یہ کہتی ہے کہ کانا یاکلان جس میں ان دونوں کی مشارکت وصفِ کھانا میں صاف مذکور ہے اس میں بھی ایک کیفیت پر ہونا ضروری نہیں کیونکہ تثنیہ کے صیغے سے صرف اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس حکم میں فاعل کے ساتھ ایک اور بھی شریک ہے اور اس حکم میں ان دونوں کی کیفیت اور حیثیت خارجی دلائل کے ثبوت پر موقوف ہوتی ہے۔ اس کی نظائر قرآن وحدیث اور ہر زبان کے روزمرہ میں بکثرت ہیں۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ کل زید اور بکر میرے پاس دونوں آئے تھے لیکن آج نہیں آئے، تو کیا اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جو وجہ زید کے آج نہ آنے کی ہے، وہی بکر کے نہ آنے کی بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا استدلال مرزا صاحب کی نازک خیالی کہو تو، اور علوم رسمیہ سے ناواقفی کہو تو، بہرصورت من گھڑت ہے۔ عقل سلیم اور قواعد مقررہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اول تو ضرور نہیں کہ ہم تسلیم کرلیں کہ عیسیٰؑ آسمان پر کھانا نہیں کھاتے، کیونکہ یہ کہہ سکتے کہ ان کو جنت سے کھانا پہنچتا ہے۔ اور اگر مان بھی لیں کہ حضرت عیسیٰؑ اب کھانا نہیں کھاتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اب بوجہ آسمانی رہائش کے اور صحبت ملائکہ کے ان کا مایہ حیات ذکر وعبادت الٰہی ہے، نہ طعام اہل دنیا۔ پس حضرت مریم کا کھانے سے باز رہنا دوسرے سبب سے ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا کھانے سے باز رہنا دوسرے سبب سے۔ پس حضرت عیسیٰؑ کے کھانے سے باز رہنے سے آپ کی موت کا نتیجہ ضروری نہیں کیونکہ کھانے سے باز رہنے کی صورت اور وجہ صرف موت ہی نہیں، بلکہ انبیاء اور اکابر اولیاء کرام کے لئے ذکر وعبادت الٰہی بھی طعام کا فائدہ دے کر ان کے لئے مایہ حیات بن جاتی ہے جیسے نبی ﷺ وصال کے روزوں میں کچھ نہ کھاتے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،اور پھر توانا بھی رہتے تھے۔ چنانچہ اسی کی نسبت فرمایا ابیت عند ربّی فھو یطعمنی و یسقینی ۔ یعنی میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے ۔

اس بیان سے مرزا صاحب کا وہ وہم بھی دور ہو گیا جو ان کو آیت و ما جعلنا ھم جسداً لا یأکلون الطّعام میں پڑا ہے۔ تمّ و اللّٰہ الموفق

قسم اول سے چھٹی آیت

و اوصانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیّاً (مریم:۳۱) یعنی حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے نماز اور روزہ کا حکم کیا ہے، جب تک میں زندہ رہوں ۔

مرزا صاحب کو اس آیت کے متعلق دو وہم ہوئے ہیں ۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندگی بھر تک نماز اور زکوۃ کا حکم ہو رہا ہے اور جب وہ آسمان پر زندہ ہیں تو اس حکم کی تعمیل کس طرح کرتے ہیں ۔ دوم یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر وہ آخری زمانہ میں نازل ہو کر اس امت میں داخل ہوں گے تو آپ کو مسلمانوں کے مطابق نماز پڑھنی پڑے گی ۔ اور نتیجہ ان ہر دو وہموں سے یہ نکالتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہوئے ہیں کیونکہ پھر ہر دو اعتراض مذکور میں سے کوئی بھی عائد نہیں ہوتا۔

ہم ذیل میں ان دونوں وہموں کو دور کر کے اس آیت کی صحیح تفسیر بیان کرتے ہیں جس سے ناظرین کو علاوہ مرزا صاحب کے استدلال کے ضعیف بلکہ غلط ہونے کے اس امر کا بھی علم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب اسرار شریعت سے ناواقف تھے ورنہ ان کو ایسے وہم پیش نہ آتے ۔

پہلے وہم کا ازالہ کئی طریق پر ہے ۔ اول یہ کہ ان احکام شریعہ کے مکلّف وہ لوگ ہیں جو زمین پر آباد ہیں، نہ وہ جو آسمان پر ہیں ۔ کیا فرشتے بھی ان ہی احکام کے اسی طرح مکلّف ہیں، جس طرح ہم ہیں؟

دوم یہ کہ آسمان پر عبادت کا ہو سکنا کیوں بعید نظر آتا ہے ۔ کیا آسمان میں جائے عبادت نہیں؟ اور شب و روز فرشتے تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول نہیں رہتے؟ اسی طرح اگر عیسیٰؑ بھی ان فرشتوں کی جماعت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کریں تو کیا تعجب ہے؟

سوم یہ کہ اس آیت میں زکوۃ سے مراد صدقہ مفروضہ نہیں، بلکہ طہارت وصلاحیت مراد ہے جیسے کہ اس سے پیشتر حضرت یحیؑ کے ذکر میں فرمایا و حنانا من لدنا و زکوۃ یعنی ہم نے یحیؑ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی۔ اس جگہ تو قطعاً زکوۃ سے صدقہ مفروضہ مراد نہیں ہے۔ اور نیز چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اس سے پیشتر بشارت دی گئی تھی لاھب لك غلاماً زکیاً حضرت جبریل نے حضرت مریم کو کہا کہ میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ تجھے ایک لڑکا عطا ہونے کی بشارت سنا کر اس بخشش کیلئے ایک نوع کا سبب بن سکوں۔ اس لئے اگر اس آیت و اوصانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیّاً کے یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں، نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ تو بالکل لغت اور قرآن کے مطابق ہوں گے، بلکہ اس صورت میں تو قرآن ہی سے اس کا ثبوت ہے، پھر جائے انکار ہی کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ قرآن میں جہاں کہیں نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آیا ہے، اس جگہ زکوۃ سے مراد یہی صدقہ مفروضہ ہوتا ہے نہ کہ لغوی معنی یعنی پاکیزگی۔ تو اس کا جواب کئی طرح سے ہے۔ اول یہ کہ یہ استدلال استقرائی ہے اور استقراء ظنی دلیل ہوتی ہے، یقینی نہیں ہوتی۔ پس اس سے اتنا تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بے شک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارد ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آئے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جائے کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔ دوم یہ کہ معترض کے قاعدے کو تسلیم کر کے بھی اس جگہ زکوۃ سے طہارت مراد لینی خلاف محاورہ قرآن شریف نہیں ہے کیونکہ قرآن میں نماز کے ساتھ کسی جگہ ایسی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے سوائے ہے جیسے صدقہ مفروضہ اور کسی جگہ ایسی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کی جزو اور اس کی جنس سے ہے۔ مثلاً آیت فصل لربّك و انحر میں اگر نحر سے مراد قربانی لی جائے تو یہ پہلی صورت یعنی نماز کے علاوہ زکوۃ کی طرح مالی عبادت ہے۔ اور اگر اس سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا یا رکوع کے وقت رفع یدین کرنا مراد لیا جائے (جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے) تو یہ دوسری صورت یعنی نماز کے افعال میں سے ایک فعل ہے۔ پس جس طرح اس آیت میں نماز کے ساتھ اس کے بعض امروں کا ذکر مستحسن ہے اسی طرح عیسیٰؑ کے حکم کے متعلق بھی نماز کے ساتھ طہارت و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلاحیت کا ذکر ممنوع نہیں کیونکہ طہارت و پاکیزگی نماز کے لئے ضروری اور شرط ہے۔

اور زکوۃ کے دوسرے معنی یعنی صلاحیت تو نماز کے ساتھ بہت ہی چسپاں ہیں کیونکہ صلاحیت اور صلوۃ میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔

اس آیت میں زکوۃ سے مراد جو طہارت وصلاحیت بتائی گئی ہے اس کو تاویل نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ زکوۃ کے لغوی معنی یہی ہیں جیسا کہ

قال صاحب القاموس و الزّكوة صفوة الشيء و اما ا خرجته من مالك لتطهره به و قال صاحب المصباح زكا الرّجل يزكوا اذا صلح و قال اللّه صدقة تطهّرهم و تزكيهم بها فضم التزكية بالتطهير وقال صاحب الصّرا ح زكوة ۔ (تزکیۃ زکوۃ دادن و پاکیزہ کردن وستودن خودراوزکوۃ از کسے گرفتن قوله تعالى تزكيهم اى تطهّرهم ۔ انتهى ما فى الصّرا ح) ۔ (قاموس میں ہے کہ زکوۃ کسی شئے کے صاف کرنے اور اس شئے کو کہتے ہیں جو پاک صاف کی گئی ہو ۔اور جو کچھ مال میں سے پاکیزگی کیلئے نکالا جائے۔اور مصباح میں ہے کہ زکا الرجل کے معنی یہ ہیں کہ وہ مرد صلاحیت والا ہو گیا۔اور فرمایا اللہ نے کہ اے پیغمبران سے صدقہ لو جس سے تم ان کو پاک صاف کرو۔اور صراح میں ہے کہ تزکیہ کے معنی زکوۃ دینا اور پاک کرنا اور اپنے آپ کو سراہنا اور کسی سے زکوۃ لینا ہیں جیسے کہ قرآن میں ہے تزکیھم یعنی ان کو پاک کرے)

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ لغت میں زکوۃ کے معنی پاکیزگی اور صفائی کے ہیں اور شریعت محمدیہ میں جو اس سے ایک مخصوص مالی عبادت مراد رکھی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عبادت طہارت و پاکیزگی کا سبب بنتی ہے یعنی بخل اور مال کی محبت سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔اور یہ امر مسلّم ہے کہ لغوی اور منقولی مضمون میں مناسبت ضرور ہوتی ہے ۔پس بیان بالا سے واضح ہو گیا کہ و ا و صا نی با لصّلوه و الزّكوة میں زکوۃ سے طہارت وصلاحیت مراد لینی لغت اور قرآن کے بالکل مطابق بلکہ مؤید بالقرآن ہے

اس اعتراض کا تیسرا جواب جو بہت معقول اور محکم ہے یہ ہے کہ اگر اس آیت زیر بحث میں زکوۃ سے صدقہ مفروضہ ہی مراد لیں تو بھی اس سے مرزا صاحب کی مراد کے موافق عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ علم اصول کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ امر کی تعمیل اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں۔ اور شرطیں موجود نہ ہونے کی صورت میں واجب نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ زکوۃ کے وجوب کیلئے نصاب (یعنی اتنا اور ایسا مال جو وجوب کی حد تک پہنچ جائے) شرط ہے۔ پس جب عیسیٰؑ آسمان پر مالک نصاب نہیں تو ان پر زکوۃ بھی واجب نہیں۔ غور وفکر کو کام میں لایئے اور انصاف کیجئے کہ عیسیٰؑ پیدا ہونے کے ساتھ ہی باذن الٰہی اس امر کو ظاہر کر رہے ہیں کہ مجھے اللہ نے زندگی تک نماز پڑھنے اور زکوۃ کا حکم دیا ہے۔ کیا آپ پر اس وقت بھی نماز اور زکوۃ فرض تھے؟ کیونکہ بچپن بھی تو زندگی میں داخل ہے۔ پس جس طرح آپ عیسیٰؑ پر بچپن میں اس حکم کی تعمیل واجب نہیں جانتے اسی طرح آسمان پر بھی اس حکم کی تعمیل ان پر واجب نہیں۔

باقی رہا مرزا صاحب کا یہ وہم کہ عیسیٰؑ کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو اس امت میں داخل ہوں گے تو آپ کو مسلمانوں کے مطابق نماز پڑھنی ہوگی۔ سو اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ مرزا صاحب جب تک انجیلی اور قرآنی نماز میں فرق ثابت نہ کرلیں تب تک ان کو اس اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ قرآن میں شریعت محمدیہ کی نماز کے ارکان قیام رکوع اور سجود بتائے گئے ہیں اور یہی ارکان حضرت مریمؑ کی نماز کے بتائے گئے ہیں جیسا کہ (آل عمران: ۴۳ میں) فرمایا:

یا مریم اقنتی لربّك و اسجدی و ارکعی مع الرّاکعین (اے مریم! اپنے پروردگار کے لئے قیام کر اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے)

پس قرآن سے تو پہلی امتوں کی نماز اور ہماری امت کی نماز میں کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں مرزا صاحب اگر اپنے الہام سے فرمادیں تو یہ دیگر امر ہے۔

دوم یہ کہ اگر بالفرض انجیلی نماز اور قرآنی نماز میں کسی نوع کا فرق بھی ہو تو کوئی ڈر نہیں کیونکہ دین کی اصل توحید ہے اور عبادت اس کا ایک عملی نشان ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ ہر نبی کے زمانہ میں اس کی ایک ہی کیفیت پائی جائے بلکہ جس کیفیت سے خدا چاہے اپنی عبادت کے لئے حکم دے۔ پس اگر عیسیٰؑ نزول کے بعد انجیلی کیفیت عبادت کو بوجہ اس کے منسوخ ہوجانے کے ترک کردیں اور شریعت محمدی کی کیفیت سے نماز ادا کریں تو اس میں کیا جائے اعتراض ہے؟ اس کی نسبت تو اللہ نے شریعت موسیٰؑ اور شریعت عیسویؑ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کے بعد فرما دیا ہے کہ

لکلّ جعلنا منکم شرعۃً و منہاجاً ولوشاء اللّٰہ لجعلکم امۃً واحدۃً ولکن لّیبلوکم فیما آتاکم فاستبقوا الخیرات (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ اور شریعت مقرر کی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک شریعت پر جمع کر دیتا مگر (اس میں ایک حکمت ہے) کہ تم کو ہر زمانہ میں اپنی فرمودہ شریعت کی تعمیل کی بابت آزمائے۔ پس تم نیکیوں میں بڑھو) (مائدہ:۴۸)

اس آیت سے دو مفید امر ثابت ہوتے ہیں جن کا ذکر اس مقام پر چھوڑ نا گویا ناظرین کو موقع پر بڑے بھاری فائدے سے محروم کرنا ہے۔ اول نسخ کی حقیقت کہ کس امر میں واقع ہوتا ہے۔ دوم نسخ کی حکمت کہ کیوں کیا گیا۔

نسخ اصول دین میں نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا۔ ہاں دستور العمل ضابطے اور قانون اور عبادت کی کیفیت میں ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ان کی حالت کے مناسب اگر تبدیلی کی جائے تو اس کی کوئی قباحت نہیں، بلکہ عین حکمت ہے۔ نسخ میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ سچے مطیع دوسروں سے متمیز ہو جاتے ہیں اور فرمان برداری کے عادی، حیلے بہانے کرنے والوں سے الگ ہو پڑتے ہیں۔ عبادات کی کیفیتوں میں فرق ہونے سے کوئی بھی قباحت لازم نہیں آتی کیونکہ جب خود عبادت کئی انواع پر ہے، تو اس کی انواع کی کیفیت میں فرق میں کیا اعتراض ہے۔ یہ ایک بہت باریک راز ہے جس سے مرزا صاحب بے خبر معلوم ہوتے ہیں ورنہ ایسا اعتراض نہ کرتے۔ پس اس آیت سے مرزا صاحب کی مراد کے موافق مسیح کی وفات ثابت نہ ہوسکی اور نہ ان کے نزول کے انکار کی کوئی وجہ نکل سکی کیونکہ اس کی بنا صرف انہی دو وہموں پر تھی جن کا ازالہ ہو چکا ہے۔

قسم اول سے ساتویں آیت

و السّلام علیّ یوم ولدتّ ویوم اموت و یوم ابعث حیّاً (مریم:۳۳) یعنی حضرت مسیح کہتے کہ، میں جس دن پیدا ہوا ہوں اس دن بھی مجھ پر سلام ہے اور جس دن مروں گا اس دن بھی، اور جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن میں پھر زندہ کھڑا کیا جاؤں گا اس دن بھی)

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود سے متعلق تھے صرف تین بیان کئے گئے ہیں، حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ، رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالی کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا، جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے، صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے، بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

مرزا صاحب کے اس وہم کا ازالہ دو طریق سے ہے۔ اول یہ کہ سب عقلاء کے نزدیک مسلّم ہے اور معقولات میں مصرح ہے کہ کسی امر کے مذکور نہ ہونے سے اس کے وقوع کی نفی نہیں کر سکتے اور قرآن و حدیث میں بلکہ ہر شخص کے روزمرہ میں اس کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ یہ آپ کی نئی منطق ہے کہ کسی امر کے مذکور نہ ہونے سے اسکے عدم وقوع کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ (حالانکہ براہین ص ۵۴۵ میں لکھ چکے ہیں کہ عدم علم سے عدم شیء لازم نہیں آتا۔ ابوالوفاء ثناء اللہ) ہاں اگر قرآن میں رفع کا ذکر مطلقاً کہیں بھی نہ ہوتا تو بھی آپ کہہ سکتے تھے، مگر جب دوسرے مقام پر اس کی تصریح موجود ہے، تو اس سے کیوں انکار کیا جاتا۔ تصریح کو چھوڑ کر خلاف عقل و نقل خودساختہ قاعدے سے تمسک کرنا ہوی اور تفسیر بالرائے نہیں تو پھر تفسیر بالرائے اور خواہش کی تابعداری کسے کہیں گے؟ دیکھئے اللہ نے عیسیٰ اور مریم ؑ ہی کے ذکر میں فرمایا کانا یاکلان الطّعام یعنی وہ دونوں کھانے کے محتاج تھے، تو صرف طعام کی احتیاج کے مذکور ہونے اور کسی دیگر احتیاج کے مذکور نہ ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ کسی اور چیز پانی وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔ مرزا صاحب کے قاعدہ کے مطابق تو یہاں احتیاج کی جمیع جزئیات اور جملہ انواع شمار کردینی چاہییں کیونکہ اس جگہ ان کے محتاج ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوم: یہ کہ آیات انّی متوفّیك و رافعك الیّ مسیح کے رفع جسمانی کو ثابت کر رہی ہیں اور آیت وان مّن اھل الکتاب.. انکے نزول کی شہادت دے رہی ہے تو اب دوسرے مقام پر اسکے مذکور نہ ہونے سے کیا حرج لازم آیا؟ اور تصریحات کے مقابلہ میں مرزا کو اس عدم ذکر سے انکار کا حق کس طرح حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا؟ ثبوت رفع جسمانی کیلئے دیکھو شہادت القرآن کا حصہ اول اور ثبوت نزول کیلئے دیکھو حصہ دوم بذیل آیت و ان مّن اهل الكتاب .. الآیہ ۔

سوم: یہ کہ آیت زیر بحث سے پیشتر رفع کا ذکر موجود ہے جو مرزا صاحب کو قرآن میں تدبر نہ کرنے وجہ سے معلوم نہیں ہوسکا ۔ چنانچہ فرمایا و جعلنی مباركاً اینما كنت یعنی عیسیؑ کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھے مبارک کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں ۔ اس آیت کی تفسیر حصہ اول میں گذر چکی ہے کہ لغت میں برکت کے معنی خیر کثیر یعنی بہت سی بھلائی اور علو یعنی بلندی ہے جیسا کہ آیات ذیل سے بھی ثابت ہے:

لفتحنا عليهم بركاتٍ مّن السّماء والارض (۹۶:۷) یعنی ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں ۔ اور فتبارك اللّه احسن الخالقين، اور فتبارك اللّه ربّ العالمين، اور تبارك الّذى بيده الملك میں برکت سے مراد علو اور بلندی ہے ۔

برکت کے یہ دونوں معنی حضرت عیسیٰ میں باحسن وجہ پائے جاتے ہیں ۔ خیر کثیر تو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے اور نزول مائدہ یعنی آسمان سے تیار کھانے اترنے کی دعا کے قبول سے ظاہر ہے اور وہ برکات و خیرات جو آپ کے نزول پر ہوں گی مثلاً دشمنی اور بغض اور حسد کا دور ہو جانا اور مال کا کثرت سے ہو جانا اور پھلوں اور دودھ کا معمول سے زیادہ ہو جانا (جو صحیح مسلم میں وارد ہے) صحیح حدیث سے ثابت ہے ۔ اور دوسرے معنی یعنی بلندی آیت بل رفعه اللّه اليه میں بالتصریح مذکور ہے ۔ پس جعلنی مباركاً اینما كنت میں ہر سہ اقوال قبل رفع اور زمان رفع اور بعد نزول مذکور ہیں ۔ اسی لئے اینما كنت جس کے معنوں میں بہت وسعت ہے، فرمایا ۔ میں اس آیت سے رفع آسمانی ثابت کرنے میں اکیلا نہیں ہوں اور نہ یہ کوئی تفسیر نئی ہے بلکہ مفسرین برابر لکھتے چلے آئے ہیں ۔ دیکھو تفسیر کبیر و تفسیر سراج منیر ۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اس آیت سے عیسیٰ کے رفع اور نزول سے انکار کرنا محض جہالت ہے چہ جائیکہ اس کو دلائل وفات میں پیش کیا جائے ۔

اس مقام پر عیسیٰؑ کی بعض برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ مرزا صاحب بھی مدعی مسیحیت ہیں اس لئے مناسب کہ آپ کے ظہور پر جو کچھ، برکتیں، ظاہر ہوئیں ان کا بھی کچھ ذکر کیا جائے تا کہ ایک سوچنے والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے دونوں میں مباینت بلکہ ضدیت کی نسبت ظاہر ہو۔

ا۔عیسیٰؑ کی برکتوں میں دشمنی،حسد اور بغض کا دور ہوجانا جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے:

و لتذ هبنّ الشهناء و التّباغض و التّحاسد (مسلم،مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)۔

مرزا صاحب کی شامتیں یہ ہیں: ہندوستان کے عام باشندوں خصوصاً مسلمانوں میں دشمنی،حسد اور بغض کی آگ لگ جانا اور ایسی عداوت کا پیدا ہوجانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم نتائج نکل رہے ہوں۔

۲۔عیسیٰؑ کی برکتوں میں مال کا کثرت سے ہوجانا،حتی کہ زکوۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں (بخاری ومسلم) و یفیض المال حتی لا یقبله احد(مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)۔

مرزا صاحب کی شامت:مسلمانوں کا سخت محتاجی اور فقر کی حالت میں ہونا،اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہوجانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افلاس کے مارے بے دینی کی طرف مائل ہوجانا۔

۳۔عیسیٰؑ کی برکتوں میں،دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہوجانا (مسلم)حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً مّن الدّنیا و ما فیها (مشکوۃ)

مرزا صاحب کی شامت سے لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا،حتی کہ حلال وحرام میں تمیز نہ رہنا، رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا، عاقبت کو بھلا دینا اور دنیوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔

۴۔حضرت عیسیٰؑ کی برکت سے کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں ان کا رک جانا۔

مرزا صاحب کی شامت سے خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی،اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں،دنیا میں عام طور پر بدامنی کا ہونا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب آیات قسم دوم پیش کردہ قادیانی

قسم اول کی سب آیتوں کا بیان ہو چکا اب قسم دوم کی آیتیں ذکر کی جاتی ہیں۔قسم دوم میں وہ آیتیں ہیں جو مرزا صاحب کے خیال میں عموماً دیگر انبیاء کی وفات پر دلالت کرتی ہیں لیکن اس نظر سے کہ مسیح بھی ایک نبی ہیں لہذا وہ ان آیتوں کے حکم میں داخل ہیں۔ایسی سب آیتوں کے جواب کے لئے تمہیدی طور پر علم اصول کے دو قاعدے بیان کرنے ضروری ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب قواعد علم اصول سے کس قدر دور چلتے ہیں اور اپنی مطلب براری کے لئے اس علم کو کیسے بھلا دیتے ہیں۔

پہلا قاعدہ یہ ہے کہ ایک امر صراحت کے ساتھ منطوق عبارت سے ثابت ہو، تو اس کے خلاف کسی عبارت میں سے بطور اشارہ یا دلالت استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مقابلے کے وقت منطوق کا اعتبار مفہوم پر مقدم ہوتا ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی امر کسی خاص دلیل سے ثابت ہو تو اس کے خلاف عام دلیل سے تمسک کرنا جائز نہیں۔

یہ دونوں قاعدے نہایت معقول ہیں اور علم اصول کی کتابوں میں ان کی تصریح موجود ہے۔پس ان کے متعلق زیادہ تفصیل اور نقلِ عبارت کی ضرورت نہیں۔

قسم دوم سے پہلی آیت

و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (آل عمران:۱۴۴) (یعنی محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں۔ان سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں۔پس اگر یہ فوت ہو جائیں، یا مارے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر لوٹ جاؤ گے)

اس آیت سے مرزا صاحب نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب محمد ﷺ سے پہلے رسول سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سب فوت ہو چکے ہیں تو بس مسیح بھی ان میں آ گئے ۔

اس آیت کے جواب کے لئے چار امروں کی تحقیق ضروری ہے۔اول تحقیق لغت لفظ خلت کہ لغت میں اس کے کیا معنی ہیں۔دوم من قبلہ ترکیب کیا واقع ہوا ہے۔سوم الرّسل کا الف لام کیا ہے۔ چہارم، اگر ان ہر سہ امور کو مرزا صاحب کی مراد کے موافق تسلیم کر لیں تو کیا اس آیت سے حضرت مسیح کی وفات بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

لفظ خلت مشتق ہے خلو سے اور موضوع مکان کی صفت کے لئے، اور مراد اس سے جگہ خالی کرنا ہے ۔چنانچہ لسان العرب میں ہے :

(خلا) خلا المکان و الشّیء یخلوا خلوّا و خلاء و اخلی اذا لم یکن فیه احد ولا شیء فیه و هو خال ۔

اسی طرح قاموس اور صراح میں بھی ہے۔اور قرآن شریف میں بھی نقل مکان کے لئے آیا ہے۔ جیسے و اذا خلوا الی شیاطینهم (یعنی جس وقت یہ منافق اپنے بڑے شیطانوں یعنی رئیسوں کے پاس جاتے ہیں)۔ اور اسی طرح اس آیت زیر بحث سے تھوڑا سا پیشتر ہے و اذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ (آل عمران:۱۹۹)(یعنی منافق لوگ جس وقت تم سے الگ ہوتے ہیں تو تم پر غیظ و غضب کے مارے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں) ۔اور اسی طرح یہ آیت فخلّوا سبیلهم ۔(یعنی مشرک لوگ جب ایمان لے آئیں اور احکام اسلامی کے پابند ہو جائیں، تو اس کا راستہ خالی کر دو، یعنی ان سے تعرض نہ کرو)۔

ان سب آیات میں معنی ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جانا ہے، جسے انتقال مکانی کہتے ہیں۔ دوسرے معنی لفظ خلو کے جو زمانے کے متعلق ہوتے ہیں، گذرنا ہیں جیسے آیت بما اسلفتم فی الایّام الخالیة (یعنی جو کچھ تم نے ایام گذشتہ میں کیا اس کے عوض میں جنت کی نعمتوں میں رہو) اور ہر ذی علم سمجھ سکتا ہے کہ، گذرنا، زمانے کی صفت بالذات ہوا کرتی ہے۔اور جن چیزوں پر زمانہ گذرتا ہے۔یہ معنی یعنی گذرنا بعلاقہ ظرفیت و مظروفیت ان چیزوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔مگر بالذات نہیں بلکہ بالعرض۔پس بہر تقدیر آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ، جگہ خالی کر گئے اور گزر چکے ہیں پیشتر اس کے کئی رسول، ۔اور یہ معنی زندوں اور مردوں (

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اموات) ہر دو پر آ سکتے ہیں کیونکہ جگہ خالی کرنے اور گذرنے کی کیفیت صرف موت ہی میں منحصر نہیں بلکہ یہ لفظ خلو مردوں (اموات) کے حق میں انتقال بالموت کے معنوں میں معین ہوگا اور زندوں کے حق میں جگہ تبدیل کرنے کے معنوں میں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ: اس شہر میں ایسے حاکم کئی ہو گزرے ہیں۔، پس جس طرح یہ جملہ خواہ وہ حاکم مرگیا ہو، خواہ وہاں سے تبدیل ہو کر دوسری جگہ چلا گیا ہو، ہر دو حال میں صحیح المعنی رہتا ہے۔ اسی طرح آیت قد خلت من قبله الرّسل میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں بدلالت آیت بل رفعه اللّٰه الیه وغیرہ دوسرے معنی یعنی جگہ تبدیل کرنے میں معین ہوگا۔

خلو کے معنی مرنا اور معدوم ہونا نہیں کیونکہ پھر آیات سنّة اللّٰه الّتی قد خلت من قبل اور آیت و لن تجد لسنّة اللّٰه تبدیلا میں تناقض واقع ہوگا کیونکہ بموجب مذہب مرزا صاحب پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ سنت اللہ معدوم ہو چکی ہے اور دوسری آیت کا یہ کہ سنت الٰہی تبدیل بھی نہیں ہو سکتی۔ یعنی اسے ہمیشہ کے لئے اپنے حال پر بقا حاصل ہے۔ پس خلت سے موت اور عدم مراد سمجھنا بالکل باطل ہیں۔

امر دوم یعنی من قبله کو مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی نے الرّسل کی صفت بنایا ہے ۔ چنانچہ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ: جو پیغمبر محمد ﷺ سے پیشتر تھے وہ مرگئے۔، یہ ان کی صریح غلطی ہے اور علم نحو سے ناآشنا ہونے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی صاف شہادت ہے کیونکہ آیت میں من قبله لفظ الرّسل پر مقدم ہے اور مبتدی بھی جانتے ہیں کہ موصوف صفت سے پہلے ہوتا ہے۔ پس مرکب من قبله لفظ الرّسل کی صفت نہیں ہوسکتا بلکہ محل ظرف میں واقع ہے اور متعلق ہے فعل خلت کے کیونکہ ظرف کے لئے ضروری ہے کہ کسی فعل کے متعلق ہو۔ پس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ: اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ،۔

امر سوم، یعنی الرّسل کے الف لام کی تحقیق اس طرح ہے کہ مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی اس الف لام کو استغراقی قرار دیتے ہیں اور اس بنا پر اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ، چونکہ آنحضرت ﷺ سے پیشتر کے سب رسول فوت ہو چکے ہیں،۔

فاضل امروہی اور مرزا صاحب کے اس قیاس کی بنا غلط مقدمات پر ہے۔ اور اس الف لام کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استغراقی قرار دینے میں انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے اور الرّسل کی صفت نہیں ہے۔ پس یہی ترکیب اس الف لام کے استغراقی نہ ہونے کے لئے کافی حجت ہے کیونکہ اگر من قبلہ کو خلت کے متعلق ظرف ٹھہرائیں، جو بالکل درست ہے، اور الرسل کے **الف لا م** کو استغراقی مانیں جو بالکل غلط ہے، تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اندریں صورت پہلے قضیہ ما محمّد الّا رسول کے خلاف رسول اللہ ﷺ جماعت مرسلین سے خارج ہوں گے، کیونکہ پھر تو اس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جتنے اشخاص صفت رسالت سے موصوف تھے وہ محمد ﷺ سے پیشتر فوت ہو چکے ہیں۔ پس آپ ﷺ معاذ اللہ، رسول برحق ثابت نہ ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جس معنی سے قرآن کی آیات میں تعارض واقع ہو، خصوصاً کسی نبی برحق کی رسالت کا انکار لازم آتا ہو، وہ معنی بالکل باطل ہیں۔ دیگر یہ کہ یہی الفاظ قد خلت من قبلہ الرسل سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں در بارہ نفی الوہیت وارد ہوئے ہیں۔ پس اگر جہالت سے الف لا م کو استغراقی مانا جائے تو لابد تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت فوت ہو گئے تھے، اور یہ باکل باطل ہے۔ یا معاذ اللہ انکار نبوت محمدی وعیسوی لازم آئے گا جیسا کہ پہلے گذر چکا کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ سب رسول حضرت عیسیٰؑ سے پیشتر فوت ہو گئے ہیں حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی رفع کے کئی زمانے بعد پیدا ہوئے اور شرف نبوت سے ممتاز ہوئے اور اس آیت کے نزول کے وقت زندہ موجود تھے کیونکہ یہ آیت آپ ﷺ ہی پر اتری۔ یہ ایک دقیق نکتہ ہے، اس کا ادراک کسی علم نحو کے مذاق سے خالی اردو خوان کا کام نہیں۔

اس تقریر کے جواب میں جلدی کر کے من قبلہ کو الرّسل کی صفت نہ کہہ دینا چاہیے، کیونکہ اس کا ابطال ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں۔

دوسری وجہ: جس سے الرّسل کے الف لا م کو استغراقی کہنا غلط ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اس آیت و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرّسل کا شان نزول یہ ہے کہ آن سرور ﷺ کی نسبت جنگ احد میں غلط خبر اڑ گئی کہ شہید ہوئے۔ اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے۔ اللہ نے ان کے خیال کو باطل ثابت کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں کیونکہ جس طرح بعض دیگر رسولوں کے حق میں ان کے مر جانے سے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نبوت میں کوئی قدح واقع نہیں ہوتی، اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ بھی طبعی موت سے فوت ہو جائیں، یا میدان جنگ میں شہید ہو جائیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ آپ ﷺ نبی برحق نہیں۔ پس چونکہ اس آیت سے اللہ تعالی کا مقصود یہ ہے کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں اس لئے استغراق افراد یعنی سب رسولوں کو فوت شدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک رسول یا چند رسولوں کی موت کے ذکر سے مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔ پس الرّسل کا الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں۔ اور الف لام جنسی ہے کیونکہ اسم پر الف لام داخل ہو کر ہمیشہ استغراق کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ تین معانی میں سے کسی معنی میں سے ہوتا ہے عہد استغراق اور تعریف جنس جیسا کہ علم نحو کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے الرّسل کا الف لام عہدی اس لئے نہیں کہ اس سے اوپر ان رسولوں کا ذکر نہیں ہے اور اس کے استغراقی نہ ہونے کیلئے من قبله اور شان نزول کا مانع ہونا بیان ہو چکا ہے۔ پس بقاعدہ تردید و دوران جنسی ہوا اور یہی ہماری مراد ہے۔

(معقولی طور پر اس کا بیان اس طرح ہے کہ مشککین کا قول سالبہ کلیہ ہے کہ کوئی نبی مر نہیں سکتا اور خدا تعالی کو اس کی تردید منظور ہے۔ اور معلوم ہے کہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے نہ کہ موجبہ کلیہ۔ پس الف لام الرّسل کا استغراق کیلئے نہ ہوا بلکہ تعریف جنس کیلئے ہوا۔ اور چونکہ الرّسل کلی ہے اور اس پر کوئی کلمہ حاصر نہیں اس لئے قد خلت من قبله الرّسل قضیہ مہملہ ہوا۔ اور معلوم ہے کہ مہملہ قوت جزئیہ میں ہوتا ہے۔ لہذا آیت کے معنی ہوئے: تحقیق گذر چکے ہیں، پیشتر اس کے کئی رسول۔ قادیانی خلافت سے پہلے مولوی حکیم نورالدین نے بھی اس آیت کا ترجمہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں یہی کیا ہے جو ہم نے کیا ہے۔ پس الف لام کے استغراقی نہ ہونے کے سبب سب رسول فوت شدہ ثابت نہ ہوئے بلکہ بعض رسول۔ لہذا یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کی دلیل نہ ہو سکی)

اگر یہ کہا جائے کہ الف لام جمع کے صیغے پر جب کبھی آتا ہے تو مفید استغراق ہی ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ الف لام ہمیشہ استغراقی نہ ہونے کے لئے آیت ولقد آتینا موسی الکتاب و قفّینا من بعده بالرّسل کو غور سے پڑھنا چاہیے کہ یہی لفظ الرّسل بصیغہ جمع بالف ولام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰؑ کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ سے پہلے ہوئے ہیں اور کئی آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد۔پس ہردو آیت میں الرّسل سے مراد کئی پیغمبر ہیں، نہ کہ سارے۔ فافھم ۔

اسی طرح قرآن شریف میں کئی مقام پر جمع کا لفظ الف لام کے ساتھ آیا ہے اور وہاں استغراق افراد مراد نہیں بلکہ کثرت کے معنی ہیں جیسے اذ جاء تھم الرّسل (حم سجدہ) اور و قد خلت من قبلھم المثلات میں خلت اور من قبلھم اور المثلات صیغہ جمع باالف لام سب کچھ موجود ہےاور مرزا صاحب قادیانی اور فاضل محمد احسن امروہی کی تحقیق ان سب کے خلاف ہے(کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے)۔

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب نے ایک اور گل کھلایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کیلئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو آج تک زندہ موجود ہےاور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر دلیل جو خدا تعالی نے پیش کی ،صحیح نہیں ہوگی۔

مرزا صاحب! یہ نئی منطق کہاں سے پڑھی؟ کیا الہام سے تو نہیں سیکھی؟ آپ ہر علم دینی و دنیوی میں تجدید کرتے ہیں،خواہ اسے جانیں یا نہ جانیں۔ایسی منطق سے تو آپ نے معلم اول (ارسطو) اور معلم ثانی (ابو نصر فارابی) اور بوعلی سینا کو بھی مات کردیا۔

حضرت! واقعہ اور لوگوں کو زیر نظر رکھ کر آیت کی صحیح مراد یہ ہے کہ میدان جنگ میں نبی ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات کا گمان کر کے ارتداد کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اللہ تعالی نے یہ آیت ان کے زعم کی تردید میں نازل کی۔پس اس کا ماحصل یہ ہوا کہ اگر رسالت اور موت میں منافات ہوتی تو کوئی رسول بھی نہ مرتا۔ کیونکہ جب یہ مقصود ہے کہ وصف رسالت اور موت میں منافات کے گمان کو دور کیا جائے تو خواہ ایک رسول فوت شدہ کو بطور نظیر پیش کریں خواہ زیادہ کو، بہر دو صورت مقصود حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔پس آپ کا یہ وہم، کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر دلیل صحیح نہ ہوگی، باطل ہے، اس لئے کہ جب کئی رسول فوت ہو جائیں اور ایک زندہ رہے تو اس کا زندہ رہنا دوسرے کی زندگی کیلئے علت موجبہ نہیں ہوسکتا، اور نہ وصف رسالت اور موت میں منافات ہوسکنے کی وجہ بن سکتا ہے۔ بلکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تو منافات کا ابطال صاف ظاہر ہے کیونکہ اگر منافات ہوتی تو کوئی شخص بھی جو وصف رسالت سے موصوف ہو، نہ مرتا۔ حالانکہ ایسے کئی شخص جو اس صفت سے موصوف ہیں مر چکے ہیں (کیونکہ منافات ہونے کی صورت میں سلب کلی ضروری ہے اور جب معلوم ہو چکا کہ بعض فوت ہو چکے ہیں تو کلیت ٹوٹ گئی اور منافات کا دعویٰ باطل ہو گیا اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہونیکے یہی معنی ہیں)

اس بیان سے یہ بھی واضح ہوا کہ قضیہ قد خلت من قبله الرّسل کلیہ نہیں بلکہ مہملہ ہے جو جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس امروہی صاحب نے جو منطقی طور پر اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کرنی چاہی ہے وہ بالکل غلط ہے (دیکھو رقیمۃ الوداد نمبر سوم صفحہ ۳۰۔ جو رسالہ دافع البلاء مصنفہ مرزا ، مطبوعہ سیالکوٹ کے ساتھ شامل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ہاں بپاس خاطر طلبہ و مدرس صاحب کے قیاس منطقی ہم یہاں لکھے دیتے ہیں۔ سو واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے نہایت بسط کے ساتھ شمس بازغہ میں شکل اول بدیہی الانتاج سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کردی مگر یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ صرف دو تین سطروں میں شکل اول کو لکھ دیتے ہیں عیسی بن مریم کان نبیّاً من النّاس الّذین کانوا قبل نبیّنا و مات النّاس الّذین کانوا قبله کلّهم حتّی الانبیاء فعیسی ابن مریم ا یضاً مات مقدمہ صغری تو اس کا مسلّم فریقین ہے اور مقدمہ و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلهم الرّسل سے بھی ثابت ہو چکا) کیونکہ شکل اول کے انتاج کے لئے کلیت کبری شرط ہے جیسا کہ کتب منطق میں مصرح ہے و شرط انتاجه ایجا ب الصّغری و کلیة الکبری ۔ پس جب شکل اول کی رو سے قیاس کے صحیح ہونے کی ایک شرط موجود نہ ہوئی، تو قیاس صحیح نہ ہوا قد خلت من قبله الرّسل کے کلیہ نہ ہونے کی وجوہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ الرّسل میں الف لام استغراقی نہیں کیونکہ من قبله جو خلت سے متعلق ہے، اس کا انکار کرتا ہے۔ نیز یہی آیت حضرت مسیح کے حق میں وارد ہے قد خلت من قبله الرّسل۔ نیز بل رفعه اللّه الیه اس کی مخصص موجود ہے۔ نیز شان نزول اور زاعمین کے زعم پر نظر رکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ قضیہ قد خلت من قبله الرّسل موجبہ جزئیہ ہے۔

پہلے تین امروں کی تحقیق بخوبی ہو چکی ہے جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ قد خلت من قبله الرّسل کے یہ معنی نہیں کہ جو پیغمبر، رسول اکرم ﷺ سے پیشتر تھے وہ سب مر گئے ہیں، بلکہ اس کے معنی جو لغت عرب اور قواعد نحو اور علم منطق کے لحاظ سے صحیح ہیں، یہ ہیں کہ، تحقیق گذر چکے پیشتر اس کے کئی رسول۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب امر چہارم کی تحقیق کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس کے معنی مرزا کی غلط تحقیق کے موافق ہیں تو بھی اس سے مرزا صاحب کی مراد یعنی حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ پھر بھی یہ آیت وفات مسیح کے بارے میں عام رہے گی، خاص نہ ہوگی۔ لیکن آیات الٰہی متوفّیك و رافعك الیّ اور بل رّفعه اللّٰه ، و ان مّن اهل الکتاب الّا لیؤ منَنّ به قبل موته (جن کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے) آپکی رفع آسمانی اور نزول بارثانی کیلیئے خاص دلائل اور نصوص قطعیہ ہیں جن کے مقابلے میں مرزا صاحب کا استدلال، جو اس آیت زیر بحث کے عموم سے کیا گیا ہے، مفید مطلب نہیں کیونکہ ہم اس آیت کے شروع میں دوسرے قاعدے میں بیان کر آئے ہیں کہ دلیل خاص کے مقابلے میں اسکے خلاف عام دلیل سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً سورہ دہر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انّا خلقنا الانسان من نطفة امشاج (دہر:۲) یعنی ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا۔ اور چونکہ آدم بھی انسان ہیں اس لئے بموجب محمد احسن امروہی صاحب کی منطق کے آدم کی پیدائش بھی مادہ نطفہ سے ثابت ہوئی (جو بالکل باطل ہے) کیونکہ بروئے شکل اول اس کا قیاس اس طرح ہے: آدم انسان ہے اور سب انسان نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں، پس آدم بھی نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔

اس وہم کا ازالہ اس طرح ہے کہ آدم کی پیدائش دوسرے مقام پر دلیل خاص سے ثابت ہے کہ مادہ مٹی سے ہوئی۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش نفخ روح القدس سے ہوئی۔ پس آدم اور حوا، اور عیسی، جن کی پیدائش کی کیفیت خاص دلیل سے اور طرح پر ثابت ہے، اس آیت سورہ دہر سے مستثنیٰ رکھے جائینگے اور ان کے علاوہ دوسرے انسانوں پر اس آیت کا حکم لگایا جائے گا کہ وہ مادہ منی سے پیدا ہوئے۔ اس بیان سے مرزا صاحب اور فاضل امروہی انکار نہیں کر سکتے۔ پس اسی طرح جب دوسرے مقام پر حیات عیسیٰؑ خاص دلیل سے ثابت ہے تو عیسیٰؑ اس آیت قد خلت من قبله الرّسل کے عموم سے باہر رہیں گے۔ پس آپ کی وفات ثابت نہ ہو سکی اور مرزا صاحب کی مراد پوری نہ ہوئی۔

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی ایک اور مغالطہ دیا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات شریف پر یہی آیت پڑھ کر آپ کی وفات ثابت کی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے دلوں سے شبہ دور کیا جو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوئے۔اس وہم کے ازالہ کیلئے بیان بالا کافی ہے۔مگر نیا سوال ہونے اور عام لوگوں کی تسلی کیلئے اس کو کچھ تفصیل سے لکھتے ہیں کہ جو وہم بعض لوگوں کو جنگ احد کے دن پڑا تھا (کہ رسول کو مرنا نہیں چاہیے) اسی طرح کا وہم بعض کو آنحضرت ﷺ کی وفات پر ہوا کہ آپ وفات نہیں پا سکتے۔خواہ نبی ﷺ کی وفات کا واقعہ عظیمہ کے سبب طبیعت پر سخت صدمہ گذرنا اس کا موجب ہوا ہو یا کچھ اور۔غرض وہم یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ پر موت نہیں آسکتی۔پس ابوبکرؓ کا اس وہم کو دور کرنے کیلئے اس آیت کو پڑھنا اسی طرح کا ہوا جیسے خدا نے نازل کی تھی۔اور معلوم ہو چکا ہے کہ اس سے مراد خداوندی صرف یہی ہے کہ رسالت اور موت میں منافات نہیں ہے۔پس جس طرح اس آیت سے عیسیٰؑ کی وفات ہرگز ثابت نہیں ہوتی اسی طرح خطبہ صدیقی سے بھی نبی ﷺ کیلئے موت کا آسکنا ثابت ہوا، نہ کہ عیسیٰؑ کی وفات، جسے مقصود سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ہاں امکان ثابت ہوسکتا ہے مگر وقوع نہیں۔

دوم یہ کہ اسی آیت میں آگے افان مات او قتل موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کیلئے ان مات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں موت کو ممکن فرماتا ہے۔اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔وہ آیت یہ ہے انّك ميّت و انّهم ميّتون (زمر:۳۰)

دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر میّت کا لفظ فرمایا ہے۔پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا استدلال افان مات سے ہے، نہ کہ قد خلت من قبله الرّسل سے کہ وفات مسیح کیلئے ضعیف اور غلط طور پر بھی مفید ہو سکے۔

سوم یہ کہ دجال کا خروج اور عیسیٰؑ کا نزول ایک طرح سے آپس میں ایسے لازم وملزوم ہیں کہ ایک کا ماننے والا ضرور دوسرے کا مصدق ہے۔پس جب ابوبکرؓ، دجال کے خروج کی حدیث کے راوی ہیں تو آپ نزول عیسیٰؑ سے کب غافل ہیں۔دیکھو ابن ماجہ باب خروج الدجال۔

چہارم یہ کہ حضرت ابوبکر کی غرض ان آیات کے پڑھنے سے اس وہم کا ازالہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوسکتے۔پس چونکہ وصف نبوت وموت میں منافات کے ہونے کو علی سبيل الحكايت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باطل کرنا مقصود بالذات ہے، پس خطبہ صدیقی اس امر پر تو بعبارۃ النص دلالت کرتا ہے لیکن یہ امر کہ سب انبیاء مر چکے ہیں، نہ تو خطبہ صدیقی کا مفاد ہے اور نہ اس پر مخاطبین کے مزعوم کی تردید موقوف ہے۔ (کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے نہ کلیہ) پس اس سے وفات مسیح پر اجماع صحابہ کا دعوی کرنا خلاف روایت بلکہ درائت بھی ہے کیونکہ بخاری میں ابو ہریرہ ؓ کی روایت بالتصریح بتارہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں موته کی ضمیر کا مرجع عیسی کو قرار دیکر آپ کا نزول ثابت کررہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ ابو ہریرہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسی کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے، اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس اجماع حیات و نزول عیسیؑ پر ہوا نہ کہ وفات پر۔ قطع نظر اس سے کہ یہ روایت صحیح بخاری، عیسیؑ کے حیات و نزول پر اجماع صحابہ کو ثابت کررہی ہے، ابو ہریرہ ؓ کا اس آیت کا حیات و نزول عیسیؑ کے بارے میں حدیث کی تصدیق کیلئے پڑھنا کم سے کم مولوی محمد احسن کے خیالی اجماع کے توڑنے کیلئے تو کافی ہے۔

قسم دوم سے دوسری آیت

تلك امّة قد خلت لها ما كسبت و لكم ما كسبتم و لا تسئلون عمّا كانوا يعملون (پارہ اول)

اس آیت کا ترجمہ مرزا صاحب اس طرح کرتے ہیں:

اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں، یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔ ان کے اعمال ان کے لئے تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن شریف کے ترجمے میں الفاظ کی رعایت بالکل نہیں رکھتے اور سلسلہ عبارت اور ماقبل و مابعد کو بالکل بھلا دیتے ہیں اور الفاظ قرآن کو موڑ توڑ کر اپنے ٹھانے ہوئے مطلب کے پیچھے لے جاتے ہیں۔ زبان کے قواعد پر نظر اور اصول ترجمہ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ کرنے کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور تفسیر بالرائے اور اتباع ھوی یعنی اپنے خیال ورائے سے تفسیر کرنا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ ناظرین انصاف سے قرآن مجید کے الفاظ اور مرزا صاحب کے ترجمہ پر نظر کریں تو ان کو ہماری تصدیق کرنی پڑے گی۔

جناب مرزا صاحب! اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے، کس عبارت کا ترجمہ ہے اور قرآن میں اس کیلئے کون سے الفاظ ہیں؟ آپ ترجمہ میں اور پھر قرآن کے ترجمہ میں ایسی صریح بے دلیل زیادتیاں کرتے ہیں اور ذرا نہیں جھجکتے۔ کیا دنیا میں آپ کے سوائے کوئی دوسرا شخص عربی زبان نہیں سمجھتا کہ آپ ایسے دھوکے سے مطلب براری چاہتے ہیں۔

خلت کے معنی مرزا صاحب نے اس جگہ بھی، فوت ہوگئے ہیں، کئے ہیں۔ اس کی تحقیق پہلی آیت میں گزر چکی ہے اس مقام پر مرزا صاحب سے صرف اتنا پوچھا جاتا ہے کہ خلو کے معنی موت کس زبان کا محاورہ ہے؟ اور کون سی کتاب اس کی شاہد ہے؟

اس آیت کو عیسیٰؑ کی موت وغیرہ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ عموماً اور نہ خصوصاً کیونکہ لفظ تلك (یہ) جو اس آیت کے شروع میں ہے اس کا اشارہ ان کی طرف ہے جو اس سے پیشتر مذکور ہیں اور وہ حضرت ابراہیم اور انکے بیٹے اور یعقوبؑ اور ان کے بیٹے ہیں اور بس۔

اس آیت کی صحیح تفسیر اس طرح ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ حضرت یعقوبؑ وصیت کر گئے تھے کہ یہودیت نہ چھوڑنا۔ اور نیز اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد میں سے ہیں، ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ خدا نے ان کے ان دونوں وہموں کو دور کرنے کیلئے پہلے تو فرمایا کہ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے تو اپنے اپنے بیٹوں کو اسلام کی وصیت کی تھی۔ خاص کر یعقوبؑ نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا ہم اسی ایک معبود کی عبادت کریں گے جس کی عبادت آپ اور آپ کا باپ اسحاق اور چچا اسماعیل اور دادا، ابراہیم کرتے رہے اور ہم اسی کے فرمان بردار رہیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کے دوسرے وہم کو دور کرنے کیلئے فرمایا کہ ان لوگوں (یعنی ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ) کے اعمال ان کیلئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے جو بیان کیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور مرزا صاحب کچھ اور کا اور ہی مطلب لے اڑتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کے مطالب بگاڑ بگاڑ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ناظرین! قرآن میں سے یہ مقام نکال کر شروع مضمون سے اخیر تک مطالعہ کریں اور انصاف سے حق کی داد دیں۔

اگر خلت کی رو سے اس آیت کو کسی کی موت سے کچھ تعلق ہے بھی تو اول، چونکہ عیسی تلك کے مشارالیھم میں داخل نہیں ہیں، اسلئے اسے انکی وفات کی دلیل گرداننا بالکل باطل ہے ۔

دوم، یہی آیت اس سے آگے پارے کے اخیر پر بھی آئی ہے اور اس سے پہلے تلك کے مشارالیھم حضرات ابراہیمؑ ،اسماعیلؑ ،اسحاقؑ ،یعقوبؑ اور انکے بیٹے ہیں اور عیسیؑ ان میں داخل نہیں۔ اس سے پیشتر حضرت ابراہیمؑ ،اسماعیلؑ ،اسحاقؑ ،یعقوبؑ اور ان کی اولاد اور موسیؑ اور عیسیؑ کا ذکر ہے اور وہاں خلت یا موت وغیرہ کا کوئی ذکر تک نہیں۔ پس جس جس مقام پر اللہ نے خلت کا لفظ فرمایا ہے وہاں عیسیؑ کا ذکر نہیں اور جہاں ان کا ذکر ہے وہاں لفظ خلت نہیں۔ پس یہ آیت عیسیؑ کی موت پر دلیل نہ ہوئی۔

سوم، یہ کہ اگر کسی طرح سے عیسیؑ کو اس آیت کے عموم میں داخل بھی سمجھ لیں تو پھر بھی یہ آیت عام رہے گی۔

پس بموجب قاعدہ دوم یہ دلیل و ان من اهل الکتاب الآية ...اور اس جیسی دیگر آیتیں جو عیسیؑ کی زندگی پر شاہد ناطق ہیں، ان کے مقابلہ میں ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ دلیل خاص کے مقابلہ میں دلیل عام کا اعتبار نہیں ہوتا۔

قسم دوم سے تیسری آیت

وماجعلنا لبشرٍ مّن قبلك الخلد افأن متّ فهم الخالدون (انبیاء:۳۴)

اس آیت کا بیان مرزا صاحب اس طرح کرتے ہیں: ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس کیا اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کو حضرت مسیح کی موت سے کوئی بھی تعلق نہیں کیونکہ اس میں ہمیشہ رہنے کی نفی ہے اور ہم عیسیٰؑ کے ہمیشہ زندہ رہنے کے قائل نہیں بلکہ بموجب حدیث صحیح اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ بعد نازل ہونے دنیا میں آباد رہ کر فوت ہوں گے اور مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔ قادیانی کی مماثلت کی تردید اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی تائید میں یہ حدیث کافی ہے۔ پس عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت نہ ہوئی۔

جواب آیات قسم سوم پیش کردہ قادیانی

تیسری قسم کی وہ آیتیں ہیں جن کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہے، نہ عموماً اور نہ خصوصاً، اور نہ علم اصول کی رو سے ان سے اس امر پر استدلال جائز ہے بلکہ صرف مرزا صاحب کی اپنی اختراع ہے۔ ان سب کی تردید کے لئے صرف وہی دو قاعدے جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں کافی ہیں کہ جب کوئی امر خاص اور صریح دلائل سے ثابت ہو جائے تو ان کے مقابلہ میں ان کے خلاف عام دلائل اور قیاسی ڈھکوسلے نہیں چل سکتے، کیونکہ پھر متکلم کی تصریح کا کوئی فائدہ و اعتبار نہیں رہتا۔ مگر ناظرین کی تفہیم کے لئے ان آیات کو بھی ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے استدلال کس قدر ضعیف ہیں۔

تیسری قسم سے پہلی آیت

و لکم فی الارض مستقرّ وّ متاع الی حین (بقرہ: ۳۶)۔

مرزا صاحب اس آیت کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:

تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔ یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر لے جانے سے روکتی ہے کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا، بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے گا اور زمین میں ہی داخل ہوگا۔

اس بیان سے ہر ذی علم مرزا صاحب کی قوت استدلال کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس قدر بڑھی ہوئی ہے۔ استدلال کی صحت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قرآن وحدیث کی تصریح کے خلاف نہ ہو، مگر مرزا صاحب اس امر کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے اور اپنی بے تکی ہانکے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب! بے شک اللہ تعالی نے انسان کیلئے مستقر طبعی زمین ہی بنائی ہے اور اسی میں وہ دفن کئے جاتے ہیں اور اسی سے قیامت کو اٹھائے جائیں گے۔ مگر اس سے وفات مسیح پر استدلال ٹھیک نہیں کیونکہ اصلی اور طبعی طور پر کسی جگہ کا جائے رہائش ہونا امر دیگر ہے اور عاضی طور پر کچھ مدت کیلئے کسی اور جگہ کا جائے رہائش ہونا امر دیگر ہے۔ مثلاً ملائکہ کا طبعی اور اصلی مستقر آسمان ہیں مگر باوجود اس کے وہ زمین پر آمدورفت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر عیسیٰؑ بھی عارضی طور پر کچھ عرصہ تک کرہ زمین سے باہر دوسرے کرّے میں رہیں تو کوئی جائے تعجب نہیں۔

اس کے علاوہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا بھی ان کے مادہ طبعی وفطرتی کے سبب سے ہے کیونکہ آپ کی پیدائش عام اسباب معتادہ کے خلاف نفخ روح القدس سے ہوئی ہے۔ علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰؑ کو پیدائشی طور پر ملائکہ سے مشابہت تھی۔ پس عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور اس آیت کے حکم سے خارج ہونا ان کے اپنے مادہ فطرتی کے لحاظ سے ہے جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔

مرزا صاحب اس آیت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ لکم اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے۔ بے شک لکم اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے مگر یہ تو آپ کے مدعا کے خلاف ہے، آپ نے اسے کیوں معرض دلیل میں پیش کیا۔ اسی کو قواعد سے ناواقفی کہا کرتے ہیں کہ اپنے مطلب کے خلاف دلیل بیان کی جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ اس جگہ فی الارض ظرفِ مقدم ہے اور یہ تخصیص کا فائدہ دیتا ہے۔

اس کے جواب میں اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر فی الارض کی تقدیم سے آپ حصر کا فائدہ اٹھا کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ صرف زمین ہی آدمی کیلئے جائے قرار ہے اور اس کے سوائے اور کوئی جگہ نہیں تو اسی طرح لکم بھی مقدم واقع ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ زمین صرف انسانوں ہی کیلئے جائے قرار ہے، کسی دیگر حیوان کیلئے نہیں۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ ناظرین انصاف کریں کہ لکم کی تخصیص مرزا صاحب کو مفید ہوئی یا مضر؟ حقیقت الامر اس طرح ہے کہ جو حصر، فی الارض سے حاصل ہوتا ہے، جو بہ نسبت استقرار اصلی کے ہے اور تخصیص لکم سے حاصل ہوئی ہے وہ اس بنا پر ہے کہ آدم اور ان کی اولاد باذن الٰہی زمینی اشیاء میں خلیفے اور متصرف ہیں۔ لہٰذا ان کو زمین کی آبادی میں ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسرے حیوانوں کو نہیں۔ اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا اوروں کا نہ کیا۔ علاوہ اس کے یہ کہ روئے سخن بھی انہی کی طرف ہے اور علم معقول پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ ایسی صورت میں جہاں جعل تکوینی پایا جائے اس کا مجہول الیہ لازم نہیں ہوتا بلکہ عارض ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

و جعلنا اللّیل لبا ساً و جعلنا النّهار معا شاً (نبا ۔۱۰۔۱۱) ہم نے رات کو آرام کا وقت بنایا اور دن کو معاش کمانے کا۔

و من رّحمته جعل لکم اللّیل والنّهار لتسکنوا فیه و لتبتغوا من فضله و لعلّکم تشکرو ن (قصص:۷۳) اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور اس کا فضل تلاش کرو)

تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دن کو آرام نہیں کر سکتے اور رات کو معاش کیلئے کام کاج نہیں کر سکتے کیونکہ روزمرہ کے معاملات اس کے خلاف شہادت دے رہے ہیں۔ اسی قرآن میں اس کی کئی مثالیں ہیں کہ کسی چیز کو اللہ نے کسی فائدہ کیلئے بنایا ہے تو وہ فائدہ اس سے مخصوص نہیں بلکہ کسی دوسری چیز سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ ہاں اصلی طور پر اور عارضی طور پر ہونے میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً اسی دن اور رات کو معاش اور آرام کا وقت بتانے میں یہی قول ٹھیک ہے کہ معاش کا اصلی وقت دن ہے مگر عارضی طور پر رات کو بھی کما سکتے ہیں۔ اور آرام اور نیند کا اصلی وقت رات ہے مگر عارضی طور پر دن کو بھی آرام و نیند کر سکتے ہیں۔ پس اسی طرح اس آیت زیر بحث میں ہے کہ رہائش کا اصلی مقام انسان کیلئے زمین ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو عارضی طور پر کسی خاص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدت تک آسمان پر رکھے تو کیا تعجب ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ کسی شخص کا مادہ فطرتی بھی اس انعام کے قابل ہو، اوراس میں اللہ تعالی کی کئی حکمتیں بھی ہوں جیسا کہ حصہ اول میں بیان ہوئی ہیں۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت کو وفات مسیح کے لئے پیش کرنا بالکل بے جا ہے۔

قسم سوم سے دوسری آیت

كلّ من عليها فانٍ وّ يبقى وجه ربك ذوالجلام و الاكرا م (رحمٰن: ۲۶-۲۷)(ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے۔ یعنی دمبدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے)۔

اس آیت کو زیر بحث وفات مسیح سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح آخر کار فوت ہوں گے، جس سے ہم کو انکار نہیں، کیونکہ ہر شئے کے قیام کیلئے اللہ تعالی نے وقت مقرر کیا ہوا ہے اسی طرح جو وقت عیسیٰؑ کی موت کا ہے آپ ضرور اسی وقت فوت ہوں گے۔ نہ اس سے آگے نہ اس سے پیچھے۔ چنانچہ یہ امر مرزا صاحب کے اپنے الفاظ، معرض فنا، سے بھی ثابت ہے۔ اوراس کے بعد آپ کا یہ فرمانا:

فان کا لفظ اس لئے اختیار کیا اور یفنی نہیں کہا تا کہ معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں ایک دفعہ واقع ہوگی، بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے۔

فانٍ کا نکتہ نہ سمجھنے اور اپنے لکھے ہوئے، معرض فنا میں ہے، کو بھول جانے کے سبب سے ہے کیونکہ فانٍ پر کوئی شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ جو چیز دنیا پر قائم اور موجود نظر آ رہی ہیں ان کو صفت فنا کی حاصل نہیں تو پھر ان کے لئے بھی فانٍ کیوں فرمایا۔

اس اعتراض کا جواب اس طرح ہے کہ صفت کا حاصل ہونا دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک بالفعل، دوم بالقوت۔ اگر چہ سب موجودات پر بالفعل کا لفظ نہیں آ سکتا مگر اس لحاظ سے کہ ہر ایک چیز سوائے معبود حقیقی کے معرض فنا میں ہے اور آخر کار فنا ہو جائے گی، سب کیلئے فانٍ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسم فاعل اور فعل مضارع کے صیغے میں فرق کر کے جو نکتہ آپ نے بیان کیا ہے وہ اسم فاعل اور فعل مضارع کی مشابہت کو نظر انداز کر کے لکھا گیا ہے۔ اگر آپ اس طرف توجہ کریں گے تو پھر ایسے نکتے بیان نہ کریں گے۔ پس جب قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت کا وقت قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد ہے، تو پھر قبل نزول کے اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی موت پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

قسم سوم سے تیسری آیت

و منکم من یتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من علم شیئا (نحل:۷۰)۔

اس آیت کا بیان مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف ردّ کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی نے ترجمہ بالکل غلط کیا ہے اور قرآن کے مطلب کو بالکل بدل دیا ہے اس کا بیان آئے گا۔

قسم سوم سے چوتھی آیت

و من نّعمره ننکّسه فی الخلق (یٰس:۶۸)۔ یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم سوم سے پانچویں آیت

اللّٰہ الّذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ ضعفاً و شیبۃً (روم:۵۴) ۔یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا۔ پھر ضعف کے بعد قوت دی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔

قسم سوم سے چھٹی آیت

انّما مثل الحیوۃ الدّنیا کماءٍ انزلناہ من السّماء فاختلط بہ نبات الارض ممّا یأکل النّاس و الانعام ..(یونس:۲۴)۔یعنی اس زندگی ءدنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخرکار کاٹی جاتی ہے ۔

قسم سوم سے ساتویں آیت :

ثمّ انکم بعد ذلك لمیّتون (مومنون :۱۵)یعنی اول رفتہ رفتہ خدا تعالی نے تم کو کمال تک پہنچایا اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مر جاتے ہو۔

قسم سوم سے آٹھویں آیت

الم تر انّ اللّٰہ انزل من السّماء ماءً فسلکہ ینابیع فی الارض ثمّ یخرج بہ زرعاً مختلفاً الوانہ ثم یھیج فتراہ مصفرّاً ثم یجعلہ حطاماً انّ فی ذلك لذکری لا ولی الالباب (زمر:۲۱)

ان آیتوں میں حضرت عیسیٰؑ کی موت کا ذکر نہ تو صراحتاً ہے اور نہ اشارۃً۔ مرزا صاحب اپنی الٹی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منطق سے ان کو بھی وفات مسیح ہی کے دلائل سمجھتے ہیں ان کے طریق استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ان آیتوں میں انسان کی ترقی وکمال اور پھر تنزل وزوال کا بیان ہے۔ پس ضرور ہے کہ عیسیٰؑ پر بھی بوجہ انسان ہونے کے یہ سب حالات گذریں۔ وہ بوڑھے بھی ہوں اور پھر بڑھاپے کے بعد فوت بھی ہوں، کیونکہ ان آیتوں میں ان کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ بڑھاپے کی انتہاء تک پہنچ کر انسان کے حواس جاتے رہتے ہیں اور وہ عالم کے بعد نادان محض ہوجاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے و منکم من یّردّ الی ار ذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً یعنی بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہوجاتے۔

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں: اور اگر پھر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان کا تسلیم کرلیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت کے گذرنے پر پیر فرتوت ہوگئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہ ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کرسکیں (ازالہ اوہام تقطیع کلاں۔ ج اص ۲۶)

یہ ہے مرزا صاحب کے استدلال کا طریق جس کی بنا بالکل قیاسی ڈھکوسلوں اور آیات کو غیر محل پر استعمال کرنے پر ہے۔ اب اس کی تردید اور جواب سنیں۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ان آیتوں میں انسان کے کمال وترقی وتنزل وزوال کا ذکر ہے اور عیسیٰؑ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ اسکے جواب میں اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰؑ کو ہمیشہ کیلئے موت سے بچنے والا نہیں جانتے، بلکہ مانتے ہیں کہ آخر وقت وہ بھی فوت ہونگے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ میرے پاس دفن کئے جائینگے۔ ہاں ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ مرزا صاحب ان آیتوں کی رو سے جب چاہیں کسی پر موت لے آئیں اور جیتے جی اس کو مردہ بنا دیں، کیونکہ خدا نے (جس کے قبضے میں موت اور زندگی ہے) ہر ایک کیلئے ایک وقت مقرر کیا ہے جس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اور ہم کو مرزا صاحب کی تحریروں سے تجربہ ہو چکا ہے کہ جب وہ کسی خاص میعاد تک کسی کے مرنے کی خبر دیتے ہیں تو وہ اس مدت کے بعد تک زندہ رہتا ہے۔ مثلاً مسٹر آتھم عیسائی کی موت کی نسبت آپ نے بڑے زور سے پیش گوئی کی تھی کہ وہ پانچویں ستمبر ۱۸۹۴ء تک مر جائے گا، مگر وہ اس معیاد کے بعد تک مذہب عیسائی پر لوگوں میں زندہ موجود رہا۔ اور اسی طرح آپ نے اپنے رقیب اور اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکوحہ آسمانی کے شوہر مرزا سلطان محمد کی نسبت پیشگوئی کی تھی کہ وہ روز نکاح سے عرصہ اڑھائی سال تک مر جائے گا اور مسماۃ محمدی بیگم آپ کے پاس آئے گی کیونکہ اللہ تعالی نے اسے آپ کی زوجہ بنا دیا ہوا ہے، مگر آج (ستمبر۱۹۲۲ء) تک وہ زندہ موجود ہے اور آپکی منکوحہ آسمانی سے اللہ تعالی نے مرزا سلطان محمد کو اولاد عطا فرمائی ہے (مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے کہا تھا: شیخ محمد حسین کو حلفاً پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ قصہ صحیح نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں،، نصرت بیگم سے، ہوئی اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ۔ میں نے ایک تازہ الہام جو انہیں دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی (محمدی بیگم کی سلطان محمد کے ساتھ) اور اس کی دوسری جزو پر دلالت کرتا تھا اس کو سنایا۔ اور وہ یہ تھا کہ بکر و ثیّب یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں مجھے امید نہیں کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔ مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو الہام سنایا تھا اور احمد بیگ کے قصہ کا ابھی نام نشان نہ تھا اور نہ ابھی اس دوسری شادی کا کچھ ذکر تھا۔ پس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ خدا کا نشان تھا جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو ثیّب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔ ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۹۸۔ یہ تحدی مرزا صاحب کے گلے میں پھنس گئی۔ بہاء) ان واقعات سے ہمیں کامل یقین ہے کہ مرزا صاحب کسی کی اجل وقت سے پیشتر نہیں لا سکتے پس حضرت عیسیٰؑ کا آخر کار مرنا امر دیگر ہے اور اس وقت قبل نزول فوت شدہ ہونا امر دیگر ہے۔ پس ان آیات سے بھی آپ کی وفات زیر بحث ثابت نہ ہوئی اور مرزا صاحب کا مدعا پورا نہ ہوا۔

دوم یہ کہ صورتِ مستثنیٰ کیلئے ضروری نہیں کہ اسی عبارت میں موجود ہو بلکہ سارے قرآن وحدیث میں جہاں کہیں جس امر کو کسی عام حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہو وہ مستثنیٰ ہی شمار کیا جاتا ہے خواہ عبارت کے ساتھ ہو، خواہ کسی اور جگہ پر۔ کیونکہ سارا قرآن مجید اور ساری حدیث شریف کلمةٍ واحدةٍ یعنی مثل ایک کلمہ کے ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی نظیریں بکثرت ہیں، خوف طوالت سے صرف چند ذکر کی جاتی ہیں:

اول: دوسرے پارے میں اللہ تعالی نے فرمایا و المطلّقات یتربّصن بانفسهنّ ثلا ثة قروء یعنی طلاق والی عورتیں دوسرے نکاح کے لئے تین حیض تک انتظار کریں۔ اب ظاہر ہے کہ المطلّقات جمع کا لفظ ہے اور حاملہ اور غیر حاملہ، اور شوہر دیدہ اور شوہر نا دیدہ سب قسم کی مطلقہ عورتیں اس لفظ میں داخل ہیں۔ تو بس مرزا صاحب کی منطق کی رو سے ان سب کی عدت یہی تین حیض ہونی چاہیے۔ اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حاملہ اور شوہر نا دیدہ مطلقہ عورتیں اور جن کو حیض نہیں آتا، اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اور ان کا حکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ غیر ممسوسہ یعنی شوہر نا دیدہ کی نسبت سورہ احزاب پارہ بائیس میں فرمایا:

یـا ایّها الذّین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلّقتموهنّ من قبل ان تمسّو هنّ فما لکم علیهنّ من عدّة تعتدو نها ۔(اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو اور پھر ان کو مجامعت سے پہلے طلاق دے دو، تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم کو گن کر پورا کرنا پڑے)۔ (احزاب:۴۹)

دیکھئے اس آیت میں شوہر نا دیدہ مطلقہ کی عدت بھی مقرر نہیں کی۔ ایک طرف سے طلاق ہو اور دوسری طرف نکاح کر لینے کا اختیار دیا ہے۔ اسی طرح سورہ طلاق میں وہ مطلقہ عورتیں جو اب بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہیں اور جن کو ابھی حیض آیا ہی نہیں، اور جو حاملہ ہیں ان کی نسبت (سورہ طلاق:۴) فرمایا:

و الّـئی یـئسـن مـن المحیض من نساء کم، ان ارتبتم فعدّ تهن ثلا ثة اشهر و الّـئی لم یحضن۔ و اولات الا حمال اجلهنّ ان یّضعن حملهنّ (یعنی تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تم کو شبہ رہ گیا ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ایسے ہی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے محرمات کے بیان میں (نساء:۲۳) فرمایا: ان تـجـمـعـوا بین الا ختین (یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے)۔

اور سب محرمات کے ذکر کے بعد فرمایا و احـلّ لـکـم مـا وراء ذلکم (یعنی ان مذکورہ عورتوں کے سوائے تم پر حلال ہیں) حالانکہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

ان مثالوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو ان آیتوں میں مستثنیٰ نہیں کیا، اسلئے ان کے حکم میں وہ بھی داخل ہیں، معقول وجہ نہیں کیونکہ آیات یـا عیسـی انّـی متوفّیك و را فعك الیّ اور بـل رّفعه اللّه الیه ،اور وان مّـن اهـل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته اور انّـه لعلم للسّاعة، و تـکلّم النّاس فی المهد و کهلا ،آپ کے آسمان میں اب تک زندہ موجود ہونے اور قرب قیامت میں نازل ہونے اور تب تک بوڑھے نہ ہونے پر دلائل واضحہ ہیں جن سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی منصف کو انکار نہیں ہوسکتا۔ان آیات کی تفسیر تفصیل و اختصار سے پیچھے گذر چکی ہے لہذا دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔اسی طرح احادیث صحیحہ جو عیسیٰؑ کے آسمان پر نازل ہونے پر بالصراحۃ شہادت دیتی ہیں اور بعد اس کے آپ کی وفات ظاہر کرتی ہیں،اور آپ کا مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونا بیان کرتی ہیں ،آپ کو ان زیر بحث آیات کے حکم سے مستثنیٰ کر رہی ہیں۔

ان آیات زیر بحث میں سے پہلی آیت یعنی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً کا ترجمہ ایسا کیا ہے جو قواعد زبان کی رو سے غلط اور اصول اسلام کے بالکل خلاف ہے ۔اور مرزا صاحب نے اس میں ہر دو امر کا لحاظ نہیں کیا۔مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:
اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارزل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔

یہ ترجمہ قواعد عرب کی رو سے اس لئے غلط ہے کہ مرزا صاحب نے لکیلا یعلم میں لکے کے معنی کئے ہیں:اس حد تک نوبت پہنچتی ہے،۔حالانکہ کتب نحو میں مصرح ہے کہ کے پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ علت کیلئے ہوتا ہے(دیکھو مغنی اللبیب)۔پس اس آیت کے صحیح معنی یہ ہیں:بعض تم میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ارذل عمر کی طرف پھیرے جاتے ہیں تاکہ وہ بعد جاننے کے کچھ بھی نہ جانیں۔یعنی بعض شخصوں کو اللہ اس لئے بوڑھا کرتا ہے کہ وہ اپنی جانی ہوئی باتیں بھول جائیں اور سب اشیاء میں خدا تعالیٰ کا تصرف ظاہر ہو ۔ دیکھئے امام رازی تفسیر کبیر میں سورہ نحل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فقولہ و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا من بعد علم شیئاً ، یدلّ علی انّہ تعالی انّما ردّہ الی ارذل العمر لاجل ان یزیل عقلہ .. اللہ جو بعض انسانوں کو نکمی عمر تک پہنچاتا ہے تو اسکی علت یہ ہوتی ہے کہ اسکی عقل کو زائل کر دے۔

پس جب عیسیٰؑ کو اللہ نے اپنی قدرت اور حکمت کے اظہار کیلئے آسمان پر اٹھایا اور قرب قیامت تک ان کی حیات مقرر کی جیسا کہ حصہ اول میں و کان اللہ عزیزاً حکیماً کی تفسیر میں گذر چکا ہے،تو مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اگر بالفرض عیسیٰؑ اتنی مدت تک زندہ بھی رہیں،تو پیر فرتوت ہو جانے کے باعث ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزول کچھ مفید نہیں ہوگا، بالکل باطل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو اتنی لمبی عمر اس لئے نہیں دی کہ وہ اپنا علم بھول جائیں بلکہ کئی مفید امروں اور حکمتوں کیلئے دی ہے۔نہایت بڑھاپے کو پہنچ کر بھی علم نہ بھولنا اور عقل کا زائل نہ ہونا حضرت آدم اور حضرت نوح کے ہزار ہزار برس تک لمبی عمر پانے سے ثابت ہے اور اسی طرح رسول اللہ کے صحابہ میں سے بعض کا سو سو سال اور اس سے زیادہ تک عمر پانا اور ان کے حواس کا برابر ٹھیک رہنا اور اسی طرح مقبولان بارگاہ رب العالمین حضرات بابرکات محدثین کا بڑی بڑی لمبی عمریں پانا، اور حدیث نبوی کی تدریس میں برابر مشغول رہنا، واقفان سنت نبویہ پر پوشیدہ نہیں ہے، خاص کر ہمارے زمانہ میں حضرت شیخنا وشیخ الکل ناصر سنت سید الثقلین ناشر حدیث رسول رب الخافقین سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نور اللہ ضریحہ کا طویل عمر پانا اور آخر وقت تک حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم کرتے رہنا چھوٹے بڑے پر ظاہر ہے۔ہائے افسوس! پھر مرزا صاحب کے قلم سے کس طرح نکلا کہ اللہ تعالی نبی برحق خاص خدا تعالی کے سکھائے ہوئے پیغمبر حضرت روح اللہ عیسی بن مریم اتنی لمبی عمر پانے سے پیر فرتوت ہو کر نادان محض ہو جائیں گے اور کسی کام کے نہ رہیں گے۔

اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ مرزا صاحب کا ترجمہ بالکل غلط ہے اور حضرت عیسیٰؑ اس آیت کے حکم سے مستثنی ہیں۔اب یہ امر بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اصول وعقائد اسلامیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ مرزا صاحب عمر طبعی کے قائل ہیں اور اس کے بعد موت کو ضروری جانتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب موت کو ایک عدمی امر جانتے ہیں۔علم عقائد پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ عمر طبعی کو ماننا اور اس کے بعد موت کا ضروری ہونا، اور موت کو ایک عدمی امر جاننا، حکمائے یونان کا مذہب ہے، نہ کہ مسلمانوں کا۔چنانچہ امام فخر الدین رازی نے سورہ نحل کی تفسیر میں عمر طبعی کے متعلق حکماء کا مذہب اور ان کے دلائل ذکر کئے ہیں اور پھر عقلی دلائل سے بہت تفصیل کے ساتھ ان کا ردّ لکھنے کے بعد فرمایا:

ایک دن میں سورہ المرسلات پڑھ رہا تھا جب آیت الم نخلقکم پر پہنچا اور ویل یومئذٍ لّلمکذّبین پڑھا (یعنی قیامت کے روز جھٹلانے والوں کیلئے ویل ہوگا) تو میں نے کہا بے شک ان مکذبین سے مراد وہی لوگ ہیں جو حیوانات کے بدن کی ساخت کو طبیعت کی طرف اور رطوبت اور حرارت کے اثر کرنے کی طرف نسبت کرتے ہیں (اور کہا) اے رب العزت میں سچے اور پختہ دل سے ایمان رکھتا ہوں کہ یہ تدابیر طبیعت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر سے نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ تیرا فعل ہے جو خالق اور علیم اور احکم الحاکمین اور اکرم الاکرمین ہے۔

اور اس کے بعد ثمّ یتوفاکم کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہم نے (اس سے اوپر) بیان کر دیا ہے کہ حکماء نے موت کا سبب جو ذکر کیا ہے وہ فاسد اور باطل ہے اور اس سے دور لازم آتا ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ حکماء کا مذہب باطل ہے تو ظاہر ہو گیا کہ زندگی اور موت اللہ تعالی کے پیدا کرنے اور مقدر کرنے سے ہوتی ہے۔،

میں (ابراہیم میر) کہتا ہوں امام رازی کے اس قول کی تصدیق قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے سورہ ملک میں الّذی خلق الموت و الحیات یعنی خدا نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ (ملک:۲)۔

اس کے بعد رازی و منکم من یردّ الی ارذل العمر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہم نے (اوپر) بدلائل بیان کر دیا کہ انسان کے حالاتِ کمال سے نقصان اور قوت سے ضعف کی طرف انتقال کرنے کی علت (فاعلی) طبیعت نہیں ہے۔ پس قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ انسان کا حالتِ جوانی سے بوڑھا ہو جانا اور عقل کامل کے بعد پیرانہ سالی کی وجہ سے نادان ہو جانا بمقتضائے طبیعت نہیں ہے بلکہ اللہ فاعلِ مختار کے فعل سے ہے (اس کے بعد انّ اللّٰہ علیم و قدیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں) کہ یہ بات یعنی اللہ علم والا، قدرت والا ہے، جو کچھ ہم نے بیان کیا، اس کی اصل اصول ہے کیونکہ طبیعت تو ایک جاہل چیز ہے جو مصلحت اور فساد کے وقت میں تمیز نہیں کر سکتی۔ اسلئے سب انتقالات جو انسان میں ہوتے ہیں ان کو اس کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ لیکن سب جہان کا معبود اور تدبیر کرنے والا اور سب کو پیدا کرنے والا (خدا) اپنے علم اور قدرت میں کامل ہے۔ پس اپنے کمال علم کی رو سے بہتری اور خرابی کے اندازوں کو جانتا ہے اور کمال قدرت کی رو سے بہتری عطا کرنے اور خرابی کے دور کرنے پر قادر ہے۔ پس ضرور ضرور حیوانات کی بناوٹ کو اس معبود حقیقی کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور طبیعت کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں ہے۔

مرزا صاحب! دیکھئے قرآن شریف کے نکتے ایسے ہوتے ہیں جو امام رازی فرماتے ہیں نہ کہ جو آپ بیان فرماتے ہیں اور محاورات عرب اور اصول اسلام کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم سوم سے نویں آیت

و ما جعلناھم جسداً لّا یاکلون الطّعام (انبیاء :۸)۔

مرزا صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔

ناظرین! خیال فرماسکتے ہیں کہ یہ ترجمہ قرآن کے الفاظ سے کس قدر اجنبی ہے۔

قسم سوم سے دسویں آیت

و ما ارسلنا من قبلك من المرسلین الّا انّھم لیاکلو ن الطّعام ویمشون فی الاسواق (فرقان:۲۰)۔

یعنی ہم نے تجھ سے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔

ان دونوں آیتوں سے مرزا صاحب، حضرت مسیح کی وفات اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ انسان بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر کھانا نہیں مل سکتا، اس لئے وہ فوت ہو چکے ہیں۔

مرزا صاحب معارفِ قرآنی تو درکنار، مراد قرآنی کے سمجھنے سے بھی کئی منزلیں دور رہتے ہیں۔ نہ سمجھتے ہیں نہ سوچتے ہیں اور نہ سلسلہ کلام پر نظر کرتے ہیں۔ بس اپنی بے تکی ہانکتے ہیں۔ ان آیتوں کی صحیح مراد یہ ہے کہ کفار نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پر اعتراض کیا تھا کہ یہ کام منصب نبوت کے منافی ہیں جیسا کہ اللہ نے ذکر کیا :

و قالوا ما لھذا الرّسول یاکل الطّعام و یمشی فی الاسواق (فرقان:۷) (کہتے ہیں کہ یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے)۔

گویا کفار نے رسول برحق کیلئے ضروری مانا ہوا تھا کہ وہ کھانے اور بازاروں میں چلنے سے پاک ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے اس کا جواب فرمایا کہ اے پیغمبر! ہم نے تجھ سے پیشتر جس کسی کو اپنا رسول کر کے بھیجا ہے، ان میں بھی یہ باتیں پائی جاتی تھیں۔ جب وہ باوجود ان باتوں کے رسول تسلیم کئے جاتے ہیں تو اگر تم میں بھی یہ اوصاف پائے گئے ہیں، تو انکار کی کیا وجہ ہے ؟

دوسرا جواب یہ دیا: و ما جعلنا ھم جسداً لّا یاکلو ن الطّعام یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو بے جان دھڑ نہیں بنایا کہ ان کے لئے نہ کھانا ضروری ہو۔

جس کا ترجمہ مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔

دیکھئے یہ ترجمہ الفاظ و مراد قرآنی سے کس قدر اجنبی ہے۔ علاوہ بریں اس طرف خیال فرمایئے کہ ان آیتوں کو اور اس مضمون کو حضرت مسیح کی موت قبل النزول سے کیا تعلق و نسبت ہے؟

آیئے مرزا صاحب! ہم آپ کو ایک نکتہ بتاتے ہیں، اگر خود نہ سمجھ سکیں تو فاضل امروہی کو پاس بٹھا کر سمجھ لیں کہ و ما جعلنا ھم جسداً لا یاکلون الطّعام میں جملہ لا یا کلون الطّعام صفت ھے جسداً کی اور جسد اور جسم آپس میں ہم معنی ہیں اور دلیل انکے ہم معنی ہونے کی یہ ہے کہ دونوں کے فا کلمہ اور لام میں جیم اور سین ہے۔ پس اس آیت سے یہ حاصل ہوا کہ اللہ نے جسد محض (بے جان دھڑ) سے بالضرورت طعام سے فائدہ مند ہونے کی نفی کی ہے اور اس کیلئے نہ کھانا ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن زندہ جسد سو اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ کھائے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ نہ کھائے، کیونکہ لغت میں جسد انسانوں اور فرشتوں اور جنوں سب کے جسم کیلئے ہے جیسا کہ قاموس میں ہے الجسد محرکۃ جسم الانسان و الجنّ و الملائکۃ اور معلوم ہے کہ فرشتے فطرۃً طعام وغیرہ حاجات بشریہ کے محتاج نہیں ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں یہ ہرگز ملحوظ نہیں کہ ہر زندہ چیز کیلئے کھانا ضروری ہے۔ ہاں یہ ضرور ملحوظ ہے کہ ہر بے جان جسم کیلئے ضروری ہے کہ وہ نہ کھائے۔ سو اس کو حضرت مسیح کی وفات سے کچھ تعلق نہیں۔

پس جب آسمان پر فرشتے بغیر طعام کے زندہ ہیں تو حضرت مسیح بھی جو پیدائش کے لحاظ سے فرشتوں کے مشابہ ہیں اور اسی مشابہت کی وجہ سے آسمان پر اٹھائے گئے ہیں بغیر طعام کے زندہ رہ سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا کا یہ ترجمہ کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو، علاوہ اس کے قرآن کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے، اپنے مضمون کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ فرشتے اجسام ہی ہیں اور زندہ بھی ہیں اور ان پر جسد کا لفظ بولا بھی جاتا ہے اور پھر وہ کھانا نہیں کھاتے۔

اس آیت پر اور زیادہ بھی لکھ سکتے ہیں مگر اتنا بیان کافی معلوم ہوتا ہے۔

قسم سوم سے گیارھویں آیت

و الّذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون ۔ اموا ت غیر ا حیاء وما یشعرون ایّان یبعثون (نحل:۲۰۔۲۱) یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں۔ مر چکے ہیں، زندہ بھی تو نہیں، اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

مرزا صاحب اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کے سوائے پرستش کیا جاتا ہے ان سب کو اللہ مردہ کہتا ہے اور چونکہ عیسائی، حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ وہ بھی فوت شدہ ہیں۔

مرزا صاحب نے نہ تو آیت کا ترجمہ ٹھیک کیا ہے اور نہ اس کی مراد صحیح کو پہنچے ہیں۔ مرزا صاحب! بغیر اللہ، میں ب کس قسم کی ہے؟ اور اس کے کیا معنی ہیں؟ آیا آپ غیر اللہ اور بغیر اللہ میں فرق نہیں جانتے؟

اس آیت کو مرزائی پارٹی مسیح کی وفات کیلئے جلالی آیت کہا کرتی ہے (دیکھو الدلیل الصریح از مبارک علی سیالکوٹی برحاشیہ صفحہ اخیر) مگر جس طرح سے مرزا صاحب محاورات عربیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں، اسی طرح ان کے مرید بھی اس کمال سے بے بہرہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت بتوں کے حق میں ہے۔ ان کی نسبت اللہ فرماتا ہے کہ کفار مکہ، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ بے جان ہیں۔ کیونکہ سورت نحل (جس کی یہ آیت ہے) مکی ہے ۔لہذا یہ آیت کفار مکہ کی تردید کیلئے نازل ہوئی نہ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید کیلئے۔ اس پر مرزائیوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے یہ جواب ہوا کرتا ہے کہ آیت میں الّذین کا لفظ ہے جو ذوی العقول کیلئے آیا کرتا ہے۔ پس اس میں عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید ہے جن کے معبود ذوی العقول اشیاء میں سے ہیں، یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ۔ ہم کہتے ہیں الّذین کا ذوی العقول سے مخصوص ہونا کسی کتاب علم نحو یا لغت میں تو نہیں لکھا۔ اور زبان عربی میں الّذی اور اس کی مؤنث الّتی کا استعمال جاندار، وغیر جاندار، ذوی العقول وغیر ذوی العقول دونوں طرح کی اشیاء پر آیا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل:

پہلی آیت: ثمّ آتنیا موسی الکتاب تماماً علی الّذی احسن و تفصیلاً لّکلّ شیء (انعام: ۱۵۴) ((پھر (سنا ان کو کہ) دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پوری کر کے ایسے طریق سے جو بہت خوبصورت ہے اور تفصیل ہر شئے کی)

اس آیت میں احسن کی نسبت مفسرین کے دو قول ہیں۔ اول یہ کہ یہ اس جگہ صیغہ ماضی معلوم از باب افعال ہے۔ دوم یہ کہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ پس احسن کو صیغہ ماضی جاننے سے الّذی ذی عقل کیلئے ہوگا اور اسکے اسم تفضیل ہونے پر اس کا غیر عاقل کیلئے ہونا صاف ظاہر ہے مغنی اللبیب باب الموصول ص ۱۳۷ جلد دوم میں اس آیت کی نسبت لکھا ہے ویکون احسن حینئذٍ اسم تفضیل لا فعلا ماضیاًوفتحته اعراب لابناء و هی علامة الجر

دوسری آیت و لا تقربوا مال الیتیم الّا بالّتی ھی احسن (انعام:۱۵۲۔ بنی اسرائیل:۳۴) (یعنی یتیم کے مال کے نزدیک نہ جاؤ مگر ایسے طریق سے جو بہتر ہو)

تیسری آیت ولا تؤتوا السّفھاء اموا لکم الّتی جعل اللّٰہ لکم قیاماً (نساء:۵) (اپنے وہ مال جو اللہ نے تمہارے لئے گذران کا سبب بنائے ہیں بے عقلوں کو نہ پکڑا دو)

اسی طرح الّذی کا غیر ذوی العقول کے لئے بھی مستعمل ہونا شعرا کے کلام سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ متنبّی کہتا ہے:

والّذی تنبت البلاد سرور   و الّذی تمطر السّحاب مدا م

(اب جو کچھ شہروں کی زمین میں اگے گا، وہ شراب ہی ہوگا اور وہ جو کچھ بادل برسا رہے ہیں وہ بھی شراب ہی ہوگا)

اسی طرح دیوان ابی العتاہیہ میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الهی لا تعذبنی فانّی مقرّ بالّذی قد کان منّی

(اے اللہ مجھے عذاب نہ کر، کیونکہ جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے، میں اس کا اقرار کرتا ہوں)

اسی طرح رضی شرح قافیہ باب موصول بیان ذو الطائیہ میں ہے:

فانّ الماء ماء ابی و جدّی و بِئری ذو حضرت و ذو طویت

(کیونکہ وہ پانی تو میرے باپ دادا کا ہے، اور کنواں بھی میرا ہے جو میں نے کھودا اور سنوارا تھا)

اس شعر میں بنی طے کی لغت پر ذو بمعنی الّذی ہے اور غیر جاندار کیلئے مستعمل ہوا ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ آیت زیر بحث میں الّذین سے کفار مکہ کے بت مراد لینے محاورہ عرب کے خلاف نہیں۔ اگر کہا جائے کہ من دون اللّٰہ عام ہے، چاہے جاندار ہو، چاہے بے جان، سب کیلئے بولا جاتا ہے۔ پس اس میں کفار مکہ کے بت بھی شامل ہیں اور ان کے سوائے اور بھی مثلاً حضرت مسیح اور عزیزؑ اور دیگر باطل معبود جو کسی قوم نے ٹھہرایا ہو۔ کیونکہ اس آیت میں دو لفظ اموات اور غیر احیاء فرمائے گئے ہیں۔ یعنی جو جاندار اللہ کے سوائے معبود مانے گئے ہیں ان کیلئے تو اموات فرمایا، پس اس میں حضرت مسیح اور حضرت عزیر اور دیگر جاندار آگئے، اور غیر احیاء میں بے جان معبود بت وغیرہ آگئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک کلمہ من دون اللّٰہ عام ہے، جاندار اور بے جان دونوں پر بولا جاتا۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کے سوا ہر قسم کے باطل معبودوں کی تردید ہے لیکن اس آیت کی رو سے یہ کہنا کہ وہ سب جاندار وذوی العقول معبود جن کو لوگ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں، اس آیت کے نزول کے وقت مردہ تھے، یا فی الحال مرے ہوئے ہیں، ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت کفار مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے جیسا کہ قرآن میں یہ مضمون کئی مقامات میں مذکور ہے۔ حالانکہ فرشتے جن کو کفار پکارتے تھے، اس آیت زیر بحث کے نزول کے وقت زندہ تھے اور اب تک زندہ ہیں۔ پس اگر اس آیت کی رو سے جملہ معبودانِ باطلہ فی الحال مردہ ثابت ہوتے ہیں تو فرشتوں کی نسبت کیا جواب ہوگا؟ جیسا کہ پارہ ۱۴ رکوع ۱۳، اور نیز پارہ ۲۵ رکوع ۷، اور نیز پارہ ۲۳ رکوع ۹، اور پارہ ۲۷ رکوع ۴ میں مذکور ہے کہ کفار مکہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر یہ کہ اگر کوئی شخص یا قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے لے تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ پس آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی جس سے قرآن شریف پاک ہے۔

اموات کے متعلق اصل نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا ان سب معبودوں پر جو اس وقت مردہ ہیں اور جو اس وقت زندہ ہیں، دونوں پر صادق آ سکتا ہے۔ فوت شدوں پر اس طرح کہ وہ موت چکھے ہوئے ہیں اور مردہ خدائی کے لائق نہیں۔ اور جو زندہ ہیں ان پر اس طرح کہ جو آخر کار مر جائے گا وہ بھی خدائی کے لائق نہیں کیونکہ جو اپنی بقا اور زندگی پر قادر نہیں وہ کس طرح معبود ہو سکتا ہے۔ دیکھئے قرآن شریف میں زندوں پر بھی میّت کا لفظ آیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان سب کو انجام کار موت چکھنی ہوگی جیسا کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے سورہ زمر میں:

انك ميّت و انّهم ميّتو ن (زمر:۳۱) (تو بھی میت ہے اور یہ بھی میت ہیں)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو میّت کہا گیا حالانکہ آپ ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت صفحہ دنیا پر موجود تھے اور اسی طرح آپ کے مخالفین کفار کو بھی میّت کہا گیا حالانکہ وہ بھی زندہ موجود تھے۔ پس زندوں پر بھی اس لحاظ سے میّت کا لفظ بولنا جائز ہے کہ وہ سب انجام کار اپنے مقررہ وقت پر مر جائیں گے۔ پس اسی طرح حضرت مسیح اس آیت زیر بحث کے حکم میں اس لحاظ سے داخل ہیں کہ وہ بھی آخر کار مر جائیں گے جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، نہ اس لحاظ سے کہ وہ اس وقت یا اس آیت کے نزول کے وقت مر چکے تھے۔ حاشا و کلا۔ قرآن شریف کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے۔ اس آیت کو حضرت مسیح کی زندگی و موت ہر دو سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ لفظ میّت کا اطلاق جیسا کہ ہم نے قرآن شریف سے ثابت کر دکھایا ہے مردوں اور زندوں دونوں پر جائز ہے۔ پس اگر کسی خارجی دلیل سے حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت ہے تو بے شک آپ اس آیت میں اس لحاظ سے داخل ہیں کہ آپ مر چکے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کسی خارجی دلیل سے ثابت نہیں اس لئے آپ مرے بھی نہیں۔ اور اگر کسی خارجی دلیل سے آپ کی حیات ثابت ہے، تو بے شک آپ اس آیت میں اس لحاظ سے داخل ہو سکتے ہیں کہ آپ آخر کار مر جائیں گے اور چونکہ آپ کی زندگی قرآن و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث ہر دو سے ثابت ہے (جیسا کہ اس کتاب کا پہلا حصہ بلند آواز سے شہادت دے رہا ہے) اس لئے آپ ابھی مرے نہیں۔

پس مرزا صاحب کا اس آیت زیر بحث کو حضرت مسیح کی وفات کی دلیل سمجھنا عجب طرح کی الٹی منطق اور غلط استدلال ہے۔

امام فخر الدین نے اس آیت کے حکم میں فرشتوں کو بھی داخل کیا ہے اور اس کی وجہ یہی بتائی ہے کہ آخر کار وہ بھی مرجائیں گے چنانچہ فرمایا کہ:

الثّالث ان یّکون المراد بقوله و الّذین یدعون من دون اللّه، الملائكة و كان ناس من غیر احیاء ای غیر باقیة حیا تهم (تفسیر کبیر ج۵ ص۳۱۱) (تیسرا جواب یہ ہے کہ الّذین یدعون من دون اللّه سے مراد فرشتے ہیں اور کفار میں سے کئی لوگ ان کی بھی پرستش کرتے تھے۔ پس اللہ نے فرمایا کہ وہ اموات ہیں یعنی موت سے ان کو بھی بچاؤ نہیں، وہ غیر احیا ہیں یعنی انکی زندگی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے)

قسم سوم سے بارھویں آیت

اللّه الّذی خلقکم ثمّ رزقکم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم (روم: ۴۰) (یعنی اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا۔ پھر تم کو مارے گا۔ پھر تم کو زندہ کرے گا)

مرزا کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ نے اپنا قانون قدرت بتلایا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کیلئے روحانی اور جسمانی رزق مقسوم اسے ملتا ہے۔ پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جسکی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہیں

قسم سوم سے تیرھویں آیت

اینما تکونوا یدرککم المو ت و لو کنتم فی بروجٍ مّشیّدة (یعنی جس جگہ بھی تم ہو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی جگہ تمہیں موت پکڑے گی۔ اگر چہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودوباش اختیار کرو۔(نساء:۷۸)

مرزا کہتے ہیں کہ، چونکہ اس آیت میں حضرت مسیح کو مستثنی نہیں کیا۔ اس لئے مسیح مر گئے۔،

ان دونوں آیتوں سے جس طریق سے مرزا صاحب نے استدلال کیا ہے اس کا تفصیلی جواب سابقاً گذر چکا ہے کہ استثنا کے لئے ضروری نہیں کہ اسی عبارت میں ہو، بلکہ قرآن میں جہاں کہیں کسی امر کی تصریح پائی جائے اور وہ کسی حکم عام کے خلاف نظر آئے تو وہ اس عام حکم سے مستثنی کیا جاتا ہے اور اس کی نظیریں بھی گذر چکی ہیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ انسان کیلئے یہ چاروں مراتب ہیں، اور اس سے عمر طبعی کے الحاد کا ستدلال کرنا، سو یہ بھی اچھی طرح سے باطل ثابت ہو چکا ہے اور اگر بالفرض یہ آیتیں کسی طرح اشارۃً یا دلالۃً حضرت مسیح کی موت پر دلالت بھی کریں، تو بھی بمقابلہ تصریحات کے جو انّی متوفّیك و رافعك الیّ اور بل رّفعه اللّٰه الیه اور و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں آپ کی زندگی اور رفع آسمانی کے بارے میں موجود ہیں، کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ دلیل خاص عام پر مقدم ہوتی ہے اور عبارت النص کے مقابلہ میں اشارۃً اور دلالۃً اعتبار نہیں ہوتا اور اسی طرح منطوق کے مقابلہ میں مفہوم کو پیش نہیں کر سکتے۔

قسم سوم سے چودھویں آیت

یـا ایّتها النّفس المطمئنّة ار جعی الی ربّك راضیةً مرضیةً فادخلی فی عبادی و ادخلی جنّتی (فجر: ۲۷۔۳۰)،

مرزا صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میری بہشت کے اندر آ۔

اور پھر اس سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر اس طرح استدلال کرتے ہیں:

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گز داخل نہیں ہوسکتا۔لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنی صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہیں لہذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا۔

قسم سوم سے پندرھویں آیت

انّ الّذین سبقت لھم منّا الحسنی اولئك عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خا لدون (انبیاء:۱۰۱-۱۰۲)۔

مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

جو لوگ جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذت میں ہیں۔

اور پھر مرزا صاحب کہتے ہیں:

اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح ہیں اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے ان کی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

قسم سوم سے سولھویں آیت

انّ المتّقین فی جنّت و نھر فی مقعد صدقٍ عند ملیكٍ مّقتدر (قمر:۵۴-۵۵)۔

مرزا صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

یعنی متقی لوگ جو خدا تعالی سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں۔صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس۔

فوت ہو جانے کے بعد، کے الفاظ مرزا صاحب نے از خود بڑھائے ہیں، قرآن میں اس موقع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ان کے لئے کوئی لفظ نہیں۔

ان تینوں آیتوں سے حضرت مسیح کی وفات پر استدلال کرنے کے جواب میں اول تو یہی کافی ہے کہ ان آیتوں میں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر نہیں ہے، مرزا صاحب نے اپنی رائے و قیاس سے نتیجہ نکالا ہے اور ان کا یہ قیاس ان آیات کے منطوق کے خلاف ہے جو خاص طور پر حضرت عیسیٰ کی زندگی اور نزول ثابت کر رہی ہیں۔ لہذا یہ استدلال درست نہیں۔ لیکن تفصیلی جواب یہ ہے کہ بہشت میں داخل ہونا روز قیامت کو ہو گا نہ کہ مرنے کے ساتھ ہی۔ اگر یہ درست ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی بہشت میں دخول ہو جاتا ہے تو پھر قیامت کس لئے ہے؟ پس یہ آیتیں مرزا صاحب کو کسی طرح بھی مفید نہیں کیونکہ اللہ کے علم میں جو لوگ جنتی ہیں ضرور نہیں کہ وہ اس وقت بھی مردہ ہوں۔

مرزا صاحب نے پہلی آیت کے ساتھ حدیث معراج کو ملا کر جو استدلال کیا ہے، وہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اول تو مرزا صاحب معراج جسمانی کے منکر ہیں جیسا کہ وہ اپنے ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں: سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا ۔

دیگر یہ کہ مرزا صاحب نے معراج کی سب حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ اگر کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ بعض حدیثوں میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ کی اپنی زبان مبارک سے نزول ثانی کو بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً اور مسند امام احمد میں مرفوعاً صحیح سند سے مروی ہے:

عن عبد اللّه بن مسعود قال لما كان ليلة اسرى برسول لقى ابرا هيم و موسى و عيسى فتذاكروا السّاعة فبدؤا با براهيم و سألوه عنها فلم يكن عنده منها علم ثم سألوا موسى فلم يكن عنده منها علم فردّ الحد يث الى عيسى ابن مر يم فقال قد عهد الىّ فيما دون و جبتها فا ما و جبتها فلا يعلمها الّا اللّه فذ كر خرو ج الدّ جّال قال فانزل فاقتله ۔ ابن ما جه باب فتنة الدجال و خروج عيسى و خروج يا جوج ماجوج) (جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے ابراہیمؑ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا گیا۔آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر نہ تھی ۔پھر موسیٰ سے پوچھا گیا انہیں بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں ۔پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ، جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کررہے ہیں ۔مرزا صاحب چاہے کیسے استدلال پیش کریں اور نصوص کو چاہے کیسے بعید احتمال سے رد کریں، اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں ان کے مفید مطلب کوئی بات بن نہیں پڑتی ۔

اگر کہا جائے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ تینوں سے ملاقات کی تو بہر حال تینوں کو ایک حال میں ماننا پڑے گا خواہ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کو عیسیٰؑ کی طرح زندہ مانو، خواہ عیسیٰؑ کو ان کی طرح فوت شدہ تسلیم کرو۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ملاقات تین طرح پر ہوتی ہے۔اول ہر دو جانب سے بدنی ملاقات و مصاحبت ہو۔دوم یہ کہ ہر دو جانب سے روحانی ہو۔سوم یہ کہ ایک طرف سے روحانی اور دوسری طرف سے بدنی۔سو معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ پر یہ تینوں کیفیتیں پوری کی گئیں تا کہ آپ کو ہر طرح کا کمال حاصل ہو۔حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ سے آپ کو قسم سوم کی ملاقات ہوئی یعنی آپ کی طرف سے بدنی ملاقات تھی اور ان کی طرف سے روحانی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو معراج جسم مبارک کے ساتھ کرایا گیا تھا جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔اور موسیٰؑ کی وفات قرآن و حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے۔پس ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی طرف سے روحانی ملاقات تھی اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے جسمانی۔اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی آپس میں قسم دوم کی ملاقات تھی یعنی دونوں طرف سے روحانی اور ان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو نبی ﷺ کی طرح قسم سوم کی ملاقات تھی یعنی حضرت عیسیٰؑ کی رفع جسمانی قرآن شریف سے ثابت ہے (جیسا کہ اسی کتاب کا پہلا حصہ باآواز بلند قرآنی شہادت سے پکار رہا ہے)۔باقی رہی آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کی ملاقات سو یہ قسم اول میں سے تھی یعنی دونوں طرف سے جسمانی کیونکہ حضرت رسول اللہ اور حضرت روح اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کا معراج جسمانی قرآن سے ثابت ہے۔ پس معترض کا اعتراض باطل ہوا۔ ملاقات کی تقسیم جو اوپر کی گئی ہے، مرزا صاحب کی طرح از خود نہیں بنائی گئی بلکہ اہل اللہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور حدیث بخاری سے ماخوذ ہے اور وہ حدیث یہ ہے :

عن ابن عباس قال مرّ النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذّبان وما یعذّبان فی کبیر امّا احدهما فکان لا یستتر من البول و امّا الآخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقّها نصفین فغرز فی کلّ قبرٍ واحدة ۔ قالوا یارسول اللّٰه لم فعلت؟ قال لعلّه یخفف عنهما ما لم ییبسا (بخاری۔کتاب الوضو)

(ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان مردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور جس گناہ کی بابت ان کو عذاب ہو رہا ہے اس سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں۔ ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک کو ایک قبر پر گاڑا اور دوسرے کو دوسری پر۔ صحابہ نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسا کس لئے کیا؟ فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا)

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ پس یہ متفق علیہ ہونے کی وجہ سے اول درجہ کی صحیح حدیث ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے ساتھ قسم اول کی ملاقات تھی یعنی ہر دو جانب سے بدنی مصاحبت تھی اور ان اموات کے ساتھ قسم سوم کی۔ یعنی آپ ﷺ کی طرف سے بدنی اور ان کی طرف سے روحانی۔

اسی طرح جنگ بدر کے مقتول کافروں کو جب گڑھے میں ڈالا گیا تو آپ ﷺ نے کنارے پر کھڑے ہو کر ان کے نام مع ولدیت کے پکار کر کہا کہ کیا اب تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے یا نہیں، کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا دیکھ لیا۔ کیا تم نے بھی وہ وعدہ جو عذاب کے بارے میں تم سے کیا جاتا تھا، سچا پالیا یا نہیں؟ جب آپ ﷺ نے ان لاشوں سے ایسی باتیں کیں تو پاس سے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے باتیں کرتے ہیں جن میں روح نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اس بات کو، جو میں کہتا ہوں، ان سے زیادہ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنتے۔یعنی وہ اس وقت بہ سبب صاحبِ حال ہونے کے میری بات کو بالکل حق الیقین کے مرتبے پر سنتے ہیں۔یا یہ کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی آواز ان کو بطور معجزہ کے سنادی۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور اس سے بھی تقسیم مذکور واضح ہے۔پس مرزا صاحب کا آیات زیر بحث کے ساتھ حدیث معراج کو ملا کر حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا وہم کرنا صحیح نہیں۔

قسم سوم سے سترھویں آیت

مـا کان محمّد ابا احدٍ مّن رّجالکم و لکن رّسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین (محمد ﷺ تم سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا)۔(احزاب:۴۰)

اس آیت کے تحت مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے اور ابھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا۔

مرزا صاحب کا یہ استدلال حضرت مسیح کی موت اور ان کے نازل نہ ہونے کے بارے میں تو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ استدلال محض قیاسی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی اور زندگی اور نزول قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ہاں اس آیت سے مرزا صاحب کا دعوی نبوت ضرور جھوٹا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ انشاءاللہ مذکور ہوگا۔

مرزا صاحب کا اس آیت سے منشا یہ ہے کہ اگر عیسیٰؑ دوبارہ آئیں تو یا تو آپ منصب نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے یا نبی ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی جدید نبی منع ہے جیسا کہ آپکے بعد مرزا صاحب اور آپ کے دوسرے ہم مشربوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر کوئی پچھلا نبی جس کو آپ سے پیشتر نبوت مل چکی ہو، پھر آئے تو وہ اس کی رو سے منع نہیں، جیسے کہ عیسیٰؑ کہ ان کو آپ ﷺ سے پیشتر نبوت مل چکی ہوئی ہے۔ اور جب پھر نازل ہوں گے تو ان کی نبوت وہی ہوگی جو پہلے تھی نہ کہ مرزا کی طرح نئی نبوت۔ احادیث نبویہ سے ایسا ثبوت ہے چنانچہ مسند امام احمد میں ہے کہ:

عن انس بن مالك قال قال رسول اللّٰه انّ الرّسالة والنّبوّة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی)

مسند امام احمد میں بروایت ابی بن کعبؓ ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حویلی تعمیر کرائے مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ جائے (جب وہ اینٹ لگے تو وہ حویلی پوری ہو) پس میں پیغمبروں میں اس آخری اینٹ کی مانند ہوں)

ان احادیث اور ان کی مانند دوسری احادیث کو زیر نظر رکھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہی فرماتے ہیں کہ مجھے نبوت عطا ہونے کے بعد اب کسی اور شخص کو منصب نبوت نہیں ملے گا۔ نیز مفسرین نے اس خدشہ کو اسی طرح دور کیا ہے چنانچہ تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں آیت خاتم النبیین کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

ولا یقدح فیه نزول عیسی بعده علیهما السّلام لانّ معنی کونه خاتم النّبیّین انّه لا ینبأ احد بعده و عیسی ممّن نبیء قبله و حین ینزل انما ینزل عاملاً علی شریعة محمد ﷺ مصلّیاً الی قبلته کانّه بعض امّته (آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں عیسیٰؑ کے نزول سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور عیسیٰؑ تو ان میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں۔ دیگر یہ کہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ ہی کے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ ﷺ کی امت میں سے ہیں (پس اس لحاظ سے بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اور تفاسیر میں ہے۔ مثلاً بیضاوی، خازن، مدارک، اور فتح البیان۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت میں کچھ حرج ہوتا ہے تو کیا مرزا صاحب کے دعوی نبوت سے حرج نہیں ہوتا۔ اور اگر مرزا صاحب بروز (جو باطل ہے) کا عذر کر کے اس زد سے بچ سکتے ہیں تو کیا عیسیٰؑ کی طرف سے یہ عذر کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور آیت میں اور حدیث میں کسی نئے نبی کی بابت نفی ہے، صحیح نہیں؟ انصاف! انصاف! انصاف!

اگر عدل وانصاف سے سوچا جائے تو جس صورت سے مرزا صاحب نے اور آپ کے متقدمین دجالوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے، قرآن وحدیث میں اسی کی تردید ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ میری امت میں سے قریباً تیں دجال نہ ہولیں، جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس حدیث کو حدیث لا نبیّ بعدی اور آیت خاتم النبیین کے ساتھ رکھ کر انصاف کریں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی نبوت وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ ان مدعیان نبوت کو دجال اور کذاب کہتے ہیں۔ پس آیت زیر بحث کی رو سے آپ کا دعوی غلط نکلا، نہ کہ عیسیٰؑ کا نزول۔

حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے انکار میں مرزا صاحب کے پاس کوئی معقول وجہ اور دلیل نہیں۔ صرف شکوک وشبہات ہیں جن سے لوگوں کو بہکاتے اور اپنا الوسیدھا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک شبہ یہ بھی ڈالا کرتے ہیں کہ جب عیسیٰؑ پھر نازل ہوں گے تو کیا ان کی نبوت چھینی جائے گی؟ اور وہ کس شریعت پر عمل کریں گے؟ عیسوی شریعت پر یا محمدی پر؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت چھینی نہیں جائے گی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک نبوت ایک ایسا منصب ہے جو چھینا نہیں جاتا (دیکھو تمہید ابی الشکور سالمی) اور نہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت منسوخ ہوگی۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ اسی اپنی پچھلی نبوت سے نازل ہوں گے۔ اور شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور اسی کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اس کی حکمت اور راز پہلے حصہ میں بیان ہو چکا ہے۔ نیز یہ کہ ایک وقت میں دو نبیوں کا ہونا اور ایک امام کا ہونا اور دوسرے کا تابع ہونا، ممنوع نہیں، بلکہ قرآن سے بالتصریح ثابت ہے۔ جیسے کہ موسیٰؑ وہارونؑ دونوں ایک وقت میں ہوئے ہیں اور دونوں نبی تھے۔ حضرت موسیٰؑ اصل صاحب شریعت اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام تھے اور حضرت ہارونؑ آپ کے تابع اور خلیفہ تھے۔ چنانچہ فرمایا:

و لقد آتینا موسی الکتاب و جعلنا معه اخاه هارون نبیّاً (فرقان:۳۵) (ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو اس کا وزیر بنایا)۔

اور و قال لاخیه هارون اخلفنی فی قومی (اعراف:۱۴۱) (جب موسیٰ کوہ طور پر جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون کو کہنے لگے کہ میرے بعد میری قوم میں میرا خلیفہ رہنا)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں اور قوم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ حضرت ہارونؑ بھی نبی تھے جیسا کہ فرمایا: و وهبنا له من رحمتنا اخاه هارون نبیّاً (مریم:۵۳) (ہم نے موسیٰ کو اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی کر کے بخشا)

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ دونوں ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں اور دونوں نبی تھے ۔حضرت ابراہیمؑ اصل صاحب شریعت اور امام تھے اور حضرت لوطؑ باوجود نبی ہونے کے ان کے تابع تھے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ کی نبوت و رسالت کی نسبت فرمایا:

و انّ لوطاً لمن المرسلین (صافات:۱۳۳) (بے شک حضرت لوط بھی رسولوں میں سے ہیں)

اور ان کے حضرت ابراہیمؑ کے تابع ہونے کی بابت فرمایا:

فامن له لوط ۔(عنکبوت:۲۶)۔ (یعنی (لوط) ابراہیمؑ پر ایمان لائے)

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحیٰؑ دونوں ایک وقت میں نبی تھے۔ حضرت عیسیٰؑ امام تھے اور حضرت یحیٰؑ ان کے تابع، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰؑ کی صفات میں فرمایا: مصدّقاً بکلمةٍ من اللہ (آل عمران:۳۹) (یعنی حضرت یحیٰ کلمۃ اللہ یعنی حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے)

پس اسی طرح جب عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو اس وقت شریعت محمدی ﷺ منسوخ نہیں ہو جائے گی بلکہ اصل صاحب شریعت اور امام جناب رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ آپ ﷺ کے خلیفہ اور وزیر اور تابع بھی ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے۔ اسی لئے صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت نواسؓ بن سمعان کی روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہے، اس میں آپ کو چار دفعہ نبی اللہ کہا گیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ ایسے نبیوں کی بابت ہے جو ایک زمانے میں دنیا پر موجود تھے، مگر حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی صورت میں یہ بات نہیں پائی جاتی کیونکہ نبی ﷺ دنیا میں تشریف نہیں رکھتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی صورت میں تو یہ امر بطریق اولی جائز ہے کیونکہ جب حقیقتاً دو نبی اکٹھے ہو سکتے ہیں تو زمانہ اور زندگی کے لحاظ سے یہ کیوں منع ہے۔ یعنی یہ کہ ایک تو باعتبار زمان نبوت کے ہو اور دوسرا اپنی حقیقی زندگی میں موجود ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لو آپ کی تسلی کے لئے ہم یہ امر بھی قرآن سے ثابت کرتے ہیں: اللہ تعالی نے فرمایا:

و لقد آتینا موسی الکتاب و قفّینا من بعده بالرّسل (بقرہ:۸۷)

(ہم نے موسی کو کتاب دی اور اس کے بعد اس کے قدم بقدم کئی رسول بھیجے)

اسی طرح فرمایا: انّا انزلنا التّوراۃ فیھا ھدیً وّ نور یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا (مائدہ:۴۴) (ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اسکے مطابق فیصلے کرتے تھے، خدا کے فرمانبردار نبی)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت موسیٰؑ کے تابع کئی رسول مبعوث کئے گئے۔ وہ سب حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد ہوئے۔ پس حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد انکے آئین و شریعت پر کئی نبیوں کے ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عیسیٰؑ کے نازل ہو کر دنیا میں زندہ موجود ہونے میں کوئی فرق نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے نازل ہونے کی حکمت و ضرورت سابقاً بیان ہو چکی ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ نہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ جن کو آپ سے پیشتر نبوت مل چکی ہوئی ہے، نہیں آئیں گے۔ بلکہ اس آیت سے مرزا صاحب کی نبوت صاف جھوٹی ثابت ہوتی ہے اور ان لوگوں جیسی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے دجال اور کذاب کہا ہے اور ان تعداد تیس کے قریب بتلائی ہے جن میں سے بہت سے گذر چکے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم سوم سے اٹھارویں آیت

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۲۱:۷)

مرزا صاحب اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں پر نظر ڈالو تا کہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو، تو وہی آ جاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلے کا ہمارے فیصلے کے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے۔ انتہی بلفظہ

مرزا کی عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہم کو اہل کتاب کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم کرتا ہے۔ پس اس آیت کے حکم سے ہم نے بائیبل پر نظر کی تو اس میں حضرت ایلیا کا آسمان سے اترنا پایا۔ مگر اس کی صورت حضرت مسیح نے یہ بیان فرمائی کہ ایلیا کا آنا حضرت یحیٰؑ کے آنے سے پورا ہو گیا۔ پس اسی طرح احادیث میں جو مسیح کا آسمان سے اترنا آیا ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ کوئی شخص مثیل مسیح آئے گا۔ چنانچہ وہ میں آ گیا ہوں اور مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط ہے اور وہ آیت کے صحیح مطلب کو ہرگز نہیں سمجھے۔ اس آیت زیر بحث کی صحیح تفسیر انشاء اللہ ہم بعد میں کریں پہلے مرزا صاحب کی مراد کے موافق فرض کر کے ان کے استدلال کو غلط ثابت کرتے ہیں۔

اول، اس طرح کہ اللہ نے ہم کو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے کا حکم اس شرط سے کیا ہے کہ ہم کو اپنی شریعت میں وہ بات معلوم نہ ہو جیسا کہ صاف ارشاد ہے: ان کنتم لا تعلمون (یعنی اگر تم نہیں جانتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

)۔پس جب آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ ﷺ سے عیسیٰؑ کی حیات حقیقی اوررفع آسمانی اورنزول عیسیٰؑ ثابت ہے اورہمیں اس میں کوئی تر دداور بے علمی کا خدشہ نہیں تو ہم اہل کتاب کی کتابوں کی طرف کیوں رجوع کریں؟ کیا آسمانی اورحق اورمحفوظ اور غیر محرف کتاب کو چھوڑ کر بندوں کی بنائی ہوئی اور محرف کتابوں کے پیچھے لگنا اتستبدلون الّذی هوادنی بالّذی هو خیر (بقرہ:۶۱)(کیاتم بہتر چیز کے بدلے ادنی چیز کو لیتے ہو؟) کا مصداق نہیں؟

دوم اس طرح کہ الیاسؑ کے آسمان پر جانے اور وہاں سے پھر اترنے کا مسئلہ قرآن وحدیث سے کہیں بھی ثابت نہیں۔ نہ حقیقۃً اور نہ مثالاً۔پس مرزا صاحب اس پر اپنی مماثلت کی بنا نہیں رکھ سکتے۔قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت الیاسؑ کے دوبارہ آنے کی بابت کبھی کوئی پیش گوئی نہیں کی گئی۔ یہ یہودیوں کا من گھڑت عذر تھا اور نیز یہ بھی کہ یحیؑ ، حضرت الیاسؑ کے مثیل نہ تھے کیونکہ اللہ نے زکریا کو یحی کی پیدائش سے پہلے ان کی تعریف ان لفظوں سے سنائی تھی:

انّ اللّہ یبشّرك بیحی مصدّقاً بکلمةٍ من اللّه و سیّداً و حصوراً وّ نبیاً مّن الصّالحین (آل عمران: ۳۹) (اے زکریا، اللہ تجھ کو ایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جسکا نام یحی ہوگا وہ کلمۃ اللہ (عیسی) کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور اپنی قوم کا سردار ہوگا اور عورتوں سے علیحدہ رہنے والا اور بہت پاکباز ہوگا اور صالحین انبیاء میں سے ہوگا)

پس اگر خدا تعالی کی طرف سے حضرت الیاسؑ کے نزول کی پیش گوئی ہوئی ہوتی اور اس کا پورا ہونا حضرت یحیؑ کے آنے سے ہوتا تو یہ امر حضرت زکریا کو ضرور معلوم ہوتا کیونکہ اس وقت آپ ہی بوجہ نبی ہونے کے کامل العلم تھے اور دوسرے لوگ آپ کے علم کے محتاج تھے۔لہذا ضروری تھا کہ اللہ تعالی آپ کو حضرت یحی کی بشارت یوں سناتا کہ یہ وہ مولود مسعود ہے جو مدتوں سے منتظر وموعود ہے۔تاکہ حضرت زکریاؑ اپنے بیٹے سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے سے زیادہ خوش ہوں۔مگر چونکہ اللہ نے باوجود سبب کے موجود ہونے کے اس امر کا اشارہ نہیں کیا،تو معلوم ہوا کہ نہ الیاسؑ کا نزول خدا کی طرف سے بتلایا گیا تھا اور نہ یحیؑ کا ان کا مثیل ہونا درست ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح سورہ مریم میں حضرت یحیٰ کی صفت میں فرمایا: لم نجعل له من قبل سميّاً (مریم:۷)
ہم نے اس سے پیشتر اسکا ہم نام بنایا ہی نہیں

سمّی کے معنی نظیر وشبیہ اور مثیل کے بھی ہیں جیسا کہ اسی سورت میں آگے آتا ہے هل تعلم له سميّاً (مریم:۶۵) (کیا تو کوئی ایسا شخص جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا نظیر ہو) پس جب اللہ نے یحیٰؑ سے پیشتر ان کا ہم نام ومثیل بنایا ہی نہیں تو اب مرزا صاحب ان کو حضرت الیاسؑ کا مثیل کس طرح قرار دیتے اور کس طرح اس پر اپنے دعوائے مماثلت کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔

سوم اس طرح کہ انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحیٰؑ نے نہ تو مثیل الیاسؑ ہونے کا دعویٰ کیا، اور نہ وہ تھے۔ بلکہ یہودیوں کے پوچھنے پر اس سے صاف انکار کیا جیسا کہ انجیل یوحنا باب اول آیت ۱۹ سے ۲۱ میں لکھا ہے: اور یوحنا کی گواہی یہ تھی۔ جب کہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔

اور اس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔

تب انہوں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟

اس نے کہا، میں نہیں ہوں۔

پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا، نہیں۔

اس عبارت اور اس سے بعد کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یحیٰ، جن کا انجیلی نام یوحنا ہے، کاہنوں کے سوال پر اپنے مثیل الیاسؑ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں۔ پس مرزا صاحب کا دعویٰ مماثلت بالکل بے بنیاد ہے۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کے اعتراض پر حضرت الیاسؑ کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کی بابت حضرت یحیٰ کا آنا پیش کیا تھا، تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ یہ انجیل سے ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی زبان سے حضرت یحیٰ کو پیش کیا۔ دوم اگر تسلیم بھی کر لیں تو حضرت یحیٰ کے اپنے انکار کے مقابلے میں ہو بہو مدعی سست گواہ چست کا معاملہ نظر آتا ہے، کیونکہ خود حضرت یحیٰ اپنے آپ کو مثیل الیاس قرار دے سکتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ کیا پھر حضرت مسیح نے غلط جواب دیا تو اس کا جواب یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ معاملہ بالکل من گھڑت ہے۔

چہارم اس طرح کہ اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیں کہ حضرت الیاسؑ کی نسبت پیشینگوئی کی گئی تھی اور وہ حضرت یحیؑ کے آنے سے پوری ہوئی، تو پھر بھی یہ ایک نظیر ہی بنے گی، نہ کہ علت موجبہ کہ اس کی رو سے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی بھی اسی رنگ میں پوری ہو۔ یہ نکتہ اہل علم پر مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ دوسرا واقعہ خواہ مخواہ پہلے کی مانند ہو۔

اس سارے بیان سے واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوائے مماثلت کے متعلق جس امر کو بنا قرار دیا تھا وہ بالکل غلط ہے اور ان کو کسی طرح مفید نہیں۔ پس اس آیت زیر بحث سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہ ہو سکی۔

اب ہم اس آیت فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کا صحیح مطلب بیان کر کے ناظرین کو قرآنی نکتوں سے مسرور کرتے ہیں۔ اس آیت اور اس کے بعد کی آیتوں کے متعلق ہم صرف وہی کچھ نقل کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں جو علی مہائمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

(اے پیغمبر) ہم نے تو تجھ سے پیشتر جو رسول بھیجا ہے وہ (انسانوں میں سے) مرد ہی تھا اور بشریت اور رسالت میں کس طرح منافات ہو سکتی ہے۔ کیونکہ رسالت کیلئے تو آسمان سے اترنا شرط نہیں بلکہ صرف اسقدر کافی ہے کہ ہم ان کی طرف فرشتہ بھیجنے سے ان کو وحی کرتے رہے ہیں۔ پس اگر یہ معاملہ شیطان کے نزول سے ملتبس ہو جائے تو تم اهل الذکر کو، جو بڑے پائے کے علماء ہیں، پوچھ دیکھو اگر خود قصور نظر کے سبب اس میں فرق نہیں جان سکتے۔ اور انبیاء پر فرشتے نازل ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ وہ بشریت سے بالکل باہر ہو جائیں کیونکہ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ جسد یعنی بے جان ہو۔ اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم نے ان پیغمبروں کو پتھروں کی طرح بے جان جسم نہیں بنایا کہ کھائیں نہیں۔ کیونکہ جمادات کو ملائکہ سے کوئی نسبت نہیں۔ پس صرف طعام ترک کے کر دینے سے ان کی مناسبت کامل نہیں ہو سکتی، اور یا یہ صورت ہو کہ وہ پیغمبر حیات کے کمال کی رو سے ایسے ہوں کہ مریں نہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہیں (پس کفار کا اعتراض درست نہیں)۔ پیغمبروں کیلئے تو یہی شرط ہے کہ دلائل کی رو سے ان کی سچائی ثابت کی جائے، سو ہم نے ایسا کر دیا۔ پھر ہم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے متعلق اپنے وعدوں کے سچا کرنے سے بھی ان کو سچا ثابت کر دیا کہ ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور اس پر یہ دلیل ہے کہ ان کو ہم نے بچالیا باوجود اس کے کہ وہ بھی ان ہلاک شدوں کے بیچ میں بستے تھے اور ان کے ساتھ مومنوں کو بھی بچالیا (جنکے بچانے کے متعلق ہماری مشیت ہوا کرتی ہے)

آیت فاسئلوا اهل الذکر کے متعلق صحیح تفسیر یہی ہے جو لکھی گئی۔ مرزا صاحب اس کا نہ صحیح مطلب سمجھے اور نہ انکا استدلال صحیح ہے۔ بلکہ اس آیت میں مرزا صاحب کی صریح تکذیب پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ ان وعدوں کا سچا ہونا ضروری فرماتا ہے جو پیغمبروں کے ساتھ ان کے دشمنوں کی ہلاکت کے متعلق کیے جاتے ہیں۔ اور یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جب کسی کو ڈر سناتے ہیں تو وہ اس سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اگر تجربہ سے طاعون کے دنوں میں کچھ ہلچل مچا کر لوگوں کو اپنی طرف کرنا چاہتے ہیں تو ان کے اپنے مخلص مرید بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے آپ کا جھوٹا ہونا عام لوگوں میں مشہور اور واضح ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح کبھی آپ زلزلہ کو دیکھ کر، کچھ اپنے تجربہ سے، اور کچھ تجربہ کار لوگوں سے سن کر دوبارہ اور سہ بارہ اعلان کر دیتے ہیں اور مریدوں کو گھروں سے باہر نکلنے کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی باہر نکل جاتے ہیں تاکہ آپ کے ایسے فعل اور تاکیدی حکم سے دوسرے لوگوں پر کچھ اثر پڑے، مگر نہ زلزلہ آتا ہے اور نہ کچھ اور ہوتا ہے اور مفت میں آپ فضیحت اٹھاتے ہیں۔ بلکہ اس سے لوگ آپ کی تکذیب پر مزید مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کا ایمان سلامت رہتا ہے۔

قسم سوم سے انیسویں آیت

ما آتاکم الرّسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا (حشر:۷) (رسول ﷺ جو کچھ تمہیں علم اور معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو)

اس آیت کی رو سے مرزا صاحب نے بعض احادیث نبویہ ﷺ سے استدلال کیا ہے اور اپنی الٹی منطق سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی حدیث یہ ہے عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ اعمار امّتی ما بین السّتّین الی السّبعین و اقلّهم من یجوز ذلك ۔رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوۃ) یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ بہت کمتر ہوں گے، جوان سے تجاوز کریں۔

اس کے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں :

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اور لوگ تو ۷۰ برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گذر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے ۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آ کر پھر چالیس پینتالیس برس زندہ رہیں گے۔

دوسری حدیث مرزا صاحب نے یہ پیش کی ہے:

عن جابر قال سمعت النّبیّ ﷺ یقول قبل ان یموت بشهر تسئلونی عن السّاعة و انّما علمها عند اللّٰه و اقسم باللّٰه ما علی الارض من نفسٍ مّنفوسة یأتی علیها مـأة سنة وهی حیّة ۔ رواہ مسلم (روایت ہے جابر سے کہ کہا، سنا میں نے پیغمبر ﷺ سے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسا زمین پر مخلوق نہیں کہ اس پر سو برس گذریں اور وہ زندہ رہے)

چونکہ مرزا صاحب جانتے ہیں کہ یہ حدیث بوجہ علی الارض کی قید کے ہمارے مفید مطلب نہیں بیٹھ سکتی اس لئے اس کے معنی بدلنے اور خلاف مراد تاویل کرنے میں انہوں نے بہت زور لگایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو، وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے تا کہ آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ما علی الارض میں داخل ہے۔

اس آیت زیر بحث اور دونوں حدیثوں کے جواب میں اول تو یہ عرض ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی رفع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمانی اور آپ کا نزول آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے اوران آیات واحادیث میں ان کی موت کا کوئی ذکر نہیں ۔مرزا صاحب کا اپنا نیا اجتہاد اور رائے وقیاس نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں پیش نہیں ہوسکتا

دیگر یہ کہ اس آیت کے ترجمے میں مرزا صاحب نے علم ومعرفت کی تخصیص کہاں سے نکالی؟ کیونکہ اگر آیت کے ماقبل پر نظر کریں تو ذکر فئے اور غنیمت کا چلا آرہا ہے۔پس اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ غنیمت اور فئے میں جو کچھ تم کو رسول اللہ ﷺ دیں، اسے لے لو ۔

اوراگر کلمہ ما کے ابہام اور عموم پر نظر کریں،تو ہر معاملہ میں خواہ علم کے متعلق ہو،خواہ عمل کے،خواہ کسی امر کے فیصلے کے ہو،اس آیت کا حکم لیا جائے گا۔پس اس آیت کی رو سے تو عیسیٰؑ کا آسمان پر ہونا اور اس سے نازل ہونا ثابت کرسکتے ہیں کیونکہ احادیث میں آپ کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح موجود ہے۔لہذا یہ آیت ہمارے مفید مطلب ہوئی،نہ کہ مرزا کے۔

سوم یہ کہ ساٹھ ستر سال عمر کی حدیث سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کرنی عجب طرح کی بے استادی ہے کیونکہ اول تو حدیث میں صاف کہا گیا ہے کہ بعض کی عمر اس سے زیادہ بھی ہوگی۔اور اس زیادتی کی انتہائی حد نہیں بتائی کہ عیسیٰؑ کی عمر کو اس سے متجاوز سمجھ کر آپ کو فوت شدہ تصور کرلیں،اور عمر طبعی کی تردید پیچھے مفصل گزرچکی ہے۔دیگر یہ کہ امتی کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ سب کچھ اپنی امت کے لوگوں کی بابت فرمارہے ہیں۔حضرت عیسیٰؑ آپ کی امت کے لوگوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ مستقل نبی ہیں اور نزول کے وقت نبی ہی ہوں گے۔مطلق خلافت دیگر امر ہے اور امت میں سے ہونا دیگر امر ہے۔حضرت عیسیٰؑ کا امت میں سے نہ ہونا حدیث صحیح مسلم سے بصراحت ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا اور اپنے مخالفوں کے مقابلے میں غالب رہے گا،پس حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو جو شخص اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا وہ کہے گا کہ آیئے حضرت ہمیں نماز پڑھایئے۔حضرت عیسیٰؑ جماعت کرانے سے انکار کریں گے اور کہیں گے کہ تمہارا امام تم ہی سے ہے۔یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو بخشی ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ اس امت کے لوگوں میں سے نہیں ہوں گے، ورنہ (

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امامت نہ کرانے کا) یہ عذر ٹھیک نہیں ۔اس حدیث سے مرزا صاحب کی مماثلت کا رنگ بھی اڑ گیا کیونکہ مسیح موعود اس امت کے لوگوں میں سے نہیں ۔اور مرزا صاحب اس امت کے لوگوں میں سے تھے ۔پس اس حدیث کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کی عمر کو کم سمجھنا سخت غلطی ہے ۔دیگر یہ کہ عیسیٰؑ کی آسمانی زندگی زمینی زندگی میں معدود نہیں جیسا کہ و کھلاً میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے اس امت میں سے نہ ہونے کے بارے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے مرزا بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بات ان کی اپنی عبارت سے ظاہر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسی بن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں۔

شمار ہی میں آ جانا اور فی الحقیقت ہونے میں فرق ظاہر ہے۔ پس ہمارا مطلب ثابت ہے دیگر یہ کہ اگر بالفرض مرزا کی اس بارے میں ساری باتیں مان بھی لیں تو بھی ان کی مراد پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ اس حدیث کی رو سے وفات مسیح کی بنا مرزا صاحب کے قیاس ورائے پر ہے اور آپؑ کے نزول عینی کی بنا صحیح حدیث کی تصریح سے ہے پس عیسیٰؑ اس حدیث کے حکم سے مستثنی رہیں گے۔

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں کلمہ علی الارض شہادت دے رہا ہے کہ یہ حکم ان زندہ چیزوں کے بارے میں ہے جو زمین پر موجود ہیں اور عیسیٰؑ آسمان پر ہیں اس لئے اس حدیث کے حکم میں نہیں آ سکتے ۔اور مرزا صاحب کا علی الارض کے معنی زمینی مخلوق کرنا زبان عربی کے محاورات کے خلاف ہے۔مرزا صاحب نے لکھتے وقت صحیح مسلم کی شرح پر تو نظر کر لی ہوتی تا کہ آپ کو علی الارض کے استعمال کا موقع معلوم ہو جاتا۔ مرزا صاحب خوب پہچانتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد کسی طرح پوری نہیں ہو سکتی اس لئے ادھر ادھر سے کھینچ تان کر کے حدیث کے مطلب کو بگاڑنا چاہا ہے۔ مگر اہل علم پر آپ کا دھوکہ اور مغالطہ مخفی نہیں رہتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم سوم سے بیسویں آیت

قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسولاً

(یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر دکھلا۔ تب ہم ایمان لائیں گے۔ ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلاء میں کھلے کھلے نشان دکھلاوے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں مگر ایک آدمی)

مرزا صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے اور قرآن مجید کے الفاظ کی پابندی نہیں کی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جائے۔ اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہرے گا۔ اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہذا قطعی اور یقینی امر یہی ہے کہ مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے حضرت یحیٰؑ اور حضرت آدمؑ اور حضرت ادریسؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ کا ذکر کر کے کہا ہے کہ:

جس طرح معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کو یہ نبی ملے اسی طرح عیسیٰؑ بھی ملے۔ پس جس طرح موت کے بعد یہ سب اٹھائے گئے اسی طرح عیسیٰؑ بھی موت کے بعد اٹھائے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے معراج کی رات میں دیگر انبیاء سے ملاقات کرنے اور حضرت عیسیٰؑ سے بھی ملاقات کرنے کا بیان بالتفصیل پہلے گذر چکا ہے۔ اب اس آخری آیت زیر بحث کا جواب سنئے کہ مرزا نے اس آیت کے ماقبل پر نظر نہیں کی اور نہ اسکی صحیح تفسیر سمجھی ہے، صرف اپنی پرانی عادت یعنی خواہش نفسانی سے جس طرح چاہا، قرآن مجید کے مطلب کو بگاڑ کر اپنا مطلب پورا کرنا چاہا ہے

تفصیلی بیان اس اجمال کا یہ ہے کہ سوالات کفار جن کے جواب میں کلمہ جامعہ هل کنت الّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشراً رّسولاً تعلیم کیا ہے، یہ ہیں :

و قالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعاً او تكون لك جنّة مّن نّخيل و عنبٍ فتفجر الانهار خلا لها تفجيراً او تسقط السّماء كما زعمت علينا كسفاً او تاتى باللّه و الملائكة قبيلاً او يكون لك بيت من زخرفٍ او ترقى فى السّماء و لن نؤمن لرقيّك حتّى تنزل علينا كتاباً نقرؤه ـ قل سبحان ربّى هل كنت الّا بشراً رّسولا

(بنی اسرائیل: ۹۰۔۹۳) (کفار کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمے جاری کردے۔ یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں جاری ہوں، یا تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا برسا دے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آئے یا تیرے لئے کوئی گھر سونے کا بنایا ہوا ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو نہیں مانیں جب تک کہ وہاں سے کوئی ایسی کتاب نازل نہ کرے جسے ہم خود پڑھ لیں۔ اے پیغمبران کو ان کے سوالات کے جواب میں یہی کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے (کہ کوئی اس پر زور و تحکم کرے) میں تو صرف ایک بندہ اور رسول ہوں)

ان آیات میں کفار کی ان اقتراحات کا ذکر ہے۔ اول، آنحضرت ﷺ کا اعجازی قوت سے زمین میں چشمے جاری کرنا۔ دوم۔ آپ کیلئے خرما و انگور کے باغ کا موجود ہونا۔ اور اس میں نہروں کا بہتے ہونا۔ سوم، آسمان کا ٹکڑا عذاب کیلئے گر پڑنا۔ چہارم، اللہ اور ملائکہ کی ضمانت، تصدیق یا ان کو سامنے لانا۔ پنجم، آپ ﷺ کیلئے سونے کا محل ہونا۔ ششم، آپکا آسمان پر چڑھ جانا اور وہاں سے کتاب اتارنا جسے کفار پڑھ لیں۔

یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ ان سب سوالات کے جوابات میں ایک ہی کلمہ سبحان ربّی هل كنت الّا بشراً رّسولاً تعلیم کیا ہے۔ اگر یہ جواب امر ششم یعنی آسمان پر چڑھ جانے کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے تو باقی سب امور بھی مستبعد و ناممکن ماننے پڑینگے کیونکہ جملہ سوالات کا ایک ہی جواب سکھایا ہے ۔پس واضح ہو کہ ان کل امور کا ممکن اور غیر ممتنع ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور ایسے خوارق کا ذوات بابرکات انبیاء سے باذن الٰہی واقع ہونا محل استبعاد نہیں کیونکہ معجزہ یعنی خرق عادت ممکن ہے۔ پہلے ہم ان سب امور کا قرآن سے ممکن ہونا ثابت کرتے ہیں اور پھر قل سبحان ربّی هل كنت الّا بشراً رّسولاً کی صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بیان کرینگے اوراس کے بعد یہ ذکر کرینگے کہ باوجودان امور کے ممکن ہونے کے پھر کفار کی طلب پوری کیوں نہ کی گئی۔

امراول ۔یعنی پیغمبر برحق کے معجزے سے زمین میں سے چشموں کا پھوٹ پڑنا آیت فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً (بقرہ :۶۰) سے ثابت ہے۔یعنی موسیٰؑ کے معجزہ سے پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ پڑنا،اوراسی طرح رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے فوارے جاری ہو پڑنا،اور نیز حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کی ضربوں سے آب زمزم کا پیدا ہونا امر مطلوب کے ممکن ہونے کی بڑی بھاری دلیل ہے۔اوران ہر دو واقعات کا ذکر صحیح بخاری میں موجود ہے ۔

امر دوم اور پنجم یعنی پیغمبر برحق کیلئے باغات وانہار ومحلات کے میسر ہونے کی دلیل بھی قرآن شریف سے ثابت ہے۔چنانچہ سورہ فرقان میں کفار کے اس سوال کو ذکر کر کے فرمایا:

تبارك الّذی ان شاء جعل لك خیراً من ذلك جنّات تجر ی من تحتها الانهار و یجعل لّك قصورا (فرقان: ۱۰)(وہ اللہ بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تیرے لئے ایک چھوڑ کئی باغات ان باغوں سے بہتر مہیا کردے کہ انکے نیچے نہریں بھی چلتی ہوں اور تجھے ایک چھوڑ کئی محل بھی میسر کردے)

نیز حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی اوران کیلئے جڑاؤ شیش محل کا میسر ہونا سورہ نمل میں مذکور ہے۔اور اسی طرح شیاطین کا آپ کیلئے مسخر ہونا اور آپ کیلئے سمندروں میں سے بیش بہا موتی نکالنا اور طرح طرح کے مکلّف اسباب خانگی تیار کرنا سورہ انبیاء،سبا اورص میں مذکور ہے۔

سبحان اللہ!انبیاء تو بہترین خلائق ہوتے ہیں ان کیلئے خزانہ الٰہی میں کس چیز کی کمی ہے یہ اسباب تو دیگر افراد بنی نوع بلکہ کفار کیلئے بھی اس دنیا میں میسر ہو سکتے ہیں بلکہ بعض کو حاصل ہیں چنانچہ سورہ زخرف اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا:

ولولا ان یّکون النّاس امةً وّاحدة لّجعلنا لمن یّکفر بالرّحمن لبیوتهم سقفاً من فضّةٍ ومعارج علیها یظهرون و لبیوتهم ابوا باً و سرراً علیها یتکئون و زخرفا (زخرف :۳۳۔۳۵) (اوراگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ کفر ہی پر کمر باندھ لیں گے تو ہم منکرین کے گھروں کی چھتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ سب کچھ چاندی کے کردیتے اور اسی طرح دیگر اسباب بھی کچھ سونے کا عطا کر دیتے)

اس آیت میں کفار کیلئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ اور دیگر اسباب طلائی میسر ہوسکنے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ ان اسباب کا حاصل کر لینا (بتوفیقہ تعالی) طاقت بشری سے خارج نہیں ہے۔ پس جب عامہ خلائق کیلئے ممکن ہوا تو انبیاء جو خواصِ دربار ایزدی ہوتے ہیں ان کے حق میں کس طرح محال ہوگا۔ خواص کا ایسے اسباب فانیہ کو محبوب نہ جاننا امر دیگر ہے اور ان کے حق میں معاذ اللہ محال و مستبعد ہونا امر دیگر ہے۔

امر سوم ، یعنی آسمان سے کوئی ٹکڑا عذاب کے طور پر نازل ہونا کفار کے مقولہ کما زعمت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ان کو اس عذاب سے ڈرایا تھا جس پر کفار نے مطالبہ کے وقت اس کا حوالہ دیا اور وہ ڈر جوان کو سنایا تھا سورہ سبا میں مذکور ہے:

ان نشأ نخسف بهم الارض او نسقط علهم كسفاً من السّماء (سبا: ۹) (اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب نازل کردیں)

اسی طرح سب آسمانوں اور زمین کا سقوط و زوال ممکن ہونا کئی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

انّ اللّه يمسك السّماوات والارض ان تزولا ولئن ذالتا ان امسكهما من احدٍ من بعده (فاطر: ۴۱) (آسمان اور زمین کو صرف اللہ تعالی ہی نے تھاما ہوا ہے اور اگر وہ نہ تھامے اور وہ گرنے کو ہوں تو کوئی بھی نہ تھام سکے)

بلکہ قیامت کو یہ سب آسمان و زمین فنا کر دیئے جائیں گے اور یہ امر قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے۔

چنانچہ تبدیل زمین و آسمان کی نسبت سورہ ابراہیم میں فرمایا:

يوم تبدّل الارض غير الارض و السّماوات (ابراہیم: ۴۸) (جس دن زمین و آسمان نئے تبدیل کئے جائیں گے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب نازل ہونا بھی ناممکن ومحال نہ ہوا۔

امر چہارم: یعنی اللہ اور ملائکہ کو ضامن کر کے صداقت نبوت کو ثابت کرنا، اس میں کون سا استبعاد ہے ۔قرآن اس سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لکنّ اللّه یشهد بما انزل الیك انزله بعلمه و الملائکة یشهدون و کفی باللّه شهیداً (نساء :۶۶)(اللہ تعالی تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے اس قرآن کو تجھ پر اپنے علم سے سچ سچ نازل کیا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں اور شہادت کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے)

اور اگر قبیلاً بمعنی قبلاً سمجھیں تو بھی مستبعد نہیں کیونکہ اتیان باری بکیفیة تلیق بشانه العظیم ممتنع بالغیر ہے اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات:

هل ینظرون الّا ان یأتیهم اللّه فی ظلل مّن الغمام و الملائکة (بقرہ:۲۱)

اور جاء ربّك و الملك صفّاً صفّاً (فجر:۲۲) وغیرھما، اور احادیث نزول باری سبحانہ۔

امر ششم ۔یعنی آسمان پر بارادہ ءالہیہ چڑھ سکنا عامہ بشر بلکہ کفار کے حق میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ سورہ حجر کے شروع میں فرمایا:

و لو فتحنا علیهم باباً مّن السّماء فظلوا فیه یعرجون لقالوا انّما سکّرت ابصارنا بل نحن قوم مّسحورون (حجر:۱۴۔۱۵)(اور اگر ہم کفار پر آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں اور وہ اس میں دن ہوتے چڑھ بھی جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ ہم پر کسی نے جادو کر دیا ہے)

پس عباد صالحین وحضرات مرسلین جو بہت اعزو اکرم ہیں، ان کے لئے کس طرح محال ہوسکتا ہے۔

اسی طرح کتاب کا لکھی ہوئی صورت میں آسمان سے اتر سکنا سورہ انعام کی آیت سے ثابت ہے، جیسا کہ فرمایا :

ولو نزّلنا علیك کتاباً فی قرطاسٍ فلمسوه بایدیهم لقال الّذین کفروا ان هذا الّا سحر مّبین (انعام:۷)اور اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کریں اور یہ کفار اس کو اپنے ہاتھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے ٹٹول بھی لیں تو بھی کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

الغرض یہ سب آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ امور مسئولہ کفار ممکن و غیر ممتنع ہیں۔ تو پھر آیت سبحان ربّی هل كنت الّا بشرا رّسولاً سے عذر استحالہ کس طرح بجا ہے؟ اس صورت میں تو قرآن حکیم میں تعارض ہوگا و هذا باطل۔ اگر اسی آیت کو بغور دیکھیں تو اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار معترضین کو اس امر کا علم تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ معراج جسمانی کے مدعی ہیں او ترقی فی السّماء کے بعد و لن نؤمن لرقيّك حتّى تنزّل علينا كتابا نقرأه اسی لئے کہا کہ آپ پچھلے معراج کا حوالہ نہ دے دیں۔ مزید برآں کفار کا سوال کرنا ہی اس امر پر دال ہے کہ وہ امور خارقہء عادات کا ظہور ذوات بابرکات انبیاء سے ممکن جانتے تھے اسی لئے یہ امور پیش کئے کہ اگر آپ ان ممکنات کو واقعات کر دکھائیں تو آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کریں گے۔

پھر اگر یہ سوال ہو کہ اگر سب امور مقترحہ ممکنات میں سے ہیں تو سبحان ربّی هل كنت الّا بشرا رّسولاً کی صحیح تفسیر، جس سے یہ جواب ہر امر کے ساتھ منطبق ہو جائے، کس طرح ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی صحیح تفسیر جس کی دوسری آیات مؤید و مصدق ہیں، یہ ہے جو تفسیر ابن کثیر و سراج منیر سے نقل کی جاتی ہے:

و قوله تعالى : سبحان ربّی هل كنت الّا بشرا رّسولاً ۔ ای سبحانه و تعالى و تقدس ان يتقدم احد بين يديه فی امر من امور سلطانه و ملكوته بل هو الفعال لما يشاء ان شاء اجابكم الى ما سألتم وان شاء لم يجبكم وما انا الّا رسول اليكم ابلّغكم رسالات ربّی و انصح لكم و قد فعلت ذلك و امركم فيما سألتم الى اللّه عزّ و جلّ (ابن كثير) (اس آیت سبحان ربّی ...کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس کی بادشاہی میں پیش دستی یا اس کے سامنے بڑھ کر بات کر سکے، بلکہ جس امر کو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔ پس اگر وہ چاہے گا تو تمہارا سوال قبول کرے گا ورنہ نہیں۔ اور میں تو صرف اس کے حکم کا مطیع اور اس کا رسول ہوں۔ میرا کام صرف تبلیغ رسالت ہے جو میں کر چکا اور جو کچھ تم نے سوال کئے ہیں ان کا معاملہ خدا کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سپرد ہے)

اسی تفسیر سراج منیر میں بھی بوضاحت اس امر کو محقق کیا ہے: و لما تم تعنتهم و كان لسان الحال طا لباً من اللّه تعا لى الجوا ب عنه امر اللّه تعالى بجوابهم بقوله قل اى لهئولاء البعداء الا شقياء شبحان ربّى اى تعجباً من اقترا حا تهم تنز يهاً للّه من ان يا تى ا حد يتحكم عليه او يشاركه ا حد فى القدرة و قرأ ابن كثير...بصيغة الماضى والبا قون قل بصيغة الامر و هل كنت الا بشراً رّسولّا كما كان من قبلى من الرّسل وكانوا لا يأتون قومهم الا بما يظهره اللّه على ايديهم بما يلائم حال قومهم ولم يكن امر الآيات اليهم و لا لهم ان يتحكموا على اللّه حتّى يتخيروها هذا هو الجواب المجمل و اما التّفصيل فقد ذكر فى آيات اخر كقوله تعالى ولو نزّلنا عليك كتا باً فى قرطاسٍ فلمسوه بايد يهم و لو فتحنا عليهم با باً ـ و نحو ذلك

(اور جس وقت کفار کی سرکشی اور کج بحثی حد کو پہنچ گئی تو آپ ﷺ کی زبان حال اللہ تعالی سے اس بات کا جواب طلب کررہی تھی۔ پس اللہ نے جواب سکھایا کہ ان بدبختوں سے کہو کہ اللہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی محض اس پر حکم وزور کرسکے یا قدرت میں اس کا شریک ہوسکے میں اپنے اختیار سے یہ امر نہیں کرسکتا کیونکہ میں تو ایک رسول ہوں اور مجھ سے پہلے جتنے رسول ہوئے تھے اپنے اختیار سے کوئی بھی معجزہ نہ دکھاتا تھا بلکہ صرف وہی جو اللہ تعالی ان کے ہاتھ پر ظاہر کرے اور ان کی قوم کے حال کے موافق ہوں۔ اور معجزات کا دکھانا رسولوں کے اختیار میں نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ ان کو یہ قدرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالی پر حکم اور زور کرکے اپنی مرضی سے معجزے طلب کریں۔ اس آیت میں یہ جواب مجمل دیا گیا ہے اور تفصیل کے ساتھ دیگر مقامات میں مذکور ہے مثلاً آسمان سے کتاب اتارنے کا جواب سورہ انعام میں فرمایا گیا کہ اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کرتے اور منکر لوگ اس کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تو بھی یہ منکر اس کو جادو کہہ کر انکار کردیتے۔ اور آسمان پر چڑھنے کا جواب سورہ حجر میں فرمایا: کہ اگر ہم ان کفار کے لئے آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں اور یہ لوگ اس پر چڑھ بھی جائیں تب بھی یہ منکر کہیں گے کہ ہم پر کسی نے جادو کردیا ہے۔ اور اسی طرح اور سوالات کے تفصیلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دیگر آیات میں دیئے ہیں)

تفسیر سراج منیر نے تو بے شک ظلمات و وساوس وشبہات کو دور کر دیا اور قلب مومن کو منور کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ امر ممتنعات میں سے نہیں بلکہ اعراض صرف ان کے تعنت کی وجہ سے ہے۔ اور نیز یہ کہ یہ جواب مجمل سب امور مسئولہ عنھا کا جواب ہے اور ہر امر کا بالتفصیل جواب دیگر آیات میں مذکور ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر دوامر صعود الی السّماء اور تنزیل کتاب کے امکان میں وہی آیتیں ذکر کیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور باقی امور کے جواب کی تفصیل کی طرف و نحو ذلك سے اشارہ کر دیا کہ طالب تفصیل خود قرآن میں تدبر کر کے ڈھونڈ لے۔ تفسیر کبیر میں بھی اس جواب کی اسی طرح تقریر کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

ان یّقال اما ان یّکون مرادکم من هذا الاقترا ح انکم طلبتم الاتیا ن من عند نفسی بهذه الا شیاء او طلبتم من ان اطلب من اللّٰه تعا لی اظهارها علی یدی لتدلّ علی کونی رسولا حقاً من عند اللّٰه والاول باطل لانّی بشر والبشر لا قدرة له علی هذه الاشیاء الثّانی ایضاً باطل لانّی قد اتیتکم بمعجزة واحدة وهی القرآن والدّلالة علی کونها معجزة فطلب هذه المعجزات طلب لما لا حاجة الیه ولا ضرورة فکان مجری التعنت و التحکم و انا عبد مامور لیس لی ان اتحکم علی اللّٰه فسقط هذا السّوال فثبت ان قوله قل سبحان ربّی هل کنت الا بشرا رّسولاً جوا ب کاف فی هذا البا ب

(اس جواب کی تقریر اس طرح ہے کہ کفار کے سوال کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ان امور کو اپنے اختیار سے کر دکھاؤں۔ دوم یہ کہ اللہ سے طلب کروں کہ وہ میری صداقت کیلئے ان امور کو ظاہر کرے۔ پس یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ پہلی تو اس لئے کہ میں بشر ہوں اور اپنے اختیار سے ان اشیاء پر قادر نہیں ہوں۔ اور دوسری اس وجہ سے کہ معجزہ تو میں تمہارے پاس لا چکا ہوں کیونکہ یہ قرآن میری نبوت کی تصدیق کیلئے کافی معجزہ ہے پس تمہاری معجزہ کی طلب محض تعنت اور تحکم ہے اور میں تو اللہ تعالیٰ کا مطیع بندہ ہوں۔ میں اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ تحکم اور زور سے کوئی امر اس سے طلب کروں۔ پس یہ سوال کفار مردود ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ قل سبحان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ربّی هل کنت الّا بشرا رّسولاً اس بارے میں کافی جواب ہے)

جو تقریر مفسرین سے اس جواب کے بارے میں نقل کی گئی ہے وہ بالکل حق اور مراد الٰہی کے عین مطابق ہے اور دیگر آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ پس یہ تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ اصل اس سارے مضمون کا و ما کان لرسولٍ ان یّأ تی بآیة الّا باذن اللّٰه (مومن: ۷۸) (کوئی رسول بغیر اذن الٰہی کوئی نشان و معجزہ نہیں دکھا سکتا) ہے کیونکہ معجزہ مقدور بشر سے خارج شئے کا نام ہے اور رسول بھی بوجہ بشر ہونے کے بذات خود بالاستقلال خرق عادت پر قادر نہیں ہوتے۔

ایسے امور جن سے دیگر عاجز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے رسول برحق کے دست مبارک پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس کی صداقت کے دلائل ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت روح اللہ اپنی رسالت کی صداقت کے بارے میں انّی اخلق لکم من الطّین .. ا لآیة اور موسیٰؑ اپنی رسالت کی تصدیق میں فرعون کے سامنے او لو جئتك بشیءٍ مبین فرماتے ہیں۔ اور فرعون اس پر طلب کرتا اور کہتا ہے فأت به ان کنت من الصّاد قین ۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے رسولوں کے وسیلے کچھ عجائب جو مقدورِ بشر سے خارج ہوں، ظاہر کیا کرتا ہے۔ یہ انکے صدق پر دلیل ہوا کرتے ہیں اور ایسے عجائب کوئی رسول بغیر اذنِ الٰہی کے دکھا نہیں سکتا۔

اب قرآن کے چند مقامات ذکر کئے جاتے ہیں جن میں اسی طرح کفار نے اقتراحی آیات کا مطالبہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہی جواب تعلیم کیا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میرا کام اتباع وحی اور تبلیغ رسالت ہے۔ معجزات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ چاہے تو دکھائے ورنہ نہ دکھائے۔ اس میں اس پر میرا کوئی تحکم و تغلب تو نہیں کہ بزور معجزہ طلب کروں چنانچہ فرمایا: و اذا لم تأتهم بآیةٍ قالوا لولا اجتبیتها قل انّما اتّبع ما یوحی الیّ من رّبی هذا بصائر مّن رّبکم و هدی وّ رحمةً لقوم یؤمنون و اذا قریء القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون (اعراف: ۲۰۲۔۲۰۴) (جس وقت تم ان کو ان کی طلب کے موافق کوئی معجزہ نہیں دکھاتے تو یہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں از خود بنا لیتا۔ ان کو جواب دو کہ میں تو صرف وحی الٰہی کا تابع ہوں۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے کافی معجزہ ہے اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہے اور جب میں اس کو پڑھا کروں تو تم اس کو چپ چاپ غور سے سنا کرو کہ تم بھی مومن ہو کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت میں داخل ہو جاؤ)

دیکھو اس آیت میں کیسے صاف طور پر فرما دیا کہ ان سے کہہ دو کہ میں امر الٰہی کے تابع ہوں ۔ اپنی حول وقوۃ سے کچھ نہیں دکھا سکتا۔ اور منصب تبلیغ رسالت سے ہرگز سر مو تجاوز نہیں کر سکتا اور اگر تمہاری غرض طلب آیات سے طلب حق ہے اور ہدایت حاصل کرنا ہے تو تصدیق رسالت کیلئے قرآن کافی دلیل ہے۔ اسے غور سے چپ چاپ سنتے رہو امید ہے کہ تم کو ہدایت نصیب ہو جائیگی۔ اسی طرح دوسری جگہ سورہ عنکبوت میں فرمایا:

وقالوا لولا انزل عليه آية من ربّه قل انّما الآيات عند اللّه و انّما انا نذير مّبين او لم يكفهم انّا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم انّ فى ذلك لرحمة وّ ذكرى لقوم يّومنون (عنکبوت: ۵۰۔۵۱)(اور یہ کفار کہتے ہیں کہ اس پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ اے پیغمبر! تم ان سے کہہ دو کہ معجزات تو اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں ہیں۔ میں تو ایک ڈرسنانے والا۔ اے پیغمبر ﷺ! کیا ہم نے ان پر ایسی کتاب نازل نہیں کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے اور ان کو تصدیق رسالت کے لئے اعجازی رہبری کرتی ہے۔ پس وہ رسالت کا کافی ثبوت ہے اور مومنین کے لئے موجب رحمت ونصیحت ہے)

ناظرین! غور کریں کہ سورہ اعراف کی آیات اور یہ آیات کیسے بالاتفاق ایک ہی مضمون کو ادا کرتی ہیں۔ اور یہ جواب کچھ ہمارے رسول ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انبیائے سابقین سے بھی یہی منقول ہے۔ اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم اپنی مرضی سے بغیر اذن الٰہی نشان نہیں دکھا سکتے۔ چنانچہ سورہ ابراہیم میں فرمایا: و ما كان لنا ان نأ تيكم بسلطان الّا باذن اللّه (ابراہیم:۱۱)(ہم بغیر اذن الٰہی کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے)۔

ان آیات سے صاف معلوم ہو گیا کہ کفار کے اقتراح آیات کے جواب میں قل سبحان ربّى هل كنت الّا بشرا رسولا کی تعلیم کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ یہ امور ناممکن تھے بلکہ یہ تعلیم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک ہے کہ اپنی سلطنت میں کسی کی مرضی پر انتظام کرے یا کوئی شخص اس پر تحکم کرے اور حسب اقتراح اس سے آیات طلب کرے۔ اگر غرض ان کفار کی طلب حق ہے تو تصدیق رسالت کیلئے کافی دلائل ظاہر ہو چکے ہیں اور دلیل کافی پر زیادتی طلب کرنا تعنّت وتحکم ہوتا ہے۔ پس اس سے اعراض کرنا چاہیے اور منصب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالت کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ مطلب اس آیت کا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔ خوش فہم لوگوں نے اور کا اور سمجھ لیا اور کہاں کی کہاں بے تکی ہانک دی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب یہ امور ممکن تھے اور نبی برحق کے معجزہ سے بعید نہ تھے تو پھر کیوں ان کو پورا نہ کر دکھایا تو اس کا جواب وہ ہے جو اجمالاً اوپر گذر چکا، اور وہ خود قرآن شریف نے تعلیم کیا ہے کہ قرآن شریف تصدیق رسالت کے لئے کافی ثبوت ہے، اس پر غور کرو تو تمہارا مطلب و مقصود پورا ہو جائے گا۔ یہ ضرور نہیں کہ جو کچھ تم کہتے جاؤ اور احتمالات بعیدہ سے رد کرتے جاؤ، میں ہر روز اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ رسول مدعی رسالت جو کچھ پیش کرتا ہے اسے دعوائے رسالت سے مناسبت و تعلق ہے یا نہیں۔ اور وہ اثبات نبوت کیلئے کافی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر اس پر زیادتی کیوں طلب کی جاتی ہے۔ معجزے سے غرض تو یہ ہے کہ تصدیق رسالت کی طرف ہدایت ہو سکے۔ پس قرآن شریف اپنے اعجاز سے تم کو ساکت و ملزم کر رہا ہے اور تصدیق رسالت کیلئے بصدائے بلند پکار رہا ہے محمّد رسول اللّٰہ۔

آیات مذکورہ سے ناظرین کے خاطر نشین ہو گیا ہوگا کہ کفار مکہ کے متعنتانہ سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تصدیق رسالت محمدی کیلئے قرآن شریف کو پیش کیا ہے۔ آپ کے مزید اطمینان کیلئے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ بنی اسرائیل میں جن سوالات کے جواب میں سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رسولاً تعلیم کیا گیا ہے ان آیتوں کے پہلے بھی قرآن مجید کے معجز اور بے مثل ہونے کو بڑے ہی پرزور دعوی اور تحدی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اے پیغمبر ﷺ ان کو سنادو:

قل لّئن اجتمعت الانس و الجنّ علی ان یّأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعضٍ ظهیراً و لقد صرّفنا فی هذا القرآن للنّاس من کلّ مثل فابی اکثر النّاس الّا کفوراً ۔ و قالوا لن نّؤمن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا ۔ او تکون لك جنّة من نخیل وعنب فتفجّر الانهار خلالها تفجیراً ۔ او تسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تأتی باللّٰه و الملائکه قبیلاً ۔ او یکون لك بیت مّن زخرف او ترقی فی السّماء ۔ ولن نؤمن لرقیّك حتی تنزل علینا کتابا نقرأه ۔ قل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسولاً (بنی اسرائیل:۸۸۔۹۳)

(اگر تمام انسان اور جنّ جمع ہو کر اور ایک دوسرے کی امداد پر کمر باندھ کر کوشش کریں کہ اس قرآن کی نظیر بھی لا سکیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے۔ بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں ہے مگر اکثر لوگ انکار ہی اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیری بات ہم کبھی نہ مانیں گے جب تک تو ہمارے لئے زمین سے چشمے نہ جاری کر دے یا کھجوروں اور انگوروں کے تیرے باغ ہوں پھر تو ان کے درمیان نہریں چیر چیر کر جاری کر دے۔ یا جیسا تو کہتا ہے آسمان ہم پر گرا دے یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر دے ۔یا تیرا گھر سونے کا بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ ہم تیرے اوپر چڑھنے کو بھی باور نہ کرینگے جب تک تو اوپر سے ایک کتاب ہمارے پاس نہ لاوے جس کو ہم پڑھیں ۔اے پیغمبران کو کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے، میں تو صرف ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں)

آیت ماقبل کو ساتھ ملانے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سورہ بنی اسرائیل میں بھی سورہ اعراف اور سورہ عنکبوت کی طرح طلب معجزات کے جواب میں قرآن شریف ہی پر کفایت کی گئی ہے۔ پس اس جواب سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسو لاً کو جن معنوں میں مرزا صاحب نے لیا تھا وہ ہرگز صحیح نہیں۔ اس جواب کا صحیح مطلب وہی ہے جو تفسیر کبیر وغیرہ سے پیشتر گذر چکا ہے۔

تمّ و الحمد للّٰہ الّذی بنعمتہ تتمّ الصّا لحات۔

(شھادۃ القرآن مصنفہ حضرت مولانا حافظ محمد ابراھیم میرؒ سیالکوٹی کی مختصراً نقل مکمل ہوئی۔ بہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی خلیفہ اور ہم

مولانا محمد ابراہیم ؒ میر سیالکوٹی، شیخ الاسلام مولانا امرتسری ؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مکرمی جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار نے جناب مولوی نورالدین صاحب مقیم قادیان سے اُن کی ایک تحریر کے متعلق خط وکتابت کی تھی جس کا جواب انہوں نے باوجود دوبارہ یاددہانی کے نہیں دیا، لہذا اب اسے پبلک میں شائع کرنا مناسب ہے۔امید ہے کہ آپ اسے اپنے اخبار گوہر بار کے ایک گوشہ میں درج فرما کر ممنون فرماویں گے۔

خط نمبرا۔از جانب خاکسار ابراہیم ۲۰ستمبر ۱۹۰۸ء

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا ہے۔اس میں بعض امور قابل استفسار ہیں۔امید ہے کہ آپ تکلیف گوارا کر کے اُن کی نسبت تسلی بخش تحقیقی نہ تقلیدی واعتقادی جواب ممنون فرماویں گے۔آپ لکھتے ہیں:

”مرزا نے دعوٰی مکالمہ الٰہیہ کا کیا مگر اس دعوٰی کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں الآن کما کان ہے۔پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا اور اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیهم میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما اور ان راہوں میں ایک راہ مکالمہ بھی ہے۔پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں تو کیا کفر کیا؟۔“

اس عبارت میں آپ نے مکالمہ الٰہیہ کے اجراء کی دو وجہیں بیان کی ہیں ایک عقلی مگر از ورئے نقض دیگر نقلی بحوالہ آیت۔پہلی وجہ آپ کے دعوٰی کی مثبت بدو وجہ نہیں۔اول اس لیے کہ اگر آپ کو یا کسی کو اس کیوں کا جواب معلوم نہ ہو تو اس عدم علم کی بنا پر آپ بخلاف آیت وخاتم النّبیّین اجرائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکالمہ نبوت نہیں کر سکتے۔ دوم اس لیے کہ مطلق مکالمہ محل نزاع نہیں بلکہ محل نزاع مکالمہ نبوت ورسالت ہے پس دلیل ناتمام ہے۔

دوسری دلیل نقلی میں جو آپ نے آیت پیش کی ہے اس سے مراد ابرار کی راہ چلنا ہے نہ کچھ اور۔ صراط سے مراد وہ طریق عمل واعتقاد ہے جس پر وہ لوگ گذرے۔ نہ یہ کہ مکالمہ بھی ایک راہ ہے۔ دیگر یہ کہ نبوت ومکالمہ دعا سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے جس میں کسی رغبت وخواہش کو دخل نہیں۔

(۲) روایت لا مهدى الّا عيسى کو آپ نے صحیح لکھا ہے۔ اس کی تصحیح درکار ہے۔ اصول محدثین پر جواب ہو۔

(۳) نبوت تشریعی کے ختم اور نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل از کتاب وسنت بر طریق محدثین مطلوب ہے۔ مہربانی کر کے جواب اقوال الرجال سے نہو۔ والعمدة هى البرهان والسلا م على من اتبع الهدى۔ خاکسار ابراہیم۔ شہر سیالکوٹ۔

یہ خط ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء کو حکیم صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا جواب نہ آیا تو دوسرا خط بطور یاددہانی لکھا:

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو بعض امور قابل استفسار نظر آئے تھے۔ سوان کے متعلق ۲۰ ستمبر کو آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ آج ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ معلوم نہیں کیا باعث ہے۔ اتنے عرصہ میں کئی دفعہ ارادہ ہوا کہ خاکسار اپنے استفسارات کو پبلک میں شائع کر دے لیکن ہر بار یہی مناسب سمجھا کہ ایک دفعہ اور آپکی خدمت میں لکھ کر دریافت کروں کہ آپ اُس خط کا جواب دیں گے یا نہیں؟

اگر وہ خط آپ کو نہ ملا ہو یا گم ہو گیا ہو تو تحریر فرما دیں۔ تاکہ دوبارہ لکھا جاوے، مجھے امید ہے کہ آپ اس خط پر ضرور توجہ فرماویں گے کیوں کہ وہ استفسارات آپ کے مذاق کے موافق ہیں اور علمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اور اُن پر آپ جیسے عالم کے علم سے روشنی پڑنی مناسب ہے (یہ بھی آپ کا حسن ظن ہے، وہاں تو جب سے دجال کے پھندے میں پھنسے ہیں حالت ہی دگرگوں ہے۔ جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے ایک دم میں سارا بھلا دیا۔ ثناء اللہ)۔ ایک ہفتہ تک اس کے جواب کا انتظار کروں گا۔ سابقاً بھی جب آپ منشی کریم بخش صاحب ایڈیٹر انوار الاسلام کے مقدمہ کی گواہی میں سیالکوٹ تشریف لائے تھے تو چند آیات کے متعلق خاکسار نے آپ سے سوالات کئے تھے تو آپ نے قادیان پہنچ کر جواب تحریر کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کئی سال گذر گئے ابھی تک انتظار ہے۔ اگر اُن سوالات کے بابت بھی فرماویں تو تحریر کر کے بھیج دوں۔ و السّلا م علی من ا تّبع الھدیٰ۔ خاکسار ابراہیم سیالکوٹ۔

اس دوسرے خط کا جواب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان کی جانب سے ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو پہونچا جس کی پوری نقل یہ ہے:

جناب۔ آپ کا کارڈ بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح پہنچا۔ آپ اپنے سوالات لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔
(دستخط) محمد صادق عفی عنہ

ناظرین اتنی تحریر میں قادیانی چالاکی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے پہلے خط کے پہنچنے یا نہ پہنچنے کا اقرار یا انکار ہرگز نہیں۔ اور سوالات کا مطالبہ کیسی سادگی سے کرتے ہیں کہ گویا ان کو کچھ معلوم نہیں۔ واہ رے سادگی اور ہوشیاری۔ خیر کچھ ہو خاکسار نے ۱۰ فروری کو اس کے جواب میں خط نمبر ۳ قادیان دار الامان میں پھر لکھا جہاں ابھی تک وہ تحریر امن وامان سے پڑی ہے اور اس کے جواب کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔

جناب حکیم صاحب! آپ کا ایک خط ۱۷ استمبر کے بدر قادیان میں بجواب ایڈیٹر البیان شائع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو چند امور استفسار نظر آئے تھے۔ سو ۲۰ ستمبر کو اُن میں بعض کی نسبت جناب سے دریافت کرنے کے لیے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا۔ لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک کوئی جواب نہ آیا تو دوبارہ لکھا۔ اس کے جواب میں مفتی محمد صادق صاحب کے قلم کا لکھا ہوا خط ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو ملا بموجب اس خط کے پہلے خط کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل لکھ کر روانہ کر دی۔ لیکن آج جولائی تک کئی ماہ کے انتظار کے بعد بھی جب کوئی جواب نہیں آیا تو پبلک میں شائع کر دینا مناسب جانا کہ پبلک کو معلوم ہو کہ قادیانی امت اور حکم امت عالمانہ سوالوں کے جواب سے کس طرح خاموشی اختیار کرتے ہیں اور باوجود بار بار کے تکرار اور خود اپنے مطالبہ کے پھر دم بخود رہتے ہیں۔

کیا حضرت حکیم نورالدین صاحب اس تحریر کا جواب دے کر اپنے آپ کو سبکدوش کریں گے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

راقم خاکسار ابراہیم سیالکوٹی ایڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

قادیانی امت اور خلیفہ امت اگر منظور کریں تو ہم اُنکی طرف سے جواب دیتے ہیں امید ہے اسکی منظوری یا نامنظوری سے بجواب صحیح مطلع کرینگے۔

سنئے مکالمہ نبوت سے مراد آپ کی نبوت منتقلہ ہے تو ٹھیک ہے ہم (مرزائی) خاتم النبین مانتے ہیں لیکن ہم مکالمہ نبوت مستقلہ کے مدعی نہیں ہیں بلکہ بروزی کے ہیں یعنی ایسی نبوت جو اصل نبی کی کامل اطاعت سے ایک درجہ حاصل ہوسکتا ہے جسے عرف عام میں ولایت کہتے ہیں۔

صراط مستقیم کی بابت بھی آپ نے غور نہیں کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے الشئ اذاثبت ثبت بلوازمه پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ انبیاء کی راہ پر چلنے کا تو سوال ہو لیکن اُس کا نتیجہ اور اثر ممکن الوقوع نہ ہو نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں ارشاد ہے علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل غیر تشریعی نبوت، نبوت مستقلہ کی کامل اطاعت کا ایک نمونہ ہوتی ہے اسی طرف اشارہ ہے انت منّی بمنزلة هارون من موسی پس یہ ہیں مختصر جوابات جو ہم نے خود ساختہ وکالت میں دیئے ہیں اگر قادیانی خلیفہ کو نامنظور ہوا سے تو صحیح جواب سے پبلک کو آگاہ کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۸-۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی دعوت قبول

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

اخبار بدر میں مضمون دیکھا اس میں عام طور پر چیلنج دیا گیا ہے کہ کوئی مولوی حقائق اسلام مرزائی مبلغین کے مقابلہ میں بیان کرے سو خاکسار جماعت مرزائیہ کو اطلاع دیتا ہے کہ وہ لاہور میں جلسہ قائم کریں اوس میں حکیم نورالدین صاحب یا اون کی طرف سے کوئی صاحب قرآن شریف کے کسی رکوع کی تفسیر بیان کریں اس کے بعد خاکسار اس رکوع کو بیان کرے گا اگر کسی ایک رکوع کی مسلسل تفسیر بیان کرنا منظور نہ ہو تو کوئی مضمون مقرر کریں۔ غرض جس طرح وہ منظور کریں مجھے منظور ہے۔

ہاں برادر مکرم مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کی تجویز سے بھی مجھے اتفاق ہے کہ فیصلہ کے لئے منصف ہونے چاہئے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ محمد ابراہیم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۱۰/ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴- دسمبر ۱۹۰۹ء ص:۱۰)

قادیانی سوال وجواب

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

ایک دوست نے چند سوالات جو اس کو مرزائیوں نے لکھ کر دیئے تھے میرے پاس جواب کے لئے بھیجے۔ چونکہ مرزائی لوگ یہ سوالات اکثر پیش کیا کرتے ہیں اور عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے رہتے ہیں لہٰذا ان کے جوابات پبلک میں شائع کرتا ہوں تاکہ دوسروں کو بھی علم ہو جائے اور ان کے دام سے بچ جائیں اور قادیانی بھی اپنے دام کا تارو پود ادھڑا ہوا دیکھ لیں و اللہ الموفق للصواب و ھو یھدی السبیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الر حمن الر حیم نحمده و نصلی علی رسو له الکر یم :

ہمارے اعتراضات اور سوالات: جو شخص ہمارے اعتراضات اور سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بمدنظر اس کے کہ جوابات تناقض اور تعارض کے نقص اور عیب سے مبرا ہوں ہم ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

سوال: کسی امر میں اللہ اور رسول یا فرستادہ خدا کی صداقت پرکھنے کے لئے قرآن نے جو عام قاعدہ اور قانون کے نیچے منہاج نبوت اور رسالت کے اصول وضع فرمائے ہیں وہ کیا ہیں؟

جواب: قادیانی سائل علم سے بے بہرہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمہیدی عبارت.... اب سوال اول کا جواب سنیئے کہ قرآن شریف یا رسول برحق کی پرکھ کے لئے تین اصول بیان کئے ہیں۔ اول ظہور معجزہ، دوم تعلیم حق، سوم صدق وعدہ یعنی خدا تعالی جو وعدہ ان سے کرتا ہے وہ پورا کرتا ہے۔

ظہور معجزہ کی دلیل حضرت موسی کا فرعون کے سامنے دعوی رسالت کرنا اور ظہور معجزہ کا بھی دعوی کرنا اور فرعون کے مطالبہ پر عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھانا اور نیز حضرت کا دعوی رسالت اور ظہور معجزات

تعلیم حق کی دلیل قرآن شریف کا دعوی کرنا کہ میری تعلیم سب سے بڑھ کر ہدایت والی ہے اور اس دعوی کا مطابق واقع ہونا اور نیز انبیاء کے دعوی رسالت کے ساتھ ہی اس تعلیم حق کا ذکر ہونا

صدق وعدہ کی دلیل آیت سورہ انبیاء ثم صدقنا هم الوعد

پس یہ تین امر ہیں جن سے صادق مدعی نبوت اور کاذب میں تمیز ہوتی ہے۔ قادیانی میں ان تینوں امروں میں سے ایک بھی نہیں پایا گیا بلکہ برخلاف ان کے معجزات کا انکار اور باطل کی تعلیم اور سب باتوں یعنی پیش گوئیوں کا خطا نکلنا ثابت ہوا جو اس نے خدا پر افتراء باندھ کر شائع کی تھیں چنانچہ دوسرے سوال کے جواب میں اس کی مثالیں مذکور ہوں گی

سوال ۲۔ کیا حضرت مرزا صاحب جو مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں منہاج نبوت کی رو سے جھوٹے ہیں جو مقابلہ سے دکھلاؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بیشک مرزا قادیانی منہاج نبوت کی رو سے بالکل کاذب تھا۔ اول اس لئے کہ اس نے باوجود دعوی نبوت کے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اپنے عجز کو چھپانے کے لئے معجزات عیسویہ سے انکار کیا دیکھو ازالہ اوہام جلد اول۔ دوم اس لئے کہ اس نے باطل کی اشاعت کی۔ ایک کہ اس نے دعوی رسالت کیا اور آنحضرت ﷺ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنا چاہا کیونکہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صاف آیا ہے کہ میری امت میں تیس کے قریب دجال اور کذاب ہوں گے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کے دجل (فریب) اور کذب (جھوٹ) کی دلیل صرف یہ بیان کی کلھم یزعم انہ رسول اللہ یعنی ہر ایک ان میں کا یہ گمان ودعوی کرے گا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ بس اس حدیث نے صاف بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف دعوی نبوت ہی دجال اور کذاب ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ دوسری باطل تعلیم یہ کی کہ قرآن نے نص صریح اور ظاہر الفاظ میں فرمادیا کہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔ برخلاف اس کے قادیانی مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کو بہت زور سے شائع کیا اور حقیقت میں اپنے دعوی کی بنیاد اسی بات پر رکھی۔ تیسری باطل تعلیم یہ کہ قرآن وحدیث نے صراحت سے فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا اور پروں والا ہونا بیان کیا، برخلاف اس کے قادیانی نے ان دونوں باتوں کا انکار کیا ملاحظہ ہو توضیح مرام مصنفہ قادیانی۔ اسی طرح اور بہت باطل امور ہیں جو قادیانی نے قرآن وحدیث کے برخلاف جاری کیئے

سوم اس لئے قادیانی منہاج نبوت کی رو سے جھوٹا ہے کہ اس نے جو پیش گوئی خدا کا نام لے کر کی وہ غلط نکلی اور ان سے کوئی بھی پوری نہ ہوئی مثال کے لئے واقعات ذیل پر نظر کرو:

۱۔ عبداللہ آتھم کا ۱۵ مہینے میں مرجانا یا مسلمان ہوجانا۔ ان دونوں امروں میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوا۔ نہ عبد اللہ آتھم ان ۱۵ مہینوں میں مرا، اور نہ مسلمان ہوا۔ بلکہ ۱۵ مہینے گذار کر عیسائی ہی رہا، اور قادیانی کو جھوٹا ثابت کرتا رہا۔

۲۔ محمدی بیگم کا مرزائے قادیانی کے نکاح میں آجانا۔ مرزا قادیانی بصد حسرت مرگیا لیکن محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا مرزا قادیانی کے سامنے مرجانا اور قادیانی کی عمر کا بڑھایا جانا۔ نہ ڈاکٹر عبدالحکیم قادیانی کے سامنے مرے اور نہ قادیانی کی عمر بڑھی بلکہ برخلاف اس کے قادیانی خود ڈاکٹر عبدالحکیم کے سامنے مر گیا اور خدا کے فضل سے ڈاکٹر صاحب ابھی صحیح سلامت ہیں۔ ۱۸،اور ۲۹ مئی سن حال کو خاکسار کو فیروز پور میں مع اپنے دو فرزندوں کے بخیریت ملے تھے

۴۔مرزا قادیانی کے ہاں اس کے بیٹے مبارک احمد کی وفات کے بعد اس کی بجائے ایک اور لڑکا ہونا۔مبارک احمد کی بجائے اس تاریخ کے بعد مرزا قادیانی کے گھر کوئی لڑکا نہیں ہوا بلکہ خود قادیانی مر گیا اور بیوی بھی غیر حاملہ چھوڑ گیا جس نے آئندہ کی امید بھی توڑ دی۔

مثال کے لئے اتنے واقعات کافی ہیں اور آخر میں ہم بطور قاعدہ کلیہ کے مرزائیوں سے اور خاص کر خلیفہ قادیانی سے سوال کرتے ہیں کہ آپ مرزا قادیانی کی صدہا ہزارہا پیش گوئیوں میں سے ایک ایسی پیش گوئی پیش کریں جو الہام کے الفاظ کے مطابق پوری ہوئی ہو اور یاد رکھیں کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکیں

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

نوٹ: قادیانی نے اپنے مریدوں کی نظروں میں جہان کو علم خالی دکھانا چاہا ہے اور ان کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر دنیا کو ان کی نظر میں تیرہ کردیا ہے کہ منہاج نبوت کے یہ معنی بتائے کہ نبی کی پیش گوئی وقوع کے وقت سے کبھی ملتوی بھی ہوجاتی ہے۔ یہ تاویل باطل ہے اور غلط بیانی ہے ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ خدا تعالی کے ہزارہا انبیاء میں سے کسی ایک نبی کا کوئی ایسا واقعہ بتائیں جس کی بابت نبی نے خدا سے اطلاع پا کر کہا ہو کہ یہ فلاں امر فلاں وقت پر یا اس سے پہلے یا اس سے پیچھے یا میری زندگی میں یا میری موت کے بعد (غرض کسی طریق پر بھی میعاد مقرر کی ہو) واقع ہوگا تو وہ وقت غیر امر کے وقوع کے گذر گیا ہو خلیفہ قادیانی کتب حدیث کی ورق گردانی کریں اور ہمیں کوئی ایسا واقعہ دکھائیں۔۔۔

سوال ۳۔حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کی رو سے مرزا صاحب اگر مجدد نہیں تو بتلاؤ پھر وہ کون شخص ہے جو اس صدی کے لئے مجدد ہو کر آیا ہو اور اگر یہ مجدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں اور نہ کوئی اور آیا ہے تو کیا یہ حدیث جھوٹی ہے۔اگر یہ سچی ہے تو کیا اس صدی پر.. منقطع ہوگئی اگر منقطع ہو گئی تو سند پیش کرو۔

جواب: مجددیت کسی خاص شخص کا نام نہیں ہوتا حدیث میں من عام ہے اور .. معنے کی جمع ہوتا ہے۔پس کسی خاص شخص کے دعوی کی ضرورت نہیں البتہ میاں صاحب (سیدنذیرحسین) مرحوم دہلوی اور سید صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی اسی زمانہ کے تھے جنہوں نے سنت نبوی کی اشاعت کی۔مجدد کا کام سنت کو زندہ کرنا اور شائع کرنا ہوتا ہے نہ کہ بدعت کو پھیلانا، مرزائے قادیان نے بدعت پھیلائی، قرآن وحدیث کے منصوصات کے خلاف تعلیم کی مجدد نہیں بلکہ مبتدع تھا اور بہ سبب دعوی نبوت تیس دجالوں میں سے بموجب اس حدیث کے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ذکر اوپر سوال کے جواب میں گذر چکا ہے

سوال .. حدیث ان لمهدینا آیتین لم یکونا منذ خلق السماوات والارض .. الخ کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کی صداقت ہوتی اور یہ حدیث گو کسی طبقے کی ہے بوجہ وقوع کے صحیح ثابت ہوگئی اور اس نشان نے مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کے بعد آپ کے دعوی پر آسمانی شہادت سے مہر صداقت لگادی اگر مرزا صاحب مہدی نہیں تو بتلاؤ وہ مہدی جن کے دعوی کی صداقت کے لئے یہ نشان بطور شہادت کے ظاہر ہوا کہاں ہے؟ اور کس جگہ اور یاد رہے کہ گواہی کی ضرورت دعوی کے بعد ہوتی ہے جیسے وقوع میں آئی۔

جواب: سائل علم حدیث اور اصول حدیث سے بالکل بے خبر ہے۔ان لمهدینا... کوئی حدیث نہیں ہے جب استدلال کے وقت لفظ حدیث مطلقاً بولا جائے تو اس سے حدیث مرفوع صحیح مراد ہوتی ہے جو استدلال میں کام آتی ہے نہ کہ ہر ایک قول جو حجت میں پیش نہیں ہوسکتا سائل اس کو حدیث قرار دیتا ہے یہ قول تو صحابی کا قول بھی نہیں دیگر یہ کہ یہ روایت سنداً بھی سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں شمر اور جابر جعفی دونوں راوی ضعیف ہیں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔سوم یہ کہ واقعہ بھی اس کے مطابق وقوع میں نہیں آیا کیونکہ اس روایت میں صاف ہے کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورکونصف رمضان میں حالانکہ اس طرح نہیں ہوا۔اور اگر کہا جائے کہ پہلی رات کو چاند گرہن نہیں لگا کرتا تو اس کے جواب میں یہ یادرہے کہ اس حدیث میں تو یہی لکھا ہے کہ ایسی بات ہوگی جو آگے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ رمضان میں کسوف وخسوف کا اجتماع پہلے کبھی نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل بے علمی ہے یہ تو حساب کی رو سے کئی دفعہ ہوا دیکھو کانا دجال مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب

سوال: طاعون مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک نشان فرمایا گیا جیسے کہ قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا۔ قرآن میں لکھا ہے کہ طاعونی نشان چاند سورج کے گرہن کے نشان واقع ہونے کے بعد سرزد ہوگا جیسا کہ فرمایا گیا .. الشمس و القمر يقول ا لا نسا ن اين المفر كلا لا وزر ۔یعنی جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر انسان بول اٹھے گا کہ اين المفر کہاں بھاگوں؟ پھر کہا جائے گا کہ اب کوئی جائے پناہ نہیں کہ اس عذاب کے عالمگیر ہونے کی طرف اشارہ جیسے دوسری جگہ فرمایا .. مهلكو ها. قبل يو م القيا مة او معذبوه عذا باً شد يداً ۔پھر عالمگیر عذاب کا ظہور کسی رسول یا فرستادہ خدا کے آنے کے بعد ہوتا ..فرمایا و ما كنا معذبين حتى نبعث رسو لاً اس مذکورہ بالا کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کی صداقت ہوتی ہے۔اگر مرزا صاحب مسیح موعود نہیں تو بتلاؤ وہ کون فرستادہ خدا آیا جس کے لئے جمالی اور جلالی نشان وقوع میں آئے۔

جواب: سائل نے اس سوال میں جس قدر مقدمات باندھے سب افتراء اور باطل ہیں اور جو نتیجہ نکالا وہ بنائے فاسد بر فاسد ہے۔اے قادیانیو! خدا سے ڈرو تمہارا پیر تو افتراہی میں مر گیا اور اپنے عبرت ناک موت سے دنیا کو ڈرا گیا اب تم تو خدا پر افترا کرنا چھوڑ دو۔آیت میں کہاں لکھا ہے اور کس لفظ کے معنی ہیں: جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا۔ کیا تم خود جاہل ہو اور قادیانی فریب میں آچکے ہو تو دوسروں کو بے علم خیال کرتے ہو۔آیت میں نہ طاعون کا ذکر ہے نہ مسیح موعود و مہدی موعود کا اور نہ تمہارے فرضی مسیح یا مفتری کذاب کا ذکر ہے اور نہ کسوف وکسوف کے مجتمع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا ذکر ہے۔ پس تم ہی بتلاؤ خدا پر اتنے افتراء باندھے اس کی کیا سزا۔ آیت میں تو قیامت کا ذکر ہے چنانچہ پہلی آیت سے پڑھو تو معلوم ہو جائے کہ صاف لفظ قیامت کا لکھا ہے۔ پس ان آیات کے معنی یہ ہیں کہ انسان پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہو گا یعنی خیال کرتا ہے کہ ہرگز نہیں ہو گا۔ سو اس کا جواب فرمایا کہ قیامت اس وقت ہو گی جب تم کو...دیجائے گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند یکجا کیے جائیں گے اور انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ یہی صاف ترجمہ ہے جو کچھ کہ تم کیا وہ سب افتراء ہے۔ یقین نہ ہو تو قرآن شریف کے تراجم اور تفاسیر دیکھو پھر جس کا ترجمہ صحیح نکلے اس کی پیروی کرو

اور دوسری آیت وان من قریۃ میں جو تم نے طاعون مراد لیا یہ بھی بے بنیاد ہے (اور پھر مرزا کے دور کا طاعون عالمگیر بھی تو نہیں تھا؟) آیت میں طاعون کے لئے کوئی لفظ نہیں نہ تو کسی زمانے کی تخصیص اور نہ کسی عذاب کی تعیین بلکہ عام آیت عام ہے اللہ تعالی قیامت تک سب کو وقتاً فوقتاً طرح طرح کے عذاب سے پس اس سے بھی آپ کا مطلب نہیں نکل سکتا کیونکہ اس کو بھی کسی فرستادہ وغیرہ سے تعلق نہیں اور یہ جو تم نے کہا کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اس سے بھی تمہارا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آیت کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ جب کوئی عذاب آوے تو اس وقت کا رسول بھی ضرور موجود ہو کیونکہ ایسے ابتلاء جو امراض کے قسم کے ہوتے ہیں وہ رسول کی موجودگی میں آتے ہیں اور رسولوں کی وفات کے بعد بھی اگر تمہارے مذہب کے مطابق رسول کا موجود ہونا ضروری ہے تو حضرت عمرؓ کے عہد میں جو طاعون آیا تھا اس وقت کون سا رسول موجود تھا اور اس کے بعد جب جب طاعون آیا ان وقتوں میں کون کون رسول تھا اور سلطنت مغلیہ کے وقت جب ہندوستان میں طاعون آیا تھا تو اس وقت کون رسول تھا؟ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ طاعون وغیرہ امراض کے لئے کسی فرستادہ خدا کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ ہاں رسولوں کے مبعوث ہونے کے بعد عذاب آنے کے یہ معنی ہیں کہ خلقت کے گناہوں پر اللہ تعالی گرفت نہیں کرتا جب تک ان کی طرف رسول بھیج کر اپنی شریعت ان کو پہنچا نہ دے۔ پس آنحضرت ﷺ کے بعد جب جب ایسے ابتلاء آئے تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی معرفت شریعت آسان ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو پہنچ چکی اور لوگوں نے نافرمانی کی تو خدا تعالی نے کسی بلا میں گرفتار کیا۔ دیگر یہ کہ جو عذاب رسول برحق کے انکار پر آتا ہے اس میں صرف کفار ہی پکڑے جاتے ہیں کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب کی وجہ یعنی انکار صرف منکرین میں پائی جاتی ہے اور مومن خواہ وہ کسی قدر گنہ گار بھی ہوں اس عذاب سے بچائے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت ہود اور صالح اور حضرت نوح کی قوم کے ساتھ ہوا کہ صرف منکرین منکرین ہلاک ہوئے اور مومنین بچائے گئے لہذا اگر یہ طاعون مرزائے قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہوتا تو مرزائی اس میں مبتلا نہ ہوتے حالانکہ وہ بھی بیچ میں رگڑے گئے ہندوؤں پر بھی اثر پڑا مسلمان بھی مبتلا ہوئے۔ پس یہ ابتلاء ان ابتلاؤں میں سے ہے جن میں عام طور پر خدا تعالی اپنی یاد دہانی کے لئے بندوں کو مبتلا کیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

و لنبلونكم بشيء من الخوف و الجوع و نفس من الا موال و الا نفس و الثمرات (بقرہ)۔

ایسے ابتلاؤں میں نیک و بد مطیع و عاصی مومن و کافر ہر دو جنس میں سے مبتلا ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا:

و اتقوا فتنة الذين ظلموا منه خاصه (انفال)

اسی لئے حدیث شریف میں مطعون یعنی طاعون سے مرے ہوئے کو شہادت کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے (بخاری موطا مالک) ورنہ اگر طاعون رسالت کے انکار کے باعث ہوتا تو کسی مومن کو نہ ہوتا اور وہ اس وجہ شہادت بنتا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء ص ۳-۶)

مرزائیوں سے مباحثہ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

کل مرزائیوں کے مباحثہ سے مظفر و منصور واپس آیا ہوں۔ حافظ آباد کی تحصیل مانگٹ ایک گاؤں ہے۔ وہاں بحث تھی مرزائی سے پہلے تو بہت حیلے کرتے رہے کہ کسی طرح بحث کا کڑوا گھونٹ ٹل جائے مگر وہ جا کہاں سکتے تھے۔ ان کی اپنی لن ترانیوں نے ان کو پھنسایا ہوا تھا۔ حیات عیسوی کے متعلق بحث ہوئی۔ اس کے بعد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے متعلق۔ بحث بہت دلچسپ تھی۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب ساکن راجیکے ضلع گجرات تھے۔ ناک میں دم ہو گیا۔ ملک محمد وزیر خانصاحب گڑھی آوانان تحصیل حافظ آباد خاص طور پر محافظ امن تھے۔ انہوں نے نہایت عمدگی سے اپنے فرض کو پورا کیا۔ اور اخیر میں اپنا یہ فیصلہ حاضرین کو سنایا اور مرزائیوں کے ہاتھ میں دیا۔

”شفقت ونوازش فرمائے بندہ حافظ غلام رسول صاحب ومولوی غلام رسول صاحب۔

السلام علیکم۔ مباحثہ جو فریقین کی جانب سے ہو چکا ہے اس سے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر رہنا بذریعہ قرآن مجید ودیگر معتبر کتب ہائے تفسیر کبیر وموضح القرآن ومشکوٰۃ شریف وکتاب الاسماء والصفات سے ثابت کر دیا ہے۔ اور آپ کی جانب سے صرف جو آپ کی زبان سے ترجمہ قرآن مجید ہوا اوس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت ہوا۔ جس کی کوئی شہادت معتبر آپ کی جانب سے نہیں گذری اس لئے مباحثہ حال سے آپ کی ناکامیابی ثابت ہوئی۔ یہ جو جناب نے اب تحریری تفسیرات کے نام پر جو بنا بر شہادت تحریر فرمائی ہیں وہ مجھ منظور ہے مگر ان کا لانا اور بہم پہونچانا آپ کے ذمہ ہے اس کے واسطے آپ کوئی اور تاریخ مقرر فرما سکتے ہیں اس پر وہ کتبہائے آپ بڑے خوشی سے لے آویں اور پھر بحث کر لیں۔ زیادہ نیاز

مکرر یہ کہ جو بقیہ آج کے دن کے متعلق بحث امام کے ہے وہ اگر شروع فرما دیں۔ پرچہ اسماء تفاسیر مرسلہ جناب پہونچ گیا جس کا یہ جواب ہے۔ بندہ محمد وزیر خان مورخہ ۱۲/اگست ۱۰ء“

اس کے بعد مرزائی بہت حیلے کرنے لگے کہ مرزا قادیانی کی مسیحیت کا رنگ نہ کھلے۔ مگر چھوٹ نہ سکے۔ آخر اس بحث میں پہلی بحث سے بھی بڑھ کر گت بنی اور ۲۱/اگست کو حوالہ کتب پیش کرنے کے بہانے بحث کو ختم کیا۔

مولانا ثناءاللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: کیا میری زندگی مرزائیوں کی ہدایت کے لئے کافی نہیں؟ اِنّ فی ذالك لآیات لاولی النھیٰ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۱۳/شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹/اگست ۱۹۱۰ء ص:۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی کذب بیانی وبدزبانی

سختی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

بدر قادیان مجریہ ۱۳؍جون سنہ حال میں ایک طویل مضمون بعنوان ''دو منکرانِ دین کا چیلنج اور ہمارا جواب'' شائع ہوا ہے جس میں خاکسار اور برادر مکرم مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان کے برخلاف نہایت درجہ کی بدزبانی اور سراسر کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ جناب مولوی صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا جواب تو اونہوں نے ۸ جولائی کے ''اہلحدیث'' میں اچھی طرح دے دیا ہے۔ اور قادیانی کذب بیانی عمدہ طور پر ظاہر کردی ہے اس لئے خاکسار اس تحریر میں اسکے اوس باقی حصہ کا جواب جو خاکسار کے متعلق ہے بیان کرتا ہے۔

بدر نے مضمون نگار کا مضمون ظاہر نہیں کیا اور کسی وجہ سے پوشیدہ رکھنا چاہا ہے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس میں پردہ داری ہے

لیکن ہم کو انداز بیان سے اور نیز لاہور کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے مضمون نگار ماشاء اللہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل لاہور ہیں۔ جو اپنی تعریف اپنے منہ سے کرنے اور لوگوں کی زبان سے سننے کے بہت مشتاق ہیں۔ لیکن بیان کے وقت اُن سے آوازِ دُہل کے سوائے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ خیر مضمون نگار خواہ کوئی ہو ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اس لئے ہم اس مضمون کو تین انواع میں تقسیم کر کے ہر ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق بحث کرتے ہیں۔نوع اول بدزبانی۔نوع دوم کذب بیانی۔نوع سوم بے علمی نادانی۔

نوعِ اول کے جواب میں جس میں اونھوں نے خاکسار اور فاتح قادیان کے حق میں بدزبانی کی ہے ہم

زبانِ خویش بدشنام میالائے صائب
کیں زرِقلب بہرکس کہ دہی بتو باز دہد

کی بجائے

مرا گرچہ زوقوتے بود بیش درلغ آمدم کام ودندان خویش

پڑھتے ہیں۔اور خلیفہ قادیانی سے درخواست کرتے ہیں گوکہ آپ قادیانی کی زندگی میں بھی ان لوگوں کے اخلاق کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے تھے جیسا کہ قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے اخیر میں آپ کی رائے درج کی ہے۔مگراب تو یہ لوگ آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔مہربانی کرکے ان بداخلاقوں سے یہ بدعادت چھوڑائیں۔اورلوگوں کی عزت وآبروکوان آبروریزوں سے بچائیں۔اورحدیث بخاری المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده کے مطابق ان کومسلمان بنائیں۔

قادیانی روپوش مضمون نویس نے ہم کواپنی تحریرمیں سخت زبانی کے علاوہ عبادالاغراض اور وعظ کو وجہ معاش بنانے والے کہا ہے۔اس کے جواب سے پہلے قطع نظراس سے کہ ہمارے سفرنفس کے لئے ہیں یا خدا کے لئے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ وجہ اعتراض کیا ہے۔آیا یہ کہ ایک شخص خدمت دینی کے لئے مخصوص ہوکر اپنے کام کاج چھوڑ دے تواگرلوگ اس کے بوجھ کوخود برداشت کریں تو کیا یہ کام اس کے لئے شرعا حرام ہے؟ امید ہے کہ خلیفہ قادیانی اس مسئلہ کوشرعی طورپرحل کرینگے۔

اس کے بعد جواباً یہ گذارش ہے کہ نیتوں کا مالک خداتعالیٰ ہے۔قادیانیوں کا کوئی حق نہیں کہ کسی کی نیت پرحملہ کریں۔ہاں اگران کی نظرمیں کوئی خاص واقعہ ہوجس میں ہم نے پبلک سے کچھ چندہ اس بیان پرلیا ہوکہ ہم مخالفین اسلام کے جواب میں ایک کتاب طبع کرائینگے۔اوراس میں صدہا دلائل ہونگی اور جوجوصاحب چندہ دینگے اون کووہ کتاب مفت رقم چندہ کے عوض دی جائیگی اورلوگ اس بیان کوصادق تصورکرکے چندہ جمع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیں۔اور ہم اپنے عہد کو پورا نکریں۔اور مطابق تحریر کے کتاب شائع کر کے چندہ دہندگان کو نہ پہونچائیں اور نہ رقم جمع شدہ واپس کریں۔جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' کی طبع پر دست سوال اوٹھایا تھا تو البتہ قابل اعتراض ہے۔یا اگر کوئی ہمارا ایسا واقعہ آپ کو یاد ہو کہ ہم نے اپنے معتقدوں سے کہا ہو کہ ہمیں اتنے ہزار روپیہ جمع کر دو ہم اس سے ایک مینار بنوائینگے اور اس میں یہ فوائد ہونگے۔اور اس کے متعلق ایک الہام بھی گھڑ سنائیں اور اس کا نقشہ بھی اخبار پر شائع ہوتا رہے۔اور لوگ روپیہ جمع بھی کر دیں لیکن مینار نہ بنے اور روپیہ بھی واپس نہ کیا جائے تو البتہ یہ کارروائی قابل ملامت ہے یا اگر آپ ہمارا کوئی ایسا واقعہ یاد ہو کہ ہم نے کسی کنجر (بھڑوا) کا مال ہضم کیا ہو اور اعتراض کے جواب میں یہ بات بنائی ہو کہ مال کا حقیقی وارث خدا تعالیٰ ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے اللہ دیا کنجر کا روپیہ ہضم کرنے کے لئے کہا تھا۔تو البتہ ہم قابل نفریں ہیں۔لیکن جب آپ اپنے خیال کو واقعات سے ثابت نہیں کر سکتے تو رجماً بالغیب ایسے امر میں کیوں دخل دیتے ہیں۔جس کا آپ کو علم نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب قادیانیوں نے دیکھا کہ ان دونوں نے ہماری عمارت کو متزلزل کر دیا اور اس کی بنیاد کھوکھلی کر دی اور ہر چہار طرف لوگوں میں ان کی قبولیت ہوگئی ہے جیسا کہ قادیانی نے اپنے اخیری فیصلہ میں برادر مکرم فاتح قادیان کی نسبت خود لکھا ہے۔اور وہ تحریر اس کے دل کے راز کی اصلی حقیقت ظاہر کرتی ہے اور تاب مقاومت نہ لا کر بدزبان عورتوں کی طرح طعنوں پر اُتر آئے

الٹے ہی شکوے کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ
ناطاقتی کے طعنے ہیں عذرِ جفا کے ساتھ

قادیانیو! سن رکھو یہی قبولیت ہے جس کو دیکھ کر تم مارے حسد کے جلتے ہو اور اپنے دل کے بخار نکالنے کے لئے جھوٹے الزام لگاتے ہو۔اگر میں نے لوگوں کے لئے سفر اختیار کئے ہوتے تو بیشک اپنی بے غرض اور بے نفس ثابت کرنے کے لئے پبلک میں اشتہار دیتا کہ میں بے غرض ہو۔لیکن چونکہ وہ بفضل خدا، خدا تعالیٰ کے دین کی حمایت کے لئے ہیں اور وہ علیم بذات الصدور ہے اس لئے مجھے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

در دِدل بتو گویم کہ خداوندمنی

یانگویم کہ تو خود مطلعی براسرار

اگر کوئی خدا کے دین کی حمایت کرتا ہے تو وہ شیخی نہیں کرسکتا جیسا کہ قادیانی مضمون نویس نے اپنی تحریر میں لافیں ماری ہیں کہ ہم یہ کرتے ہیں اور ہم نے یہ کیا۔ کیوں کہ اس میں تو اپنی سعادت ہے خدا پر احسان نہیں لیکن چونکہ قادیانیوں نے اپنی جبلی عادت کے مطابق جھوٹ وافتراء کا طومار باندھا ہے اس لئے اتنا ذکر کردینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے اپنے مہربانی سے اس عاجز کو اپنے دین کی خدمت کے لئے اتنے سفر کرائے اور اتنی جگہوں میں پہونچایا کہ کسی دوسرے کو اس چھوٹی عمر میں کم توفیق دی ہوگی۔ والحمد لله على ذلك۔

اور یہ بھی خداتعالیٰ ہی کا احسان ہے کہ جہاں جہاں گیا احباب کو اس خاکسار سے انس ومحبت ہی میں زیادتی ہوئی اور اس تر دامن کی نسبت ان کو حسن ظن ہی رہا۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ مجھے بلاتے ہیں اور محبت سے پیش آتے وہ تو خاکسار کی نسبت یہ الزام نہیں لگاتے حالانکہ اُن سے زیادہ واقف خلق اللہ میں کون ہوسکتا ہے۔ لیکن قادیانی حاسدوں کو دیکھئے کہ وہ بن دیکھے بوجھے ایسے طومار کھڑے کرتے ہیں کہ شیطان کے بھی کان کترتے ہیں۔ آخر میں ہم قادیانیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اور وہ بھی کبھی اپنے سالانہ جلسہ پر قادیان میں ہم کو بلائیں اور ہم کو قادیانی مشن کے متعلق آزادی سے بیان کرنے کا موقع دیں۔ پھر دیکھیں کہ ہم دین کی خدمت کس طرح کرتے ہیں۔ لیکن ہم کو اپنی یہ آرزو پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کیوں؟

نہ خنجر اوٹھے گا، نہ تلوار اون سے   وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

نوع دوم۔ یعنی قادیانی کذب بیانی کے متعلق یہ عرض ہے کہ جس مذہب کی بنا ہی جھوٹ وافترا پر ہو اس کے ماننے والے صداقت سے کیسے کام لے سکتے ہیں اور جس مذہب کا بانی وپیشوا ہی مفتری وکذاب ہو اس کے ماننے والوں پر صدق وراستی کا پرتو کیسے پڑسکتا ہے۔

ما مریدان روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی نے خدا تعالیٰ پر افترا باندھ کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اس کے مرید خلق خدا پر جھوٹ باندھنے سے کیسے ڈر سکتے ہیں۔ ان کی کذب بیانی کی ایک مثال تو اوپر کے مضمون میں گذر چکی۔ دوسری اور لیجئے۔

قادیانی مضمون نگار نے اپنے مضمون کی سرخی باندھی ہے۔

"دو منکران دین کا چیلنج اور ہمارا جواب"

اتنی عبارت میں دو جھوٹ ہیں اور ایک بدزبانی۔

پہلا جھوٹ یہ ہے کہ ہم کو منکرِ دین کہا گیا ہے۔ حالانکہ ہم خدا کے احسان سے اس کی توحید کے قائل، اس کے رسولوں کی صداقت کے شاہد ہیں اور قیامت کو مانتے ہیں۔ اور عام طور پر شریعت محمدی میں منکر دین اسے کہتے ہیں جو آں حضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہو۔ اس کے متعلق ہم خلیفہ قادیانی سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ اپنے قلب پر ہاتھ رکھ کر اور خدا تعالیٰ کی حاضری مدنظر رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرت سری اور خاکسار منکرانِ دین ہیں؟ اگر نہیں تو اپنے بائعین کو جو آپ کو خلیفہ نبی مانتے ہیں درست کریں اور اون کے منہ میں لگام دیں اور حدیث نبوی سے ڈرائیں "یعنی جو کوئی اپنے بھائی کو کافر کہہ کے پکارے تو ان دونوں میں سے ایک ضرور اس کلمہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔"

دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ چیلنج کو ہماری طرف منسوب کیا گیا حالانکہ خود دعوت دی تھی۔ اور اسے اس تحریر میں تسلیم بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ اس چیلنج مذکورہ بالا کی بنیاد ہماری ایک تحریر ہے۔"

اور نیز قادیانی ابوالحکم لکھتا ہے:

"میں نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو شائع کیا۔" (الحکم ۷-۱۴ جون)

قادیانی نادانو! اور علم وعقل سے خالی ڈھولو! ہم نے چیلنج نہیں دیا تھا بلکہ آپ کے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کے متعلق لکھا تھا "قادیانی دعوت قبول" ہوش رکھتے ہو تو سمجھو۔

قادیانی سرخی میں بدزبانی یہ ہے کہ ہم کو باوجود مسلمان ہونے کے منکر دین کہا گیا ہے۔ حالانکہ مسلمان کے حق میں یہ کلمہ جائز نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی کسی کو کہے "او یہودی! تو اسے (کہنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے کو) بیس بید رسید کردو۔'' (مشکوٰۃ)

قادیانی محرر نے لاہور کے جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اپنی کامیابی کی شیخی بگھاری ہے۔ چونکہ ہم قادیانی جلسہ لاہور میں بہ سبب ہندوستان کے سفر کے شریک نہیں ہو سکے تھے اس لئے اس کے متعلق کچھ ذکر نہیں کر سکتے ہاں جس طریق سے یہ جلسہ کیا گیا اس کی حقیقت پر پبلک کو آگاہ کرتے ہیں اور اس کے متعلق قادیانیوں کی ناکامی اور شرمساری ظاہر کرتے ہیں۔ نومبر ۱۹۰۹ء کے اخیر میں آریہ سماج لاہور کا سالانہ جلسہ تھا حسب عادت اونھوں نے دھرم چرچا کا وقت بھی درج پروگرام کیا۔ انجمن اہلحدیث لاہور نے بدیں خیال کہ آریہ لوگ مسلمانوں سے حسن سلوک سے پیش نہیں آتے جیسا کہ اس سے پہلے جلسہ میں ان کا سلوک ظاہر ہو چکا تھا اور جس پر قادیانی اخباروں کے اوراق بہت دیر تک سیاہ ہوتے رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں اپنے جلسے شروع کئے اور مسلمانوں کو آریوں کے جلسہ کی شمولیت سے روکا۔ انہی دنوں میں عیسائیوں کی طرف سے بھی ایک اشتہار طبع ہوا جس میں کئی ایک روز کا پروگرام درج تھا۔

انجمن اہلحدیث لاہور نے ان کے مقابلہ میں بھی اسلامی جلسہ مقرر کیا چونکہ عیسائیوں کی طرف سے آریوں کی طرح بدزبانی اور بے امنی کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس لئے ہم اپنے جلسہ سے فارغ ہو کر نماز مغرب کے بعد عیسائیوں کے جلسہ میں چلے جاتے تھے۔ پروگرام کے مطابق ہر روز ایک عیسائی لیکچرار ایک مضمون بیان کرتا۔ اس کے خاتمہ پر حاضرین کو اجازت دی جاتی کہ اگر کسی کو اس مضمون کے متعلق کوئی اعتراض کرنا ہو تو کرے۔ معترض کے لئے دس منٹ مقرر تھے۔ جس میں وہ اپنے خیالات کو بیان کرتا۔ اس کے بعد اصل مضمون بیان کرنے والا دس منٹ میں معترض کے اعتراضات کے جواب دیتا۔ پھر دوسرا معترض کھڑا ہوتا اس کا اختتام بھی بطور سابق ہوتا یہاں تک کہ وقت مقررہ پر جلسہ برخواست کیا جاتا۔

معترضین میں ہندو بھی ہوتے تھے مرزائی بھی ہوتے تھے اور ہم بھی۔ مرزائیوں کی نسبت مہتمان جلسہ کو بدزبانی کی اکثر شکایت رہتی تھی۔ اور علاوہ بریں جب وہ مضمون سے خارج چلے جاتے تھے۔ تو عیسائیوں کو صرف یہ کہدینا پڑتا تھا کہ یہ اعتراض ہمارے بیان کردہ مضمون سے متعلق نہیں۔ جس پر قادیانیوں کو نہایت خجالت سے بیٹھ جانا پڑتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چونکہ قادیانیوں میں کوئی عالم تو تھا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ علمی قواعد سے مخالف کی تقریر نقض کرتا اس لئے اون کو پیچھا چھوڑانے کے لئے علوم عربیہ سے انکار کر دینا ہی سوجھتا تھا چنانچہ پادری جوالاسنگھ کے بیان پر جو عیسائی مشنریوں میں مشہور منطقی ہیں۔ مرزائیوں کو سوائے اسلامی علم کلام کے انکار کرنے کے کچھ نہ سوجھا مرزائی مباحث کون ہوتے تھے۔ لاہوری پلیڈر اور ڈاکٹر۔ ان میں تو اس قابل بھی نہیں تھا کہ پادری صاحب کی تقریر سمجھ سکتا۔ جواب کیا خاک دیتا آخر خواجہ کمال الدین صاحب تو بہت جھنجھلا جھنجھلا کر اور زبان لبوں پر پھیر پھیر کر اور قرآن شریف کی آیا تغلط پڑھ پڑھ کر کل مرزائیوں کو ایسا ذلیل کرایا جیسا کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں مولوی محمد احسن امروی نے رامپور کے مباحثہ میں شیر پنجاب فاتح قادیان کے مقابلہ میں کرایا تھا۔ خیر خدا کا احسان ہے کہ ابھی تک علوم عربیہ کے جاننے والے موجود ہیں۔ خاکسار نے علم کلام اور علم منطق ہی کے رو سے پادری صاحب کی تقریر کا جواب دیا۔ جس کی معقولیت کا پادری صاحب نے بھی اقرار کیا۔

ان جلسوں کی کیفیت بہت طویل ہے اس لئے ہم بطور مشتے نمونہ ازخروارے اس بیان کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے حقیقت ان جلسوں کی بنیاد کی۔ قادیانیو! یاد رکھو نہ تمہارے مبلغین میں کوئی عالم ہے اور نہ مناظر۔ تم ہرگز مخالف کے سامنے ہو کر گفتگو نہیں کر سکتے۔ اپنی جگہ پر چاہو کچھ بیان کرو اور کچھ بنتے پھرو۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۴۔ مورخہ ۲۷ رشعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ ر ستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۶-۹)

آئینہ نوری

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

مرزائے قادیان کی قرآن دانی کی قلعی ہم اپنے رسالہ آئینہ قادیانی میں کھول چکے ہیں (یہ مضمون عنقریب نقل ہو رہا ہے۔ بہاء) آئندہ اب اس تحریر میں آپ کے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کی قرآن دانی کا حال منکشف کرتے ہیں اور اہل علم و تحقیق سے انصاف چاہتے ہیں کہ کیا اس قسم کی بہکی باتیں اور بے سر تکیں ہانکنے والا شخص بھی سلطان المفسرین (جیسا کہ ان کو قرآن مترجم کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا ہے) اور حکیم الامت (جیسا کہ قادیانی ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقب دیتے ہیں) ہوسکتا ہے؟

بت کریں آرزو خدائی کی ہے شان تیری کبریائی کی

حکیم صاحب سورۃ فاتحہ میں مالك یو م الدین پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یو م کے معنی وقت۔ دین کے معنی جزاء اور سزا۔ دنیا میں بھی جزاو سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر پھر جنت اور نار میں۔ اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آیت میں یو م الدین کو عام رکھا ہے اور خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ روایۃً ودرایۃً قرآن شریف کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کی رو سے غلط ہے۔ ہم اس موقع پر مفسرین کے اقوال پیش نہیں کرتے تاکہ حکیم صاحب ان کو اقوال الرجال کہہ کر ٹال نہ دیں بلکہ خاص قرآن حکیم ہی سے پوچھتے ہیں کہ وہ خود یوم الدین کسی خاص دن کو کہتا ہے یا عام رکھتا ہے۔ سنیئے منکرین قیامت کے استبعادی سوال کا ذکر اور اس کا جواب

یسئلو ن ایا ن یو م الدین یو م هم علی النا یفتنو ن ذو قوا فتیتکم هذا الذی کنتم تو عدون ۔ذاریات۔ (منکرین) پوچھتے ہیں کہ یو م الدین کب ہوگا؟ (ان سے کہو) جس دن تم آگ پر سینکے جاؤ گے (اور کہا جائے گا) اپنی اس سینک کے مزے چکھو۔ یہ تو وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچاتے تھے

اسی طرح دوسرے موقع پر تاکید وتکرار کھول کر بتایا اور ٹھیک طرح سمجھایا:

و ما ا در ك ما یو م الدین ثم ما ادر ك ما یو م الدین یو م لا تملك نفس لمفس شیئاً و ا لا مر یو مئذ لله ۔انفطار۔ اور تم کیا سمجھے کہ یو م الدین کیا ہے؟ (پھر (سنو) تم کیا سمجھے کہ یوم الدین کیا ہے؟ (یہ وہ دن ہوگا) جب کوئی نفس کسی نفس کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا اور حکومت خاص اللہ ہی کی ہوگی۔

اسی طرح منکرین قیامت کے استبعاد کے جواب میں فرمایا: فا نما هی زجرة وا حدة فا ذا هم ینظرو ن و قا لوا یا ویلتنا هذا یو م الدین هذا یو م الفصل الذی کنتم به تکذ بو ن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔صافات۔وہ (قیامت) تو بس ایک للکار ہے کہ ادھر ہوئی اور ادھر وہ سب (زندہ ہوکر) لگے دیکھنے۔اور بول اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی یوم الدین ہے (کہا جائے گا) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے

اسی طرح سورہ واقعہ میں جو خاص احوال قیامت کی شرح ہے بعض عذاب دوزخ کا ذکر کر کے فرمایا:

ھذا نز لھم یو م الدین (واقعہ۔) یعنی یہ (عذاب) جزاء کے روز ان کی مہمانی ہوگا۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی کئی آیتیں ہیں جن میں یو م الدین مذکور ہے مثلاً حضرت ابراہیم کی دعا شعراء میں۔ان تصریحات سے صاف معلوم ہوگیا کہ قرآن کریم نے یو م الدین خاص یو م القیا مۃ کو کہا ہے نہ کہ عام رکھا ہے جیسا کہ حکیم صاحب نے سمجھ لیا ہے۔

اب ہم دوسرے طریق پر ثابت کرتے ہیں اور اس میں بھی قرآن شریف ہی سے آیات پیش کریں گے۔دین کے معنی حساب کے ہیں (صحیح بخاری تفسیر سورۃ فاتحہ) اس لئے قرآن نے یو م الدین کو دوسرے مقام پر یو م الحسا ب کہا ہے چنانچہ سورۃ ص میں متقیوں کی جزاء جنت وغیرہ کا ذکر کر کے فرمایا: ھذا ما تو عدو ن لیو م الحسا ب (سورۃ۔ص) یعنی یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روز حساب (قیامت) کے لئے وعدہ کیا جاتا ہے

و قال موسی انی عذ ت بر بی و ر بکم من کل متکبر لا یو من بیو م الحساب۔(مومن)۔اور موسیٰ نے کہا میں تو اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار (یعنی خدائے واحد) کی پناہ لے چکا ہوں۔ہر ایک مغرور (کی شر) سے جو روز حساب (قیامت) کو نہیں مانتا۔

اب ہم قرآن مجید میں سے قیامت کے دن کے حساب کی صورت ذکر کر کے بتلاتے ہیں کہ یو م الفصل اور یو م الدین اور یو م الحسا ب اور یو م القیا مۃ ایک ہی اس بڑے دن کا نام ہے

و نضع الموا زین با لقسط لیو م القیا مۃ فلا تظلم نفس شیئاً و ان کا ن مثقال حبۃ من خر دلٍ ا تینا بھا و کفی بنا حا سبین (انبیاء) اور لگا دیں گے ہم انصاف کے ترازو قیامت کے دن میں تو کسی شخص پر بھی کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔اور اگر (کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا، تو ہم اس کو بھی لا موجود کریں گے اور حساب لینے کو ہم (اکیلے) بس ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوم الحساب کے متعلق اور بھی کئی آیات ہیں جن کو ہم بخوف طوالت نقل نہیں کرتے (مثلاً سورۃ ص رکوع ۱)

اس کے بعد علم نحو کے قاعدے سے ثابت کرتے ہیں کہ یو م الدین ایک خاص دن ہے عام نہیں ہے

۱۔ یو م مضاف ہے الدین کی طرف اور مضاف معرفہ ہوتا ہے (الفیہ ص ۱۲) نیز یہ اضافت محضہ ہے اور بوجہ معرفہ ہونے کے جزء اول یعنی مضاف معرفہ ہو گیا (ابن عقیل ص ۹۰) اور خاص کر یہ کہ یہ اضافت بمعنی لام ہے چنانچہ الفیہ صفحہ ۹۰ میں ہے:

و الثا نی ا جرروا نو من او فی ا ذا لم یصلح ا لا ذا ك و ا للا م خذا

اور ابن عقیل میں اس کی شرح میں کہا ہے۔ و ضا بطة ذ لك انه لم یصلح ا لا تقدیر من او فی فالاضا فة بمعنی ما تعین تقدیر ہ و الا فا لا ضا فة بمعنی ا للا م۔ پس یوم الدین کے معنی ہوں گے یو م عین للدین چنانچہ فرمایا ان یو م الفصل میقا تهم ا جمعین (دخان) یعنی فیصلہ کا دن سب کے لئے وقت مقرر ہے

پس معلوم ہوا کہ یو م الدین ایک خاص معین دن ہے اور وہی ہے جس کی تفصیل گذر چکی

۲۔ اگر یو م الدین سے کوئی خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کی بنا پر عام ہوتا تو الدین کے ساتھ یو م کے ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی پس عبارت ما لك الدین ہوتی نہ کہ ما لك یو م الدین۔ فافہم

۳۔ اگر خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کے لحاظ سے عام ہوتا تو یو م کا لفظ واحد نہ آتا بلکہ ایا م الدین بلفظ جمع وارد ہوتا کیونکہ حکیم صاحب کے نزدیک جزا و سزا کے ایام واوقات متعدد مختلف ہیں اسی لئے خود حکیم صاحب اپنی عبارت میں الفاظ جمع استعمال کئے ہیں: ان سب مقاموں اور وقتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔

اس تفصیل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حکیم صاحب نے یوم الدین کو عام رکھنے میں تصریحات قرآن اور قواعد علوم آلیہ کا خلاف کیا ہے

کیا حکیم صاحب ہماری تحریر کا جواب دیں گے، یا اسے تسلیم کریں گے؟ جواب زمانہ مستقبل دے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۱۹۔۲۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئینہ نوری (۲)

۲۔ حکیم نورالدین صاحب کو ادب عربی میں بھی مہارت کامل ہے اوران کی جماعت کو ان کی نسبت اس فن میں بہت ہی اعتقاد ہے اس لئے ہم آج خاص علم ادب کے متعلق ان کی موشگافی ظاہر کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ کرلیں گے کہ حکیم صاحب نے عرب وروم کے ایک ہی سفر میں عرب عرباء کو بھی ماند کردیا ہے چنانچہ سورۃ بقر کے شروع میں یو منو ن با لغیب کے متعلق حاشیہ چڑھاتے ہیں

یخشو ن ر بھم با لغیب اور فرمایا ۔ یو منو ن با للہ و الیو م ا لآ خر ۔ پس معنی ہوئے مانتے ہیں اللہ کو جو غیب ہے یا ماننے کی چیزوں کو تنہائی میں اور لوگوں سے غائب ہوکر۔

واہ واہ! کمال زبان دانی ہے زمخشری وحریری بھی شرمندہ ہیں حکیم صاحب کا اس آیت سورہ بقر کی تفسیر میں بحوالہ آیت یخشو ن ر بھم با لغیب یہ کہنا، تنہائی میں اور غائب ہوکر، غلط ہے کیونکہ یخشو ن ربھم بالغیب میں تو ٹھیک ب ظرفیت کے لئے ہے لیکن یو منو ن با لغیب میں ظرفیت کے لئے نہیں بلکہ یو منو ن کا صلہ ہے جو لفظ ایمان اور اس کے دیگر مشتقات کے ساتھ آیا کرتا ہے۔ حکیم صاحب کو ظن ہوا کہ ہر دو آیات میں بالغیب کا لفظ ہے تو معنی بھی ایک ہوں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ ہر نقطہ مقامے دارد

۳۔ اسی طرح حکیم صاحب یقیمو ن الصلوۃ میں الصلوۃ پر حاشیہ چڑھاتے ہیں: الصلوۃ میں ال ہے اس کے معنی اس خاص نماز کے ہیں یا ممکن ہے کہ عام دعا کے ہوں۔

حکیم صاحب نے اس میں وہی کمال کیا کہ الصلوۃ کی لغوی عمومیت کو دیکھا لیکن اس کے ساتھ یقیمو ن کا خیال نہ کیا اور حفظت شیئاً و غا بت عنك اشیاء کے مصداق بنے۔ قرآن وحدیث میں الصلوۃ کے ساتھ جہاں کہیں اقامت کا لفظ آیا ہے وہاں وہی نماز معہود شرعی مراد ہے اور علم اصول کا قاعدہ ہے کہ حقیقت شرعی لغت پر مقدم ہوتی ہے ورنہ قریباً تمام شرعیات کی تعطیل لازم آئے گی۔ باطنیہ وغیرہ فرق ضالہ نے اس بہانہ سے شرعیات کو ترک کیا تھا جب حکیم صاحب کے نزدیک یقیمو ن الصلوۃ سے عام دعا مراد لینا درست ہے تو قرآن شریف میں ہر جگہ اس کے یہ معنی لینے درست ہوں گے نہ کہ خاص اس موقع پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ کیونکہ لفظ ایک ہی ہیں اور قرائن یکساں ۔ پس اگر کوئی شخص اس کو دستاویز بنا کر نماز معہود ادا نہ کرے اور عام دعا پر اکتفا کرے تو اسے مخالف قرآن نہیں کہہ سکیں گے کیونکہ اس نے قرآن کے صحیح مراد اور مفہوم پر عمل کیا۔ پس نماز کو جواب ہو جائے گا اور اسی طرح روزہ حج زکوۃ فرائض اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا

ہم ناظرین کی توجہ ایک اور امر کی طرف کرتے ہیں کہ حکیم نوردین وہ معنی و مراد بھی ذکر کرتے ہیں جو مشہور ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اپنی طرف سے بھی جدت و زیادت کر کے مفسر قرآن بنناچاہتے ہیں لیکن خدا کی قدرت جہاں ان کی اپنی جدت ہوتی ہے وہاں ذلت ہوتی ہے اور ہم یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ جماعت قادیانیہ کو قرآن وحدیث اور علوم رسمیہ میں ہرگز رسائی نہیں۔ نہ انفراداً اور نہ اجتماعاً وہ اس بارگراں کو اٹھا سکتے ہیں

کلاہ خسروی و تاج شاہی بہر کل کئے رسد حاشا و کلا

۴۔ حکیم صاحب۔ ہم نے آپ کے ارشاد کے مطابق سورہ جمعہ کو دیکھا لیکن افسوس وہاں آپ کا مدعا نہیں ملا، گو حکیم صاحب نے تصریح نہیں کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ با لآ خر ۃ ھم یو قنو ن میں مرزا صاحب کو بھی داخل کرنا چاہتے ہیں۔ جناب حکیم صاحب! جہاں قرآن نے منکرین قیامت کو ان الفاظ میں ملامت کی ہے و ھم با لآ خرۃ کفرون (اعراف) اور جہاں یو قنو ن کے مقابلے میں ان کا یہ قول کیا ہے وما نحن بمستیقنین (جاثیہ) کیا آپ وہاں بھی مرزا صاحب کے منکر مراد لے سکیں گے۔ کیا خوب! جناب یقین بالآخرت جہاں قرآن میں مذکور ہے وہاں الساعۃ الآخرۃ یعنی قیامت کو ماننا مراد ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست ۱۹۱۱ ۔ص ۶، ۷)

آئینہ نوری (۳)

۵۔ و اولئك ھم المفلحو ن کا ترجمہ حکیم نورالدین صاحب یوں فرماتے ہیں:

اور یہی بڑے فتح مند ہوں گے۔

اور پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یہ بشارت اور پیش گوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اور اتباع مظفر و منصور ہوں گے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقول: یہ ظاہر ہے کہ حکیم صاحب فلاح سے صرف دنیوی بہتری اور ظفر مراد لے رہے ہیں۔ اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ جہاں ایمانیات واعمال صالحہ پر جزائے حسن کا وعدہ ہے وہاں فلاح سے مراد نجات عاقبت اور فوز آخرت ہے۔ چنانچہ اس سے قبل الذین سے لے کر یو قنو ن تک ایمانیات اور نماز وزکوۃ واعمال صالحہ کا ذکر ہے اور اس کے بعد اس کے نتیجہ سے خبر دی ہے کہ فلاح ہوگی۔ اسی طرح سورہ مومنون کے شروع میں فلاح و نماز و زکوۃ اعمال صالحہ کا ذکر کر کے فوز بالجنت کی تصریح کر دی ہے

قد افلح المو منو ن الذین ھم فی صلوتھم خا شعو ن (الی ..) او لئك ھم الوا ر ثو ن الذین یر ثو ن الفر دوس ھم فیھا خا لدو ن (مومنون) ایمان والے (اپنی) مراد کو پہنچ گئے (اور یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔ اور جو زکوۃ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) سے کہ (ان میں) ان پر کچھ بھی الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلب گار ہوں تو وہی لوگ حد سے باہر ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں۔ یہی لوگ اصلی وارث ہیں جو بہشت بریں پائیں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیتوں میں صاف مذکور ہے کہ فلاح کی صورت فوز بالجنت ہے نہ کہ دنیوی فتح۔ اس کے لئے قرینہ عقلی یہ ہے کہ فلاح کے معنی ہیں، مراد کو پہنچنا، اور ایمان اور اعمال صالحہ سے مراد نجات عاقبت اور رضامندی خدا تعالی ہے نہ کہ دنیا کی ظفر مندی۔ اگر ظفر مندی دنیا میں ہو تو ہو مگر یہ مراد میں داخل نہیں، اور نہ شایان بلاغت ہے کہ ایمان واعمال صالحہ کی فہرست کے بعد اسی پر بس کیا جائے۔

۶۔ یخا دعو ن اللہ ... حکیم صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے: چھوڑتے ہیں اللہ کو اور ان کو جو ایمان لائے اور محروم نہیں کر رہے ہیں مگر اپنے آپ کو۔

اور اس پر حاشیہ چڑھاتے ہیں: خا دع بمعنی ترک بمعنی چھوڑا۔ قاموس اللغت اور اس کی تصدیق نسوا اللہ فنسیھم ہوتی ہے چھوڑ دیا انہوں نے اللہ تو چھوڑ دیا اللہ نے ان کو۔ خدع کے معنی امسك، یقال فلان کا ن یعطی فخد ع۔ ترجمہ فلانا دیتا تھا اب ممسک ہوگیا۔ رک گیا۔ اس کی تصدیق اللہ تعالی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان سے ہوتی ہے ھم الذ ین یقو لو ن لا تنفقوا علی من عند رسو ل اللہ (منافقون۔۷)۔
اورفرمایایقبضو ن اید یھم (توبہ۔۶۷)

اقول:شکر ہے کہ حکیم صاحب نے اپنے فہم کی تائید میں قرآن کی آیات بھی پیش کیں اس سے ہمارے لئے میدان صاف ہوگیالیکن افسوس حکیم صاحب نے جن آیات سے تمسک کیا ہے وہ خدع کے متعلق نہیں ہیں۔ان سے تو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں نے خدا کو بھلا دیا اور وہ ممسک ہیں۔اور ظاہر ہے کہ یہ تو مضمون کی صحت کی دلیل ہے نہ کہ اس امر کی تصدیق کہ خدع سے نسیان (ترک) اور قبض وامساک مراد ہے کیونکہ جب تک نتیجہ کا موضوع ومحمول صغری وکبری میں نہ پایا جائے قیاس (نتیجہ) درست نہیں ہوسکتا۔ اس سے حکیم صاحب کی منطق دانی بھی ظاہر ہے۔حکیم صاحب نے قاموس سے خادع کے معنی ترک تو نقل کر دیئے لیکن اس کے پہلے جو کچھ اس آیت زیر تفسیر کی بابت لکھا ہے اسے بالکل ترک کر دیا حکیم صاحب نے اس مقام پر ناحق تکلیف سے کام لیا جو موقع اور محل کے مناسب نہیں انہوں نے خارج کے خدع کے معنی ترک لکھے ہیں جو اس مقام پر نہیں ہوسکتے کیونکہ جب یخدعون میں اس ترک کا اثبات دیا گیا جو واقع میں درست ہے ما یخد عو ن میں اس کی نفی کے کیا معنی؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یخادعو ن کے ایسے معنی لینے چاہییں جس کا اثر حقیقت خدعیت کی روسے اس کے مفعول پر درست نہ ہو اور اسی لئے دوسری بار اللہ اور مومنین سے اس کی نفی کر کے وما یخدعو ن الّا انفسھم میں اس کے اثر کو انفسھم پر ثابت کیا ہے۔پس حکیم صاحب کا تکلف نادرست اور بے جا ہے مگر حکیم صاحب نے ایک اور چال کی کہ دوسری دفعہ کے یخد عو ن میں خدع کے معنی امساک لئے ہیں حالانکہ یہ نہیں ہے۔نہ ہی؟؟ مناسب ہے کیونکہ یخادعو ن کو مثبت ذکر کرنے اور اس کے بعد ما یخد عو ن کو منفی ذکر کرنے میں مقابلہ ہے جو دونوں کے الگ الگ ترجمے مراد لینے میں جاتا رہا۔اور ظاہر ہے اس طرح کلام فصاحت وبلاغت سے گر جاتا ہے جو شان قرآن کے خلاف ہے

اب ہم خدا کے احسان سے اس آیت کا صحیح مطلب بتاتے ہیں جس سے وہ اعتراض بھی جس کے سبب سے حکیم صاحب کو اس قدر تکلفات کی ایچا پیچیوں میں الجھنا پڑا دور ہو جاتا ہے اور قرآن کی بلاغت بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہوتی ہے و ما توفیقی الا باللہ

خاکسار جو حاشیہ قرآن منۃ الرحمٰن بتفہیم لطائف القرآن لکھ رہا ہے اس میں خاکسار نے اس آیت کے متعلق یہ حاشیہ لکھا ہے:

یخادعون باب مفاعلہ سے ہے اور اس کے خواص میں سے ایک مشارکت ہے اور کبھی اس میں مجرد بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے عاقبت اللص ۔ اور تائید دوسری قرأت سے ہوتی ہے جس میں باب مجرد یعنی یخدعون آیا ہے اور اسی لئے رسم الخط میں خ کو بفاصلہ الف دال سے قطع نہیں کیا گیا پس یہ آیت پر اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی ان سے دھوکہ کرتا ہے؟ کہ صیغہ مشارکت کا استعمال کیا گیا؟ اور نہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ علیم کو کیسے دھوکہ دے سکتے ہیں کیونکہ اس سے مراد فریب کا معاملہ کرنا ہے نہ کہ فریب کا واقع کر لینا۔ اسی لئے دوسری دفعہ و ما یخدعون میں باب مجرد ذکر کر کے اللہ تعالیٰ اور مومنین کی نسبت وقوع فریب کی نفی کی اور الّا انفسھم میں خود انہی کے نفسوں پر اثر پڑنے کو ثابت کیا کیونکہ اس میں وقوع فریب کا ذکر ہے۔ پس اس تقریر پر اعتراض بھی نہیں آسکتا اور یخادعون اور ما یخدعون کے مقابلہ میں فصاحت بلاغت بھی قائم رہتی ہے بلکہ ثابت ہوتی ہے۔،

اس آیت کی تفسیر کے لئے ہم سورہ نساء پارہ پنجم رکوع اخیر کی آیت بھی بیان کرتے جس میں ہمارے بیان کی تائید کے ظاہر قرائن ہیں لیکن بخوف تطویل اسی پر بس کرتے ہیں اگر ضرورت پڑی تو دوسری بار لکھیں گے انشاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم تا ۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہور قادیانی

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

معلوم نہیں قادیانی گروہ کو حضرت روح اللہ سے کیا ضد ہے کہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور آپ کی تنقیص کرتے رہتے ہیں خود قادیانی آنجہانی نے تو جو کچھ بے ادبی ضمیمہ انجام آتھم و دافع البلاء وغیرہ کتابوں میں کی ہے وہ انکار رسالت کے قریب قریب ہے لیکن ان کی ذریت میں بھی حسب حیثیت کافی اثر ہے کبھی تو کوئی امتیوں کو ان پر فضیلت دیتا ہے اور کبھی کوئی ان کے صاحب شرع ہونے سے انکار کرتا ہے مثلاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب، جواب باصواب، صفحہ ۷ میں ارقام فرماتے ہیں:

مسیح تو کیا مسیح سے بھی عالی درجت انبیاء آنحضرت ﷺ کے خدام کی منزلت نہیں رکھتے

اور نیز کہا ہے:

مسیح تو ایک معمولی انسان ہے اور اس قابل بھی نہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کے خدام کی برابری کر سکے ۔(ص ۷)

خاکسار نے اس کے جواب میں اپنی کتاب شہادۃ القرآن باب اول میں بتصریح کتب عقاید لکھا کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینی کفر وضلالت ہے۔

قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ الفرقان صفحہ ۱۵۔۱۶ میں اپنے بھائی کی حمایت کی اور اس کفر وضلالت پر مصر رہنے کے لئے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور باز آنے اور توبہ کرنے کی نصیحت نہیں کی اور اس پر طرفہ یہ کہ صفحہ ۹۔۱۰ میں حضرت عیسی علیہ السلام کے صاحب شرع نبی ہونے سے بھی انکار کر دیا انہوں نے جو کچھ وجوہات بیان کئے ہیں وہ یکے بعد دیگرے مع جوابات حسب ذیل ہیں۔ناظرین ان وجوہات کو اور ان کے جوابات کو دیکھ کر قادیانی علم وایمان اور قوت استدلال کا اندازہ لگائیں اور انصاف کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

وجہ اول قادیانی۔اول تو انجیل کے معنی ہی بشارت یا خوش خبری کے ہیں اور مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پانازل ہوتی ہیں اس میں مسیح کو کوئی خصوصیت نہیں۔(ص۹)

جواب۔اول تو آپ نے اپنی دلیل کا مقدمہ اولی ہی ثابت نہیں کیا کہ انجیل کے معنی بشارت کے ہیں اور یوں ہی قادیانی الہام کی طرح بے ثبوت ہانک دیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ مقدمہ ثانیہ یہ چاہیے تھا کہ کوئی مبشر صاحب شرع نہیں ہوتا۔پھر اس کلیہ کو بھی ثابت کرتے اور انکار کی ٹھانتے۔ و دو نه خرط القتاد

ثالثاً یہ کہ جب آپ مقدمہ ثانیہ میں مانتے ہیں کہ مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پر نازل ہوتے ہیں تو اصحاب شرائع بھی لفظ، ہر ایک، میں شامل ہیں۔پس آپ اس دلیل سے حضرت عیسی کے صاحب شرع ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں مقدمات ایجابیہ سے نتیجہ سلبیہ نکالنا قادیانی منطق کا نتیجہ ہے۔

وجہ دوم قادیانی:ان کا اپنا دعوی بھی صاحب شریعت ہونے کا نہیں جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ تو صاف کہہ رہے ہیں۔میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں اور یہ کہ اس کو برقرار رکھونگا۔کوئی تغیر وتبدل نہ ہوگا(ص۹)

جواب:واہ جناب!اتنا بھی معلوم نہیں کہ جواب ہمیشہ مخالف کے مسلّمات سے دیا جاتا ہے نہ کہ ان اصول سے جن میں خصم کو کلام ہو جناب آپ خاکسار(ابراہیم سیالکوٹی)کے جواب میں لکھ رہے ہیں اور خاکسار ان جعلی اناجیل کو ہر گز نہیں مانتا۔لہذا خاکسار کے نزدیک آپکی یہ دلیل کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی پہلے ان کتابوں سے الزام جعلی دور کرلیں اور ان کی حقانیت ثابت کرلیں پھر خاکسار کے سامنے ظہور پذیر ہوں۔خاکسار نے ان کتابوں کی بابت اپنی مختلف تصانیف مثلاً تائید القرآن واعجاز القرآن میں مدلل بحث کی ہے اور ان کی اندرونی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ کتابیں جعلی ہیں۔

ثانیاً کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں،پورا کرنے،کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کی پیش گوئی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصداق ہوں۔ پس آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔

وجہ سوم قادیانی: خود عیسائی قوم کا عمل درآمد اس بات پر شاہد ہے کہ عیسی صاحب شریعت نبی نہ تھے ورنہ اپنی تمدنی وسیاسی زندگی کے لئے ان کو قوانین وضع کرنے نہ پڑتے (ص ۹)

جواب۔ اول تو اس کا بھی وہی جواب ہے جو اوپر گذر چکا پس عیسائیوں کی کتابوں اور ان کے عمل درآمد سے خاکسار کے برخلاف کوئی امر ثابت نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً یہ کہ عیسائیوں کے پاس اس وقت شریعت عیسوی محفوظ نہ ہونے سے کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی کو خدا تعالی ہی سے شریعت نہ ملی تھی۔ مجہول سے علم حاصل کرنا قادیانی کمال ہے

وجہ چہارم قادیانی: و من قبله کتا ب موسی اما ماً و رحمةً سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے صرف حضرت موسی ہی کی کتاب تھی جو امامت ورحمت یعنی شریعت کہلانے کی مستحق تھی (جس پر کما حقہ عمل کرکے انسان قرب اللہ کے عالی مراتب حاصل کرسکتا ہے) ورنہ اگر قرآن شریف اور توریت کے درمیان کوئی اور کتاب بھی ہوتی یا کوئی نبی صاحب شریعت ہوتا تو اس کتاب کو امام ورحمت کہا جاتا (ص ۹۔۱۰)

جواب: شکر ہے کہ آپ نے استدلال میں آیت تو پیش کی۔ گو مفید مطلب نہیں۔

صاحب! اول تو یہ بتلایئے کہ آپ نے آیت میں، صرف، اور، ہی، کس لفظ کے معنی کئے ہیں۔ قضیہ ایجابیہ میں بغیر کلمہ حصر، حصر نہیں ہوتا اور نہ ماعدا کا صلب منظور ہوتا ہے۔ بلکہ صرف محض اثبات مذکور ملحوظ ہوتا ہے اور عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہوتا ہے کہ غیر مذکور مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس آپ کی دلیل بن نہ سکی اور من قبل میں اتصال زمانہ بغیر فصل کے ضروری نہیں جیسے آیات ذیل سے واضح ہے

الم یأتهم نبا الذین من قبلهم (توبہ) اور و ان یکذ بو ك فقد کذ بت قبلهم (حج)

اور یہ جو آپ نے سمجھا کہ صاحب شرع نبی کی کتاب کے ضروری ہے کہ امام کہا جائے اس کی کیا دلیل؟ پس یہ بھی ممنوع ہے کیا قرآن کریم کی نسبت بھی ایسا ہی خیال ہے کہ جب تک اس کی نسبت امام کا لفظ نہ آئے تب تک شریعت نہیں ہوسکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیئے ہم آپ کو اس جگہ انجیل کے مذکور نہ ہونے کی وجہ بتلائیں

یہ آیت قرآن شریف میں دو مقام پر ہے۔ اول سورہ ہود میں اور وہ اس طرح ہے:

افمن کان علی بینةٍ من ربه و یتلوه شاهد منه و من قبله کتاب موسی اماماً و رحمة اولئك یومنون به (ھود) تو کیا وہ شخص جو اپنے رب سے دلیل پر ہو اور پیچھے پیچھے آتا ہے اس کے ایک شاہد اس سے اور پہلے اس سے کتاب ہے موسی کی امام اور رحمت، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے

اور دوسری سورۃ احقاف میں ہے۔ اس کے قبل میں یہ آیت بھی ہے:

قل ارأیتم ان کان من عند الله و کفرتم به و شهد شاهد من بنی اسرائیل علی مثله فامن و استکبرتم۔ (احقاف)۔ اے نبی کہدے کہ بتلاؤ اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو اور تم اس سے منکر بنے ہو اور بنی اسرائیل میں ایک شاہد نے اسی طرح کی (کتاب) کی گواہی دی اور ایمان لے آیا اور تم متکبر ہی رہے (تو تمہارا کیا انجام ہوگا)

ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں شاہد سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں جو علماء یہود سے تھے اور اسلام لائے تھے۔ ان کے اسلام لانے کو خدا تعالی نے قرآن شریف کے حق ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے اور اس کے بعد دونوں مقاموں میں کتاب موسی کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن سلام علمائے توریت میں سے تھے عیسائی نہ تھے پس بدیں وجہ اس موقع پر انجیل کا ذکر نہیں کیا

وجہ پنجم قادیانی: سورہ احقاف کے آخری رکوع میں نفراً من الجن اپنی قوم سے جا کر کہتا ہے انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسی ہم نے ایک کتاب سنی جو موسی کے بعد نازل ہوئی۔ پس اگر درمیانی زمانہ میں انجیل شریعت یا مسیح صاحب شریعت ہوتے تو ان کا ذکر ہوتا۔

جواب: اس کے جوابات بھی مثل اوپر کی آیت کے ہیں۔

اول یہ کہ عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔

دوم یہ کہ من بعد موسی میں اتصال زمانی ملحوظ نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوم یہ کہ اس میں تو بالکل انجیل کے نزول ہی سے سکوت ہے آپ نے یہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ انجیل نازل ہی نہیں ہوئی اور شریعت اور صاحب شریعت کی جعلی قید لگادی

چہارم۔ یہ کہ وہ جن یہودی تھے عیسائی نہ تھے اس لئے انہوں نے ایسا کیا۔ دیکھئے تفسیر مدارک میں جس کا حوالہ آپ نے بھی اس مضمون کے خاتمہ پر کسی اور مطلب کے لئے دیا ہے، ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے و انما قالوا من بعد موسی لانّھم کانوا علی الیھودیۃ کہ ان جنوں نے من بعد موسی صرف اس لئے کہا کہ وہ یہودی تھے۔ اسی طرح تفسیر کشاف اور خازن وغیرہ میں بھی ہے

وجہ ششم قادیانی: یعلمہ الکتاب و الحکمۃ و التوراۃ و الانجیل (اللہ اسے کتاب و حکمت یعنی توریت وانجیل کی تعلیم دے گا) سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ توریت کی تعلیم مسیح کو دی گئی اور انجیل میں صرف حکمت ودانائی کی باتیں تھیں نہ کہ شریعت

جواب: نہ کہ شریعت، کس لفظ کا ترجمہ ہے اور الحکمۃ کے معنی بالخصوص انجیل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اور پھر، صرف، کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ صاحب! یہ ترجمہ الہام نہیں کہ قادیان میں اس کی مشین ہو یہ تو عبارات کا ترجمہ ہے جو سب کی نظروں میں ہیں۔ اچھا تو قرآن کریم کو بھی الحکمۃ اور الحکم کہا گیا ہے کیا اس کی نسبت بھی یہی فیصلہ ہے (تف) کیا جس کتاب میں دانائی اور حکمت کی باتیں ہوں اس میں شریعت بیان کرنی منع ہے؟ جناب من! میں پھر آپ کو سناتا ہوں کہ قضیہ ایجابیہ میں محض اثباتِ مذکور ہوتا ہے سلب ماعدا مطلوب نہیں ہوتا۔

قال القادیانی: انا ارسلنا الیکم رسولًا شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ پڑھو اور غور کرو اگر آنحضرت ﷺ سے پہلے موسی کے سوا کوئی اور نبی بھی صاحب شریعت ہوتا تو اسی کی مثل فرمایا جاتا۔

اقول: اچھا جناب! غور کرلی۔ ہم نے تو آپ کا مطلب یہ سمجھا کہ جو نبی انبیاء سابقین میں سے سب سے قریب ہو اس کی مثل کہنا چاہیے۔ کیوں صاحب! ایسا کیوں ہو؟ سنیئے! مماثلت کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ جس کے حالات اور عہد کو عہد محمدی سے مناسبت ہو اس کا ذکر کیا جائے خواہ قریب ہو خواہ بعید ہو۔ چونکہ آنحضرت ﷺ اور حضرت موسی کی جلالت اور آپ کے حالات اور عہد آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ان کی مثال ذکر کی۔اور یہ جو آپ مثل مثل پکار رہے ہیں اور قادیانی نے بھی ازالہ میں آنحضرت ﷺ کو مثیل موسیٰ لکھا ہے درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ تو سید ولد آدم ہیں۔مثیل کیسے؟ کـمـا سے مشابہت و مماثلت امر ارسال میں منظور ہے نہ کہ مرسلین میں۔ فا فهم

وجہ ہفتم قادیانی: توریت باب استثنا میں جو پیش گوئی ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے تم جیسا ایک نبی مبعوث کرونگا اس سے بھی ظاہر ہے کہ موسیٰ کے بعد صاحب شریعت نبی صرف حضرت محمد ﷺ ہی تھے ورنہ عیسائیوں کو موقع ملتا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کو خلط ملط کر دیں۔وہ پہلے ہی سے کہتے ہیں یہ پیش گوئی، المسیح، میں پوری ہوئی مگر ہم انہیں جواب دیا کرتے ہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی ہی نہ تھے۔

جواب: اول تو اس کا وہی مذکورہ بالا جواب ہے کہ اہل کتاب کی جعلی کتابیں ہمارے لئے یا ہم پر حجت نہیں۔ثانیاً یہ کہ اس پیش گوئی میں کہاں مذکور ہے کہ وہ نبی صاحب شریعت بھی ہوگا۔یہ قادیانی افتراء ہے ۔ہاں آپ نے یہ خوب فرمایا کہ آپ عیسائیوں کو ایسا کہا کرتے ہیں۔تو کیا آپ کے کہنے سے ہم بھی کہہ دیں؟ سبحان اللہ! یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کو حضرت عیسیٰ کے صاحب شرع ہونے سے انکار صرف عیسائیوں کی ضد سے ہے لا یجر منکم شنآ ن قو م علی ان تعد لوا اعد لوا هو اقر ب للتقوی (مائدہ۔پ٦)

قادیانی ساتوں وجوہات مع جوابات ذکر ہو چکیں۔اب خاکسار کی پیش کردہ دلائل کے متعلق جو کچھ انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اس کو دیکھئے اور قادیانیوں کے علم و کمال کی داد دیجئے۔

قال القادیانی: اب ان سات وجوہ کو پیش نظر رکھ کر ان آیات قرآنی پر تدبر فرمایئے جن سے عیسیٰ کا صاحب شریعت نبی ہونا نکالا جاتا ہے۔ایک تو یہ ہے کہ شـرع لـکم من الدین ما و صی به نو حاً و الـذی او حیـنـا الیك و مـا و صیـنـا به ابرا هم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیه اس کے جواب میں عرض ہے کہ قرآن شریف میں اختلاف نہیں کہ ایک جگہ سے کچھ اور دوسری سے کچھ ثابت ہو۔یہاں شرع لکم کے معنی مدارک میں بیّن و ا ظهر لکم لے لکھے ہیں اور پھر یہ بھی کہ اس سے شرائع مراد نہیں۔چنانچہ لم یروالشرا ئع فا نها مختلفة پس شریعت مراد لینا غلط ہے۔

جواب الجواب: سب سے پہلے ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب شہادۃ الفرقان القادیانی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن شریف کی بہت سی آیات غلط لکھی ہیں ۔ اور یہ اغلاط املاء اور اعراب کی نہیں بلکہ الفاظ کی تفسیر اور کمی بیشی کی ہیں ۔ اور یہ صفت خاص اس کتاب کی نہیں بلکہ خود قادیانی آنجہانی کی متعدد تصانیف میں اور دیگر قادیانی رسائل واخبارات کا بھی یہی حال ہے چنانچہ اکمل صاحب نے اس ایک صفحہ کی تحریر میں دو آیتیں غلط لکھی ہیں لیکن ہم نے ان کو درست کر کے لکھ دیا ہے ۔ اس کے بعد ان کی تحریر کا جواب یہ ہے کہ جناب بے شک قرآن شریف میں اختلاف نہیں صرف آپ کی سمجھ میں اختلاف ہے ۔ اپنی پیش کردہ ہفت وجوہ کے جواب تو دیکھ لئے اب جو ہمارے دلائل پر آپ نے نقض کیا ہے اس کا بھی جواب سنیئے ۔ شکر ہے کہ آپ نے بھی ایک تفسیر کا حوالہ دیا اب آپ کو اسی تفسیر کی تصریح اور دیگر تفاسیر کی عبارتوں سے ثابت کر دیں گے کہ سب کے سب حضرت عیسی کو صاحب شرع نبی مانتے ہیں ۔ سنیئے صاحب! آپ نے مدارک کا ادراک ہی نہیں پایا ۔ کیا شرع، کے معنی بیّن کرنے سے آپ کا مطلب ثابت ہو گیا ۔ نہیں صاحب! قرآن شریف میں ایسے ہی دوسرے موقع پر بیّن کا لفظ ہے اس لئے صاحب مدارک نے شرع کے معنی بیّن کئے ہیں ملاحظہ ہو یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم سنن الذین من قبلکم (نساء پ۵) اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مدارک میں لم یرو الشرائع ..الخ لکھا ہے اسے بھی آپ نے نہیں سمجھا ۔ پوری عبارت یوں ہے:

و المراد اقامة دین الاسلام الذی ھو توحید اللہ و طاعته و الایمان برسله و کتبه و بیوم الجزاء و سائر ما یکون المرء باقامته مسلماً و لم یرو به الشرائع فانھا مختلفة قال اللہ تعالی لکل جعلنا منکم شرعة و منھا جا (مدارک ۔ سورہ شوری پارہ ۲۵) ۔ اقیموا الدین سے دین اسلام کا قائم کرنا مراد ہے اور وہ یہ کہ ہے کہ خدا کو واحد جاننا اور اس کی اطاعت کرنا اور اس کے رسولوں اور کتابوں پر اور جزا کے دن پر ایمان لانا اور باقی امور جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان بنتا ہے اور اس سے مراد شرائع نہیں ہیں کیونکہ وہ مختلف رہی ہیں جیسا کہ خدا تعالی نے فرمایا ۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک ایک شریعت اور راہ مقرر کیا ہے ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب مدارک اقامۃ دین کے معنی بتا رہے ہیں کہ ان امور کو جن پر انبیاء متفق تھے قائم کیا جائے ۔ باقی رہے احکام عملیہ سو حسب زمانہ ہر رسول کے کچھ کچھ الگ ہوئے ہیں وہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ مرادنہیں ہیں بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ جن انبیاء کا اس آیت میں ذکر ہے وہ سب صاحب شرع ہیں اس لئے مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں ان سب انبیاء کو جو اس آیت میں درج ہیں اصحاب شرائع لکھا ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان تفسیر خازن اور تفسیر کبیر میں اس کی تصریح موجود ہے

دیگر یہ کہ صاحب مدارک تو خود تصریح کرتے ہیں کہ حضرت عیسی صاحب شرع نبی تھے۔ اب آپ کو کیا حق ہے کہ ان کی کسی عبارت سے ان کی تصریح کے برخلاف مطلب نکال سکیں۔ منطق کے مقابلے میں مفہوم (خواہ غلط ہی ہو) پر اڑنا عام طور پر قادیانی معمول اور اصول ہے ملاحظہ ہو تفسیر مدارک زیر آیت سورہ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم .. الآیۃ

قال القادیانی: دوسری یہ کہ و لا حل لکم بعض الذی حرم علیکم اس کے بہت سے جواب ہیں ..انتہی کلام القادیانی

جواب الجواب۔ حضرات ہم کس بات کا جواب دیں آپ خیال کرتے ہوں گے کہ خاکسار نے عمداً قادیانی بہت سے جواب نقل نہیں کیے۔ نہیں جناب۔ میں نے ان کی عبارتیں بلا کم کاشت پوری کی پوری نقل کی ہیں اکمل صاحب نے صرف، بہت سے جواب، ہی لکھا ہے اور جواب کوئی نہیں دیا۔ اسی طرح خاکسار نے شہادۃ القرآن باب اول جو دوسری دلیل یعنی آیت سورۃ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم ...حضرت عیسی کے صاحب شرع نبی ہونے کی بابت لکھی تھی اس کی طرف بھی توجہ نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کا ذکر تک نہیں کیا شائد اسی لئے جواب دیتے وقت کہا ہے، نکالا جاتا ہے، اور خاکسار کا نام نہیں لیا، تا کہ اس دلیل کے جواب نہ دینے کی صورت میں عذر ہو سکے کہ ہم نے تو ان دلائل کا جواب دیا ہے جو عام طور پر لوگ پیش کیا کرتے ہیں اور اسی لئے ہم نے و لا حل لکم بعض الذی حرم علیکم کا بھی ذکر کر دیا حالانکہ شہادۃ القرآن میں اسے ذکر نہیں کیا گیا۔ نہیں صاحب! آپ شہادۃ القرآن باب اول کا جواب لکھ رہے ہیں اور شروع مضمون میں آپ نے کہا ہے: اسی صفحہ (۳۴) پر آپ (خاکسار ابراہیم) نے عیسی کو صاحب شرع رسول لکھا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اس کے بعد آپ نے اپنے مفت اندام کا خون چھوڑا یا ہے۔،

پس آپ اس عذر سے شہادۃ القرآن سے بھاگ نہیں سکتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد ہم قرآن شریف کا ایک اور مقام ذکر کرتے ہیں جو انجیل کے شریعت ہونے کو مہر نیم روز کی طرح ثابت کرتا ہے وہ یہ کہ سورہ مائدہ میں توریت کی نسبت فرمایا کہ اس میں، ہدایت اور نور تھا۔ اور پھر فرمایا کہ، جو شخص خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے، اس کے آگے فرمایا، وہ ظالم ہے،، اس سے ظاہر ہے کہ توریت شریعت تھی اور خدا تعالیٰ اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح توریت کے بعد انجیل کا ذکر کیا اور اس کی نسبت بھی فرمایا کہ اس میں ہدایت اور نور تھا، اور پھر فرمایا، وہ متقین کے لئے موعظت تھی،۔ اس کے بعد فرمایا و لیحکم اهل ا لا نجیل بما انز ل الله فیه و من لم یحکم بما انـز ل الله فا و لئك هم الفا سقون (مائدہ) یعنی ہم نے اہل انجیل کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ اس کے مطابق فیصلے کیا کریں جو خدا نے اس (انجیل) میں نازل کیا اور جو کوئی خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ فاسق ہے۔

دیکھئے توریت اور انجیل کے متعلق ایک جیسی تاکید کی اور وہی لفظ فرمائے۔ اسے موعظت بھی کہا۔ پھر اس کے بعد قرآن شریف کا ذکر کیا اور آنحضرت ﷺ کو حکم کیا کہ جو کچھ خدا نے تیری طرف نازل کیا اس کے مطابق فیصلہ کر۔ پھر اس کے بعد فرمایا لکل جعلنا منکم شرعةٍ و منها جاً یعنی ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک شریعت اور راہ بنائی۔ دیکھئے ہر ایک شریعت کا ترتیب وار ذکر کرنے کے بعد کس طرح فیصلہ کیا۔ اس بیان کے بعد بھی انجیل کے شریعت ہونے کے متعلق کوئی شک رہ سکتا ہے۔ فما ذا بعد الحق الّا الضلا ل فا نی تصرفون۔

خاتمہ پر ہم تفاسیر کے حوالے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے چار مقامات پر گیارہ تفاسیر ذیل میں حضرت عیسیٰ کے صاحب شرع ہونے کی تصریح کی گئی ہے کسی تفسیر میں ایک مقام پر کسی میں زیادہ پر۔ غرض آپ کے صاحب شریعت ہونے پر سب کا اتفاق ہے انکار کسی نے نہیں کیا

پہلی آیت: و لا حلّ لکم بعض الذ ی حرم علیکم (بقرہ ۔ پ ۳)

۲ ۔ و اذ ا خذ نا من النبیین میثا قهم و منك و من نو ح و ابرا هیم و موسی و عیسی بن مر یم (ا حزا ب)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳ ۔ شرع لكم من الدين ما وصى به نوحاً و الذی اوحینا الیك و ما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی (شوری)

٤ ۔ فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل (احقاف)

تفاسیر کے نام حسب ذیل ہیں۔معالم۔خازن، فتح البیان۔کبیر۔ابوالسعود۔بیضاوی۔سراج منیر۔جامع البیان۔رحمانی۔کمالین۔ و هذا آخر ما اوردنا ایراده فی هذه العجالة ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ستمبر ۱۹۱۱ء ص۶۔۹)

الخبر الصحیح عن قبر المسیح

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ نے الخبر الصحیح عن قبر المسیح کے عنوان سے ۱۳۲۵ھ میں ایک مختصر رسالہ تالیف کیا (جو ان کی مصروفیات کے باعث کچھ عرصہ بعد شائع ہوا تھا) اس رسالے میں آپ نے کشمیر میں قبر مسیح کے وجود کے مرزائی دعوی پر تحقیقی بحث کی ہے۔اس کی افادیت کے پیش نظر ہم اسے ملخصاً نذر قارئین کرتے ہیں۔مولانا سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنے رسالہ الهدی و التّبصرة لمن یّری کے صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے:

و ثبت بثبوت قطعی انّ عیسی هاجر الی ملك کشمیر بعد ما نجاه اللّه من الصّلیب بفضل کبیر و لبث فیه مدّة طویلة حتّی مات و لحق الاموات ۔ و قبره موجود الی الآن فی بلدة سری نگر الّتی هی من اعظم امصار هذه الخطة (اور قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ عیسی نے ملک کشمیر کی طرف ہجرت کی بعد اس کے کہ آپ کو اللہ نے بڑے فضل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نجات دی اور اس ملک میں بہت مدت تک بستے رہے، حتی کہ مر گئے اور مردوں کو جا ملے اور آپ کی قبر شہر سری نگر میں، جو اس خطہ کے سب شہروں سے بڑا ہے، اب تک موجود ہے)

اور پھر اسکے بعد کتاب اکمال الدین کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ تسلی و اطمینان کیلئے اس کتاب کو پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں یہ بیان تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

مرزا صاحب کا یہ سارا بیان بالکل غلط اور محض بہتان ہے۔ اس بیان سے مرزا صاحب کا مدعا صرف یہ ہے کہ جب حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، اور فوت شدہ لوگ پھر دنیا پر نہیں آتے، تو حدیث میں جس مسیح کی بشارت سنائی گئی ہے، اس سے خواہ مخواہ کوئی مثیل مسیح مراد ہے۔ اور وہ مسیح موعود، بہ حسبِ ادّعاء خود، مرزا صاحب ہیں۔ مرزا صاحب کے اس بیان کا تار و پود بالکل باطل اور خلاف واقع ہے اور قرآن و حدیث کے سراسر مخالف ہے کیونکہ نہ تو حضرت روح اللہ صلیب پر چڑھائے گئے، اور نہ ان کیلئے کوئی مرہم تیار کی گئی، اور نہ وہ کشمیر کی طرف کو بھاگے، اور نہ وہ وہاں فوت ہوئے، نہ کتاب اکمال الدین و اتمام النعمۃ میں حضرت عیسی کا ذکر لکھا ہے، اور نہ احادیث نبویہ کا مصداق کوئی مثیل ہے، نہ مرزا صاحب مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔ بلکہ حضرت عیسی کو اللہ عزیز و حکیم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے آسمان پر اٹھا لیا، اور یہودیوں کے ہاتھوں کو آپ تک نہ پہنچنے دیا، اور آپ آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے زمین پر نزول فرما ہوں گے، اور مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے اور قیامت کو آنحضرت ﷺ اور عیسی اسی قبرستان سے اٹھیں گے واللہ علی ما نقول شہید

مرزا صاحب کی نئی اور پرانی تصانیف حضرت مسیح کی قبر کے متعلق متفق نہیں ہیں، چنانچہ آپ الہدی میں تو عیسی کی قبر کشمیر میں بتاتے ہیں لیکن ازالہ اوہام (تقطیع خرد ص ۴۷۳ اور تقطیع کلاں ص ۲۴۷) جلد اول میں فرماتے ہیں:

سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا، پھر زندہ ہو گیا۔

دنیا کے نقشہ پر نظر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ گلیل اور سری نگر میں مشرق و مغرب کا فرق ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ دو مختلف مقامات ہیں۔ کہاں ولایتِ کشمیر اور کہاں علاقہ شام؟ اگر یہ عذر کیا جائے کہ ازالہ اوہام کا بیان پادری صاحبان کے مقابلہ میں لکھا ہے، اور انہیں انجیلی حوالہ سے جواب دیا ہے، تو یہ عذر درست نہیں۔ کیونکہ اول تو انجیل کی عبارت سے ایسا مفہوم نہیں ہوتا اور اگر مرزا صاحب نے اپنی نئی منطق سے اناجیل سے ایسا ہی سمجھا ہے تو پھر بھی عذر صحیح نہیں، کیونکہ اس عبارت کو آپ اس طرح شروع کرتے ہیں: یہ تو سچ ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مضمونِ بعد کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر کہیں کہ یہ سچ انجیلی سچ ہے، نہ کہ نفس الامری، تو یہ بھی معقول نہیں کیونکہ اسی اپنے ازالہ اوہام میں آپ نے اناجیل کے مسئلہ صلیب اور موتِ مسیح پر اپنی تحقیق یہ لکھی ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر کھینچے تو گئے، مگر اس پر مرے نہ تھے، بلکہ نیم جان اتارے گئے تھے۔ پس اس کے بعد مرزا صاحب کا حضرت مسیح کو زندہ ماننا اور پھر گلیل میں جا کر فوت شدہ جاننا، ثابت کر رہا ہے کہ مرزا صاحب اس عبارت میں اپنا ذاتی خیال ظاہر کر رہے ہیں، گو اس کی بناء اناجیل پر ہے۔ دیگر یہ کہ مرزا صاحب اس موقع پر اناجیل کا مطالعہ اضطراری طور پر کرتے ہیں کیونکہ انکے پاس واقعہ صلیبی کے ثبوت کیلئے سوائے بیان اناجیل کے کوئی دستاویز نہیں ہے۔ اور ان میں سے بعض امور کو جو آپ کے خیال کے موافق ہوں، تسلیم کر لیتے ہیں اور جو مخالف ہوں، انہیں رد کرتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں۔ اس سے اتنا ثابت ہے کہ مرزا صاحب ان کتابوں کو بالکل حق اور سراسر راست قرار نہیں دیتے۔ پس حق کو حق سمجھنے اور باطل کو باطل قرار دینے کیلئے انکے پاس اناجیل کے علاوہ کوئی اور معیار ہونا چاہیے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ وہ معیار مسلمانوں کے پاس قرآن اور حدیث نبوی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے تورات وانجیل کے ذکر کے بعد قرآن شریف کا ذکر فرمایا اور اس کی یہ صفت بیان کی و مھیمناً علیه ۔یعنی اے پیغمبر ہم نے یہ قرآن تم پر پہلی کتاب (یعنی جنس کتاب، خواہ توریت ہے، خواہ زبور، خواہ انجیل) پر مہیمن کر کے نازل کیا ہے یعنی اختلاف کو دور کر کے محکم رائے سے فیصلہ کرنے والا اور (حق) کی حفاظت کرنیوالا۔ اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ پچھلی کتابوں کا بیان جو کتاب اللہ یعنی قرآن کے موافق ہو، وہ (بوجہ تحریف سے محفوظ رہنے کے) قبول کر لو، اور جو موافق نہ ہو، اسے چھوڑ دو۔ پس مرزا صاحب پر واجب ہے کہ واقعہ صلیب کے اثبات کیلئے قرآن وحدیث میں سے کوئی دلیل پیش کریں، اور بیان اناجیل پر (جن کو وہ خود محرف مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مصنفین اناجیل نے کئی امور از خود بڑھا دیئے ہیں یا صرف حسن ظنی سے لکھ دیئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں یا پچھلی نسلوں میں سے کسی نے لکھ دیئے ہیں) کفایت نہ کریں کیونکہ ان پر سے امان مرفوع ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت بے شک مرزا صاحب کی تحقیق یہی تھی کہ مسیح گلیل میں فوت ہوئے اور اب یہ تحقیق ہے کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے اور اس کے متعلق آپ کو وحی بھی ہو چکی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحقیق میں نقص ہوتا ہے اور بات بات میں وہ ٹھوکریں کھاتے ہیں، اور الزام سے بچنے کے لئے پچھلی عبارت کو وحی الٰہی قرار دیتے ہیں، حالانکہ اس سے پیشتر کی تحریر بھی وحی یا بمنزلہ وحی مانی جاتی تھی چنانچہ ازالہ اوہام کا یہی حال ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا کو وحی نہیں ہوتی تھی، کیونکہ ان کے ازالہ اوہام کی تصنیف اور رسائل الہدیٰ وغیرہ کی تصنیف میں کئی برسوں کا عرصہ ہے۔ اگر آپ صاحبِ وحی ہوتے، تو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر آپ کو اتنے سال تک اس غلطی کے اندھیرے میں نہ پڑا رہنے دیتا، کیونکہ پیغمبرانِ خدا اپنی غلطی کے بعد بلا مہلت متنبہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ قرآن اور کتبِ حدیث اور کتبِ عقاید کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ اور یہ امر عرفِ شرع میں عصمت کی تعریف میں داخل ہے۔ طوالع الانوار میں عصمت کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے:

وتتاكّد فى الانبياء بتتابع الوحى على التّذكّر والاعتراض على ما يصدر عنهم سهواً

مرزا صاحب اپنے غلط دعاوی واقوال کی تائید میں کبھی تو موضوع وضعیف روائتیں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی قرآن کی آیتیں جن کو آپ کے مدعا سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا۔ اس سے آپ کی حدیث وتفسیر دانی معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہونے کے متعلق اس آیت سے استدلال کیا ہے:

و جعلنا ابن مريم و امّه آيةً و آويناهما الى ربوةٍ ذات قرارٍ و معين (مؤمنون ۔۱۸)۔ (ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا اور دونوں کو ایک اونچی جگہ پر، جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب بھی تھی، لے جا کر پناہ دی)۔

اس آیت سے مرزا صاحب اس وجہ سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی ہے کہ ہم نے مسیح کو اور اس کی ماں مریم کو ایک ایسی جگہ پناہ دی، جو اونچی ہے اور شاداب ہے۔ اور چونکہ کشمیر ان ہر دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفتوں سے موصوف ہے، اسلئے اس آیت میں ولایتِ کشمیر کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ واقعہ تب ہی ہوا جب عیسیٰ واقعہ صلیب کے بعد مرہم پٹی کرا کر اس طرف بھاگ آئے۔

اس آیت کی تفسیر صحیح بیان کرنے سے پہلے ناظرین کی توجہ اس طرف کرنی ضروری ہے کہ اس آیت میں کشمیر وغیرہ کسی ولایت کا نام مذکور نہیں، بلکہ ایسے دو وصف مذکور ہیں جو دنیا میں بہت سے مقامات میں پائے جاتے ہیں اور وہ جغرافیہ دانوں سے پوشیدہ نہیں۔ پس اس مقام کی تخصیص کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ جو امر کئی ایک میں مشترک ہو، اس کے متعلق یہ حکم لگانا کہ اس مقام پر فلاں مقصود ہے اور فلاں مراد نہیں ہے، بغیر دلیل کے مقبول نہیں ہوسکتا۔ اور مرزا کی تحریر میں ہم نے اس آیت کے سوا کوئی آیت یا حدیث یا کسی صحابی یا مفسر کا قول نہیں دیکھا جو آپ کے اس خیال کی تائید کرے۔

دوم یہ کہ مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی سیاحت کشمیر کیلئے آپ کا صلیب پر چڑھایا جانا ضروریات میں سے ہے اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ واقعہ صلیبی حضرت عیسیٰ کی نسبت بآیت قرآنی وما قتلوہ و ما صلبوہ (انہوں نے حضرت عیسی کو نہ تو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا) بالکل باطل ہے، تو اسکے بعد کشمیر کی طرف ہجرت کرنے کے کیا معنی؟

اب ہم اس آیت کی صحیح تفسیر بیان کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ کی ولادت کے متعلق ایک امر کا اشارہ ہے اور اس مقام سے بیت المقدس مراد ہے جہاں حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ سمیت پناہ لی تھی۔ اس امر کی دلیل کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ کی ولادت کے متعلق ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے، یہ ہے کہ اس کے شروع میں فرمایا و جعلنا ابن مریم و امّه آيةً (یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو، اپنی قدرت کا، ایک نشان بنایا) اور ان کا یہ نشان ہونا عیسیٰ کے بے باپ ہونے کے اعتبار سے ہے اور اس کے بعد فرمایا وآوینا هما الى ربوةٍ ذات قرارٍ وّ معين۔ اور ان دونوں جملوں کو حرف عطف سے وصل کیا اور لفظ آیت کو مفرد ذکر کیا، حالانکہ ذکر ان دونوں کو نشان بنانے کا ہے تو جب تک دونوں اکٹھے ایک ہی امر میں نشان نہ ہوں تب تک ان کو ایک نشان نہیں کہہ سکتے بلکہ پھر دو نشان کہنا پڑے گا، جیسا کہ فرمایا و جعلنا الّيل و النّهار آيتين (بنی اسرائیل) بنایا ہم نے رات اور دن کو دو نشان۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوروہ امر جس میں حضرت عیسیٰ اورآپ کی والدہ ماجدہ دونوں اکٹھے ایک نشان ہیں، سوائے آپ کی ولادت بلا پدر کے اور کونسا ہے؟ چنانچہ اسی کے موافق سورۃ انبیاء میں بھی فرمایا: و جعلنها و ابنها آ یةً للّعالمین ۔ہم نے مریم کو اور اس کے بیٹے کو ایک نشان بنایا۔

سورہ مومنون کی آیت میں مقصود عیسیٰ کا ذکر ہے اس لئے اس مقام پر آپ کا ذکر پہلے کیا اور آپ کی ماں مریم کا ذکر پیچھے، لیکن سورہ انبیاء میں مقصود مریم کا ذکر ہے اس لئے ان کا ذکر پہلے کیا اور حضرت عیسی کا پیچھے

اسی طرح سورہ مریم میں مذکور ہے کہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی ولادت بلا پدر کی بشارت کے وقت بھی سنایا گیا تھا (کہ اس کے بلا پدر پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے) کہ اس کو لوگوں کے لئے نشان بنانا چاہتے ہیں و لنجعله آ یة للنّاس ۔

اوراسی طرح سورہ زخرف میں بھی کفار کے جواب میں فرمایا: و جعلناه مثلاً لّبنی اسرا ئیل ۔(ہم نے اس،ابن مریم،کو بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان بنایا)۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دوسری آیات قرآنی کی طرح آیت زیر بحث میں بھی حضرت عیسی ؑ کے بلا باپ پیدا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں میرے ناظرین شاید یہ کہہ اٹھیں کہ دلیل تو اس امر کی دینی تھی کہ جملہ و آ ویناهما حضرت عیسیٰ کی پیدائش بلا پدر کے متعلق ایک واقعہ کا اشارہ ہے، اور تقریر حضرت عیسیٰ کے بلا پدر ہونے کی چھیڑ دی، تو آپ کی حیرانی کو دور کرنے کے لئے اب اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ یہ سارا بیان اصل مقصود کے ثابت کرنے سے پہلے ذکر کیا ہے، تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت تو ضرور ہے، اور وہ حکمت یہ ہے کہ سورہ مریم میں جہاں عیسیٰ کی ولادت کا ذکر ہے، فرمایا:

فحملته فانتبذت به مكاناً قصيّاً فاجاء ها المخاض الى جذع النّخلة قالت يليتنى متّ قبل هذا و كنت نسياً مّنسياً فنادا ها من تحتها ان لّا تحزنى قد جعل ربّكِ تحتكِ سريّاً و هزّى اليك بجذع النّخلة تساقط عليكِ ر طباً جنياً ۔(مریم)۔(پس جبریل کے بشارت سناتے ہی (خدا کی قدرت سے) اس نے (پیٹ میں) اس (بیٹے) کو اٹھالیا (جس کی بشارت سنائی گئی تھی) پس اس کو در دزہ کھجور کے تنے کی طرف لے پہنچا۔ کہنے لگی اے کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔اس پر اس کے نیچے سے آواز آئی،تو کوئی اندیشہ نہ کر(دیکھ تو) تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ بہا دیا ہے اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا،وہ تجھ پر پکی پکی تازہ کھجوریں گرائے گا)۔

سورہ مریم کی ان آیات میں عیسیٰؑ کی ولادت کے ذکر میں چشمہ کا ذکر صاف طور پر موجود ہے جو کہ اللہ نے مریم کو اس وقت مرحمت فرمایا تھا۔پس آیت زیر بحث یعنی و جعلنا ابن مریم و امّہ آیۃً و آوینا ھما الی ربوۃٍ ذات قرارٍ وّ معین میں بھی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے ذکر کے بعد اسی کے متعلق ایک واقعہ کا ذکر ہے جو نہایت اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ خوشگوار پانی والا اونچا قطعہ زمین وہی علاقہ شام ہے جس کی نسبت خدا تعالی دوسری جگہ فرماتا ہے :

و اورثنا القوم الّذین کا نوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربھا الّتی بارکنا فیھا ۔(اعراف)۔(اور وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے)۔

اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے:

سبحان الّذی اسری بعبدہ لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الّذی بارکنا حولہ ۔(پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے)۔

سورہ مائدہ میں اس مبارک زمین کو ارض مقدسہ بھی کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

یا قو م ا دخلوا ا لارض المقدّسۃ الّتی کتب اللّٰہ لکم ۔(اے میری قوم داخل ہو اس زمین پاک میں جو خدا نے تمہارے لئے لکھی ہے)۔

اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے متعلق فرمایا:

ولسلیمان الرّیح عاصفۃ تجری بامرہ الی الارض الّتی بارکنا فیھا (انبیاء)۔

(سلیمانؑ کے لئے زور کی ہوا بھی چلتی تھی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات مذکورہ بالا سے صاف واضح ہو گیا کہ اس زمین کو اللہ تعالی نے قرآن میں ارض مبارکہ اور ارض مقدس فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ نے روحانی و جسمانی ہر طرح کی برکتیں رکھی ہوئی ہیں ۔روحانی یہ کہ اس میں بہت پیغمبر پیدا کیئے ۔جسمانی یہ کہ اس میں میٹھی نہریں چلتی ہیں، باغات بکثرت ہیں، میوہ جات باافراط ہوتے ہیں۔ اور یہ ہر دو امر ایسے ہیں کہ محتاج بیان نہیں ۔پس اس آیت زیر بحث میں اس جگہ سے جہاں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو جگہ ملی ، یہی زمین مراد ہے کیونکہ اس کی صفات دوسرے مقامات پر قرآن میں مذکور ہیں جو ہم نے بیان کر دیں ۔تفسیر ابن کثیر میں اس قول کو اقرب و اظہر اور مؤید بالقرآن کہہ کر لکھا ہے:

و اقرب الاقوال فی ذلك ما رواه العوفی عن ابن عباس فی قوله: و آوینا هما الی ربوةٍ ذات قرارٍ وّ معین، قال المعین الماء الجاری و هو النّهر الّذی قال اللّٰه تعالی: قد جعل ربكِ تحتكِ سریّا ۔ و كذا قال الضّحاك و قتاده الی ربوةٍ ذات قرارٍ وّ معین ، هو بیت المقدس فهذا و اللّٰه اعلم هو الاظهر لانّه المذكور فی الآية الاخری و القرآن یفسّر بعضه بعضاً ۔(اورسب اقوال سے اقرب وہ ہے جو عوفی نے ابن عباسؓ سے اس آیت (و آوینا هما ...) کی بابت روایت کیا ہے کہ معین جاری پانی کو کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ نہر ہے جس کی بات دوسری جگہ فرمایا قد جعل ربكِ تحتكِ سریّا (یعنی عیسیٰؑ کی ولادت پر جو مریمؑ کے لئے خدا نے ظاہر کی) اور اسی طرح ضحاک اور قتادہ نے کہا کہ ربوةٍ ذات قرارٍ و معین سے مراد بیت المقدس ہے اور یہی قول اظہر ہے کیونکہ دوسری آیت میں مذکور ہے، اور قرآن کی بعض آیتیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں)۔

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس زمین سے مراد ملک کشمیر ہے، نہ تو قرآن مجید سے اور نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، اور نہ اقوال صحابہ اس کی تائید کرتے ہیں ۔پس ان کی اپنی رائے قرآن کی آیات اور آثار صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہیں ہو سکتی ۔

ثانیاً یہ کہ آوینا هما سے تحقق موت ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ جملہ صرف اس امر کا مفید ہے کہ خدا نے ان کو جگہ دی ۔اس سے موت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ مرزا صاحب نے کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ کا ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کشمیری قبر کی تصدیق کیلئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس سے انہوں نے خلق خدا کو سخت دھوکہ دیا ہے اور یوذ آسف کو یسوع بنا کر اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہا ہے اس لئے ہم اس کتاب کا کچھ ترجمہ بطور خلاصہ درج کرتے ہیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اصل کتاب میں کسی اور شخص کا ذکر ہے اور مرزا صاحب حسب عادت دھوکے سے اسے حضرت عیسیٰؑ کہہ کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

شیخ ابن بابویہ، کتاب اکمال الدّین و اتمام النّعمۃ میں بسند خود، محمد بن زکریا سے نقل کرتے ہیں:

ممالک ہندوستان میں ایک بادشاہ تھا، جس امر کو دنیا سے چاہتا تھا بآسانی میسر ہوتا تھا۔ اس کی مملکت میں دین اسلام (رائج) ہو چکا تھا جب یہ تخت پر بیٹھا تو اہل دین سے بغض رکھنے لگا اور ان کو ستانے لگا، بعض کو قتل کروا دیا اور بعض کو جلاوطن کر دیا اور بعض اس کے خوف سے روپوش ہو گئے۔ ایک دن بادشاہ نے ان لوگوں میں سے جو اس کے نزدیک نظر عزت سے دیکھے جاتے تھے، ایک شخص کی نسبت سوال کیا تو وزراء نے جواباً عرض کیا کہ وہ چند ایام سے تارک دنیا ہو کر گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے طلبی کا حکم دیا اور اسے لباس زہاد و عباد میں دیکھ کر بہت خفگی ظاہر کی۔ اس باخدا کے ساتھ بادشاہ کی بہت باتیں ہوئیں اور اس نے بہت حکمت آموز باتیں کیں لیکن بادشاہ کو کچھ اثر نہ ہوا اور اسے اپنی مملکت سے نکلوا دیا۔ بعد اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ نہ گذرا تھا کہ بادشاہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور اسکا نام یوذ آسف رکھا۔ شہزادے کی ولادت پر منجموں نے اسکے طالع کی نسبت بالاتفاق کہا کہ یہ شہزادہ فرخندہ طلعت، نیک اختر، نہایت اقبال مند ہوگا لیکن ایک بوڑھے منجم نے کہا کہ اس کا طالع واقبال دنیوی جاہ وحشم کے متعلق نہیں بلکہ یہ سعادت مندی عاقبت کی ہے اور گمان قوی ہے کہ یہ شاہزادہ پیشوایان زہّاد وعباد سے ہوگا۔ بادشاہ یہ سن کر نہایت حیران وغمگین ہوا اور اس کی تربیت کے لئے حکم دیا کہ ایک شہر وقلعہ خالی کرایا جائے جس میں صرف شاہزادہ اور اس کے خادم سکونت کریں اور سب کو نہایت تاکید کی کہ آپس میں کوئی دین حق اور مرگ وآخرت کا ہرگز نہ کریں تا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ خیالات اس کے کان میں نہ پڑیں۔

اس کے بعد کئی سو صفحات تک شاہزادے کی تربیت اور دین حق کی طرف اس کی رغبت اور علم دین کی تعلیم اور ترک سلطنت اور اختیار فقر کا ذکر ہے۔اس بیان سے صاف واضح ہے کہ شہزادہ یوز آسف ممالک ہندوستان کے شہزادوں میں سے ایک باہدایت و باایمان شاہزادہ ہوا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی راہ دکھائی، نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیلی پیغمبر ملک کشمیر میں آئے اور یہاں فوت ہوئے۔ہم مرزا صاحب کے مقلدوں کو پکار کر کہتے ہیں کہ وہ کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ کو نکال کر ہمارے سامنے کسی مجلس میں اس میں سے حضرت عیسیٰ پیغمبر خدا کا ذکر نکال کر دکھائیں ورنہ جھوٹ کا اقرار کر لیں اور کہیں : جھوٹے پر خدا کی لعنت۔

اکمال الدین واتمام النعمۃ لنڈن کے سرکاری کتب خانہ میں بزبان فارسی موجود ہے چنانچہ شیخ عبد القادر بیرسٹر کا ایک خط، جوانہوں نے سفرِ ولایت کے ایام میں لنڈن سے لکھا تھا، پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔اس میں انہوں نے اس کتاب کے دیکھنے کا ذکر کیا تھا اور اس کی بعض عبارتیں اصل فارسی زبان میں نقل کی تھیں جن کا ترجمہ ہماری عبارت منقولہ بالا میں آگیا ہے اور اب اس تمام کتاب کا اردو ترجمہ بنام تنبیہ الغافلین مطبع صبح صادق میں چھپ چکا ہے، لاہور وغیرہ سے دست یاب ہوسکتا ہے۔مزید اطمینان کے لئے شائقین خود کتاب منگوا کر تسلی کر لیں۔

حضرت عیسیٰؑ کا مدفن مدینہ میں داخل حجرہ نبویہ ہے جیسا کہ حدیث ہے:

ثمّ یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبرٍ واحدٍ بین ابی بکر و عمر (بعد نزول کے فوت ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریفہ میں آپ کے ساتھ شیخین، ابوبکر وعمر، کے درمیان مدفون ہوں گے)

یہ روایت بروایت عبداللہ بن عمر بتخریج ابن الجوزی در کتاب الوفاء مشکوۃ کے باب نزول عیسیٰ میں موجود ہے اس سے منصوصاً اور منطوقاً ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کا مدفن مقبرہ نبی ﷺ ہے، نہ کوئی اور موضع۔ اور اس حدیث کے متعلق ہم علاوہ امر مقصود کے دیگر امر بھی ذکر کرتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی مسیحیت، ان کی اپنی زبانی، بالکل درہم برہم ہوجاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم اور اپنی شہادت القرآن کے صفحہ ۵۳ پر اس حدیث کو اپنی مسیحیت کی دلیل گزارتے ہیں، اس تقریب سے کہ اس حدیث کا شروع اس طرح ہے:

ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوّج و یولد له و یمكث فی الارض خمساً و اربعین سنةً ثمّ یموت (اتریں گے عیسی بن مریم زمین پر، پس نکاح کریں گے، اور انکے اولاد پیدا ہوگی، اور زمین میں ۴۵ سال رہیں گے پھر فوت ہونگے)

اس حدیث میں حضرت عیسی کے نکاح کا جو ذکر ہے اس کی بابت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم کے میرے نکاح میں آنے اور پھر اس سے اولاد کے ہونے کی بشارت ہے۔ چنانچہ شہادۃ القرآن (مصنفہ مرزا صاحب) میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس نکاح کو مسیح موعود کی صداقت کی علامت خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ پھر اسی حدیث کا ذکر کیا ہے جو ہم نے اوپر لکھی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب مرزا صاحب اس حدیث کو اپنے دعوی کے دلائل میں شمار کرتے ہیں تو یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل استناد ہے۔ پس جب اسی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کا مدفن مدینہ طیبہ میں داخل حجرہ شریفہ ہے، تو مرزا صاحب کا آپؑ کی قبر کی بابت یہ کہنا کہ وہ کشمیر میں ہے، باطل ہے نیز یہ کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کی رو سے محمدی بیگم کے نکاح کو اپنی مسیحیت کا نشان قرار دیا۔ اور معلوم ہے کہ مرزا صاحب دنیا سے اس نکاح سے محروم رخصت ہوئے۔ تو جس امر کو انہوں نے مسیحیت کا نشان قرار دیا تھا وہ پورا نہ ہوا تو مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت غلط ہوا۔ مولوی محمد احسن نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ اس سے اہانت نبی ﷺ کی لازم آتی ہے کیونکہ جب عیسی، رسول اللہ کی قبر مبارک میں دفن کئے جائیں گے، تو بالضرور قبرِ رسول کا کھودنا لازم آئے گا اور یہ بے ادبی ہے جناب اقدس رسول کریم ﷺ میں۔

مولوی محمد احسن (امروہی) نے لیاقت علمی اور قوت نظری سے بالکل کام نہیں لیا اور تقوی اور ادب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ یہ اعتراض تو رسول اللہ ﷺ ناطق بالوحی کے کلام ہدایت التیام پر ہوا، نہ کہ اہل سنت کے اعتقاد پر۔ کیونکہ اہل سنت تو صرف کلمات نبویہ کے ناقل ہیں۔ اور ان کے مطابق اعتقاد رکھنے والے افصح الفصحاء ناطق بالوحی ﷺ کے کلمات جامعہ خود اس شبہ واہی کو ردّ کرتے ہیں اور تصریح بین ابی بکر و عمر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے ہے کہ کسی متجاہل کو شبہ قبر کے کھودنے کا نہ پڑے، کیونکہ مرکب اضافی بین ابی بکر و عمر متعلق ہے فعل ید فن کے، نہ اقوم کے، کیونکہ نقشہ روضہ پاک اس کا انکار کر رہا ہے۔ جب یہ صاف بتلا دیا کہ عیسی شیخین خلیفتین کے درمیان مدفون ہوں گے، تو شبہ قبر کھودنے کا جاتا رہا اور یہی تنصیص بین ابی بکر و عمر مفید ہے اس امر کی کہ قبر بمعنی مقبرہ ہے اور فی بمعنی من ہے (فافہم)۔ اس حدیث میں قبر بمعنی مقبرہ اور فی ثانی بمعنی من کی تصریح ملا علی قاری نے اسی حدیث کی شرح میں کی ہے۔...

نیز کنز العمال میں بتخریج ابن عساکر نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب اقدس ﷺ میں عرض کیا:

> یا رسول اللّٰہ انّی اری انّی اعیش بعدك فتاذن ان ادفن الیجنبك۔ فقال و انّی لی بذلك الموضع ما فیه الّا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسی ابن مریم (کنز العمال علی ھامش المسند احمد۔ جلد سادس۔ ص ۵۷) (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ پس آپ اجازت فرمائیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا اس جگہ کی نسبت میرا کچھ اختیار نہیں، وہاں تو سوائے میری قبر، ابوبکر اور عمر اور عیسی بن مریم کی قبر کے کسی کی جگہ نہیں)۔

ان احادیث سے مرزا صاحب کی عمارت مسیحیت بالکل منہدم ہو جاتی ہے کیونکہ پہلوئے نبی ﷺ میں مدفون ہونا تو درکنار، ان پر دخول حرمین بھی حرام ہے۔ اسلئے ان الزامات سے بچنے کیلئے ایک دروغ بے سروپا کھڑا کر دیا اور عیسی کی قبر کشمیر میں بتا دی۔ قرآن میں حضرت عیسیؑ کے مصلوب نہ ہونے کا ذکر موجود ہے، لیکن مرزا صاحب نے عیسائیوں کی کتابوں کی پیروی کی، اور قرآن کی آیت کے معنی ہی بدل دیئے، حالانکہ وہ معنی نہ تو لغت کی رو سے درست ہیں اور نہ سلف وخلف میں سے کسی سے منقول ہیں۔ اسی طرح اس آیت و آوینا ھما الی ربوۃٍ کو انہوں نے محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے پیش کیا ہے اور اس سے حضرت عیسیؑ کی قبر کشمیر میں ہونا بتایا ہے، حالانکہ اس میں نہ حضرت عیسیؑ کی موت کا ذکر ہے، اور نہ قبر کا، اور نہ ملک کشمیر کا۔ علاوہ بریں یہ کہ اس آیت میں صرف حضرت عیسیؑ ہی کا ذکر نہیں بلکہ آپ کی والدہ حضرت مریم کا بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہی ذکر ہے اور صیغہ تثنیہ کے یہی معنی ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسرا بھی اس حکم میں شامل ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰؑ (معاذ اللہ) مصلوب ہونے کے بعد کشمیر بھاگ گئے، تو مریم بھی ساتھ ہونگی، اور ان کی قبر بھی کشمیر میں ہی چاہیے، کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے لیکن بیان بالا سے معلوم ہو چکا کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر مدینہ میں ہوگی اور حضرت مریم کی قبر تو بیت المقدس میں ہے جہاں وہ بعد رفع عیسیٰ فوت ہوئیں اور دفن کی گئیں ۔پس مرزا صاحب کا قول سراسر باطل ہے۔ (منقول از شہادۃ القرآن۔ طبع ۲۰۰۱ء ۔ص ۴۳۰۔۴۵۱)

سلم الوصول

الی اسرار اسراء الرسول

و نزول الملائکۃ

از تصنیفات حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ فروری ۱۹۰۵ء پنجاب پریس سیالکوٹ

(جو نسخہ مجھے ملا ہے اس میں سلم الوصول موجود نہیں، اور نزول الملائکہ موجود ہے۔ جو نقل کی جا رہی ہے۔ بہاء)

نزول الملائکۃ

فصل اول: بسم اللہ الرحمن الرحیم : الحمد للہ فاطر السماوات والارض جاعل الملائکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنی و ثلاث و رباع یزید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علی کل شیء قدیر و الصلوۃ و السلام الاتمان و الاکملان علی رسولہ و خیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلقه محمدٍ النبی العاقب البشیر النذ یر و علی آ له و اصحابه الذین قا تلوا الکفار المکذ بین فا مد هم الله با لآف من الملا ئکة المسومین فضر بو هم فوق الا عنقا و ضر بوا منهم کل بنا ن و ما النصر ا لا من عند الله رب العا لمین

امابعد پس بندہ ضعیف ملتجی الی اللہ الکریم محمد ابراہیم سیالکوٹی اصحاب دانش وانصاف کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس زمان بغی وطغیان میں ظلمت فلسفہ بہت چھا گئی ہے اور اصول دین سے دن بدن بے خبری بڑھتی جاتی ہے چنانچہ حال میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے منجملہ دیگر عقاید اہل سنت کے نزول ملائکہ کا انکار کیا ہے اور جو کچھ مانا ہے وہ محض ان کے خیالی فرشتے ہیں قرآن وحدیث میں ملائکہ کی وہ حقیقت وکیفیت نہیں ہے چنانچہ ان کی بعض عبارتیں اس جگہ نقل کی جاتی ہیں اور اس کے بعد حکمائے یونان کا مذہب ذکر کیا جائے گا اور پھر اسلامی اعتقاد کتب معتبرہ سے نقل کیا جائے گا جس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کا اعتقاد کفار یونان کے موافق ہے اور قرآن وحدیث کے بالکل مخالف چنانچہ توضیح مرام میں لکھتے ہیں:

پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی وروشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے (توضیح مرام۔ص ۱۵۔۱۶)

پس اس میں کچھ شک نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ ان روشن اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتے ہوں گے کہ جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا بلکہ ان نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور پر انہیں حاصل ہے روشن ستاروں کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کر لیا جائے تو پھر ان کے تمام قوی میں فرق پڑ جائے گا انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالی تمام عالم کے لئے بطور جان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور ان کے جدا ہو جانے سے ان کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پا جانا لازمی اور ضروری امر ہے۔ (توضیح ص ۱۸ تقطیع کلاں)

یا یوں کہو کہ اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اسکے اندر لکھ دیتا ہے تب جیسے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے (توضیح مذکور۔ص ۳۲)

اور جبریلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی بدکاری ہی میں گذری ہے کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعدادان کی اثر ڈال رہا ہے۔ (توضیح ص ۳۸)

مولانا محمد ابراہیم میر لکھتے ہیں:

ان سب عبارات سے پر ظاہر ہے کہ مرزا صاحب ملائکہ کو نفوس فلکیہ جانتے ہیں اور اجرام فلکیہ کے ساتھ ان کا ایسا تعلق مانتے ہیں جیسا کہ جسم کا جان کے ساتھ اور ان کی تاثیرات کے بھی اسی طرح قائل ہیں جس طرح دیگر طلسمات والے اور نیز حضرت جبریل کو ان کے عکس کی ایک صورت قرار دیتے ہیں

اس امر کے ثبوت کے لئے کہ ملائکہ کی نسبت یہ خیال مذاہب باطلہ کا ہے مندرجہ ذیل عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔ چنانچہ شرح مقاصد میں ہے کہ فلسفیوں کے نزدیک ملائکہ عقول مجردہ اور نفوس فلکیہ کا نام ہے۔ اسی طرح اس کے بعد ملائکہ کی نسبت طلسمات والوں کا مذہب ذکر کیا کہ، ان کے نزدیک ہر فلک کی ایک روح ہے جس میں سے اور بہت سے ارواح نکلتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زعموا ان الملا ئكة هم العقول المجردة و النفوس الفلكيه (شرح مقاصد) و زعمو ان لكل فلك روحاً يتشعب منه ارواح كثيرة۔

اسی طرح تفسیر کبیر میں صائبین یعنی ستارہ پرستوں کا مذہب لکھا ہے کہ: ان الکواکب هی المدبرة کما فی هذه العالم من الخیر و الشر و الصحة و المرض (تفسیر کبیر۔جلدا) ان کے نزدیک اس دنیا کی خوش حالی اور بدحالی اور تندرستی اور مرض غرض ہر امر کی تدبیر یہی ستارے کرتے ہیں۔

اسی طرح تفسیر کبیر میں ملائکہ کی نسبت بت پرست لوگوں کا خیال لکھا ہے:

(ثانیها) و هو قول طوائف من عبدة الاوثان و هو ان الملا ئكة هی الحقیقة فی هذه الکواکب الموصوفة با لاسعاد و الاتحاس ۔(کبیر ج۱)۔ کہ ان کے نزدیک ملائکہ ان ستارں کی حقیقت وجان کا نام ہے جن کے متعلق دنیا کی برکت اور نحوست ہے۔

ان سب عبارات سے مرزا صاحب کے اعتقاد کا فلاسفہ یونان اور مذاہب باطلہ کے موافق ہونا ظاہر ہے۔اب ملائکہ کی نسبت اسلامی اعتقاد کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کی حقیقت بتائی جاتی ہے چنانچہ شرح مقاصد میں ملائکہ کی نسبت لکھا ہے:

و عندنا ان الملا ئكة اجسام لطيفة تتشكل باشكال مختلفة شانهم الخير و الطاعة و العلم و القدرة على الا عمال الشاقه (شرح مقاصد ج۳) کہ ہمارے یعنی اہل سنت کے نزدیک ملائکہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ لطیف جسم ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوسکتے ہیں ان کا کام نیکی اور فرمانبرداری اور علم ہے اور وہ بڑے بھاری کام کرسکنے کی قوت رکھتے ہیں

شرح مقاصد میں اس کے بعد مفصل طور پر معقولی بحث سے ملائکہ کی اس حقیقت مذکورہ کو ثابت کیا ہے اور منکرین کے اعتراضات وتوہمات کا ازالہ کیا ہے ہم بخوف طوالت ان عبارات کو نقل نہیں کرتے ، جملہ کتب عقاید میں ملائکہ کی نسبت اہل سنت کا یہی مذہب ذکر کیا گیا ہے۔

شرح مقاصد کا یہ بیان بالکل حق اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔چنانچہ ہم اس کے ہر امر کو قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ اجسام یعنی ملائکہ جسم ہیں کیونکہ قرآن شریف میں ان کو عباد مکر مو ن یعنی اللہ تعالی کے عزت دیئے ہوئے بندے، کہا گیا ہے اور نیز ان کی صفت رادن عبادت میں مشغول رہنا قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے اور نیز سورہ فاطر کے شروع میں ان کے دو دو اور تین تین اور چار چار اور زیادہ بھی پر بتائے ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جبریل کے چھ سو پر مذکور ہیں یہ سب احوال جسم کے متعلق ہیں

قو لہ لطیفۃ ۔یعنی لطیف جسم ہیں جو دیکھنے میں نہیں آتے مگر اسی شخص کو اور اسی وقت جب کہ اللہ تعالی ان کی نظر میں وہ قوت پیدا کر دیوے جس سے ان کو دیکھ سکے یا جب کسی دوسری شکل میں متشکل ہو کر سامنے آویں جیسے جنّ وغیرہ

جس طرح اللہ کی وسیع قدرت کی کوئی نہایت نہیں اسی طرح اس کی مخلوق جس کے متعلق اس کی قدرت کا ظہور ہے اس کی بھی کوئی حد نہیں اس نے ہر طرح کی مخلوق مرئی یعنی جو دیکھنے میں آتی ہے اور غیر مرئی یعنی جو دکھائی نہ دے پیدا کی ہے چنانچہ سورہ مدثر میں فرمایا: کہ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا و مایعلم جنود ر بك ا لا هو ۔

قو لہ متشکل باشکا ل مختلفہ :فرشتوں کا مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر حسب ارادہ واذن الہی بعض اشخاص پر ظاہر ہونا بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت جبریل حضرت مریم کے پاس حضرت عیسی کی ولادت کی خوش خبری لے کر آئے اور صورت بشری میں تھے چنانچہ سورہ مریم میں فرمایا کہ ہم نے اپنا روح القدس یعنی جبریل مریم کے پاس بھیجا تو وہ ایک پورے جوان کی شکل میں اس کے سامنے آیا:

فار سلنا الیها رو حنا فتمثل لها بشراً سو یاً

اسی طرح حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے پاس جو فرشتے آئے وہ بھی بصورت بشر تھے۔

فرشتہ کی بصورت بشری نبی کے پاس آنے کو رسول اللہ ﷺ نے وحی کی ایک قسم فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ کبھی وہ صاحب وحی فرشتہ یعنی جبریل میرے پاس آدمی کی صورت ہو کر آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے پس جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں:

و ا حیا ناً یتمثل لی الملك ر جلاً فیکلمنی فا عی مایقو ل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملائکہ کا مختلف شکلوں میں متمثل ہونا جملہ کتب عقائد میں لکھا ہے اس کے واقعات فصل ثانی میں ملاحظہ کریں۔

قو له شا نهم الخير و الطا عة والعلم ۔یعنی ان کا کام نیکی کرنا اور فرمان برداری اور علم ہے ۔اس قید سے جنوں اور شیطانوں کو خارج کیا گیا کیونکہ وہ بھی لطیف جسم ہیں اور مختلف شکلوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں مگر وہ سارے مطیع نہیں ہیں۔ یہ امر بھی قرآن شریف سے ثابت ہے چنانچہ سورہ تحریم میں فرمایا:

لا يعصو ن الله ما امر هم و يفعلو ن ما يؤمرو ن (تحریم) لا يسبقو نه با لقو ل و هم با مره يعملو ن ۔ملائکہ اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور صرف وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوتا ہے۔ اور اللہ کے سامنے بڑھ کر بات نہیں کرتے۔

اسی طرح ان کا ہمیشہ تسبیح وتحمید ذات باری میں مشغول رہنا قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے۔

قو له و القدرة على ا لا عما ل الشا قة یعنی اللہ نے ان کو بڑے بڑے کام کرسکنے کی طاقت بخشی ہے۔ یہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس کے واقعات کتب تفسیر اور حدیث میں بالخصوص کفار کے عذاب مہلک کے وقت میں بہت ہیں مثلاً قوم عاد اور ثمود کو جبریل کے ایک آواز سے ہلاک کرنا اور قوم لوط پر ان کی بستی کو الٹا دینا۔ وغیرہ

مقاصد کی عبارت مذکورہ بالا کے بعد شرح میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ:

مسكنها السما وا ت هم رسل الله الى ا نبياء ه عليهم السلا م و امناء ه على و حيه يسبحون الليل و النهار لا يفترون و لا يعصون الله ما امر هم و يفعلو ن ما يؤمرون ۔کہ ان کے رہنے کی اصل جگہ آسمان ہے انبیاء کے پاس اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اس کی وحی کے امین ہیں دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ہرگز نہیں اکتاتے، اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کرتے وہی ہیں جو ان کو حکم ہو۔

بیان بالا سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ درباره حقیقت ملائکہ اہل سنت کے بالکل خلاف ہے اور ان کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب قرار دے کر موثرات عالم کہنا فلاسفہ اور اصحاب طلسمات کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال ہے اوران کے نزول کوان کے عکس سے تعبیر کرنا بھی اسلامی عقاید کے بالکل مخالف ہے۔

فرشتوں کا مختلف شکلوں میں متمثل ہوسکنا عقل سے بعید نہیں ہے کیونکہ جسم کی صورت حقیقت شئے میں داخل نہیں ہوتی بلکہ بمنزلہ لباس و پوشاک کے عوارض میں سے ہوتی ہے پس اس جسم وصورت کا حقیقت شیء سے منفک ہونا ممکن ہوا، اور جب فرشتے اپنے اصل جسم سے کسی بشر کی شکل میں متمثل ہوتے ہیں تو ان کی حقیقت ملکی منتزع نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت وہی رہتی ہے۔صرف انسانی صورت کے لباس میں ملبوس ہوتے ہیں کیونکہ مشابہت صوری سے اتحاد ذوات لازم نہیں آتا جیسے کہ حضرت جبریل، حضرت مریم کے پاس بصورت بشری آئے اوراس کے بعد کہا: میں تیرے رب کا فرشتہ ہوں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے پاس جوفرشتے آئے وہ بھی بشر کی صورت میں تھے اور باوجود بشری صورت میں ہونے کے پھر کہتے ہیں انا رسل ربك ۔یعنی ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں۔ان آیات سے واضح ہوگیا کہ دوسری شکل میں متمثل ہونے سے حقیقت ملکی دور نہیں ہوتی اوراس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ نزول جبریلی حقیقی ہوتا تھا عکس نہیں ہوتا تھا اس کے نظائر وامثال کتب حدیث وقصص اولیائے عظام میں بکثرت ہیں اور اصطلاح صوفیاء میں اس کو خلع کہتے ہیں مثلاً حضرت جبریل کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بارہا بصورت بشری خاص کر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آنا کتب حدیث میں بالتفصیل مذکور ہے جیسا کہ فصل ثانی کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔

فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے لہذا صفات ایمان میں اس کو شامل کیا گیا ہے امام الآئمہ ابوحنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں یجب ان یقول آمنت باللہ و ملائکتہ امام صاحب کا یہ قول بالکل حق اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے چنانچہ سورہ نساء میں فرمایا:

و من یکفر باللہ و ملائکتہ و کتبہ ورسلہ و الیوم الآخر فقدضل ضلالاً بعیداً۔ جوشخص اللہ کا منکر ہوا اوراس کے فرشتوں کا اوراس کی کتابوں کا اوراس کے رسولوں کا اور روز آخرت کا تو وہ راہ راست سے بڑی دور بھٹک گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ثانی: در اثبات نزول ملائکہ از قرآن کریم وحدیث

اللہ تعالی اپنے فرشتوں کو زمین پر خاص خاص کاموں کے لئے نازل کرتا ہے:

اول تبلیغ رسالت کے لئے،

دوم دشمنان دین کے ہلاک کرنے کیلئے،

سوم بندوں کے اعمال لکھنے کے لئے۔

چہارم قبض ارواح کے لئے۔

پنجم مردوں کے حساب کے لئے۔

ششم مومنوں کے ساتھ ذکر الہی میں شامل ہونے کے لئے

ہفتم لوگوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کے لئے۔

ہشتم میدان جنگ میں مومنوں کی مدد کے لئے

نہم رسول اللہ ﷺ پر درود پہنچانے کے لئے۔

امور مذکورہ کا ثبوت حسب ترتیب بالا قرآن وحدیث سے اس طرح ہے:

ا۔انبیاء کو وحی پہنچانے کی خدمت بعض فرشتوں کے متعلق ہے چنانچہ سورہ فاطر کے شروع میں فرمایا:

الحمد لله فا طر السما وات و ا لار ض جاعل الملا ئكة رسلا او لی اجنحه مثنی و ثلا ث و ر باع يـز يد فی الخلق ما يشاء ان الله على كل شیء قدير ۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے محض عدم سے آسمان وزمین بنا نکالے اور اسی نے فرشتوں کو اپنا قاصد بنایا جن کے دو دو تین تین اور چار چار پر ہیں اپنی مخلوقات کی بناوٹ میں جو چیز چاہتا ہے زیادہ کردیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح سورہ شوری میں فرمایا:

و ما كـان لبشـر ان يـكلمه الله ا لا و حياً او من وراء حجاب اوير سل رسولاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیو حی با ذنه مایشاء انه علی حکیم ۔اللہ جو بہت بلند اور بڑی حکمت والا ہے کسی بشر کے ساتھ کلام نہیں کرتا مگر اس صورت میں کہ اس کو خفیہ وحی کے ذریعہ کچھ بتادے یا پس پردہ کوئی بات سناوے، یا اپنا فرشتہ بھیجے جو اس کے اذن سے اس بشر کو پیغام پہنچادے۔

اسی طرح یہ خدمت خاص کر حضرت جبریل کے سپرد ہے ۔ان کا نزول بشکل انسانی ایسا بین اور روشن ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہیں ۔۲۳ سال تک برابر بحکم الٰہی رسول اللہ ﷺ پر وحی لاتے رہے اصحاب رسول اللہ ﷺ ان کو آپ کے پاس بیٹھے اور باتیں پوچھتے دیکھ کر حیران ہوتے تھے کبھی دحیہ کلبی کی شکل میں متمثل ہو کر آتے اور کبھی کسی مسافر کی صورت میں یہاں تک کہ صحابہ آپ کو نہ پہچانتے اور خود رسول اللہ ﷺ ان کو بتاتے کہ یہ جبریل تھے ۔سو جبریل کا نزول بشکل انسانی بنص صریح قرآنی وحدیثی ثابت ہے لہذا اس کا انکار کفر ہے ۔اور دیگر ملائکہ کا بھی ویسا ہی نزول صاف صاف عبارت میں قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لئے ان کا انکار بھی کفر ہے ۔فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے لہذا صفات ایمان میں اس کو شامل کیا گیا۔ فرشتوں پر ایمان اس صورت میں پورا ہوتا ہے جب اس طرح مانا جاوے جس طرح شارع ﷺ نے منوائے اور اللہ فرمائے اور کوئی فرشتوں کو تو مانتا ہے مگر اپنے خیال سے ارواح کواکب یا قوی کو، سو وہ اپنی ہوا وخواہش کا متبع ہے شارع کے نزدیک ایسا ایمان معتبر اور مقبول نہیں ہے ۔اجمال بالا کی تفصیل بذریعہ دلائل نقلیہ حسب ذیل ہے: رسول اللہ ﷺ کو نبوت عطا ہونے کی کیفیت صحیح بخاری میں اس طرح لکھی ہے:

فجاء الملك فقال اقرء قال ماانابقاریئقال فاخذ نی فغطنی حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقا ل اقرء قلت ما انابقا ریء فا خذ نی فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرء قلت ماانا بقا ر یء فاخذ نی فغطنی الثا لثه ثم ارسلنی فقال اقرء باسم ر بك الذی خلق خلق الا نسا ن من علق اقرء و ربك ا لا كر م ۔

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ کچھ دنوں کا کھانا لے جاتے اور غار حرا میں کئی روز تک ملت حنیفیہ کے موافق اللہ کی عبادت کیا کرتے حتی کہ آپ کے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے کہ پڑھ آپ نے فرمایا میں تو پڑھا ہی نہیں ہوں پھر فرشتے نے آپ کو خوب زور سے بھینچا حتی کہ آپ کا یا اس فرشتے کا سارا زور لگ گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھراس فرشتے نے آپ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں پھر اس نے دوبارہ بھینچا پھر چھوڑ کر کہا پڑھ۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر تیسری دفعہ اس نے اسی زور سے بھینچا۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے خون سے اور تیرا رب بڑا بزرگ ہے۔

دیکھو اس حدیث سے کیسا صاف صاف نظر آ رہا ہے کہ جبریل نے رسول خدا ﷺ کے جسم مبارک کو زور سے بھینچا اور زبان مبارک سے فرمایا پڑھ۔ کیا بھینچنے والا کوئی سایہ یا چھاؤں تھی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ایسا اعتقاد تو ہندوؤں کا ہے کہ فلاں فلاں چیز کا سایہ انسان پر پڑ جاتا ہے تو وہ انسانی ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے ایسا اعتقاد سخت گمراہی ہے نبی ﷺ کا فرشتہ کو اپنی آنکھ سے اپنے روبرو دیکھنا بڑی ضروری بات ہے کیونکہ اس سے موانست اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد کچھ مدت تک وحی بند رہی، اسے زمانہ فترت کہتے ہیں پھر وحی متواتر طور پر ہوتی رہی چنانچہ اس کی بابت صحیح بخاری میں مروی ہے:

بینا انا امشی اذ سمعت صوتاً من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاء نی بحراء جالس علی کر سی بین السماء و الار ض فرعبت منه ۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دن جب میں باہر چل رہا تھا، جاتے جاتے آسمان سے ایک آواز سنی جب نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا زمین وآسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا پس میں اس سے ڈر گیا۔

یہ واقعہ دوسری دفعہ وحی کا ہے۔۔

واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل کو ان کی اپنی ملکی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے ایک بار تو اوائل وحی میں جس کا بیان اوپر کی حدیث میں گذر چکا ہے۔ اسی نسبت سے سورہ تکویر میں فرمایا: و لقد رآہ با لافق المبین ۔ بے شک ہمارے پیغمبر نے جبریل فرشتہ کو آسمان کے مطلع صاف میں دیکھا۔

اور اسی کی بابت سورہ نجم کے شروع میں فرمایا۔

اور سورہ نجم میں فرمایا: فا ستوی و ھو با لافق الا علی ۔ جس وقت وہ فرشتہ آسمان کی ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف اونچی جگہ میں تھا تو اپنی اصلی صورت میں سارے کا سارا پیغمبر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

دوسری دفعہ شب معراج میں آسمان پر سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا چنانچہ اسکا بیان بھی سورہ نجم میں اس طرح فرمایا: ولقد رآہ نزلة اخری عندسدرة المنتهى عندها جنت الماوى ۔ بے شک پیغمبر نے جبریل کو سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں جنۃ الماوی ہے ایک اور دفعہ بھی اپنی اصلی صورت پر دیکھا ہے صحیح بخاری اور مسلم میں اس رویت کا ذکر بھی آیا ہے بغرض اختصار اس جگہ نقل نہیں کیا گیا۔

صحیح بخاری باب بدء الوحی میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ پر وحی کسطرح آتی ہے تو آپ نے منجملہ اور صورتوں کے ایک یہ فرمائی وا حیانا یتمثل لی الملك رجلاً فیكلمنی فاعی ما یقول ۔ میرے پاس وہ فرشتہ آدمی کی صورت میں ہو کر آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے پس جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔

اسی طرح بخاری کے اسی باب میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب جبریل قرآن شریف سکھا کر آپ کے پاس سے چلے جاتے تو پیچھے نبی ﷺ پڑھا کرتے جسطرح جبریل نے پڑھایا ہوتا۔

اسی طرح صحیح بخاری کے اسی باب میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

كان رسول الله اجود الناس وكان اجود ما يكون فى رمضان حين يلقاه جبريل وكان يلقاه فه كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن (بخاری)

کہ رسول اللہ ﷺ عموماً سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور خاص کر رمضان شریف میں جب آپ کے پاس حضرت جبریل آتے تو بہت ہی سخاوت کرتے اور جبریل کا معمول تھا کہ رمضان میں ہر رات آپ کے پاس آتے اور قرآن شریف کا دور کرتے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شخص بڑے سفید کپڑوں والا اور بڑے سیاہ بالوں والا آیا۔ اس پر کوئی سفر کا بھی اثر معلوم نہ ہوتا تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ اپنے زانو آپ کے زانوؤں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور آپ سے اسلام پھر ایمان پھر احسان کی بابت سوال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے قیامت کی بابت پوچھا رسول اللہ اس کے ہر سوال کا جواب فرماتے اور وہ اسکی تصدیق کرتا پھر وہ شخص چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا یا عمر اتدری من السائل یعنی اے عمر کیا تو جانتا ہے کہ یہ پوچھنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی جانے آپ نے فرمایا وہ جبریل تھا تم کو دین سکھانے کے لئے آیا تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ نے اپنی اپنی کتاب میں روایت کیا۔

نیز ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل بیت اللہ کے پاس دو دفعہ میرے امام بنے۔ دیکھو یہاں کس طرح صریح نزول ثابت ہو رہا ہے کیونکہ چھاؤں یا عکس کے پیچھے تو نماز وہی پڑھے گا جو مخبوط الحواس ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے برابر دس نمازیں جبریل کے پیچھے پڑھیں جیسا کہ اس حدیث میں آگے مذکور ہے۔ اور یہ حدیث تعلیم اوقات نماز کی ہے اس کا اصل بخاری اور موطا مالک میں بھی ہے یہ ایک ایسی بین دلیل ہے کہ عقل مند کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں ہے

معراج کی حدیث حضرت ابوذرؓ، اور انسؓ بن مالک اور مالکؓ بن صعصہ سے بخاری اور مسلم میں روایت کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور مجھے براق پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس میں لے گئے پھر پہلے آسمان پر پھر دوسرے آسمان پر اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچ کر اپنے مقام معلوم یعنی سدرۃ المنتہی پر ٹھہر گئے۔ معراج جسمانی کا ثبوت رسالہ سلم الوصول میں بہت تحقیق کے ساتھ لکھا ہے شائق تفصیل اس کا مطالعہ کریں۔

حضرت مریم کے پاس حضرت عیسی کی ولادت باسعادت کے لئے حضرت جبریل کے نزول کی کیفیت اللہ نے سورہ مریم مین اس طرح بیان فرمائی: ہم نے اس کے پاس روح القدس یعنی جبریل کو بھیجا پس وہ مریم کے سامنے ایک پورے جوان بشر کی شکل میں آ کھڑا ہوا:

فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشراً سویاً

ان سب آیات واحادیث سے نزول جبریل ایسا عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں

۲۔ ملائکہ کی دوسری خدمت دشمنان خدا اور رسول کو ہلاک کرنا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کے مہمانوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصہ قرآن شریف میں تیرہ جگہ وارد ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ کچھ فرشتے بصورت بشری حضرت ابراہیم کے پاس آئے آپ نے ان کو مہمان تصور کیا اور بہت جلدی ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے اور اسکے کباب بھون کر ان کے سامنے لا حاضر کیا جب آپ نے ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہ دیکھے تو آپ ڈرے کہ مبادا دشمن ہوں انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم تو تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں آپکو ایک لڑکے یعنی حضرت اسحاق کے پیدا ہونیکی بشارت اور لوط کی قوم کو عذاب کرنے کے لئے آئے ہیں۔ابراہیم نے ان سے عذاب کے بارے میں گفتگو کی پھر وہ حضرت لوط کے پاس گئے ان کی قوم ان کو خوبرو لڑکے دیکھ کر ان کے اندر گھس آئی حضرت لوط نے منت کی کہ میرے مہمانوں کو نہ ستاؤ۔فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ آپ کچھ خوف نہ کریں ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے ہم اس بستی کو الٹا کر ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔پس ایسا ہی ہوا۔یہ سارا واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ فرشتے زمین پر اترتے ہیں ورنہ حضرت ابراہیم کو ان کے معلوم کرنے میں غلطی نہ لگتی اور آپ ان کے سامنے بچھڑا کباب کر کے نہ رکھتے۔اور قوم لوط ان کو خوبصورت لڑکے تصور کر کے ان پر نہ کود پڑتی کیا یہ سب معاملے چھاؤں یا عکس کے ساتھ کئے گئے۔عقل عقل۔

۳۔ملائکہ کی تیسری قسم کی خدمت کتابت اعمال ہے۔اللہ تعالی سورہ انفطار میں فرماتا ہے:

و ان علیکم لحا فظین کرا ماً کا تبین یعلمو ن ما تفعلو ن ۔ہم نے تم پر محافظ کراماً کاتبین بزرگ فرشتے لکھنے والے چھوڑے ہوئے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں۔

بخاری باب الملائکہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے

الملا ئکة یتعاقبون ملا ئکة با للیل و ملا ئکة بالنهار و یجتمعو ن فی صلوة الفجر و العصر ثم یعرج الیه الذین با تو فیکم فینا لهم و هو اعلم فیقو ل کیف تر کتم فیقو لو ن تر کنا هم یصلو ن و ا تینا هم یصلو ن ۔کچھ فرشتے دن کو اور کچھ رات کو یکے بعد دیگرے اترتے ہیں اور عصر اور فجر کے وقت آپس میں ملتے ہیں یعنی عصر کے وقت رات کے آتے ہیں اور دن کے چلے جاتے ہیں اور فجر کو رات کے چلے جاتے ہیں اور دن کے آجاتے ہیں اور اللہ تعالی ان سے باوجود جاننے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ان سے پوچھتا ہے کہ میرا بندہ کس حال میں تھا وہ کہتے ہیں کہ الٰہی ہم جب گئے تھے تب بھی وہ نماز میں تھا اور جب آئے ہیں تب بھی نماز میں تھا، دیکھو اس تبدیلی اور آنے جانے سے جسمانی نزول ثابت ہوتا ہے یا عکس؟ اگر عکس ہی نازل ہوتا ہے تو اس تبدیلی کے کیا معنی؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر بندے پر دو فرشتے ہیں جو اعمال لکھتے جاتے ہیں ایک نیکی اور دوسرا بدی نیکی والا دائیں کندھے پر اور بدی والا بائیں کندھے پر ہے اسی طرح سورۃ ق میں فرمایا: ما یلفظ من قول الّا لد یه رقیب عتید (انسان جو کچھ لولتا ہے لکھنے والا فرشتہ جو اس پر تیار محافظ ہے اس کو جھٹ لکھ لیتا ہے۔

۴۔ ملائکہ کی چوتھی خدمت، مردوں کا حساب ہے ان کو منکر نکیر کہتے ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ کردے کو دفن کر کے واپس آجاتے ہیں تو اس کے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ والے نیلی آنکھوں والے آتے ہیں ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نکیر۔ اس حدیث کا اصل صحیح بخاری میں ہے۔

۵۔ ملائکہ کی پانچویں خدمت قبض ارواح ہے چنانچہ سورہ المسجدہ میں فرمایا: قل یتوفا کم ملك الموت الذی و کل بکم ثم الی ر بکم تر جعون ۔اے پیغمبران سے کہدو کہ تم کو قبض کرلے گا ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

جان کندن اور حساب قبر کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح آئی ہے :

عن البراء بن عاز ب قا ل خر جنا معالنبی ﷺ فیجنازة ر جل من ا لانصار فا نتهینا الی القبر و لما یلحد فجلس رسو ل ا الله ﷺ و جلسنا حو له کانّ علی رؤسنا اطیر وفی یده عود ینکت به فی ا لار ض فرفع ر أسه فقال استعیذوا با لله من عذاب القبر مر تین او ثلا ثاً ثم قال ان العبد المو من اذا کا ن فی انقطاع من الدنیا واقبا ل من ا لآ خرة نزل الیه ملائکة من السماء معهم اکفا ن من اکفان الجنة و حنو ط من حنو ط الجنة حتی یجلسوا منه مدالبصر ثم یجیء ملك المو ت حتی یجلس عندرأسه فیقول ایتها النفس الطیبة اخر جی الی مغفرة من الله و ر ضوا ن قا ل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتـخـر ج تسيل كما تسيل القطرة من السقاء فيا خذ ها فا ذا اخذ ها لم يدعو ها في يده طرفة عين حتى يلحدو ها ؟؟؟ و يجعلوها في ذلك الكفن و في ذ لك الحنوط و تخرج مـنهـا كاطيب نفخة مسك و جد ت على و جه ا لا ر ض قا ل فيصعدو ن بها فلا يمرو ن يـعـنـى بهـا عـلى ملاء من الملا ئكة الا قا لوا ما هذا الرو ح الطيب فيقو لو ن فلا ن بن فـلان بـا حسـن الاماء التى كـا نـوا يسمو نها في الد نيا هتى ينتهوا بها الى السماء الدنيا .... الخ ....

براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم انصار یعنی مدنی اصحاب میں سے ایک شخص کے جنازے پر نبی ﷺ کے ساتھ گئے ہم قبر پر پہنچ گئے اور ابھی وہ دفن نہیں کیا گیا تھا پس رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد ایسی حالت میں بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں یعنی نہایت ادب کے ساتھ چپ چاپ بیٹھے تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ایک گیلی لکڑی تھی جس کے ساتھ متفکرانہ طور پر زمین میں کریدتے تھے اور خط کھینچتے تھے۔ تو پھر آپ نے اپنا سر اٹھا کر دو تین بار فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو پھر فرمایا کہ جس وقت کوئی مومن دنیا سے علاقہ توڑ کر آخرت میں جانے کو ہوتا ہے تو اس کی طرف فرشتے اترتے ہیں ان کے چہرے آفتاب کی طرح نورانی ہوتے ہیں اور ان کے پاس بہشت کے کپڑوں سے کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے حتی کہ اس قریب المرگ مومن کے سامنے نظر کی دوری تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پاک جان چل اللہ کی بخشش اور خوشنودی کی طرف۔ پس وہ پاک جان ایسی سہولت سے نکلتی ہے جس طرح پانی کی مشک سے قطرہ۔ پس ملک الموت اس جان کو قبض کر لیتا ہے اور اس سے وہ فرشتے جھٹ ایک لمحہ میں لے لیتے ہیں اور اس کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے ایسی عمدہ کستوری کی خوشبو نکلتی ہ کہ روئے زمین پر کہیں پائی نہ جائے پس وہ اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ کیا ہے یہ پاک روح؟ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور اس کو نیک لقبوں سے یاد کرتے ہیں جن سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا اسی طرح سوال و جواب ہوتا جاتا ہے حتی کہ اس کو پہلے آسمان تک لے پہنچتے ہیں پس ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جاتا ہے پس ہر آسمان کے بعض مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس روح کے ساتھ ہو لیتے ہیں حتی کہ اس کو ساتویں آسمان تک لے پہنچتے ہیں اور جناب الٰہی میں پیش جرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں ثابت رکھو اور اسکی روح کو زمین کی طرف جہاں اس کا بدن مدفون ہے واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے ان کے بدنوں کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں پھر بھیجتا ہوں پھر دوسری بار قیامت کو اسی سے نکالوں گا پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کی روح بدن کی طرف واپس لائی جاتی ہے پس اس کے پاس دو فرشتے منکر اور نکیر آتے ہیں اور اسکو بٹھلاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کون ہے تیرا رب، وہ مومن کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں کہ جو شخص تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا وہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہے پھر فرشتے کہتے ہیں کہ تو نے یہ کس طرح جانا وہ کہتا ہے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی دل سے تصدیق کی پس آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا پس اس کے لئے جنت میں سے بچھونا بچھاؤ اور اس کو جنت ہی کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ پس اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کی قبر اس کی نظر کی دوری تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے پاس ایک شخص خوبصورت اچھے لباس والا خوشبو والا آتا ہے اور اس کو کہتا ہے تجھے ان چیزوں کی خوش خبری ہو جن سے تو خوش ہووے یہ وہی دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا پس وہ مومن اس خوبرو شخص کو پوچھتا ہے تو کون ہے تیرا چہرہ بہت اچھا ہے اور بھلائی کی خبر لاتا ہے پس وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں پس وہ شخص کہتا ہے کہ الٰہی مجھے تھوڑی مہلت دے تا میں اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جاؤں اور ان کو اس حال سے خبر کروں اور اپنا مال تصدق کروں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جسوقت کافر آدمی دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں ان کے منہ سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں پس نظر کی دوری پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے پس کہتا ہے کہ اے خبیث جان چل اللہ کے غضب کی طرف۔ پس وہ ناپاک جان بدن میں چھپتی پھرتی ہے۔ پس ملک الموت اس کو اس طرح سختی سے کھینچتا ہے جس طرح گیلے صوف میں سے لوہے کی گرم سلائی کھینچی جائے اور وہ صوف اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور سیخ صفائی کے ساتھ نہیں نکل سکتی پس ملک الموت اس جان کو لے لیتا ہے اور وہ دوسرے فرشتے جھٹ ایک لحہ میں اس سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں پس اس روح مردار کی سی ایسی گندی بد بو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر کہیں پائی جائے پس اسکو اوپر لے چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ کیا ہے یہ خبیث روح۔ پس وہ فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور اسکوان برے ناموں اور لقبوں سے یاد کرتے ہیں جن سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا حتی کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہنچتے ہیں پس اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سورہ اعراف کی آیت پڑھی کہ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے جسطرح کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ نہیں گذر سکتا۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ ثابت رکھو اعمال اس کا سجین میں پھر اسکی روح زور سے پھینکی جاتی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سورہ حج کی یہ آیت پڑھی اور جو شخص شریک بناوے ساتھ اللہ کے پس گویا کہ وہ گرا آسمان سے پس اچک لیتے ہیں اس پرندے، یا پھینک دیتی ہے اس کو ہوا کسی دور کے مکان میں،۔ پس اس کی روح پھر اس کے جسم میں پھونکی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ اس کو سیدھا بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کافر کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا ۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پھر وہ پوچھتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے رسول بنا کر بھیجا گیا اس کی نسبت تیرا کیا اعتقاد ہے۔ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پس ایک آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ اس نے سب کچھ جھوٹ کہا۔ پس اس کے لئے دوزخ کا فرش بچھاؤ۔ اور دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو۔ پس اس کو دوزخ کی گرم اور زہریلی ہوا آتی ہے اور اسکی قبر یہاں تک تنگ کیجاتی ہے کہ اسکی پسلیاں مقابل میں ایک دوسری میں پھنس جاتی ہیں۔ اور اس کے پاس ایک شخص نہایت بری شکل والا گندے لباس والا گندی بو والا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس چیز کی خبر سن جو تجھے بری لگے پس وہ کافر اس کو پوچھتا ہے تو کون ہے کہ تیرا چہرہ برائی لاتا ہے وہ کہتا ہے تیرا برا عمل ہوں۔ پس وہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم نہ کریں۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ثوبان ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ پر نکلے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھ کر فرمایا الا تستحیون ان ملائکة اللہ علی اقدامھم وانتم علی ظھور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوا بکم ۔یعنی کیا تم حیا نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے پیدل چلتے ہیں اور تم سواریوں پر ہو۔ دیکھو حدیث کیسی وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہے کہ فرشتے اپنے جسم کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔

۶۔بعض فرشتے مومنوں کے ساتھ ذکر الٰہی میں شامل ہونے کے لئے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کے باب الملائکۃ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں جو آنے والے نمازیوں کے نام لکھتے رہتے ہیں۔ پس جب امام خطبہ پڑھنے لگتا ہے تو ان کتابوں کو لپیٹ لیتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں اور ذکر میں مومنوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں:

اذا کان یوم الجمعة کان علی کل باب من باب المسجد الملائکة یکتبون الاول فالاول فاذا جلس الامام طووا صحفهم و جاؤا یستمعون الذکر (بخاری)

۷۔بعض فرشتے لوگوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کے لئے نازل ہوتے ہیں چنانچہ قرآن پاک میں ہے: له معقبات من بین یدیه و من خلفه یحفظونه من امر الله ۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے آگے اور پیچھے فرشتے مقرر کئے ہیں جو اللہ کے امر سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۸۔بعض فرشتے میدان جنگ میں مومنوں کی مدد کے لئے نازل ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا:

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین (انفال)

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ ہم لگاتار ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے۔

تفسیر جامع البیان میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

فقد نقل عن علی ان جبریل فی الف عن میمنة النبی ﷺ و فیها ابو بکر و میکائیل فی الف عن میسرته و انا فیها (جامع البیان) کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے دائیں طرف ایک ہزار فرشتے کے سرلشکر حضرت جبریل تھے اور حضرت ابو بکر بھی اس طرف تھے اور بائیں طرف حضرت میکائیل ایک ہزار فرشتے کو لئے ہوئے تھے اور میں ان میں تھا۔

دیکھ حضرت علیؓ نے ان سب کو دیکھا۔۔ایک اور روایت میں ہے کہ ہم فرشتوں کو دیکھتے تھے کہ سیاہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پگڑیاں ان کے سر پر ہیں اور ہمارے دشمنوں کو مار رہے ہیں۔

۹۔بعض فرشتے صرف اس کام میں لگے ہوئے ہیں کہ مومنوں کی طرف سے جو کچھ درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ سنن نسائی میں ہے ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں اور جہاں کوئی میری امت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں

الغرض قرآن شریف کی کئی آیات اور کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے اپنے جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں دیگر آیات و احادیث بوجہ اختصار اس جگہ پر نہیں لکھی گئیں۔

اگر مرزا صاحب ان رسائل ثلاثہ یعنی شہادۃ القرآن اور سلم الوصول، نزول ملائکہ کے دلائل کو ضعیف اور غلط ثابت کر کے اس رسائل کے مدعا کے خلاف کو بدلائل قرآنیہ پایہ ثبوت تک پہنچا دیں تو بندہ اپنے قلم کو توڑ دے گا اور مسیح کے رفع آسمانی اور رسول اللہ ﷺ کے معراج جسمانی کے خلاف پر اعتقاد کر لینے میں ہرگز تامل نہیں کرے گا اور میں اس امر کو نہایت زور سے بآواز بلند ظاہر کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اس امر میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور ہرگز نہیں ہو سکیں گے رسالہ شہادۃ القرآن کا جواب مرزا صاحب کی علمی لیاقت سے باہر ہے۔

آئینہ قادیانی

مع تذکرہ رحلت قادیانی و فیصلہ ربانی

(الہادی جلد ۴ نمبر ۱ جنوری ۱۹۰۸ء۔ آئینہ قادیانی یعنی قادیانی قرآن دانی۔ ۴۲ صفحے پر مضمون ہے۔ (پھر ٹائٹل ہے: رحلت قادیانی بمع مرگ ناگہانی، اور فیصلہ ربانی بر مرگ قادیانی۔ مصنفہ ابراہیم مالک و اڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔ اندر پریس سیالکوٹ میں طبع ہوئی۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صفحہ نمبرا الگ ہیں اور ص ۴۷ تا ۵۴ پر جلد ۴ نمبر ۶ لکھا ہے جہاں یہ مضمون ختم ہوتا ہے۔اس کے بعد فیصلہ آسمانی برمرگ قادیانی کے الگ صفحات نمبر ہیں اور یہ نظم صفحہ ۱۲ پر ختم ہوتی ہے۔ یہ ۱۲ صفحات کا رسالہ کسی اور پریس میں چھپا ہے۔اور یہ سب چیزیں ایک ہی جلد میں ہیں)۔

آئینہ قادیانی یعنی قادیانی قرآن دانی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ادائے مسیحیت ومہدویت ومحمدیت کے علاوہ ایک یہ ادعا بھی ہے کہ ان پر قرآن شریف کے معارف ولطائف سب سے بڑھ کر منکشف ہوتے ہیں۔اوران کی جماعت بھی ان کی نسبت ایسا ہی خیال رکھتی ہے۔ بلکہ یہ لوگ خود بھی مدعی ہیں کہ ہم بھی قرآن شریف دیگر علماء سے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔خواہ ان کی جماعت کے ایسے مدعی علوم رسمیہ سے کچھ بھی لیاقت رکھنے کی بجائے ان علوم کے نام سے بھی واقف ہوں یا نہ ہوں،لیکن دعوی سب کو ہے۔ جب سے یہ خاکسار مرزا صاحب اوران کی جماعت کے اس ادعا پر واقف ہوا ہے اور خدا تعالی نے اس عاجز کو قرآن شریف کی سمجھ عطا کی ہے تب سے ان کے اس ادعا کو دیوانہ کی بڑ کے سوا کچھ نہیں جانا، کیونکہ خاکسار کو ان کی تحریرات میں ان کے دعوی کا ثبوت ہرگز نہیں ملا۔ لیکن اس کے برخلاف خاکسار اپنی نہایت محکم رائے سے کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ قرآن فہمی سے کوسوں دور ہیں۔ اور اپنی اس رائے کے ثابت کرنے کے لئے خاکسار (ابراہیم) نے اس وقت قلم اٹھایا ہے۔خود مرزا صاحب کی جسقدر کتابیں خاکسار کی نظر سے گذری ہیں ان کی نسبت خاکسار پختہ طور پر کہہ سکتا ہے کہ ان کے مضامین دو قسم کے ہیں۔

اول وہ جو خود مرزا صاحب قادیانی کے تراشیدہ ہیں یا کسی دیگر اہل بدعت سے لئے ہیں،اور مرزا صاحب ان کے مؤید ہوکر ان کو اپنے رنگ میں بیان کرتے ہیں،اوران کی نصرت کے لئے قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں۔اس قسم کے مضامین چونکہ اصل ہی میں باطل ہوتے ہیں اس لئے مرزا صاحب کا سارا تانا بانا باطل ہوتا ہے۔ان کا طرز استدلال ٹیڑھا بے قاعدہ اور خلاف اصول ہوتا ہے، بلکہ لغت عرب اور قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحدیث کی دیگر تصریحات اوران کے قرائن مرزا صاحب کے اختیار کردہ معانی کو باطل ثابت کرتے ہیں اور مرزا صاحب عمداً یا غلط فہمی سے ان کے خلاف چلتے ہیں۔اس قسم کے مضامین کو اکثر مرزا صاحب کے اپنے ادعاؤں سے بہت کچھ تعلق ہوتا ہےاور بعض اوقات مخالفین کے جوابات سے بھی تعلق ہوتا ہے عام اس سے کہ مخالف مسلمان ہو، یا غیر مسلمان ،اور وہ جواب مرزا صاحب کے اپنے دعوی کے متعلق ہو، یا کسی اور مسئلہ کے متعلق۔

دوسری قسم کے مضامین وہ ہیں جو کتب متقدمین سے نقل کئے ہیں لیکن نقل کرنے میں مرزا صاحب منقول عنہ کا حوالہ نہیں دیتے بلکہ چھپاتے ہیں، اوراس تحقیق کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں ۔اس قسم کے مضامین کو غیر مذاہب کے جوابات سے زیادہ تر تعلق ہوتا ہے۔اگر کسی جگہ کسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے تو وہ محض دوسرے مسلمانوں کے برخلاف الزام قائم کرنے کے لئے یا ان کو اپنے مدعا کی طرف کھینچنے کے لئے ہوتا ہے ایسے مقامات پر اکثر مرزا صاحب عبارات اور معانی ہر دو میں تصرف کرکے عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

غرض جو کچھ وہ اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں وہ تو بحکم اکثر حکم الکل سارے کا سارا باطل ہوتا ہے اور جو کچھ وہ کسی دوسرے سے نقل کرتے ہیں اس میں کچھ صحیح ہوتا ہےاور تصرف بے جا۔

مرزا صاحب کی کتابوں کی نسبت جو رائے خاکسار نے لگائی ہے اس کی صحت کو انشاءاللہ خاکسار وقتاً فوقتاً ثابت کرتا رہے گا اور جو کچھ گرفت کرے گا بفضل وتوفیق خدا لغت عرب محاورات زبان تصریحات وقرائن قرآن وحدیث اور قواعد علوم آلیہ سے کرے گا۔خواہ وہ گرفت مرزا صاحب کے اپنے بیان پر، خواہ ان کی جماعت کے دیگر بزرگان ملت کی تحریر پر ہو و ما توفیقی الا باللہ

۱۔اس وقت جس امر نے خاکسار کو اس تحریر پر آمادہ کیا ہے وہ پرچہ الحکم قادیان جلد۱۲ نمبر ۹۔۲، فروری ۱۹۰۸ء کی ایک تحریر ہے جس میں وہ بعنوان:

معارف قرآن کس پر کھلتے ہیں

لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بار بار تحدی کی ہے کہ خدا تعالی نے مجھے قرآن کریم کے معارف اور حقائق کا علم دیا ہے اور اس میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ ایک زندہ اور نمایاں نشان ہے کہ کبھی کوئی شخص اس تحدی کے مقابلے میں نہیں آیا اس وقت مجھے اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ کسی پادری نے ایک اعتراض ووجدک ضالاً فھدی پر کیا اسکا جواب ایک اسلامی رسالہ انوار الاسلام نے دیا ہے اس جواب کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود پر بے اختیار درود پڑھنے کو جوش پیدا ہوا کہ آپ نے جو حقائق اس آیت میں بیان فرمائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ نہ پہلے آنکھ نے دیکھے اور نہ کان نے سنے اور کسی دل پر گذرے (الحکم قادیان۔۲ فروری ۱۹۰۸ء)

اس کے بعد اڈیٹر الحکم نے رسالہ انوار الاسلام کا جواب بھی نقل کیا ہے اور پھر مرزا صاحب کا جواب بھی نقل کیا ہے۔ خاکسار کا مدعا اس وقت یہ نہیں ہے کہ دونوں جوابوں کا مقابلہ کرے بلکہ صرف یہ ہے کہ اڈیٹر الحکم نے مرزا صاحب کے جواب کی نسبت جو رائے لگائی ہے کہ وہ ایسے حقائق ہیں کہ نہ پہلے آنکھ نے دیکھے اور نہ کان نے سنے اور نہ کسی دل پر گذرے، کہاں تک صحیح ہے آیا مرزا صاحب سے پہلے یہ جواب کسی مفسر نے لکھا ہے یا نہیں۔ رسالہ انوار الاسلام کا جو جواب اڈیٹر الحکم نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ووجدک ضالاً، عن معا ملة النبوة (اصل کتاب تفسیر کبیر میں معالم النبوة ہے۔ ابراہیم) و احکام الشریعة غافلاً منها فھداك الیھا و ھو المراد بقوله ماکنت تدری ما الکتاب و لا الایمان۔ ترجمہ خاکسار) (اے پیغمبر) خدا نے تجھے ان کی راہ بتائی اور خدا تعالی کے قول ماکنت تدری ما الکتاب و لا الایمان سے بھی یہی مراد ہے۔ یعنی (اے پیغمبر) تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب (الہی) کیسی ہوتی ہے اور ایمان (کی تفصیل) کیا ہے۔

مرزا صاحب نے جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ضال کے معنی گمراہ کے نہیں ہیں بلکہ عاشق کے ہیں یعنی اللہ تعالی نے تجھ کو اپنا عاشق پایا تو تجھے اپنی طرف کھینچ لیا جیسا کہ حضرت یعقوب کی نسبت اس کے مناسب یہ آیت ہے انك فی ضلالك القدیم۔ (قرآن میں انك لفی ضلالك القدیم ہے۔ ابراہیم) اس جواب کے ضمن میں مرزا صاحب نے اس آیت کی اس سورت کی دوسری آیات سے مناسبت بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے خاکسار کو اس مناسبت کے مناسب وغیرہ ہونے اور اس جواب کے صحیح یا سقیم ہونے سے بحث نہیں دکھا نا صرف یہ ہے کہ یہ جواب تفسیر کبیر ہی میں اسی جگہ دیا گیا ہے، جہاں سے انوار الاسلام کے مضمون نویس نے نقل کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انوار الاسلام کے مضمون نویس نے اپنے جواب کا حوالہ دے دیا ہے اور مرزا صاحب نے سرقہ کیا ہے اور منقول عنہ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اس جواب کو اپنی طرف منسوب کرتے معلوم ہوتے ہیں اور اڈیٹر الحکم جو بیچارہ علم عربی اور مطالعہ کتب عربیہ سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہے ناحق اور ناجائز تعریف کر کے اپنا آپ ظاہر کرتا اور اپنی عہدہ برائی کرتا ہے۔ سو واضح ہو کہ اس آیت پر اس اعتراض کے متعلق کہ آنحضرت ﷺ معاذ اللہ کبھی گمراہ بھی تھے تفسیر کبیر میں بیس جوابات ذکر کئے ہیں جن میں سب سے پہلا وہ ہے جو انوار الاسلام نے نقل کیا ہے اور چودھواں وہ ہے جو مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے اور تفسیر کبیر کا حوالہ نہیں دیا چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے: (و الرا بع عشر) ا الضلا ل بمعنی المحبة کما فی قو له انك لفی ضلا لك القدیم ای محبتك و معنا ہ انك محب فهد یتك التی بها تتقرب الی خد مة المحبو ب۔ تفسیر کبیر جلد ہشتم ص ۴۲۵)۔ اس جگہ ضلال کے معنی محبت کے ہیں جیسے اس آیت انك لفی ضلا لك القـدیـم میں ہے یعنی تو تو اپنی پرانی محبت کے خیال میں ہے اور اس آیت سورہ والضحی کے معنی یہ ہیں کہ خدا آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے کہ تو میرا محبّ تھا اس لئے میں نے تجھے ان امور کی طرف ہدایت کی جن سے محبوب (یعنی خدا) کی خدمت کا قرب حاصل ہو۔

تفسیر کبیر کے علاوہ یہ جواب تفسیر سراج منیر اور تفسیر فتح البیان میں بھی دیا گیا ہے۔ پس اڈیٹر الحکم کی مرزا صاحب کے جواب کی نسبت ایسی تعریف کرنی جہالت اور مطالعہ کتب سے ناواقفی کے سبب ہے، اور اس کی بنا مذہبی پاس داری اور اعتقادی حسن ظنی پر ہے۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے حبك الشیء یعمی و یصم یعنی تجھے کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ یعنی کسی شئے سے محبت ہو جائے تو اس کی قباحت نہ تو خود نظر آتی ہے اور نہ کسی سے سنی جاتی ہے بلکہ غلبہ محبت کے سبب اسے ہر امر میں بے نقص و بے عیب سمجھا جاتا ہے

اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب کے اصل جواب کی نسبت بے مثل ہونا نہیں کہا گیا بلکہ اس جواب کی مناسبت جو اسی سورت کی دیگر آیات سے ذکر کی گئی ہے وہ آگے کسی مفسر کے دل پر نہیں گذری اور کسی آنکھ نے د

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مناسبتیں بھی کئی ایک تفسیروں میں بیان کی گئی ہیں چنانچہ ہم بعض کا ذکر کرتے ہیں تفسیر کشاف رحمانی ابن کثیر معالم التنزیل سراج منیر جامع البیان ۔ چونکہ ان سب کی عبارات کے نقل کرنے میں طوالت ہوتی ہے اس لئے ہم ان میں سے صرف تفسیر رحمانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

و انما انعم عليك بهذا الا شياء لتنعم بها على خلقه فيكو ن د ليلا على شفاعتك لهم يو م القيا مة (فا ما اليتيم) فاآ واه لا نه آ وا ك لتو وى الضعفاء و ا ليك و او لا هم اليتيم فا ن لم تؤوه (فلا تقهر و اما السا ئل) فا غنه لا نه اغنا ك لتغنى عباده و اولا هم السا ئل فا ن لم تغنه (فلا تنهر و اما بنعمة ر بك) و هى الهدا ية فانما هدا ك لتهدى عباده و هو با لتحد يث (فحدِّث)تفسير ر حما نى جلد دو م سوره و الضحى)

اور اے پیغمبر خدا نے تجھ پر یہ انعامات اس لئے کئے ہیں کہ تو بھی اس کی مخلوق پر ایسے ہی انعام کرے ۔ تو قیامت کے دن ان کے لئے تیری شفاعت کی دلیل ہو ۔ پس تو یتیم کو اپنے پاس جگہ دے کیونکہ خدا نے تجھے اس لئے جگہ دی کہ تو بھی ناتواں کو اپنے پاس جگہ دیوے اور سب سے اولی یتیم ہے لیکن اگر تو اسے جگہ نہ دے تو (کم از کم) اس پر سختی تو نہ کر اور سائل کی بابت یہ حکم ہے کہ اس کی حاجت روائی کر کیونکہ خدا تعالی نے تیری حاجت روائی اس لئے کی ہے کہ تو بھی اس کے بندوں کی حاجت روائی کرے ۔ لیکن اگر تو اس کی حاجت روائی نہیں کر سکتا تو (کم از کم) اسے جھڑک تو نہیں اور سن کہ اپنے رب کی نعمت کا یعنی ہدایت کا جو اس نے تجھے اس لئے دی ہے کہ تو اس کے بندوں کو ہدایت کرے اپنی زبان سے اقرار کر کیونکہ یہ امر تحدیث ہی سے پورا ہوتا ہے ۔

۲ ۔ قادیانی بزرگان ملت کی قرآن دانی اور علم عربی سے ان کی واقفیت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان ج ۷ نمبر ۱ بابت جنوتی ۱۹۰۸ء میں ایک مضمون بعنوان:

حضرت مسیح کے بارے میں قرآنی فیصلہ

چھپا ہے ۔ یہ مضمون ایک عیسائی ڈاکٹر چنتو پادھیا، نام کے جواب میں ہے جس نے کج روی سے قرآن شریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بعض آیات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنی چاہی ہے۔ مولوی محمد علی اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے اس مضمون میں جو مطالب بیان کئے ہیں ان میں سے کئی ایک سے خاکسار کو اتفاق ہے اور کئی ایک سے اختلاف ہے، اور بعض مقامات کے طرز بیان میں اور وجہ تفسیر اور طریق استدلال سے بنا بر تحقیق اتفاق نہیں۔ لیکن فی الجملہ اس بات میں ہر طرح اتفاق ہے کہ وہ امور جو ڈاکٹر چتو پادھیا، نے الوہیت مسیح کے متعلق بیان کئے ہیں اثبات مدعا کے لئے کافی نہیں، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے ہم خیالوں کی طرح شان الوہیت کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ وہ خدا تعالی کے ان احسانات وانعامات سے جو خدا نے اپنے برگزیدہ بندے مسیح ابن مریم پر کئے ہیں غلطی میں نہ پڑتے اور عبد ومعبود خالق ومخلوق رب ومربوب اور مالک ومملوک میں تمیز کرتے۔

ڈاکٹر چتو پادھیا نے جو امور الوہیت مسیح کے لئے بیان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن شریف میں ان کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ مولوی محمد علی اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے اس کے جواب میں سیدھے چلتے چلتے ایک مقام پر قادیانی چال اختیار کی ہے جو سراسر راستی سے دور ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

اس جگہ ہم ایک اور معنی بھی لکھتے ہیں جو قرآن کریم کے الفاظ پر چسپاں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ سورہ آل عمران کی چالیسویں آیت میں حضرت مریم کو مخاطب کر کے کہا گیا ان اللہ یبشرك بکلمة منه جس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خدا تعالی اپنے کلمہ یعنی پیش گوئی کے ذریعے تجھے بشارت دیتا ہے۔ (ص ۱۶، ۱۷)

اس آیت ان اللہ یبشرك بکلمة منه میں اڈیٹر صاحب نے ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کئے ہیں جو اس مقام پر قواعد زبان عربی اور آیات قرآن شریف کی رو سے بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ بشّر کے دو مفعول آتے ہیں ایک وہ جسے بشارت دی جائے دوسرا وہ جس کی بابت یعنی جس چیز یا امر کی بشارت دی جائے پہلے مفعول کے ساتھ کوئی حرف جر نہیں آتا اور دوسرا مفعول بواسطہ ب حرف جر آتا ہے۔

پس جس کے ساتھ ب ہوگی اس کی بابت بشارت ہوگی جیسا کہ سورہ صافات میں حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیل کے پیدا ہونے کی بشارت دینے کے متعلق فرمایا فبشرنٰه بغلام حلیم یعنی ہم نے اس (ابراہیم) کو صاحب حلم لڑکے کی بشارت دی بشّرنا کا مفعول اول ضمیرہ ہے اور دوسرا مفعول جس کی بابت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشارت دی گئی ہے غلام ہے جس کے ساتھ حرف ب موجود ہے ۔اسی طرح اس آیت کے چند آیتیں بعد حضرت اسحاق کی بشارت کی نسبت بھی فرمایا فبشر نا ہ باسحاق ۔دور کیوں جاؤ،سورۃ آل عمران ہی میں آیت ان اللہ یبشر ک بکلمۃ منہ سے چند آیتیں پہلے حضرت یحی کی بشارت مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان اللــہ یبشـر ک بیحیی یعنی فرشتوں نے حضرت زکریا کو بحکم الٰہی ندا کی کہ اللہ تعالی تجھے یحی کی بشارت دیتا ہے۔اس آیت میں بھی ٹھیک اسی طرح ہے جیسا ہم نے بشّر کے متعلق ذکر کیا۔اسی طرح سورہ مریم میں حضرت یحی کی بشارت کا ذکر ان الفاظ سے کیا یا ز کر یا انا نبشر ک بغلا مٍ اسمہ یحی یعنی اے زکریا ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحی ہے۔اس آیت کا طرز بیان ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح ان اللہ یبشر ک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی بن مر یم کا ہے۔جس طرح حضرت یحی والی آیت میں ک خطاب کا جو حضرت زکریا کے لئے ہے جن کو بشارت دی گئی بلا واسطہ حرف جر مفعول اول ہے،اسی طرح حضرت عیسی والی آیت میں بھی ک خطاب کا جو حضرت مریم کے لئے ہے جن کو بشارت دی گئی بلا واسطہ مفعول اول ہے اور جس طرح پہلی آیت میں غلام جس کی بابت بشارت دی گئی ہے بواسطہ حرف ب مفعول ثانی ہے اسی طرح دوسری آیت میں کلمۃ بواسطہ حرف ب مفعول ثانی ہے۔پس کلمہ وہ شئے ہے جس کی بابت بشارت دی گئی نہ کہ پیش گوئی یا الہام جس کے ذریعے بشارت دی گئی۔اور جس طرح پہلی آیت میں بغلا م کے بعد اسمہ یحی کہہ کر اس کے نام کی تصریح کی گئی ہے اسی طرح دوسری آیت میں بھی اسمہ الـمسیـح کہہ کر اس کلمہ کے نام کی تصریح کی گئی ہے۔پس جس طرح پہلی آیت میں غلام کا نام یحی ہے اسی طرح دوسری آیت میں کلمہ کا نام مسیح عیسی بن مریم ہے اور جس طرح پہلی آیت میں غلام جس کے ساتھ حرف ب ہے پیش گوئی یا الہام نہیں ہوسکتا اسی طرح دوسری آیت میں بھی کلمہ جس کے ساتھ حرف ب ہے پیش گوئی یا الہام نہیں ہوسکتا بلکہ جس طرح پہلی آیت میں غلام وہ شئے ہے جس کی بابت بشارت دی گئی اسی طرح دوسری آیت میں بھی کلمہ وہ شئی ہے جس کی بابت بشارت دی گئی۔

اس بیان وتفصیل سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ رسالہ ریویو کے معنی بالکل غلط اور قواعد زبان اور قرآن کریم کے خلاف ہیں اور ان کا اس معنی کی نسبت یہ رائے لگانا کہ یہ معنی ،قرآن کریم کے الفاظ پر چسپاں ہیں ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان عرب اور قرآن شریف سے ناواقف ہونے کے سبب ہے ورنہ وہ ایسی صریح غلطی کو، چسپاں، نہ کہیں۔

اس مقام پر اڈیٹر صاحب نے ایک اور گل کھلایا ہے گویا اپنی جہالت و ناواقفی کا ایک اور ثبوت دیا ہے چنانچہ اپنے معنوں کی صحت کی تائید میں کہتے ہیں:

اور پھر سورہ النساء کی آیت ۱۶۹ میں لکھا ہے کلمة القاها الی مریم۔ اس سے بھی یہی معنی ثابت ہوتے ہیں۔ اس میں کلمہ کے ساتھ فعل القی ہے۔ القاء میں جسمانی فعل کو دخل نہیں ہوتا قرآن شریف میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے اور اس میں ہر جگہ اس لفظ کے معنی الہام کرنے کے ہیں (ص ۱۷)

واہ صاحب! عذر گناہ بدتر از گناہ۔ جو کچھ تائید میں کہا اس میں بھی غلط روی اور نادانی ہی ثابت کی۔ اگر جسمانی فعل سے ان کی مراد یہ ہے کہ لفظ القاء کا استعمال قرآن شریف میں جسمانیات کے لئے نہیں آیا تو آیت و القی فی الارض رواسی قرآن مجید میں نظر نہیں آئی۔ کیا اس مقام پر القاء جسمانی چیز کے متعلق نہیں استعمال ہوا؟ یہ مضمون قرآن شریف میں اس لفظ کے ساتھ کئی جگہ آیا ہے۔ کیا اڈیٹر صاحب ریویو کو پہاڑ بھی نظر نہیں آتے۔ اسی طرح سورہ نمل میں وارد ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد سے کہا اذهب بكتابى هذا فالقه اليه۔ یعنی میرا یہ خط لے جا اور ان کے پاس ڈال دے۔ اس میں بھی القاء جسمانی چیز کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح سورہ یوسف میں فرمایا کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا اذهبوا بقميصى هذا فالقوه على وجه ابى يأت بصيراً۔ یعنی میرا کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈالو تو وہ بینا ہو جائے گا۔ اسی طرح اس سے آگے اس کرتے کے حضرت یعقوب کے چہرہ مبارک پر ڈالنے کے ذکر میں کہا فلما ان جاء البشير القاه على وجه فارتد بصيرا۔ یعنی جب وہ بشیر جو یوسف کی طرف سے خوش خبری لایا تھا پہنچا اور اس نے وہ کرتا حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالا تو وہ پہلے کی طرح بینا ہو گیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے عصا ڈالنے کے لئے معجزہ اژدہا کے متعلق کئی جگہ یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔

پس مولوی محمد علی اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز کا یہ لکھنا:

القاء میں جسمانی فعل کو دخل نہیں ہوتا قرآن شریف میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے اور اس میں ہر جگہ اس لفظ کے معنی الہام کرنے کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالکل غلط اور خلاف ہے کیونکہ اوپر کے سب مقامات میں یہ لفظ جسمانی اشیاء کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

مفید تمہید: قرآن دانی کے کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ احادیث نبویہ کا ماخذ قرآن شریف میں سے معلوم کیا جائے۔ اور قرآن شریف وحدیث کے مضمون میں موافقت بیان کی جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ قرآن کے مبیّن اور شارح ہیں اور حدیث نبوی اس کی تفسیر وشرح ہے۔ پس جو عالم اس فن میں مہارت رکھتا ہو بے شک وہ قرآن وحدیث میں ماہر اور اپنے زمانہ میں ممتاز ہے اور جس کی علمی لیاقت اور دماغی قوت مآخذ قرآنی کے ادراک اور موافقت قرآن وحدیث کے بیان سے قاصر ہو یا جو کسی صحیح حدیث کو بعد از ظہور علم بوجہ قصور فہم معارض ومخالف قرآن قرار دے اور اس کے مضمون کی تصدیق اور اس کے مطابق عمل نہ کرے وہ نہ تو قرآن کریم کا ماہر ہے اور نہ حدیث شریف کا عالم۔ امام ابن قیم جن کو اس فن میں کامل مہارت ہے اپنی کتاب زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

وکان الصحابة احرص شیء علی استنباط احادیث رسول الله ﷺ من القرآن ومن الزم نفسه ذلك وقرع بابه درجة قلبه الیه واعتنی به بفطرة سلیمة وقلب زکی رأی السنة کلها تفصیلاً للقرآن وتبیینا لدلالاته وبیانا لمراد الله منه وهذا اعلی مراتب العلم فمن ظفر به فلیحمد الله ومن فاته فلا یلومنّ من الا نفسه وهمته وعجزه۔ (زاد المعاد۔ ج۲ ص۱۷۵) اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اس امر کے بہت حریص تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا قرآن شریف سے استنباط کیا کریں اور جو کوئی اس امر کو لازم پکڑے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کرے اور فطرت سلیمہ اور پاکیزہ دل کو اس کے اہتمام میں لگائے وہ جان لے گا کہ سنت نبویہ ساری کی ساری قرآن کی تفصیل ہے اور اس کے معنی اور مرادوں کا بیان ہے۔ یہ امر علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ کا ہے پس جو اس سے کامیاب ہوا سے چاہیے کہ خدا کا شکر کرے اور جسے ہاتھ نہ لگے وہ اپنے نفس اور ہمت اور کمزوری کے سوا کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

اظہار مدعا۔ جس امر کے اظہار کے لئے خاکسار نے اوپر کی تمہید بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اخبار بدر قادیان نمبر۴۳ جلد۶ مورخہ۲۴۔ اکتوبر۱۹۰۸ء ص۷ میں ایک مضمون بعنوان:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی صاحبان! آنحضرتﷺ کی توہین نہ کرو

شائع ہوا ہے جس میں مرزا صاحب کی زبانی حضرت عیسیٰؑ اور مریم کے بوقت ولادت مسّ شیطان سے محفوظ رہنے کی حدیث کو معارض قرآن قرار دے کر صحیح تسلیم نہیں کیا گیا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی زبانی اخبار مذکور میں لکھا ہے:

یہ لوگ اپنے اس دعوی کی دلیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں ہے اور نہیں سوچتے کہ سب سے مقدم تو قرآن شریف ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالی نے شیطان کو کہا کہ ان عبادی لیس لك علیهم سلطا ن ۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔ کیا آنحضرتﷺ ان کے نزدیک عباد میں شامل نہ تھے۔ اول تو حدیث، قرآن شریف کے مخالف ہو وہ حدیث ہی نہیں خواہ بخاری میں ہو خواہ مسلم میں ہو۔

پھر اس کے بعد اس حدیث کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ اس میں محض یہود کے اس طعن کا دفعیہ ہے جو وہ حضرت عیسی کی پیدائش کے متعلق آپ پر اور آپ کی والدہ ماجدہ پر کرتے ہیں۔،

مرزا صاحب نے اپنی اس تقریر میں حسب عادت علمائے امت پر بہت زبان درازی کی ہے اور ان کے حق میں سخت الفاظ کہے ہیں ان کو بے شرم بے حیا اور رسول اللہﷺ سے محبت نہ رکھنے والے اور آپ پر ناجائز حملے کروانے والے قرار دیا ہے محض اس خیال سے کہ اس حدیث کے ان معنوں کی رو سے جو علماء کرتے ہیں آنحضرتﷺ کی ہتک ہوتی ہے چنانچہ کہا ہے: گویا ان کے نزدیک نعوذ باللہ آنحضرتﷺ کی پیدائش میں شیطان کا حصہ تھا مگر حضرت عیسی اور ان کی ماں کی پیدائش میں شیطان کا حصہ نہ تھا۔

مرزا صاحب نے صحیحین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت شان کو ملحوظ نہیں رکھا جو اہل بدعت کا نشان ہے چنانچہ حکیم الامۃ حجۃ الہند شاہ ولی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: اما الصحیحا ن فقد اتفق المحد ثو ن علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المر فوع صحیح با لقطع و انهما متواترا ن الی مصنفیهما و انه کل من یهوّن امر هما فهو مبتدع متبع غیر سبیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المومنین (حجۃ اللہ ص۱۲۳ مطبوعہ مصر)۔ بخاری اور مسلم کی بابت تو محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ ان دونوں میں جو حدیث متصل مرفوع ہے وہ قطعاً صحیح ہے اور نیز اس پر کہ یہ دونوں اپنے مصنفوں تک بالتواتر پہنچتی ہیں اور نیز اس پر کہ جو شخص ان دونوں کے شان میں تحقیر کرے وہ بدعتی ہے مومنوں کی راہ کے سوائے دوسری راہ پر چلنے والا ہے۔

یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ ہی کی روایت سے صحیح مسلم میں بھی وارد ہے لہذا متفق علیہ ہونے کی وجہ سے مراتب صحت میں اول مرتبے پر ہے کیونکہ صحیح حدیث کے سات مراتب میں سے اول مرتبہ میں حدیث بھی ہے جسے شیخین امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہو چنانچہ حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں فرماتے ہیں: و یلتحق بهذا التفاضل ما اتفق الشیخان علی تخریجه۔ اس تفاضل (مرتبہ اولی) میں وہ احادیث بھی داخل ہیں جن کو شیخین نے روایت کیا ہو۔

اور نیز چونکہ یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کی سند متصل ہے یعنی اس کی سند بغیر کسی انقطاع کے خاص آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہے اور مرزا صاحب نے اس حدیث کے متعلق صحیحین کی تحقیر کی ہے اور ان کی عظمت شان کو ملحوظ نہیں رکھا لہذا حسب تحریر شاہ ولی اللہ، مرزا صاحب قادیانی کے بدعتی اور مومنوں کی چال کے خلاف چلنے والا ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

اب ہم بفضلہ تعالیٰ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا سارا بیان از سرتا پا باطل ہے اور ان کا فہم قرآن وحدیث کے مطالب عالیہ کے سمجھنے سے بالکل عاطل ہے۔ نہ تو یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اور نہ اس کی تصدیق سے آنحضرت ﷺ کی ہتک لازم آتی ہے اور نہ اس حدیث کے وہ معنی صحیح ہیں جو مرزا صاحب نے باتباع زمخشری اختیار کئے ہیں۔

اس حدیث کے معارض قرآن ہونے کے متعلق مرزا صاحب کی تقریر یہ ہے:

قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے شیطان کو کہا ان عبادی لیس لك علیهم سلطان ۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ ان کے نزدیک عباد میں شامل نہ تھے۔ (بدر۔ قادیان ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تردید اس طرح ہے کہ تناقض کے لئے دونوں جملوں کا آٹھ امور میں واحد ہونا شرط ہے چنانچہ شرح تہذیب میں ہے:

در تناقض ہشت وحدت شرط داں وحدت موضوع ومحمول ومکان
وحدت شرط واضافت جزو وکل قوت وفعل است درآخر زمان

اس تمہید کے بعد اب قرآن کریم کی آیت اور حدیث شریف کے الفاظ کو زیر نظر رکھنا چاہیے کہ آیت میں عباد مخلصین کے جس تسلط شیطانی سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے اس سے مراد اغواء ہے جیسا کہ اسی آیت کے ساتھ ہے الا من اتبعك من الغاوين ۔ (حجر) یعنی خدا نے کہا کہ میرے بندں پر تیرا تسلط نہیں ہوگا، سوائے ان کے جو گمراہوں میں سے تیرے پیرو ہو جائیں۔ اور اسی طرح اس آیت کے پہلے ہے لاغوینهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين ۔ یعنی شیطان نے کہا، میں ضرور ضرور سب (بندوں) کو گمراہ کر دونگا سوائے تیرے ان بندوں کے جو برگزیدہ ہوں گے۔

اسی طرح دیگر مقامات پر بھی مذکور ہے اس بیان سے صاف واضح ہو گیا کہ قرآن میں عباد مخلصین کا جس تسلط شیطانی سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے اس سے مراد تسلطِ اغواء ہے۔ لیکن اس حدیث شریف میں مسّ شیطان کا ذکر ہے جو ایذاء جسمانی ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ فيستهلّ صارِخاً اسے ثابت کرتے ہیں یعنی بچہ شیطان کے مسّ کے سبب چیختا ہے اور ظاہر ہے کہ چیخنا اور آواز کرنا ایذاء جسمانی کے سبب ہوتا ہے۔

دوسرا قرینہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسّ ایذاء جسمانی کا ہے یہ ہے کہ صحیح بخاری ہی میں باب صفۃ ابلیس میں یہ لفظ ہیں۔ كل بنی آدم يطعن الشيطان جنبيه باصبعه یعنی شیطان ہر بنی آدم کے پہلو میں اس کی پیدائش کے وقت اپنی انگلی چھوتا ہے۔ ان الفاظ نبویہ سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان کی یہ ایذاء جسم کے متعلق ہے نہ کہ تروح کے متعلق۔

تیسرا قرینہ اس مسّ کا جسم کے متعلق ہونا ثابت ہے یہ ہے کہ اسی حدیث میں حضرت عیسیٰ کو مستثنیٰ کر کے ان کی نسبت کہا ہے ذهب يطعن فطعن فی الحجاب ۔ یعنی شیطان جب عیسیٰ کی ولادت پر (حسب دستور) ان کو بھی ایذا پہنچانے لگا تو (خدا نے ان کو اس کی ایذا سے اس طرح محفوظ رکھا کہ اس کی انگلی کی) ضرب اس کپڑے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگی جس میں آپ لپیٹے ہوئے تھے۔

پس چونکہ قرآن شریف میں تسلط اغواء سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے اور حدیث میں ایذاء جسمانی پہنچنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں الگ الگ امر ہیں لہذا قرآن کی آیت اور حدیث نبوی میں کوئی تعارض وتناقض نہیں لہذا مرزا صاحب کا یہ خیال کہ اس حدیث کا مضمون آیت قرآنی کے خلاف ہے، خیال باطل ہے۔

مرزا صاحب نے اس حدیث کے متعلق اعتراضی صورت یہ بنائی ہے کہ اگر ہم اس حدیث کے مطابق یہ کہیں کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے سوائے سب بنی آدم کو پیدائش کے وقت شیطان مس کرتا ہے تو سب میں آنحضرت ﷺ بھی آجاتے ہیں اور اس میں آپ کی تحقیر شان اور ہتک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے سوائے سب بنی آدم کو پیدائش کے وقت مس شیطانی ہوتا ہے جو ایذاء جسمانی کے متعلق ہوتا ہے اور شیطان اور اس کے چیلوں سے مخلصین کو ایذاء جسمانی کے پہنچنے میں ان کی تحقیر شان اور ہتک نہیں بلکہ یہ امر واقعات سے ثابت ہے کہ بعض مخلصین کو شیطان اور ان کے چیلوں سے ایذا جسمانی پہنچتی رہی ہے جیسے حضرت ایوب کی نسبت فرمایا کہ انہوں نے دربار ایزدی میں دعا کی انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب (پ۲۳) یعنی بے شک مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذاء سے مس کیا ہے۔ اسی طرح مشرکین کے سحر کے اثر سے آنحضرت ﷺ کا بیمار ہو جانا جو صحیح بخاری میں مذکور ہے یہ بھی ایذا جسمانی ہی تھی۔ اس لئے اس حدیث کے مطابق یہ کہنے سے کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے سوائے پیدائش کے وقت ہر بچے کو شیطان ایذا پہنچاتا ہے جس سے وہ بچہ روتا ہے اگر بالفرض آنحضرت ﷺ بھی سب کے مفہوم میں داخل ہوں تو آپ کی کسر شان لازم نہیں آتی کیونکہ ایذا جسمانی کے پہنچنے سے نبوت پر کوئی بھی حرف نہیں آسکتا۔

دیگر یہ کہ جس طرح زمخشری نے تاویلی صورت میں کہا کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے علاوہ عباد مخلصین جو ان کی صفت پر ہوں استثناء میں داخل ہیں اسی طرح ظاہری معنوں کے رو سے بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے سوائے اور جو ان کی صفت پر ہوں ان کے سوائے پیدائش کے وقت شیطان سب کو مسّ کرتا ہے۔ پس ہمارے اعتقاد کے مطابق بھی آنحضرت ﷺ اور دیگر عباد مخلصین استثنائی صورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رہیں گے چنانچہ امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے و اختار القاضی عیاض ان جمیع الانبیاء متشارکون فیھا (صحیح مسلم ج۲ص ۲۶۵) قاضی عیاض نے اس امر کو پسند کیا ہے کہ اس (فضیلت محفوظیت) میں سب نبی (عیسی اور مریم کے) شریک ہیں۔

بیان بالا سے مرزا صاحب کی تردید اور حدیث کے صحیح مفہوم کی نسبت بحث ہو چکی اب ہم بفضلہ تعالی اس حدیث کی تصدیق قرآن کی آیت سے کرتے ہیں جس کے لئے ہم نے اس مضمون کے شروع میں مفید تمہید لکھی تھی سو واضح ہو کہ صحیحین میں اس حدیث کی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھی و انی اعیذھا بك و ذریتھا من الشیطان الرجیم (آل عمران) یعنی مریم کی ماں نے ان کی ولادت کے وقت دعا کی خداوندا! میں اس لڑکی کو اور اس کی (جو اولاد ہو) اس کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں چھوڑتی ہوں۔

اس آیت کے پڑھنے سے حضرت ابو ہریرہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو یہ خبر دی کہ ولادت کے وقت حضرت مریم اور اس کے بیٹے حضرت عیسی کے سوائے سب بچوں کو شیطان مس کرتا ہے جس سے وہ بچہ چیختا اور آواز کرتا ہے اس کی تصدیق آیت قرآنی سے ہوتی ہے کہ حضرت مریم کی ماں نے دعا کی تھی سو اس دعا کی برکت سے خدا نے مریم اور ان کے بیٹے کو اس ایذا شیطانی سے محفوظ رکھا۔

بعض کو اس حدیث کے متعلق یہ مشکل پڑی ہے کہ اس دعا کی برکت سے حضرت عیسی کا مس شیطانی سے محفوظ رہنا تو درست ہے کیونکہ آپ کی ولادت اس کی دعا کے بعد ہوئی لیکن حضرت مریم کا اس دعا کے سبب محفوظ رہنا کس طرح ہو سکتا ہے۔

خاکسار (ابراہیم) کی تحقیق اس کے متعلق حسب ذیل ہے:

فان قلت ان استعاذة ام مریم انما وقعت بعد ولادة مریم فکیف یتصور ان الاستعاذة موثرة فی حفاظتها من مسّ الشیطان حین ولدت کما یفهم من قرأة ابی هریره الآیه ۔ قلت ان الحدیث انطق بان صیانة مریم من مس الشیطان حین الولادة کانت بسبب استعاذة امها بل غایة ما نطق به الحدیث... ان مریم و ابنها

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عـصـمـا مـن مـس الشـيـطـا ن كـيـفـما كا نا اعم من ان يكونا با لاستعا ذة او بغير ها و مـطـابـقة الحد يث با لكتا ب انما هوفهم ابى هر يره و ذ لك كثير منه ر ضى الله عنه و فهـم ابـى هـر يـره هذاا ظنه صحيحاً كما فى روا يا ته ا لا خر ى التى يقرء فيهاالقر آ ن تـصـديـقـاً لهـا ولا يـبـعـد ان يكو ن قد سمعها من النبى ﷺ و لم ينمها اليه و هذا اے التطبيق بين الحد يث و الكتاب با ب حر ج و طر يق ضيق قليل السا لك لا يد خل فيه الا من له فهم ثا قب و رأى صا ئب و ذهن سليم و طبع مستقيم و من لم يعط حظاً من ذلك فلا يو من ا لا نفسه

و و جـه تصحيحه ان القر آ ن دل على ان ا لاستعا ذة وقعت بمجرد و لا دة مر يم فكا ن قبـل مـس الشـيـطـا ن كما يفهم من قو له تعا لى فلما و ضعت .. الى قوله .. و ذر يتها مـن الشـيـطـا ن الـر جيم فا ستجا ب الله تعا لى لها فلم ينتهز الشيطا ن لعنه الله للمس فكا ن للا ستعا ذة تا ثير فى صيا نة مر يم عليها السلا م ا يضاً

فـا لا ستـعـا ذة و ان لم تكن علة مو جبة للصيانة فهى علة ممكنة البتة و لا دليل على لزو م المس بمجرد الخرو ج عن البطن لا نه ﷺ انماقال حين يو لد اے حين و لادة الـمـو لـود فى لفظ حين اتسا ع يعرفه من له معرفة با للغة العر بية فلو كان المس بعد وقت... فهو داخل فى مفهو م لفظ الحين

و نـز يـد عـلـى ذلك ان ما خذ فهم ابى هر يره من قو ل النبى ﷺ كل بنى آ د م يطعن الشيـطـان فـى جنبيه با صبعه حين يو لد غير عيسى بن مر يم ذهب يطعن فطعن فى الحجا ب (بخارى با ب صفة ابلس) و هذا الحد يث ايضا رواه ابو هر يره ۔

فـان قـلـت هـذا الـحـد يـث انـمـا نطق بعصمة عيسى دو ن مر يم قلت هذا لا يخا لف الحديث الذى فيه ذكرها و غا ية ما فى البا ب ان فيه زيادة و تقرر فى ا لا صو ل و به تشهـد العقول لان ز يا دة الثقة مقبولة فلما صح الحد يثا ن فا لمحصو ل منهما عصمة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كليهما دو ن وا حد منهما قا ل الحا فظ فى الفتح تحت الحد يث الذى فيه ذكر ا لا ثنين جمعا بين الحد يثين ، و الذى يظهر ان بعض الرواة حفظ ما لم يحفظ ا لآ خر و الزيادة من الحا فظ مقبو لة ۔ قلت و عندى الروا ية التى فيها ذكر الا ثنيين را جحة ايضاً با عتبار انها روا ها عن ابى هر يره سعيد بن المسيب و عنه الز هرى و اما الحديث الذى فيه ذكر عيسى دو ن ذكر مر يم فرواه عن ابى هر يره الا عر ج و عنه ابو الز ناد و انت خبير با ن سعيد بن المسيب و الز هرى احفظا ن من ا لا عر ج و ابى الز نا د فز يا د تهما ا حق بالقبو ل و ايضاً قا ل الحا فظ و قد رواه خلاس عن ابى هريره بلفظ كل بنى آ دم قد يطعن الشيطا ن فيه حين ولد غير عيسى و امه فظهر بهذه الروا ية صدق ما قلنا ۔ و الحمد لله

اگر کہو کہ حضرت مریم کی ماں کا پناہ مانگنا مریم کے پیدا ہونے کے بعد ہوا تو پھر کس طرح متصور ہوسکتا ہے کہ وہ استعاذہ کی تاثیر سے بوقت ولادت مس شیطان سے محفوظ رہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے اس آیت کو پڑھنے سے مفہوم ہوتا ہے۔ تو خاکسار اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اس حدیث نبوی میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت مریم کا بوقت ولادت مس شیطان سے محفوظ رہنا اس کی ماں کے پناہ مانگنے کے سبب تھا۔ بلکہ غایت الامر جس کی بابت حدیث میں ذکر ہے یہ ہے کہ مریم اور ان کا بیٹا (مسیح) دونوں مسّ شیطان سے معصوم ہیں خواہ کسی طرح ہو عام اس سے کہ استعاذہ کے سبب تھے یا کسی اور طرح اور اس حدیث اور آیت کی مطابقت حضرت ابو ہریرہ کا اپنا فہم ہے اور یہ امر ابو ہریرہ کی روایت میں بہت ہوتا ہے۔ اور میرے نزدیک ابو ہریرہؓ کا یہ فہم صحیح ہے جس طرح کہ ان کی وہ دیگر روایات ہیں جن میں وہ روایت کی تصدیق کے لئے قرآن کی آیت بھی پڑھتے ہیں۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ انہوں نے یہ مطابقت نبی ﷺ سے سنی ہو اور روایت میں اس کا ذکر نہ کیا ہو۔ اور یہ امر یعنی قرآن وحدیث میں تطبیق دینا ایک ایسا مشکل دروازہ اور تنگ راستہ اور کم گذر (رستہ) ہے کہ اس میں سوائے اس شخص کے جس کی سمجھ تیز ہو اور رائے درست اور ذہن سلیم اور طبع مستقیم ہو کوئی دیگر داخل نہیں ہوتا اور جس کسی کو اس سے کچھ بھی حصہ نہ ملے وہ سوائے اپنے نفس کے کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت ابو ہریرہؓ کے فہم صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن (کا طریق بیان) اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ مریم کی ماں کا استعاذہ مریم کی پیدائش کے ساتھ ہی ہوا پس وہ شیطان کے مس کرنے سے پیشتر ہی تھا جیسا کہ آیت میں فلماو ضعت سے انی اعیذ ھا کے آخر تک پڑھنے سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس خدا نے مریم کی والدہ کی دعا قبول فرمائی اور شیطان ملعون کو مس کرنے کا موقع نہ ملا۔ پس مریم کے محفوظ رہنے میں بھی استعاذہ کی تاثیر ہوئی۔

اور استعاذہ اگرچہ صیانت میں علت موجبہ نہ بھی مانا جائے لیکن علت ممکنہ تو ضرور ہی ہے اور اس امر پر کوئی دلیل نہیں کہ بچہ کے پیٹ سے نکلتے کے ساتھ ہی بغیر قدرے فرصت کے بھی شیطان مس کر لیتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تو فرمایا ہے حین یولد یعنی بچہ کی ولادت پر، اور لفظ حین میں جو وسعت ہے اسے وہ شخص خوب سمجھتا ہے جو عربی زبان سے واقف ہو پس اگر مس تھوڑی دیر پیچھے بھی ہو تو بھی وہ لفظ حین کے مفہوم میں داخل ہے۔

اور علاوہ بریں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کے فہم کا ماخذ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے جو بخاری ہی میں ابو ہریرہ ہی سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ ہر بنی آدم کے پہلو میں شیطان اس کی ولادت کے وقت انگلی چھبوتا ہے سوائے عیسی بن مریم کے کہ ان کو بھی چھبونے لگا تو انگلی اس کپڑے پر لگی جس میں وہ لپٹے ہوئے تھے۔

اگر کہو کہ اس حدیث میں صرف عیسی کے بچاؤ کا ذکر ہے اور مریم کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں دونوں کا ذکر ہے۔ آخر یہی کہو گے کہ اس میں زیادہ ہے۔ تو علم اصول میں مقرر ہے اور عقول بھی اس کی شہادت دیتی ہیں کہ ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے پس جب دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو ان دونوں سے حاصل یہ ہے کہ وہ دونوں ماں بیٹا معصوم ہیں نہ یہ کہ صرف ایک ہی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں تحت اس حدیث کے جس میں دونوں کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ کسی راوی نے وہ کچھ یاد رکھا جو کہ دوسرے کو یاد نہ رہا اور حافظ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔ خاکسار کہتا ہے کہ میرے نزدیک دونوں کے ذکر والی روایت اس اعتبار سے بھی راجح ہے کہ وہ ابو ہریرہ سے سعید بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیّب نے اوراس سے زہری نے روایت کی ہےلیکن جس حدیث میں صرف عیسی کا ذکر ہے حضرت ابو ہریرہ سے اعرج اوراس سے ابوالزناد نے روایت کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ سعید بن مسیّب اور زہری، اعرج اور ابو الزناد سے زیادہ حافظ ہیں ۔پس ان کی روایت قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔اور نیز حافظ صاحب نے ذکر کیا کہ اس روایت کوابو ہریرہ سے خلاس نے بھی روایت کیا ہےاوراس کے الفاظ یہ ہیں، کہ ہر بنی آدم کو پیدائش کے وقت شیطان چوبھ مارتا ہےسوائےعیسی اوراس کی ماں کے۔پس اس سے ہمارے بیان کی تصدیق ظاہر ہےاوراس پرخدا کاشکر ہے۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ نہ تو مرزا صاحب قادیانی کوقرآن دانی میں مہارت ہےاور نہ حدیث دانی کی لیاقت ہےاور نہ قرآنو حدیث میں مطابقت بیان کرنے کا ملکہ ہےاوراسی بات کے سمجھانے اورثابت کرنے کے لئے ہم نے اس مضمون کے اول میں مفید تمہید لکھی تھی۔

ریویوآف ریویو

ماہ جنوری کے پرچہ میں جومضمون ہم نے بعنوان،آئینہ قادیانی،لکھا تھااس کی نسبت اڈیٹر ریویوآف ریلی جنز قادیان، نے اپنے رسالہ جلدے نمبر۵ بابت مئی ۱۹۰۸ء میں زیرعنوان، ہمارے نکتہ چین، یہ لکھا کہ،اس (خاکسار) کی غرض احقاق حق نہ تھی پبلک کے سامنےکوئی اعتراض ہماری تحریر پرپیش کرنااس کا اصل مقصد تھا۔ص فحہ۱۸۸۔نیت کا مالک ومحاسب سوائے خداعالم الغیب کےکوئی نہیں اس لئے ہم اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیتے و الله يعلم المفسد من المصلح (پ۲) خاکسار نے اعتراض کرنے سے پیشتر جوکچھ لکھا ہے وہ اصل مقصود کوخوب واضح کرتا ہےاورنیت کا پتہ بتارہا ہےلہذا زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں خیر کچھ سہی لیکن غلطی کی تسلیم صلح کی نیت پڑتال سے مشروط نہیں۔خواہ کسی نے کس خیال سے اعتراض کیا۔اس کی درستی کودیکھو اوراپنی اصلاح کرلو

مرد باید کہ گیرد اندر گوش   گرنشت است پند بر دیوار

خاکسار نے اپنے مضمون میں تین امر ذکر کئے تھے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔اڈیٹرالحکم نے مرزا صاحب کے جواب درباہ آیت ووجدك ضالاً فهدى پر جو یہ رائے لگائی ہے کہ آپ نے جو حقائق اس آیت کے بیان فرمائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ نہ پہلے آنکھ نے دیکھے، اور نہ کان نے سنے ،اور نہ کسی دل پر گذرے (الحکم ۲فروری ۱۹۰۸ء) یہ غلط ہے، کیونکہ دیگر تفاسیر میں بھی یہ جواب مذکور ہے۔پس اڈیٹر الحکم کا مرزا صاحب کی مدح سرائی کرنا بے علمی ناواقفی اور بے جا خوش آمد پر مبنی ہے۔

۲۔کہ اڈیٹر ریویو نے آیت ان الله يبشرك بكلمة منه میں جو ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کئے ہیں (ریویو بابت جنوری ۱۹۰۸ء) بحسب لغت عرب غلط ہیں۔

۳۔یہ کہ اڈیٹر ریویو نے جو یہ کہا ہے۔(لفظ، القاء کے معنی) میں جسمانی فعل کو دخل نہیں ہوتا،قرآن شریف میں ہر جگہ اس لفظ کے معنی الہام کرنے کے ہیں، غلط ہے کیونکہ یہ لفظ جسمانی فعل کے متعلق قرآن شریف میں بہت جگہ آیا ہے۔

امر اول کے متعلق اڈیٹر الحکم نے کوئی جواب نہیں دیا گو ان کی خاموشی ہمیں باور کراتی ہے کہ انہوں نے اس غلطی کو مان لیا ہے۔لیکن ان کا فرض تھا کہ اپنے ناظرین کو اس غلطی سے نکالتے جس میں ان کو ڈالا تھا۔ مگر انہوں نے ایسا بھی نہیں کیا۔ہاں اڈیٹر ریویو نے اس امر کے متعلق اصلاح کو تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی ہم پر ہی الزام لگا دیا۔ چنانچہ کہا ہے:

اس (رسالہ الہادی) میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعض لطیف معانی قرآن کریم کے جو حضرت مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں وہ کسی پہلی تفسیر میں بھی پائے جاتے ہیں ایک دو باتوں کو لے کر یہ ثابت کر دینا کچھ مشکل امر نہیں۔(ریویو آف ریلی جنز۔جنوری ۱۹۰۸ء ص ۱۸۳)

نیز کہا ہے:

قرآن کریم کے جو معارف وحقائق حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں ان کے متعلق ہمارا یہ دعوی نہیں کہ ان میں سے کوئی نکتہ معرفت پہلی کتاب یا تفسیر میں بیان نہیں کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہزار ہا معارف اور حقائق نئے بیان کئے گئے ہیں (ص ۱۸۴ ریویو مذکور)۔

پھر بطور نتیجہ کہا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھران باتوں سے کہ فلاں آیت کی فلاں تفسیر جو مرزا صاحب نے لکھی ہے وہ تفسیر کبیر میں فلاں موقعہ پر پائی جاتی ہے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ہاں ان علماء کی حالت پر ایسی باتوں کو پڑھ کر افسوس آتا ہے۔ص ۱۸۴

ناظرین! اگر ہمارا یہ اعتراض اسی صورت میں ہوتا جو اڈیٹر صاحب ریویو نے بیان کی ہے تو بیشک وہ اس اپنی تحریر میں راستی پر ہیں لیکن ہم نے تو واضح طور پر لکھ دیا تھا کہ، خاکسار کا مدعا اس وقت یہ نہیں ہے کہ دونوں جوابوں کا مقابلہ کرے بلکہ صرف یہ ہے کہ اڈیٹر الحکم نے مرزا صاحب کے جواب کی نسبت جو رائے لگائی ہے کہ وہ ایسے حقائق ہیں کہ، نہ پہلے آنکھ نے دیکھے اور نہ کان نے سنے اور نہ کسی دل پر گزرے، کہاں تک صحیح ہے آیا مرزا صاحب سے پہلے یہ جواب کسی مفسر نے لکھا ہے یا نہیں (دیکھو رسالہ الہادی جنوری ۱۹۰۸ء ص ۴۔) یہ عبارت خاکسار کی وجہ اعتراض کو ایسی روشن طور پر بتا رہی ہے کہ حاجت بیان نہیں لیکن افسوس ہے کہ اڈیٹر ریویو نے اس اردو عبارت کو بھی سمجھا یا نہیں۔ یا سمجھ بوجھ کر صرف اپنے دام افتادوں کو اعتراض کی صورت بدلا کر مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔

اچھا اڈیٹر صاحب گذشتہ راصلوات آئندہ احتیاط آپ نے بھی تو وہی دعوی کیا ہے کہ مرزا صاحب نے، ہزار ہا معارف اور حقائق نئے بیان کئے ہیں۔ص ۱۸۴۔آپ نے تو ہزار ہا کا لفظ استعمال کیا ہے جو کئی ہزار کے لئے آتا ہے۔اس کے مفہوم میں جتنے ہزار آپ کے ذہن میں ہیں، ہم ان میں سے صرف آپ سے ہر ہزار کے عوض ایک ایسے نکتہ قرآنی کا مطالبہ کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے کسی آیت قرآنی میں بیان کیا ہو، اور اس میں یہ دو امر پائے جاتے ہوں۔ ا۔وہ کسی پہلی تفسیر میں نہ ہو۔ ۲۔وہ حسب آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ و قواعد عربیہ وعلوم آلیہ درست ہو۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اگر کوئی امر نکتہ بیان کیا ہے جو درست ہے تو وہ کتب سابقہ کی خوشہ چینی ہے اور اگر نیا بیان کیا ہے تو وہ غلط و فاسد ہے۔اور اسی امر کے ثابت کرنے کے لئے ہم نے سلسلہ آئینہ قادیانی شروع کیا ہے جس کی نسبت آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ، جس کی غرض میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا ہے۔ (ریویو مذکور۔ص ۱۸۳)۔اور یہ بھی لکھتے ہیں، اس کی غرض احقاق حق نہ تھی۔(ریویو مذکور۔ص ۱۸۸)

چلئے آپ اپنا دعوے ثابت کریں اور ہمارے مطالبہ سے سبکدوش ہوں اور الہادی آئینہ قادیانی، میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب اوران کی جماعت کے بزرگان ملت کی لیاقت کا نمونہ دکھا تا رہے گا و ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

اگر آپ نے مرزا صاحب کی نسبت اپنے خیال کو بدلائل ثابت کر دیا تو خاکسار مرزا صاحب کو آئندہ قرآن دانی سے عاجز اور لطائف قرآنیہ سے بے بہرہ نہ کہے گا ورنہ آپ ان کی نسبت ایسا خیال چھوڑ دیں۔ ہماری اس تحریر پر جو کچھ لکھنا ہو اس میں سب سے پیشتر اس امر کا اقرار کر لیں پھر جو چاہیں لکھیں۔

امر دوم کے متعلق اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے یہ جواب دیا ہے کہ بشر کے دو مفعول ضروری نہیں ہیں، اور نہ یہ ضرور ہے کہ اس کے جس مفعول کے ساتھ آوے اس سے وہ شئے مراد ہو جس کی بابت بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں بعض آیات بھی پیش کی گئی ہیں جن سے ہم کو اور ثابت ہو گیا کہ اڈیٹر ریویو علم عربی سے بالکل ناواقف ہیں۔،

ان آیتوں کی صحیح ترکیب کرنے اور اڈیٹر ریویو کو ان کی غلط فہمی جتا دینے سے پیشتر ہم ان کو الہادی کی گرفت کے جواب کے متعلق ایک خاص ہدایت کرتے ہیں کہ وہ جواب شائع کرنے سے پیشتر اپنے امام و امیر مولوی حکیم نور الدین صاحب کی طرف رجوع کر کے الہادی کی گرفت اور اپنی مخلصی کی صورت پیش کر لیا کریں ۔ پھر اس کے بعد جو کچھ وہ فرماویں وہ درج رسالہ کیا کریں۔ اس میں ایک ان کو سہولت ہو گی اور ایک ہم کو۔ ان کو یہ کہ غالباً مولوی نور الدین صاحب الہادی کی گرفت پر اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز کے جواب کو پسند نہ کریں گے، اور اس طرح وہ اپنا جواب شائع کر کے پشیمانی نہ اٹھائیں گے۔ اور ہم کو یہ کہ اگر مولوی نور الدین صاحب ان کے جواب کو پسند فرمائیں اور اس کی تائید و تصدیق کریں تو ہم کو بھی دل کھول کر کسی اہل علم و فضل کے مقابلہ میں عالمانہ بحث کرنے کا موقع ملے گا، ورنہ اڈیٹر صاحب ریویو جو علم عربی سے ناواقف ہیں ان کے مقابلہ میں دقائق علمیہ بیان نہیں کئے جا سکتے، کیونکہ وہ معمولی باتوں سے بھی صرف لاعلمی کے سبب انکار کر دیتے ہیں، جیسا کہ بشر کے دو مفعولوں کی ضرورت کے متعلق کیا۔ بشر کے دو مفعول آنے کے لئے کسی نقلی حوالہ کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ عقل اور مذاق صحیح خود اس امر کی شہادت دیتے ہیں بشارت کے متعلق تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول: بشارت دینے والا،

دوم امر بشارت،

سوم جس کو بشارت دی جائے۔

کیا کوئی اہل علم و دانش ان تینوں میں سے کسی کا انکار کر سکتا ہے۔ اس کے دو مفعول آنے کی مثالیں ہم نے اپنے مضمون میں ذکر کر دی تھیں جن کو اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے تسلیم کر کے صرف اتنا اختلاف کیا ہے کہ اس کے دو مفعول ضروری نہیں۔ اس لئے ہم اس جگہ ان آیتوں میں جن سے ان کو اس انکار کی صحت کا وہم ہوا دکھاتے ہیں کہ ان آیتوں میں بشر کا دوسرا مفعول استغناء محذوف ہے اور محذوف مذکور کے حکم میں ہوتا ہے چنانچہ یہ امر شرح ملا زیر بحث تعریف کلام، میں سے معلوم ہو سکتا ہے۔

پس اڈیٹر ریویو کا یہ کہنا کہ، یہاں دوسرا مفعول کوئی نہیں، عربی زبان نہ جاننے کے سبب ہے۔ نیز ہم ان کو یہ بتائیں گے کہ جن آیتوں میں آپ کو یہ اشتباہ ہوا ہے کہ بشر کے بعد ب آئی ہے اور وہ امر بشارت کے ساتھ نہیں ہے یہ عربی ترکیب نہ جاننے پر مبنی ہے۔

پہلی آیت: ابشّر تمو نی علی ان مسنی الکبر (حجر) یعنی ابراہیم نے فرشتوں سے کہا کہ تم مجھے ایسی حالت پر بھی (بیٹے کی) بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے۔،

اس آیت میں مولوی محمد علی ایم اے اڈیٹر ریویو کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہاں بیٹے کا ذکر نہیں ہے جس کی بابت بشارت دی گئی اور وہی اس کا مفعول ثانی ہونا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے خود خدا فرماتا ہے افلا یتد برون القر آ ن (نساء۔ سورہ محمد) (یعنی کیا یہ لوگ کج فہمی کرتے ہیں) تو قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ لفظ تدبر، دبر سے ماخوذ ہے جس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ پس کلام کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے سلسلہ یعنی سیاق وسباق کو دیکھ لیا جائے ورنہ ٹھوکریں لگیں گی۔ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ اس آیت سے پیشتر کی آیت یہ ہے قا لوا لا تو جل انا نبشر ك بغلا م حلیم یعنی فرشتوں نے ابراہیمؑ سے کہا کہ خوف زدہ نہ ہو ہم تجھے ایک صاحب حلم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ دیکھو اس آیت میں بشارت کے متعلق تینوں امر موجود ہیں انا نبشر ك میں بشارت دینے والے اور بشارت دیئے گئے، دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر ہے اور بغلام حلیم میں اس کا مذکور ہے جس کی بشارت دی گئی اور وہ ب کے ساتھ آیا ہے اور پہلا مفعول ضمیر ک ہے اور دوسرا مفعول غلام بواسطہ حرف ب چونکہ فرشتوں کے کلام میں جس کے جواب میں حضرت ابراہیم کلمات ابشر تمونی کہتے ہیں امر بشارت یعنی تولد مولود مسعود کا ذکر آ گیا ہے اس لئے ابراہیم کے کلام میں اسے استغناء حذف کیا گیا چنانچہ جلالین میں اسی آیت کی تفسیر میں کہا ہے ابشرتمونی بالولد اور ایسے مواقع سوال وجواب میں اختصار عبارت اور ایسے محزوفات ہی کلام فصیح و بلیغ بناتے ہیں چنانچہ مطول زیر بحث البلاغۃ فی الکلام میں سے یہ امر بخوبی روشن ہوسکتا ہے۔ ہماری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ اس آیت میں بشر کا دوسرا مفعول بنا بر مذکورہ آیت متقدمہ محذوف ہے اور شرح ملا سے گذر چکا ہے کہ محذوف مذکور کے حکم میں ہوتا ہے پس یہ آیت اڈیٹر ریویو کے انکار کی موید نہیں ہوسکتی اور چونکہ وہ اس آیت کو قواعد عربیہ اور قواعد بلاغت سے سمجھ نہیں سکے اس لئے وہ ان علوم سے ناواقف ہیں۔

اس مقام پر ایک بات قابل ذکر ہے کہ ہم نے اپنی سابق تقریر میں بشر کے متعلق دو مفعول آنے کے ثبوت میں حضرت ابراہیم ہی کی بشارت کی مثال دی تھی لیکن چونکہ وہ سورہ صافات کے حوالہ سے تھی شاید اس لئے اڈیٹر صاحب ریویو آف ریلی جنز اسے سمجھ نہیں سکے۔ مذکورہ بالا آیت کے ذکر کے بعد اڈیٹر صاحب ریویو فرماتے ہیں: ایسا ہی مندرجہ ذیل مقامات قرآن شریف کے دیکھو جہاں دوسرا مفعول کوئی نہیں صرف ایک ہی مفعول ہے فبشر عباد۔ پ ۲۳۔ و بشر المومنین، پ ۲۔ و بشر الصابرین پ ۲۔ بشر المومنین۔ بشر المخبتین، بشر المحسنین۔

ان سب کے جواب کے لئے ہم اپنی تقریر بالا کو کافی جانتے ہیں اگر وہ ان مقامات کو ہماری تقریر کو زیر نظر رکھ کر مطالعہ فرمائیں گے اور ہماری ہدایت خاص کے مطابق اپنے امام و امیر مولوی نورالدین صاحب کی طرف رجوع لے جائیں گے تو وہ ضرور ان کو سمجھا دیں گے لہٰذا طوالت کی ضرورت نہیں علاوہ اس کے ہم دو اور طریق پر ان کو سمجھاتے ہیں کہ ان سب مقامات میں بشر کا دوسرا مفعول محذوف ہے۔ اول یہ کہ ان سب متعلقات کے متعلق تفاسیر کا مطالعہ کریں کہ ان میں حسب مقام بالجنۃ، یا بالنصر، والفتح وغیرہ کی تصریح کی ہے۔ دیگر یہ کہ قرآن ہی میں بعض ایسے مقام پر مفعول ثانی کی تصریح بھی ہے چنانچہ انہوں نے مختلف مقامات میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بشر المومنین کا حوالہ دیا ہے اس کے متعلق سورہ احزاب کو دیکھیں جس میں لکھا ہے بشر المو منین بان لھم من اللہ فضلاً کبیراً ۔ پس حسب تعریف بلاغت کلام کہیں محذوف ہے اور کہیں مذکور۔ یاد رہے کہ بشر المو منین کے متعلق اڈیٹر ریویو نے دیگر مقامات کا تو حوالہ دے دیا ہے جہاں مفعول ثانی محذوف تھا جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ مفعول ثانی ہے ہی نہیں لیکن سورہ احزاب کا حوالہ نہیں دیا شائد ان کو یہ مقام معلوم ہی نہ ہو یا معلوم ہو گا لیکن چونکہ یہاں مصرح موجود ہے اس لئے عمداً چھوڑ گئے ۔ اور یہ نہ سمجھ سکے کہ جب ایک جگہ مذکور ہے اور دوسری جگہ مذکور نہیں تو اس جگہ ضرور محذوف ہو گا۔ اور مقام حذف میں حذف کا تقاضا پایا جاتا ہو گا اور مقام ذکر میں ذکر کا۔ لیکن چونکہ ان کو علم نحو اور بلاغت میں مہارت نہیں اس لئے سمجھ نہیں سکے

بشر کے متعلق انہوں نے ایک اور امر ذکر کیا ہے کہ معترض (ابراہیم) کا یہ بڑا دعوی ہے کہ بشر کے بعد جوب آئے گی تو اس کے معنی ذریعہ نہ ہوں گے ۔ اس کے نقص میں انہوں نے دو آیتیں پیش کی ہیں بشر کے بعد کوئی اسم مجرور بالباء ہے اور وہاں اس کا مفعول ثانی نہیں بلکہ اس کے معنی ذریعہ کے ہیں چنانچہ پہلی آیت یہ پیش کی ہے قالوا بشرناک بالحق (حجر) اور دوسری یہ ہے فانما یسرناہ بلسانک لتبشر بہ المتقین (مریم) اگر کوئی علم نحو اور بلاغت سے ماہر شخص یہ بات کہتا تو ہم اس کو اسکے سمجھانے میں دقت نہ پڑتی

العاقل تکفیہ الاشارہ کے مطابق ذراسی بات میں فیصلہ ہو جاتا لیکن ہمارے مخاطب ایسے صاحب ہیں جو ان علوم سے واقف نہیں ہیں اسلئے ہم کسی قدر توضیح سے بیان کرتے ہیں تا کہ انکو سمجھ آجاوے

اول تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ صاحب! ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بشر کے بعد جوب آئے گی تو اس معنی ذریعہ نہ ہوں گے ۔ کیا یہ بھی دیانت ہے کہ کسی کی عبارت کو اپنے لفظوں میں بیان کر کے اس پر اعتراض جڑ دیا جائے آپ شروع میں خود لکھتے ہیں:

اس وقت میرے سامنے رسالہ الہادی جنوری ۱۹۰۸ء کا نمبر پڑا ہے (ریویو مذکور۔ص ۱۸۲)۔

تو سامنے ہوتے بھی آپ اس کی عبارت میں تصرف کر سکتے ہیں ۔ آپ پر کچھ تعجب نہیں ۔ یہ قادیانی چال ہے وہ کلام خدا اور کلام رسول میں تصرف کرنے سے نہیں جھجکتے تھے آپ نے تو بھلا ایک معمولی انسان کی عبارت میں تصرف کیا ۔ پس واضح ہو کہ ہمارے کلمات وہی ہیں جو آپ نے بھی صفحہ ۱۸۰؟ میں نقل کئے ہیں لیکن اعتراض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وقت ان کو بدل دیا ہے۔ وہ یہ ہیں: اس آیت ان الله یبشر ك بكلمة منه میں اڈیٹر صاحب نے ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کیئے ہیں جو اس مقام پر قواعد زبان عربی اور آیات قرآن شریف کے رو سے بالکل غلط ہیں کیونکہ بشر کے دو مفعول آتے ہیں ایک وہ جسے بشارت دی جائے دوسرا وہ جس کی بابت یعنی جس چیز یا امر کی بشارت دی جائے پہلے مفعول کے ساتھ کوئی حرف جر نہیں آتا اور دوسرا مفعول بواسطہ ب حرف جر آتا ہے۔ پس جس کے ساتھ ب ہوگی اس کی بابت بشارت ہوگی جیسا کہ سورۃ صافات میں حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیلؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دینے کے متعلق فرمایا فبشر نا ہ بغلا م حلیم ۔یعنی ہم نے اس (حضرت ابراہیمؑ) کو صاحب حلم لڑکے کی بشارت دی۔

یہ آیت اپنے مطلب میں بالکل صاف ہے کہ بشر کا دسرا مفعول بواسطہ ب آتا ہے (خواہ وہ محذوف ہو خواہ مذکور ہو) اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جس جملے میں بشر آجاوے اس میں جتنے اسم مجرور بالباء ہونگے وہ سب کے سب ضرور ضرور بشر کے مفعول ثانی ہوں گے۔ یہ آپ کی خوش فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس کے لئے آپ مولوی نور الدین صاحب کی طرف رجوع کریں۔ اول تو ہم نے صاف لفظوں میں لکھ دیا تھا کہ یہ معنی، اس مقام پر غلط ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی جملے میں بشر کے بعد کسی اسم کے ساتھ ب آجاوے تو اس کے معنی ذریعہ ہو سکتے ہیں (لیکن وہ بشر کا مفعول ثانی نہیں ہوگا) دیگر یہ کہ ہم نے لکھا تھا: دوسرا مفعول بواسطہ ب حرف جر کے آتا ہے۔ پس جس کے ساتھ ب ہوگی اس کی بابت بشارت ہوگی۔۔ اس کا مطلب بھی صاف ہے کہ اگر کوئی اسم بشر کا مفعول ثانی ہو تو اس کے ساتھ ب حرف جر ہوتی ہے (خواہ مذکور ہو خواہ محذوف) یہ نہیں کہ بشر کے بعد جو اسم ب سے آیا ہو وہ اس کا مفعول ثانی ہے۔ بس اب ہم اپنے کلام کا مطلب سمجھا دینے کے بعد آپ پر واضح کرتے ہیں کہ جیسے آپ نے ہمارے اردو کلام کو نہیں سمجھا ویسے ہی آپ نے خدا تعالی کی عربی آیات کو بھی نہیں سمجھا کیونکہ پہلی آیت یعنی قا لوا بشر نك بالحق (حجر) کی تقدیر اس طرح ہے قا لوا بشر نا ك به اے بـالـغـلا م بـالـحق کیونکہ اوپر صاف طور پر لڑکے کی بشارت کا ذکر آرہا ہے اس لئے اس جگہ ذکر کی ضرورت نہیں دیکھی گئی نیز چونکہ حضرت ابراہیم اپنے بڑھاپے پر نظر کر کے فرشتوں سے سوال جواب کر رہے ہیں اس لئے ان کی طبیعت میں تولد مولود کا علم راسخ کرنے کے لئے بـا لـو لد کو حذف کر کے بالحق کی تصریح ضروری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور یہی شرط بلاغت ہے کہ کلام مقتضی ئے حال کے مطابق ہو۔ اس بات کا ثبوت کہ اس مقام پر بشر نا کا مفعول محذوف ہے یہ ہے کہ تفسیر خازن قالوا بشر ناك بالحق یعنی بالصدق الذی قضاه الله بان یخرج منك ولدا ۔ اس عبارت سے صاف واضح ہے ہے کہ علامہ علاء الدین خازن نے بان یخرج .. الخ کو مقدر نکال کر مفعول ثانی کو جس کی بابت بشارت کی گئی تھی ظاہر کیا ہے اسی طرح ایسی ہی تقریر تفسیر میں بھی کی ہے لیجئے ہم آپ کو ایک اور طریق سے اس بالحق کو ہی مفعول ثانی کر کے دکھاتے ہیں تفسیر بیضاوی وغیرہ میں اس کے متعلق لکھا ہے قالوا بشر ناك بالحق ، بما یکون لا محالة یعنی قاضی صاحب نے حق کے معنی کئے ایسی چیز جو ضرور ضرور واقع ہو جائے چونکہ اس بشارت پر لڑکے کا تولد ضرور ضرور ہو جانے والا تھا اس لئے اس کے معنی یہ ہوئے بتولد الولد پس ہمارا مقصود حاصل ہے دوسری آیت جو آپ نے لتبشر به المتقین پیش کی ہے اس کے سمجھنے میں بھی آپ نے غلطی کھائی ہے۔ اس میں بھی مفعول ثانی یعنی مبشر بہ محذوف ہے اس لئے کہ اس کا ذکر کلام سابق میں موجود ہے چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے: التبشر به المتقین النار بالایمان اور ایک نسخہ میں بالجنة ہے اور تفسیر رحمانی میں ہے لتبشر به المتقین بانك تجعلهم من اهل مودته و من المشفوعین لهم چونکہ اوپر کی آیات میں مودت رحمانی، اور شفاعت اور ایمان اور جنت سب کا ذکر ہے اس لئے ہر ایک کو مفعول بنا سکتے ہیں۔ یہ فائدہ صرف حذف سے ہوا۔ ورنہ اگر ایک کو ذکر کیا جاتا تو وہ محصور ہو جاتا اور اگر سب کو ذکر کیا جاتا تو کلام میں طوالت ہو جاتی۔ اگر اڈیٹر ریویو یہ عذر کریں کہ جس طرح تم نے آیات قالوا بشر ناك بالحق اور لتبشر به المتقین میں مفعول ثانی کو محزوف بیان کیا ہے، اس طرح ہم بھی آیت زیر بحث میں ان الله یبشر ك بکلمة منه میں مفعول ثانی کو محذوف سمجھتے ہیں اور ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کے لے سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ عذر ان کے اس قول کے خلاف ہے جو انہوں نے بشر کے دو مفعول ضروری نہ ہونے کے بارے میں کہا ہے۔ دیگر یہ کہ اس مقام پر مفعول ثانی کا حذف جائز نہیں کیونکہ اس مقام پر سابقاً اس کا ذکر نہیں ہے اور مخاطب کا ذہن اس سے بالکل خالی ہے اور اس کا اظہار تو مقصود بالذات ہے۔ پس اس امر مقصود بالذات کو بغیر کسی قرینہ کے حذف کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بلاغت و نحو میں یہ مسئلہ عام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر مصرح ہے اسلئے ہم نے اپنی شروع تقریر میں کہدیا تھا کہ یہ معنی اس مقام پر قواعد عربی زبان اور آیت قرآن شریف کے رو سے بالکل غلط ہیں۔،

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ اڈیٹر صاحب ریویو کے عذرات ان کو الہادی کی گرفت کے مقابلہ میں فائدہ نہیں دے سکتے بلکہ انہوں نے ان کو اور گرفتوں میں گرفتار کر دیا۔۔امر سوم کے متعلق اڈیٹر ریویو نے تسلیم کر لیا ہے کہ،اس جگہ درحقیقت ایک غلطی ہوئی۔(ریویو مذکور ص ۱۸۸)۔مگر وہ اسے مترجم کی غلطی قرار دیتے ہیں جس نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔حیرانی ہے کہ مترجم صاحب ایسے بڑے لائق ہیں کہ مفہوم کلام ہی کو بدل دیتے ہیں اور پھر بھی ان کو معلوم نہیں ہوتا۔مترجم کی غلطی جو قابل عفو ہوتی ہے وہ لفظی ہوتی ہے ایسی اغلاط سے اہل علم کے نزدیک مترجم کی جو وقعت رہتی ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے مترجم کی غلطی کا اظہار جس صورت میں کیا ہے اس میں ایک لطف ہے وہ کہتے ہیں،مترجم نے کسی قدر آزادی سے اس خیال کو یوں ادا کر دیا جو درحقیقت نہ اصل الفاظ کا ترجمہ ہے اور نہ ہی مطلب کے لحاظ سے صحیح ہے۔،اس سے ناظرین ہماری اس رائے کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ کسی عبارت میں تصرف کر کے مطلب کو بگاڑ دینا قادیانیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ناظرین!ان کی نسبت ہماری یہ رائے بدظنی اور تعصب پر مبنی نہیں بلکہ واقعات پر ہے جس کی مثالیں ان کی کتابوں کے اہل علم و دانش مطالعہ کرنے والوں کو بکثرت مل سکتی ہیں۔

رب اعو ذ بك من همزا ت الشيا طين و اعو ذ بك رب ان يحضرو ن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحلت قادیانی بمرگ نا گہانی

اور

فیصلہ ربانی برمرگ قادیانی

(مصنفہ خاکسار ابراہیم مالک واڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔اندر پریس سیالکوٹ میں طبع ہوئی)

رحلت قادیانی بمرگ نا گہانی

بسم الله الر حمن الر حيم

سبحا نه ما اعظم شا نه يفعل ما يشا ء و يحكم ما ير يد لا يسئل عما يفعل و هم يسئلو ن ۔ و الله يحكم لا معقِب لحكمه و هو سر يعى الحسا ب هو الحق و وعده الصدق لا يخلف و لا يكذ ب فلا شك فيه و لا ارتيا ب لا يضل ر بى و لا ينسى الذى لا يعجزه شىء ۔ و ما يعذب عنه مثقا ل ذرة كا مل العلم و واسع القدرة و با لغ الحكمة و ما يذ كر ا لا او لوا ا لا لبا ب و الصلوة و السلا م ا لا تمّان ا لا كملا ن ما دا م القمرا ن على صفوة خلقه و نخبة رسله و خا تم ا نبياء المرسل بالكتا ب النا طق بالحق و الصوا ب و او تى الحكمة و فصل الخطا ب و على آ له و خلفا ئه الرا شيدين المهد يين و سا ئر ا لا صحا ب و على ازوا جه و ذريا ته و اهل طيته و اتبا عه الى يو م الحسا ب

اللہ اللہ! عجیب شان خداوندی ہے کہ جس طرح اس کی ذات کی کنہ میں عقل حیران ہے اوراس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفات کی کیفیت میں فکر پریشان ہے اسی طرح اس کی حکمت میں بھی فہم وقیاس سرگردان ہے

سبحا ن اللهم و بحمدك و تبا رك اسمك و ترا لى جدك و لا اله غيرك

تولج الليل فى النها ر و تو لج النها ر فى الليل و تخر ج الحى من الميت و تخرج الميت من الحى

کہیں دن ہے تو کہیں رات ہے، کبھی اجالا ہے اور کبھی اندھیرا ہے، کسی کو اوج عزت پر چڑھاتا ہے، اور کسی کو قعر ذلت میں گراتا ہے، اس کو راحت بخشتا ہے تو اس کو گرفتار بلاء وعنا کرتا ہے، ایک کو پیدا کر کے صفحہ ہستی پر لاتا ہے اور دوسرے کو فنا کر کے اس کی ہستی کو مٹاتا ہے

بسا پادشاہاں سلطان نشان
بسا پہلوانان کشورستان
بسا تند گردوان لشکرشکن
بسا شیر مردان شمشیرزن
بسا ماہرویان شمشاد قد
بسا نازنینان خورشید خد
بسا خوبرویان نو خاستہ
بسا نو عروسان آراستہ
بسا نامدار و بسا کامدار
بسا سرو قد و بسا گلعذار
کہ کردند پیراہنِ عمر چاک
کشیدند سردر گریبان خاک
چناں خرمنِ عمرِ شان شد بباد
کہ ہرگز کسے زاں نشانے نداد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ اس تحریر کا اصل مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بعض پیش گوئیوں پر بحث کر کے اس کے دعوی رسالت ونبوت اور مسیحیت ومہدویت کو باطل ثابت کیا جائے لیکن چونکہ اس ضمن میں کئی ایک آیات اور خاص کر وعدہ الٰہی کی آیات محققانہ اور عالمانہ طریق پر بیان کر کے قادیانی قرآن دانی کی قلعی بھی کھولی گئی ہے اس لئے اس تحریر کا آئینہ قادیانی کے ساتھ ضم کرنا غیر موزوں نہیں ہے۔

۲۷۔اپریل ۱۹۰۸ء کو جب خاکسار مع برادر مکرم مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان (مولوی صاحب ممدوح کو فاتح قادیان اس لئے کہا کہ جب آپ حسب طلب مرزا صاحب ان کی پیش گوئیوں کو غلط ثابت کرنے کے لئے قادیان میں جا پہنچے تو مرزا صاحب، چوں موش در سوراخ، بیت الخلوت میں ایسے اینٹھے کہ ہرگز باہر ہی نہ نکلے۔ خیر اب تو باہر نکلنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں رہی تھی کیونکہ مرزا صاحب اس سے قبل پیش گوئی کر چکے تھے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان میں نہیں آئیں گے۔ پس چونکہ مولوی صاحب بلائے بے درماں کی طرح قادیان میں جا براجے تو پیش گوئی غلط ہوگئی۔ میر) جلسہ سالانہ انجمن نصرت الاسلام دینانگر ضلع گورداسپور سے واپس آ رہا تھا تو رستہ میں سٹیشن بٹالہ سے بعض قادیانی بھی سوار ہوئے جن کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب. تبدیل آب وہوا کے لئے کچھ ایام لاہور میں قیام فرمائیں گے۔

اس کے بعد جب خاکسار ۷ مئی ۱۹۰۸ء کو مکرمی جناب ڈپٹی محمد شریف کے فرزند ارجمند انعام الرحمٰن کے عقیقہ کی تقریب پر امرتسر کو جا رہا تھا تو اس دن سیالکوٹ کے کئی ایک مرزائی، مرزا صاحب کی قدم بوسی کے لئے لاہور کو جا رہے تھے اور جب خاکسار ۱۲ مئی کو امرتسر سے واپس آ رہا تھا، تب بھی سیالکوٹ کے بعض مرزائی لاہور سے واپس آ رہے تھے جن سے دریافت کیا کہ لاہور کی آب وہوا عموماً اور موسم گرما میں خصوصاً اس قابل نہیں کہ کوئی شخص اپنے وطن مالوف اور مکان مانوس کو جہاں اسے ہر طرح کا امن وامان اور ہر قسم کی راحت و آسائش حاصل ہو چھوڑ کر اس جگہ تبدیلِ آب وہوا کے لئے قیام کرے۔ اس میں خاکسار نے الحکم اور بدر قادیانی اخباروں کے اس عنوانی شعر کی طرف تعریض کی تھی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

اور الزاماً کسی تر کی بتر کی کہنے والے کے اس جواب کی طرف اشارہ کیا تھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی

وبا بینی، دغا بینی، غرض دارِزیاں بینی

ناظرین! اس دفعہ امرتسر سے واپس آنے پر خاکسار کی طبیعت ناساز ہوگئی تھی اور بہ سبب ضعف دماغ اور دوران سر کے ہر طرح کی دماغی محنت چھوڑ رکھی تھی۔ لیکن لاہور کے بعض معزز احباب کے طلب کرنے پر اس خیال سے مجبوراً جانا پڑا کہ لاہور کا جانا وقتی ضرورت ہے اگر اس وقت نہ گیا اور صحت کے انتظار میں رہا اور اس اثنا میں مرزا صاحب قادیان کو رحلت فرما ہوگئے تو لاہور میں جانا لاحاصل ہوگا۔ پس صحت پر لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا۔ جو ہو سو ہو، اس ضرورت کو صحت پر مقدم سمجھنا چاہیے۔ خیر توکلاً علی اللہ ۲۲ مئی کو روانہ ہو پڑا۔ ۲۳ کو وہاں کے بعض عمائد نے اشتہار طبع کرا کر عام طور پر مشتہر کیا کہ علی التواتر کئی روز تک خاکسار اور کئی ایک دیگر واعظ بمقام سٹرک کیلیا نوالی (متصل فرودگاہ مرزا صاحب) وعظ بیان کیا کریں گے۔ خاکسار کو ۲۶ مئی تک قبل مغرب اور بعد مغرب ہر روز دو دفعہ موقع ملتا رہا۔ اور علی الترتیب مضامین ولادت حضرت مسیح، آپؑ کے معجزات، تردید صلیب، اور آپؑ کی رفع سماوی کا ثبوت، بیان ہوئے۔ اور نیز جو دلائل مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں حضرت مسیح کی وفات کے متعلق بیان کئے ہیں، ان کے جوابات بھی بیان کئے گئے۔ ان بیانات میں حسب عادت نے خاکسار نے التزام کیا تھا کہ اثبات دعوی کے لئے کوئی امر بھی خارج از قرآن شریف بیان نہیں کیا۔ اور ایسا ہی مرزا صاحب کے دلائل پر نقض کرنے میں بھی لغت عرب، اور قرآن عربی سے ہرگز الگ نہ ہوا۔ غرض حاضرین کے سامنے ان شرائط سے ان مضامین کو بیان کیا۔ ان مضامین کا جو اثر سامعین پر پڑا تھا، اسے وہی جانتے ہیں، یا وہ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے یہ مضامین خاکسار کی ناقص زبان سے کبھی سنے ہیں شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ان بیانات کے علاوہ خاکسار نے بوساطت ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب مالک، ڈاکٹر آف انڈیا، میڈیکل لاہور مرزا صاحب سے مسئلہ حیات ورفع عیسوی پر تحریری بحث کے لئے خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ۲۵ مئی کو بعد دوپہر مرزا صاحب کی جناب میں حاضر ہوکر خاکسار کا رقعہ پہنچایا جس پر مرزا صاحب نے مولوی محمد احسن صاحب کہن سال صاحب تجربہ کو اس خاکسار نوعمر سے گفتگو کے لئے فرمایا۔ مولوی صاحب نے بہت جلدی سے فرمان واجب الاذعان قبول کیا۔ اگرچہ اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشتر جب مرزا صاحب سیالکوٹ میں آئے تھے اور اسی مسئلہ حیات حضرت عیسیٰؑ پر خاکسار سے مولوی صاحب کی تحریر شروع ہوئی تھی تو آپ کو ماشاءاللہ پہلی ہی تحریر پر ایسا اضطراب وقلق ہوا کہ آپ نے بخار کا بہانہ کر کے سیالکوٹ کو الوداعی سلام کہہ دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ مرزا صاحب کے مولوی محمد احسن صاحب کو متعین فرمانے پر مولوی صاحب نے عرض کی کہ ابراہیم (میر) نے جو گذشتہ رات یہ کہا ہے کہ آیت و اذ کففت بنی اسرائیل عنك (مائدہ: پ ۷) صاف پکار رہی ہے کہ عیسی صلیب کے نزدیک تک بھی نہیں گئے، نہ آپ نے اس کی شکل ہی دیکھی، چہ جائے کہ اس پر لٹکائے جائیں۔ اس کا تحقیقی جواب کیا ہے۔ سو اس کے متعلق مرزا صاحب اور مولوی نورالدین صاحب سے کچھ بھی بن نہ آیا تو مرزا صاحب نے گفتگو کا رخ اور طرف پھیر دیا۔ غرض مولوی محمد احسن صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اس رقعہ (از خاکسار میر) میں کل تک کی مہلت لکھی ہے، تو ہم اس کا جواب کل دیں گے۔

آہ! ۲۵ مئی کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا کل کیا تھا؟ ساری کل ہی ہوگئی، بات ہی کچھ اور ہوگئی۔ حالت ہی کچھ دگرگوں بدل گئی۔ نہ وہ سمان نہ سامان۔ اور مرزائیوں کے لئے تو نہ وہ زمین اور نہ آسمان۔ رات کے پچھلے پہر قبل طلوع فجر مرزا صاحب مدعی مسیحیت صاحبِ دارالامان کی طبیعت نے نالش کی اور مبتلائے ہیضہ ہوگئے: دعوی مسیحائی وخود آپ ہیں بیمار۔، دست شروع ہوئے۔ دو ہی دست آئے کہ حالت بگڑ گئی، ضعف بڑھنے لگا، رطوبتیں جذب ہوگئیں، یہاں تک کہ صبح ہوتے زبان بند ہوگئی۔ کرب واضطراب سے دل بے چین ہوگیا اور مرزا صاحب دس بجے صبح کے بعد گھنٹے ہی بیمار رہ کر اپنے معتقدین کے سینوں پر داغ مفارقت لگا کر اور اس جہان کو ان کی نظروں میں تیرہ کر کے بغیر سلام وکلام ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ بیوی بچے بہویں سرہانے بیٹھے بحر غم میں غرق ہو رہے ہیں اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن مرزا صاحب چپ چاپ چل دیئے نہ کلمہ نہ کلام نہ وصیت نہ سلام بیوی زبان حال سے یہ کہہ رہی تھیں

قلبی کلیم بموسی البین و اتلقی

ان کان جرح فراقی غیر مندمل

(یعنی میرا دل جدائی کے استرے سے زخمی ہو رہا ہے۔ اگر میرے فراق کا زخم بھر آنے والا نہ ہوا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراس مضمون کا نقشہ کھڑا کرتی تھیں

شوقی الیك شدید کما علمت وازید

وکیف اذکر شیئاً به ضمیرك یشهد

لا املك الذهاب معك کما انه ودّك ابعد

یعنی میرا شوق تیری طرف بہت سخت ہے جیسا کہ تو جانتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔میں اس امر کو کس طرح ذکر کروں جس کی بابت تیرا دل گواہی دیتا ہے لیکن میں تیرے ساتھ چلنے کی مالک نہیں ہوں یعنی موت کی راہ، جیسے کہ تیرا واپس آنا اس سے بھی زیادہ دور ہے۔

مریدوں کیلئے خود ان کی جدائی ایک واقعہ جانکاہ وحادثہ ہوشربا تھا۔غضب تو یہ ٹوٹا کہ ان پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے سے پہلے ہی کوچ کر گئے جن کی نسبت نہایت وثوق وپختگی سے قسمیں کھا کھا کر الہام ووحی سناتے رہے تھے کہ ان واقعات کا وقوع میری زندگی ہی میں ہوگا۔

ہاہ! ناظرین! مصیبت کے وقت دشمن کو بھی چڑانا نہ چاہیے۔واقعی اس وقت مرزائیوں کی حالت ترسناک کیا بلکہ ناگفتہ بہ تھی۔مرزا صاحب مسیح بے برمان، نبی بے نشان کی مفارقت کے زخموں پر مخالفوں کے سرکوب طعنے اور ملامتیں اور ان کی سینہ سوز اور جگر دوز لعنتیں جن کا سبق خود مرزا صاحب نے لوگوں کو دوسروں کی موت پر سکھایا تھا نمک پاشی کا کام کرتی نہیں، آہا! کیا سچ کہا گیا ہے

جراحات السنان لها التیام

ولا یلتام ما جرح اللسان

یعنی نیزوں کے زخم تو بھر آتے ہیں لیکن زبان کے زخم بھرنے میں نہیں آتے

غرض یہ واقعہ مرزائیوں کے لئے مصیبت پر مصیبت اور آفت پر آفت تھا۔

نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن

نہ گوش شنفتن نہ زبانِ گفتن

نہ دل برداشتن ونہ ہمت برخواستن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئی ایک نے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے مرجانے پر شرطیں بدہ رکھی تھیں اور اشتہار تبصرہ جو سچ مچ تبصرہ ثابت ہوا فریموں میں رکھ کر دیواروں پر لٹکا رکھا تھا۔ مگر ہائے افسوس! موت ایک ایسی زبردست شئے ہے کہ کسی اپنے پراء کا کچھ بھی تو لحاظ نہیں دیکھتی اور وقت اور بے وقت نہیں پہچانتی۔ ۲۶ مئی کی آمد نے وہ ساری امنگیں ملیا میٹ کر دیں اور تمام آرزوئیں خاک میں ملا دیں، طبیعت کے جوش فرو ہو کر پژمردگی اور غم سے مبدل ہو گئے۔ اور تعصب اور تعسف دور ہو کر تلہف و تاسف سے بدل گئے سبحانك اللهم۔ عجب شان ہے تیری تعز من تشاء و تذل من تشاء جن مخالفین کو کل نظر حقارت سے دیکھتے تھے آج ان سے نظر چھپانے لگے اور جن کو برسر راہ ٹاکا کرتے تھے آج ان سے روپوش ہونے لگے۔

کسی کو کیا معلوم کل کیا ہوگا؟ و ما تدری نفس ما ذا تكسب غداً اور کسی کو معلوم نہیں کہ کہاں مرے گا۔ وما تدری نفس بای ارض تموت

مرزا صاحب کی بے وقت وفات پر ہندو مسلمان اور عیسائی سب فرقوں نے مضمون تحریر کئے اور اپنے اپنے مذاق پر سب نے یہی نکالا کہ مرزا صاحب اپنی پیش گوئیوں کی رو سے بے وقت مرے ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خبریں من جانب اللہ نہ تھیں۔ لہذا مرزا صاحب فرستادہ خدا اور خدا تعالی سے تعلیم پائے ہوئے نہیں تھے بلکہ ایک مفتری علی اللہ تھی۔ ان تحریروں میں کسی نے تو درشتی سے کام لیا، اور کسی نے نرمی سے دیا، یا کسی نے تحقیقاً لکھا، اور کسی نے تقلیداً رقم کیا۔ غرض ہر ایک نے اپنے مبلغ علم اور مذاق طبع کے موافق لکھ کر ظاہر کر دیا کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی مخصوصہ میں صادق نہ تھے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است مشہور و مسلّم بات ہے۔ سو ہم بھی اپنے مذاق کے مطابق اس موضوع پر کچھ قلم بند کرنا چاہتے ہیں

مرغان چمن بہر صباحے تسبیح کند در اصطلاحے

چونکہ خاکسار (ابراہیم میر) کی غرض اظہار حق وازہاق باطل ہے اس لئے بفضلہ تعالی حسب عادت تقلیداً نہیں لکھے گا بلکہ جو کچھ قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہے اسی کو ظاہر کرے گا اور اپنے دعوی کے ثابت کرنے اور فریق مخالف پر گرفت کرنے میں قرآن وحدیث اور اصول مقررہ اور قواعد ممہدہ سے باہر نہیں ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر یہ کہ قادیانی اخباروں میں جو تحریریں اس موضوع پر نکلی ہیں چونکہ وہ سب غالبًا ایک ہی سرچشمہ مرزا صاحب کے خلیفہ اور امت مرزائیہ کے امیر و پیشوا حکیم نور الدین صاحب اور کچھ ان کے ثانی اثنین مولوی محمد احسن صاحب کے مضامین کی نقل یا خوشہ چینی ہیں۔اس لئے ہر دو بزرگان ملت کی تردید پر سب تحریروں کی تردید ہو جائے گی اور ہر ایک کہ اورمہ کے مضمون کی طرف التفات کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

اس وقت خاکسار (ابراہیم میر) کے زیر نظر خاص کر یہ اخبارات و رسائل ہیں۔اخبار الحکم و بدر، رسالہ ریویو آف ریلی جنز، اور رسالہ تشحیذ الاذہان۔آئینہ کمالات اسلام ازالہ اوہام، رسالہ وصیت۔اشتہار تبصرہ وغیرہ اوراق قادیانیہ و ان ارید الا الا صلاح ما استطعت و ما توفیقی الّا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

تقسیم معجزات: مضمون، ہندوستان کے دو پیغمبر، (الہادی ج ۳ نمبر ۶۔۷ بابت ماہ جون جولائی ۱۹۰۷ء) میں ہم نے کسی قدر تفصیل سے ثابت کر دکھایا ہے کہ نبوت کا ثبوت معجزہ سے ہوتا ہے اور ہر نبی کے لئے معجزہ ضروری ہے اور سچے مدعی نبوت اور کاذب میں اسی سے کھلم کھلا امتیاز ہوتا ہے۔اس تحریر میں ہم معجزہ کی تقسیم ذکر کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو مقصود کے سمجھنے اور تصدیق میں مدد ملے۔

معجزہ اس امر کا نام ہے جس کا دکھانا انسان کی طاقت سے خارج ہو۔چونکہ نبی کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ہوتا وہ بھی ایک انسان ہے اور ایسے امور پر جو انسان کی طاقت سے خارج ہیں باذن الہی اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اس لئے وہ امور اس کی صداقت نبوت پر دلیل ہوتے ہیں۔یہ معجزات تین طرح پر ہیں: قولی۔فعلی۔علمی۔

معجزہ قولی یہ ہے کہ نبی ایسے امور کے وقوع کی خبر دے جو آئندہ واقع ہونے والے ہوں اور ان کا ادراک عقل و قیاس سے خارج ہو۔اسے اخبار بالغیب کہتے ہیں۔ایسے امور داخل معجزہ اس لئے ہیں کہ غیب کا علم سوائے اس ذات واحد علام الغیوب کے کسی کو نہیں چنانچہ فرمایا ہے:

قل لا یعلم من فی السماوات و الارض الغیب الّا اللہ۔اے پیغمبر کہدو کہ آسمان و زمین میں سوائے خدا کے کوئی بھی ایسا نہیں جو غیب جانتا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیب دانی خاصہ خداوندی ہے اسی طرح کسی رسول برحق کو کوئی غیب کی بات جتادینے کی بابت فرمایا و ما کان لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۔(آل عمران)۔خداوندتعالی ایسا نہیں کہ تم لوگوں (غیر نبیوں) کوغیب پر مطلع کردے لیکن خداوندتعالی اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول

خداہی عالم الغیب ہے۔تو وہ اپنے غیب پر کسی کو بھی واقف نہیں کرتا مگر اسے جسے وہ جنس رسولوں میں سے پسند کرلیوے۔

ان آیتوں میں خداتعالی نے دونوں امر بتادیئے ہیں کہ عالم الغیب تو میں خودہی ہوں لیکن کبھی کبھی کسی رسول کو کوئی بات بتادیتا ہوں۔

ان آیتوں کے متعلق اگر شبہ پڑے کہ جب ان آیتوں میں اللہ تعالی نے فرمادیا کہ میں غیب پر سوائے رسولوں کے کسی کو بھی واقف نہیں کرتا تو بعض وقت اولیاء اللہ کی باتیں بھی سچی ہو جاتی ہیں۔پس یا تو ان کو بھی نبی اور رسول ماننا چاہیے یا اس امر کو ثبوت نبوت نہیں جاننا چاہیے یا اولیاء اللہ کی نسبت ایسا اعتقاد نہیں رکھنا چاہیے کہ بعض دفعہ کوئی بات ان کو بھی معلوم ہوجاتی ہے۔تو اس کا حل اس طرح ہے کہ اظہار علی الغیب جسے ان تینوں آیتوں میں نبیوں سے مخصوص کیا ہے اور غیروں سے اس کی نفی کی ہے الگ امر ہے اور اظہار الغیب علی احد جو رتبہ اولیاء کو بھی حاصل ہوتا ہے جدا امر ہے جو پہلے رتبہ سے نیچے ہے اور جو رتبہ انبیاء کے رتبے سے نیچے ہو وہ اولیاء کو حاصل ہونا منع نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ معجزہ کے ثبوت ہونے کے لئے دعوی نبوت شرط ہے جیسا کہ مضمون، ہندوستان کے دو پیغمبر ،میں گذر چکا ہے۔پس چونکہ ولی مدعی نبوت نہیں ہوتا اور نہ وہ دعوی نبوت کرسکتا ہے،اور نہ دعوی نبوت پر وہ ولی رہ سکتا ہے،اور اگر دعوی کرے تو اس سے کرامت ظاہر نہیں ہوسکتی ہے اس لئے ظہور کرامت پر ولی کو نبی نہیں کہہ سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخبار بالغیب یعنی پیش گوئی کی نسبت ہم نے یہ جو کہا کہ اس کا علم عقل و قیاس کے متعلق نہ ہو، اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ جو بات عقل اور قیاس سے معلوم ہو سکے اسے غیب نہیں کہتے کیونکہ غیب کی تعریف ہے ما لا یدرك بالحس یعنی غیب وہ ہے جو حس ظاہری یا باطنی ہر دو میں سے کسی سے بھی معلوم نہ ہو سکے پس اگر کسی امر کو اپنے عقل یا قیاس سے معلوم کر کے کہہ دیا اور وہ مطابق کہنے کے واقع بھی ہو گیا تو اسے اخبار بالغیب نہیں کہیں گے لہذا وہ مثبت نبوت بھی نہیں ہو گی پس پیش گوئی کے متعلق یہ قید کہ اس کا ادراک عقل اور حس انسان کے متعلق نہ ہو ضروری ہوئی۔ دیگر یہ کہ بسا اوقات ہم قیاس سے ایک امر کے امکان کو جان جاتے ہیں اور امکان میں وقوع اور لا وقوع ہر دو امر کا احتمال ہوتا ہے، جیسی صورت کے اسباب مہیا ہو جائیں وہی ظاہر ہو جاتی ہے اگر اس کے وقوع کے اسباب مہیا ہو گئے تو واقع ہو گیا ورنہ نہیں۔ پس ایسی صورت میں ہمارے پاس اس بات کے یقین کر لینے کی کوئی سند نہیں کہ مخبر نے یہ بات ضرور ضرور خداوند تعالی سے علم پا کر بتائی تھی کیونکہ اسکی ایک صورت عقل اور قیاس بھی ہے لہذا ایسی خبر اثبات نبوت میں مفید نہیں۔

اخبار بالغیب کی ایک مثال یہ ہے کہ زمان برکت نشان آنحضرت ﷺ میں ایران اور روم میں جنگ شروع ہوئی ابتداء میں ایران زبردست ظاہر ہوا، اور روم مغلوب رہا۔ مشرکین عرب نے صورت حال کو دیکھ کر کہا کہ اگر روم غالب آ گیا تو مسلمان سچے کیونکہ ان کا دین دین عیسوی سے ملتا ہے اور اگر ایران غالب رہا تو ہم سچے کیونکہ اہل ایران آتش پرست ہیں اور ہم بت پرست۔ خدائے علیم نے جو انجام کار سے واقف ہے اپنے رسول برحق پر یہ آیات نازل کیں:

الم ۔ غلبت الرو م۔ فی ادنی الا ر ض و ھم من بعد غلبھم سیغلبو ن۔ فی بضع سنین، لله ا لا مر من قبل و من بعد و یو مئذ یفرح المو منو ن۔ بنصر الله ینصر من یشاء و ھو العزیز الر حیم (روم)۔

الم ۔ اہل روم تھوڑے سے علاقہ میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن وہ چند ہی سال میں اپنے مغلوب ہوئے پیچھے ہی آخر کار غالب ہو جائیں گے پہلے اور پیچھے ہر وقت ہر امر خدا ہی کے اختیار میں ہے اور اس روز مومن خدا کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جس کی چاہتا ہے نصرت کرتا ہے اور وہ غالب اور رحم والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے بیان ہی سے صاف معلوم پڑا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ پیش گوئی ایسی حالت میں کی جب قرائن اور واقعات اس بات کے مقتضی تھے کہ اگر آپ قیاس سے کہتے تو فارس کے غلبہ کی خبر دیتے لیکن آپ نے برخلاف اس کے روم کے غالب آنے کی اور فارس کے مغلوب ہو جانے کی خبر دی اور اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے آپ کے پاس کوئی عقلی قرینہ اور قیاسی بات نہ تھی۔ چونکہ آپ کا دعوی من جانب اللہ ہونے کا تھا اور یہ بات قیاس سے معلوم نہیں ہوسکتی تھی۔ اور آپ کے خبر دینے کے مطابق واقع بھی ہوئی اس لئے آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔

ر بنا آ منا بما انز لت و اتبعنا الرسو ل فا کتبنا مع الشا ھد ین

معجزہ فعلی: یہ ہے کہ مادی اشیاء میں بغیر استعمال اسباب کے باذن خدا حقیقۃً کوئی ایسا انقلاب ظاہر کیا جائے جو طاقت بشری سے خارج ہو۔

امر معجزہ اس جہت سے ہے کہ قلب ماہیت یعنی کسی شئے کی ماہیت کا بدل دینا انسان کی طاقت سے باہر ہے پس جب ایسا امر کسی مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کے صدق دعوی کی دلیل ہے۔

اس کی مثال حضرت عیسی کا معجزہ طیور ہے کہ آپ گیلی مٹی لے کر کسی جانور کی صورت بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ بحکم خدا زندہ پرندہ ہو جاتی (آل عمران) نیز اس کی مثال موسی کا عصا ہے کہ آپ اس کو زمین پر ڈالتے تو وہ بحکم خدا سانپ ہو جاتا اور نیز آپ نے اس عصا کو دریا میں مارا، تو پانی جس میں عادۃً خرق نہیں ہوتا، پھٹ گیا۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کا معجزہ شق القمر ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، حالانکہ عادۃً اجرام فلکیہ میں خرق محال ہے۔ اسی طرح آپ کے دیگر معجزات جو کتب حدیث میں صحیح سندوں سے ثابت ہیں۔

معجزہ علمی۔ یہ ہے کہ ایک شخص دعوی نبوت کے ساتھ ایسے علوم حقہ بیان کرے اور ایسی حکیمانہ تعلیم کرے جو فاسد اعتقادوں سے نکال کر صحیح اعتقادات پر پہنچائے اور برے اخلاق سے کھینچ کر اخلاق فاضلہ پر عمل کرائے اور ایسا زبردست کلام پیش کرے جو ظاہری حسن کلام اور عمدگی بیان اور باطنی خوبی تعلیم میں لا جواب ہو اور کوئی انسان خواہ وہ کتنا ہی عالم و فاضل اور حکیم اور دانا کیوں نہ ہو اس کا مقابلہ نہ کرسکتا ہو۔ اور خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدعی نبوت کے پاس بظاہر کوئی ایسا ذریعہ نہ ہو جس سے وہ ایسے علوم معلوم کر سکے اور ایسے کلام پر قادر ہو سکے اس کی نظیر قرآن شریف ہے جو آنحضرت ﷺ کا معجزہ علمی ہے اور قائم رہنے والا ہے اور مادی معجزات کی طرح ظاہر ہو کر پھر نہ رہنے والا نہیں اور اسی کے ثابت کرنے کے لئے ہم نے خدا کے فضل سے کتاب اعجاز القرآن لکھی ہے۔

اس علمی معجزہ کے مثبت نبوت ہونے کے متعلق قرآن کریم میں کئی مقامات پر ذکر ہے چنانچہ انہیں میں سے ایک یہ ہے:

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات و ادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۔ فان لم یستجیبو لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ (ہود) ۔کیا یہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر ﷺ) نے اس (قرآن) کو از خود بنا کر خدا کے ذمہ لگا دیا ہے (اے پیغمبر) ان سے کہو اگر تم اس بات میں سچے ہو تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں از خود بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس کو سکو مدد کے لئے بلا لو۔ پس اگر وہ سب تمہاری بات پوری نہ کریں تو یقین جانو کہ یہ کتاب (قرآن) خدا کے علم سے اتری ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا اور میدان ثبوت میں مادی اور فعلی معجزات سے تو بالکل بالکل انکار ہی کر دیا، بلکہ ان کی تحقیر کرتے رہے (ازالہ اوہام۔ص ۱۵۵) اور یہ انکار تحقیق علمی پر مبنی نہیں تھا بلکہ صرف اس لئے تھا کہ ہو نہیں سکتے تھے۔ ان کی مثال اس لومڑی کی مثال ہے جو انگور نہیں اتار سکتی تھی تو کچھ سعی و کوشش کے بعد اکتا کر کہنے لگی ابھی کچے ہیں کون دانت کھٹے کرے۔

ہاں پیش گوئیاں پیش کرتے رہے جو محض قیاسی ڈھکو سلے اور اوہام تھے مگر افسوس ان میں بھی کوئی پیش نہ گئی۔ سب کی سب جھوٹی نکلتی رہیں کیونکہ ان کی نبأ تعلیم الٰہی پر نہ تھی، بلکہ ان کی خود ساختہ بات ہوتی تھی۔ اور اگر سچ پوچھو تو ان کی حقیقت محض گپ بازی ہوتی تھی، جو عوام کو دھمکانے اور جھوٹ موٹ ڈرا کر ان کو اپنی طرف کھینچنے، اور اپنے دام افتادوں میں ایک چرچا جاری رکھنے کے لئے ہوتی تھیں۔ ورنہ اللہ اکبر! کجا قادیانی مسکین اور کجا تعلیم رب العالمین۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ انہی میں سے بعض وہ ہوئیں جن کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب کی موت سے تعلق ہے اور اس وقت ہم ان پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں و ان ارید الا الاصلاح ما استتطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

حکیم نورالدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب نے ان پیش گوئیوں کے مرزا صاحب کی زندگی میں پورا نہ ہونے کے متعلق جو جو عذر کئے ہیں ان کی بنا ایک اس اصول پر ہے کہ (معاذ اللہ) بعض مواعید الہیہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں (اخبار بدر قادیان۔۲ جون ۱۹۰۸ء ص ۸) اور اگر کوئی پیش گوئی پوری بھی نہ ہو، تو اس سے نبی کی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ یہ اصل جس پر ان حضرات نے اپنے عقاید کی بنا رکھی ہے ان کا خود ساختہ نہیں ہے بلکہ ان کے پیر و مرشد حضرت مرزا صاحب کا سکھایا ہوا ہے جس کے مان لینے کے بعد ان کے عقاید میں تزلزل نہ آنا کوئی بعید امر نہیں۔

پس جب یہ امر قادیانی مذہب کے اصول میں ہے کہ خدا تعالی کا وعدہ ٹل بھی جاتا ہے اور نبی کی پیش گوئی غلط بھی ہو جاتی ہے اور اس سے نبی کی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا، تو اب اگر مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط نکلیں تو مرزائی مرزائیت سے کیسے پھر سکتے ہیں۔ اس مقام پر ہم اپنے ناظرین کی حیرانی دور کرنا چاہتے ہیں کہ مرزائی لوگ ایسے کھلے کھلے فیصلے کے بعد بھی تائب کیوں نہیں ہوئے؟ سو جب تک ان کے اس اصل کو بے اصل ثابت نہ کیا جائے تب تک مرزائیوں کی توبہ موہوم ہے کسی مدعی نبوت کی پیش گوئی کے صحیح یا غلط نکلنے کا جو اثر دعوی نبوت پر پڑتا ہے اس کو ناظرین مضمون بالا تقسیم معجزات سے سمجھ سکتے ہیں لہذا ان پر مفصل بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس سب سے پہلے وعدہ الہی کے متعلق عقلاً اور نقلاً ثابت کیا جاتا ہے کہ خدا کے سب وعدے سچے ہوتے ہیں اور ان کے سچے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ واقع میں بھی ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہے جاتے ہیں۔ ان میں ہرگز تخلف نہیں ہوتا۔ وعدہ خلافی نہایت مذموم صفت ہے جس سے شان خداوندی پاک ہے۔ اور نتیجہ اس تفصیل کا یہ ہوگا کہ چونکہ مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس لئے وہ خدا کے فرستادہ نہیں تھے بلکہ مفتری اور کاذب تھے۔ اور نیز یہ کہ مرزا صاحب قادیانی، قرآن فہمی سے کوسوں دور تھے خصوصاً جب وہ صفات خداوندی کی آیات کو بھی نہیں سمجھتے تھے تو ان کو خدا تعالی کا فرستادہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعدہ اور عہد پورا کرنے کی خوبی اور پورا نہ کرنے کی برائی

وعدہ اور عہد ایک اقرار ہے جو کسی کو آئندہ کوئی فائدہ پہنچانے یا اسے نقصان سے بچانے کی نسبت کیا جائے۔اس کا پورا کرنا...ضروری ہے۔اگر وقت پر پورا نہ کیا جائے تو اسے سخت پریشانی اور حیرانی لاحق ہوتی ہے اور جس سے کم از کم اتنا عہد کیا ہے کہ اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے اسے اعتبار ہو جاتا ہے اور اگر اس سے عہد شکنی کی جائے تو اس کی نہایت دل شکنی ہوتی ہے کیونکہ خلاف توقع امر سے انسان کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور طبیعت مکدر ہوتی ہے اور کسی شخص کو کسی چیز کی امید دلا کر اس کے خلاف کرنا اور عہد کر کے اسے اعتبار کرانا اور پھر پورا نہ کرنا، بے وفائی اور غدر ہے۔اور یہ صفت نہایت مذموم ہے۔اگر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کو درست قرار دیا جائے،تو زبان کا اعتبار اٹھ جائے اور دنیا میں عجیب فتور مچ جائے، کیونکہ دنیا کے اکثر معاملات صرف زبان ہی کے اعتبار و اقرار پر چلتے اور طے ہوتے ہیں،لہذا اس میں تخلف ہرگز درست نہیں۔عہد نبھانے اور پورا کرنے کو وفا کہتے ہیں اور پورا نہ کرنے کو خلاف اور بے وفائی اور غدر کہتے ہیں۔وفا نیکوں کی صفت ہے اور غدر بروں کی۔لہذا وفا ایک خوبی ہے اور خلاف وعدہ اور غدر ایک برائی ہے۔

قرآن مجید میں عہد اور وعدہ پورا کرنے کی تاکید اور وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی ممانعت: عام معاش کے معاملات کا مدار غالباً ان پانچ امروں پر ہے۔۱۔امانت داری۔۲۔عدل و انصاف۔۳۔سچا بول۔۴۔پورا تول۔۵۔وعدہ کا پورا کرنا اور عہد کا نبھانا۔

قرآن مجید میں جابجا ان امروں میں پختہ رہنے کی تاکید کی ہے اور ان کی خلاف ورزی کی ممانعت ہے چنانچہ امانت داری اور عدالت کی نسبت فرمایا: ان اللہ یأ مرکم ان تو دوا ا لا ما نات الی اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ ان اللہ نعمّا یعظکم بہ۔(نساء)۔(مسلمانو!)خدا تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہلوں کو ادا کر دیا کرو اور جب تم لوگوں میں کوئی فیصلہ کرنے لگو تو عدل و انصاف سے کرو خدا تعالیٰ تم کو جس امر کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت عمدہ ہے۔

اسی طرح ماپ تول اور سچے بول اور عہد کو پورا کرنے کی نسبت فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و اوفوا الکیل و المیزا ن بالقسط لا نکلف نفساً الا وسعھا و اذا قلتم فاعد لوا و لو کا ن ذا قربی و بعھد اللہ اوفوا ذلکم و صاکم بہ لعلکم تذکرو ن (انعام)۔اور آلہ ماپ اور تول کو انصاف سے (مقدور بھر) پورا کرو ہم کسی کو اس کی مقدر سے باہر تکلیف نہیں دیتے اور جب تم کچھ کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ کوئی صاحب قرابت ہی ہو۔اور خدا کے عہد کو پورا کرو۔خدا تم کو ان باتوں کی تاکید اس لئے کرتا ہے کہ تم تذکر کرو۔

اس آیت میں اللہ نے لفظ تذکرو ن پر ختم کیا ہے اور اس موقع پر اس کا ذکر عجیب لطف دیتا ہے اور قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت ثابت کرتا ہے کیونکہ شرط بلاغت یہ ہے کہ کلام کو فصیح جملوں میں مقتضائے حال کے مطابق اور مقصود کے موافق بیان کیا جائے۔سو اس مقام مقصود الٰہی عزاسمہ یہ ہے کہ ان امور مذکورہ کی خوبی اور ان کے خلاف ورزی کی برائی لوگوں کے ذہن کے قریب کر کے ان کو عمل میں پختہ اور چست و چالاک کیا جائے لہذا لفظ تذکر کو استعمال کیا کیونکہ اس کے معنی ہیں کسی امر کو یاد کر کے سنبھل جانا اور غلطی اور قصور سے بچ جانا، چنانچہ فرمایا:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طا ئف من الشیطا ن تذکروا فا ذا ھم مبصرو ن (اعراف) بیشک جو لوگ متقی ہیں ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ گذرتا ہے تو وہ تذکر کرتے ہیں۔پس وہ ناگاہ دیکھنے والے ہو جاتے ہیں۔

آیت بالا میں ان امور کی تاکید ہے۔۱۔یتیموں کے مال کی حفاظت۔۲۔ماپ اور تول میں کمی بیشی نہ کرنا۔۳۔سچ بولنا اور سچی گواہی دینا اور انصاف کی بات کہنا۔۴۔عہد کا پورا کرنا۔

پس تذکر سے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ اگر ان امروں میں کوئی شخص تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے جیسا کہ حکم ہے تو تم یاد کر لو کہ تم اسے ہرگز گوارا نہیں کرو گے۔پس تم کو بھی نہ چاہیے کہ تم کسی دوسرے سے ان حکموں کے خلاف سلوک کرو۔چنانچہ یتیموں کی نسبت جو زیادہ تر قابل رحم ہیں دوسرے مقام پر اسی تذکر کو صراحت سے بیان کیا ہے:

و لیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعا فاً خا فوا علیھم فلیتقوا اللہ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیقو لوا قو لاً سدیداً (نساء) وہ لوگ جن کو یہ خوف ہو کہ اگر ہم چھوٹی چھوٹی اولاد چھوڑ مریں تو وہ ہلاک ہو جائیں گے یتیموں کے مال میں دست اندازی کرنے سے ڈرنا چاہیے اور ان کو غضب خدا سے ڈرنا چاہیے اور چاہیے کہ (انصاف سے) پختہ بات کہیں۔

سبحان اللہ! کیسی پاک تعلیم ہے اور کیسے حکیمانہ اسلوب سے سمجھایا ہے اور لطیف پیرایہ میں سمجھایا ہے کہ بس تذکر کے ہوتے ہی انسان گرتا گرتا بھی سنبھل جاتا ہے۔

عہد کا نبھانا امور تقوی میں سے ہے

عہد کا نبھانا یہاں تک ضروری ہے کہ خدا تعالی نے اسے متقین کی صفت بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا

فا تموا الیھم عھد ھم الی مد تھم ان اللہ یحب المتقین ۔ پس ان کی مدت تک ان کے عہد کو پورا کرو کیونکہ اللہ متقین سے محبت رکھتا ہے۔

فما استقا موا لکم دا ستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ۔ پس جب تک وہ تمہاری رعایت میں عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کی خاطر قائم رہو کیونکہ خدا متقین کو پیارا جانتا ہے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بدعہدی اور وعدہ خلافی سے زبان کا اعتبار جاتا رہتا ہے اور بدعہد شخص بہت برا جانا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت حقہ نے بھی بدعہدی اور وعدہ خلافی کو، ا۔ موجب فساد، ۲، کذب، ۳، خیانت، ۴، خلاف تقوی، ۵۔ موجب نفاق اور نفاق کی علامت، ۶۔ فسق، ۷۔ موجب لعنت، ۸۔ شیطان کی صفت کہا ہے۔ اور اس سے سخت منع کیا ہے۔ چنانچہ ہم ان سب امور کو قرآن شریف سے بیان کرتے ہیں

بدعہدی کی ممانعت اور مذمت اور اس کا موجب فساد ہونا

سورہ نحل میں فرمایا: او فوا بعھد اللہ اذا عا ھد تم و لا تنقضوا ا لا یما ن بعد توکیدھا و قد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلو ن ۔ و لا تکو نوا کا لتی نقضت غز لھا من بعد قوۃ انکا ثا تتخذو ن ایما نکم د خلاً بینکم (نحل) اور خدا کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کرو اور اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد توڑا نہ کرو حالانکہ تم اپنے (قول وقرار) پر خدا کو ضامن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر چکے ہو۔ بے شک اللہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے اور (عہد شکنی کرکے) تم اس عورت کی طرح نہ بنو جو اپنے ہوئے سوت کو پختہ کرنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اپنے عہدوں اور قسموں کو آپس میں فساد کا ذریعہ بناتے ہوئے (عہد شکنی نہ کرو)

اس آیت میں خدا تعالی نے عہد کے پورا کرنے کا حکم کیا اور اس کے توڑنے سے منع فرمادیا اور شان الوہیت اور جلالت الہی کو ملحوظ رکھنے کا اشارہ کیا اور عہد شکن آدمی کی مثال اس احمق عورت سے دی جو اپنے کاتے ہوئے سوت کو توڑ تاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ساری محنت ضائع و برباد کر دے۔

ایسی احمق عورت کو کوئی بھی کاتنے کو نہیں دیتا۔ صرف سوت ہی کی نسبت بے اعتباری نہیں بلکہ ہر چیز کے متعلق اس سے بے امنی رہتی ہے اور اس کے گھر والے بھی ہر دم اس سے نالاں و ہراساں رہتے ہیں۔ اسی طرح عہد شکن آدمی کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا اور نہ اس سے کوئی معاملہ ٹھہراتا ہے دیگر لوگ تو کیوں کریں گے اس کے اہل و عیال اور اہل قرابت اور دوست اور ہمسائیوں اور ہم مجلسوں اور ہم مشربوں کو بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ پس عہد شکنی اور وعدہ خلافی بہت بری صفت ہے اس طرح اس آیت کے بعد خدا تعالی نے عہد شکنی کا ایک بہت بھاری ضرر بھی بیان کیا ہے جو صرف دنیا کے متعلق ہی نہیں بلکہ دین ایمان اور عاقبت میں بھی خرابی ڈالنے والا ہے۔ چنانچہ فرمایا: و لا تتخذوا ایمانکم دخلاً بینکم فتزل قدم بعد ثبوتها و تذوقوا السوء بما صددتم عن سبیل الله ولكم عذاب عظيم (نحل) اور اپنے عہدوں اور قسموں کو آپس میں فساد کا ذریعہ نہ بناؤ پس تمہارے قدم (اسلام سے) بعد پختہ ہونے کے پھسل جائیں گے اور لوگوں کو خدا کے رستے سے روکنے کے سبب تم کو اس برائی کا مزہ چکھنا ہوگا اور تمہیں بڑا عذاب ہوگا۔

اس آیت میں علاوہ اس بات کے کہ عہد شکنی موجب فساد ہوتی ہے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عہد شکنی اسلام سے برگشتگی کا باعث بھی ہو سکتی ہے کیونکہ خواہ کوئی امر ہو اس کی کثرت مشق اور تکرار فعل سے طبیعت میں اس کے کرنے کا ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے وہ کام بآسانی ظہور میں آنے لگتا ہے۔ پس بار بار کی عہد شکنی سے طبیعت میں ثبات اور استقلال اور استقامت نہیں رہتی اور مذہب کا اختیار کرنا اور اسلام کا اقرار کرنا بھی ایک اعتقاد اور عہد اور دل کا خیال ہے لہذا عہد شکنی سے اس کے متعلق بھی بے ثباتی اور لغزش اور ارتداد متصور ہو سکتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ نیز اس آیت میں یہ فرمایا کہ تم کو (عہد شکن لوگوں کو) اس سبب سے عذاب عظیم ہوگا کہ تم نے لوگوں کو خدا تعالی کے رستے سے روکا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دوسرے لوگ کسی کی عہد شکنی پر نظر کر کے دین میں طعن کرتے ہیں اور بدظن ہو کر ایمان لانے سے باز رہتے ہیں۔ دیگر یہ کہ عہد شکن اپنے اس فعل بد سے دوسروں کے لئے برا نمونہ بنتا ہے جس سے یہ برائی بکثرت ہونے لگتی ہے اس لئے اس کا بوجھ اسی بانی برائی پر ہے عہد شکن اور قسم کھا کر خلاف کرنے والے کے لئے اس آیت میں عذاب عظیم جو کہا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد کرنے والا اور قسم کھانے والا بھی بڑی تاکید اور پختگی سے اور خدا تعالی کی عظمت یاد کرا کر دوسرے کو باور کراتا اور اپنا اعتبار جماتا ہے پس اس کے خلاف ورزی کی سورت میں اسے بھی عذاب عظیم ہی چاہیے۔ جزاءً و فاقاً

عہد شکنی کذب ہے اور موجب نفاق ہے

قرآن نے عہد شکنی کو کذب میں شمار کیا ہے اور موجب نفاق کہا ہے چنانچہ سورہ توبہ میں ہے:

و منهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصالحين فلما آتاهم من فضله بخلوا به و تولوا و هم معرضون فاعقبهم نفاقاً فی قلوبهم الی یوم یلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه و بما كانوا يكذبون ۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے خدا تعالی سے عہد کیا کہ اگر وہ ہم کو اپنے فضل میں سے کچھ عطا کرے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے۔ اور صلاحیت والے ہوں گے پس جب خدا تعالی نے ان کو اپنے فضل میں سے کچھ عطا کیا تو اس سے لگے بخل کرنے اور بے رخی کر کے پیٹھ پھیر گئے پس خدا تعالی نے ان کے دلوں میں نفاق لگا دیا اس دن تک کہ ملیں (یعنی موت تک) اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالی سے جو وعدہ کیا تھا اس کا خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

اس آیت میں خدا نے علاوہ اس امر کے کہ وعدہ خلافی کو کذب میں شمار یا ہے اسے موجب نفاق بھی قرار دیا ہے چنانچہ جملہ فاعقبهم نفاقاً اسی بیان کے لئے ہے اور اس پرف کا لانا اسی مطلب کیلئے ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آیة المنافق ثلاث اذا حدّث كذب و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا وعد ا خلف و اذا أتمن خا ن (بخاری کتاب الایمان) منافق کی علامات تین ہیں جب کوئی بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت رکھا جائے تو خیانت کرے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی علامت نفاق ہے وعدہ خلافی اور عہد شکنی خلاف تقوی اورامر خیانت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا: وہ لوگ کہ تو نے (اے پیغمبر) ان سے عہد لیا ہے پھر وہ اپنے عہد کو ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ پرہیز نہیں کرتے الذین عا هد ت منهم ثم ينقضو ن عهد هم في كل مرة و هم لا يتقو ن.. و اما تخا فنّ من قو مٍ خيا نة فا نبذ اليهم على سواء ان الله لا يحب الخا ئنين ۔(انفال)۔اور اگر تجھے کسی قوم کی نسبت خیانت (بدعہدی) کا اندیشہ ہو تو تو بھی ان کو اس عہد کے قائم نہ رہنے کی اطلاع دے دے تاکہ معاملہ برابر رہے کیونکہ اللہ تعالی خیانت کرنے والوں کو اچھا نہیں جانتا

عہد شکنی فسق ہے

وعدہ خلافی اور عہد شکنی کے امور فسق میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا:

و ما يضل به ا لا الفاسقين ۔

ينقضو ن عهد الله من بعد ميثا قه ۔

اور اس مثال سے، خدا کسی کو بھی گمراہی پر نہیں رکھتا سوائے فاسقین کے جو خدا کے عہد کو اس کے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نبی آخر الزمان کی نسبت ہر نبی کی معرفت ان کی امتوں سے اقرار لینے کا ذکر کر کے کہا: فمن تو لى بعد ذ لك فا و لئك هم الفاسقو ن (آل عمران) پھر جو کوئی اس کے بعد اس عہد سے پھر جائے گا تو وہ سب فاسق ہونگے۔

وعدہ خلافی موجب لعنت ہے

اسی طرح سورہ رعد میں وعدہ خلافی کو موجبات لعنت میں سے قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذین ینقضو ن عهد الله من بعد میثا قه و یقطعو ن ما امر الله به ان یو صل و یفسدو ن فی ا لا ر ض او لئك لهم ا للعنة و لهم سو ء الدار (رعد) وہ جو خدا کے عہد کو اس کے پختہ کئے پیچھے توڑ ڈالتے ہیں اور (رشتہ) کے ملانے کا خدا نے حکم کیا ہے اسے قطع کرتے ہیں اور فساد مچاتے ہیں زمین میں ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر (جہنم) ہوگا۔

وعدہ خلافی شیطان کی صفت ہے

اسی طرح وعدہ خلافی کا شیطان کی صفت ہونا اس آیت میں مذکور ہے و قا ل الشیطا ن لما قضی ا لا مر ان الله وعدکم وعد الحق و وعد تکم فا خلفتکم (ابراہیم)۔شیطان (بروز قیامت) جب فیصلہ ہو چکے گا (اپنے تابعداروں سے) کہے گا کہ خدا نے تو تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں جو وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کا خلاف کیا۔

اس بیان سے صاف واضح ہو گیا کہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی نہایت ہی قبیح اور مذموم امر ہے کیونکہ یہ:

۱۔موجب فساد ہے۔۲ کذب ہے ۳ خیانت ہے۔۴ خلاف تقوی ہے۔۵ خدا کے غضب کا سبب ہے۔۶۔ موجب نفاق ہے۔۷ علامت نفاق ہے۔۸ فسق ہے۔۹ موجب لعنت ہے۔۱۰۔شیطان کی صفت ہے۔ تلك عشرة کا مله

پس خدائے رحمان کی شان اس صفت مذموم سے بالکل پاک اور مبرا ہے کیونکہ وہ سبوح ہے قدوس ہے سلام ہے۔ ہر قسم کے عیب ونقص سے منزہ ہے اور ہر طرح کی خوبیاں اور جملہ صفات کمال اور تمام نعوت جلال سے موصوف ہے سبحا ن الله و بحمدہ سبحا ن الله العظیم

ناظرین بیان سابق میں بذیل آیت سورہ نحل پڑھ چکے ہیں کہ عہد شکنی دین و دنیا ہر دو میں بدنتائج پیدا کرتی ہے اسی کے متعلق ہم یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس کا برا اثر عاقبت پر بھی پڑتا ہے کیونکہ دین اسلام کی تعلیم کے دو حصے ہیں عبادات ومعاملات لہذا معاملات کے متعلق جو تعلیم ہے وہ نصف دین ہے اور معاملات کے متعلق اسلامی تعلیم کو عملی طور پر دکھانا زیادہ تر انہی امور میں ہوتا ہے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں یعنی امانت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داری عدل وانصاف ایفائے عہد، پورا تول، سچا بول، اور یہ مسلّم ہے کہ دنیا کے امن کے متعلق عہد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے اور خدا تعالی نے اس کی سخت تاکید کی اور ایفاء وعدہ کو اخلاق سے تو بہت ہی نازک تعلق ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ وعدہ خلافی سے کئی برائیاں مثل جھوٹ غدر فریب وغیرہ پیدا ہوتی ہیں اور اخلاق اور معاملات کا اثر عاقبت پر بھی پڑتا ہے یعنی اگر اخلاق اور معاملات درست ہیں تو عاقبت بالخیر ہے ورنہ خراب اس لئے وعدہ کا اثر بھی منجملہ معاملات اور اخلاق کے ہے عاقبت پر پڑتا ہے اس لئے خدا نے فرمایا: و او فوا با لعھود ان العھد کا ن مسؤ لا (بنی اسرائیل) عہد کو پورا کرو کیونکہ (قیامت کو) عہد کی بابت ضرور پرسش ہوگی۔

اس بیان سے روشن ہو گیا کہ عہد کے پورا کرنے میں ہر دو عالم کی بھلائی ملحوظ ہے اس میں اصلاح دنیا بھی ہے اور فلاح عقبی بھی لہذا یہ دین حق میں ایک ضروری عمل ہے۔

گو بیان بالا ہی سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہے کہ ایفاء وعدہ ایک خوبی اور کمال شرافت ہے اس لئے ضرور ہے کہ ذات برحق مستجمع جمیع صفات کمال میں پایا جائے اور وعدہ خلافی ایک قبح اور عیب ہے اس لئے ضرور ہے کہ اس کی ذات مقدس کو اس سے پاک اعتقاد کیا جائے لیکن ہم مزید توضیح کے لئے آیات بھی ذکر کرتے ہیں جو قرآن شریف میں بالخصوص وعدہ الٰہی کے متعلق وارد ہیں۔ سو معلوم ہو کہ قرآن میں وعدہ الٰہی کے متعلق چار طرح کی آیات ہیں۔ اول وہ جن میں وعدہ الٰہی کے برحق ہونے اور واقع میں ہو جانے کے متعلق بیان ہے ۔ دوم وہ جن میں خدا تعالی کے وعدہ خلافی نہ کرنے کو تاکیداً بیان کیا ہے۔ سوم وہ آیات جن میں نہایت جلالت اور مہابت سے ایفاء وعدہ کو اپنے اخص اوصاف میں سے بیان کیا ہے۔ چہارم وہ آیات ہیں جن میں ان وعدوں کا ذکر ہے جو خدا تعالی نے اپنے رسولوں سے کئے۔ سو ہم بفضلہ تعالی ان چاروں کے متعلق علی الترتیب بعض کا بیان کر کے ناظرین کے ذہن نشین کرتے ہیں کہ خدا تعالی کے وعدوں میں ہرگز تخلف کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں ناظرین قرآن کریم کے اعجازی کمال کے متعلق بھی لطائف معلوم کریں گے جس سے ان کے ایمان میں تقویت ہوگی کہ سبحا ن اللہ قرآن کریم کا بیان ہر امر میں کیسی عجیب موشگافی اور باریک بینی سے ہوتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے، اور اس کی آیات کی نسبت بے اختیار بول اٹھتا ہے ما انز ل ھؤلا ء الا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب السماوات و الارض بصائر یعنی ان آیات کوسوائے آسمانوں اور زمین کے رب کے کسی نے نہیں اتارا (اور اس نے اتارا بھی ہے تو) بصائر کر کے (اتارا ہے یعنی باطن کی بینائی کر کے)

قسم اول کی آیات میں سے ایک یہ ہے:

انّ الذین آمنوا و عملوا الصالحات لهم جنات النعيم خالدين فيها وعد الله حقاً و هو العزيز الحكيم (لقمان) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے ان کے لئے نعمتوں کے باغات ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالی نے ان سے سچا وعدہ کیا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

اس مقام پر خدا تعالی نے نیکوکار مومنوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور اس وعدہ کی نسبت کہا ہے کہ وہ حق ہے صاف ظاہر ہے کہ وعدے کے حق ہونے کا ذکر اسی لئے کیا ہے کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ شاید یہ وعدہ ایسا ویسا ہی ہو اور ہم عمل کرتے کرتے تھک جائیں اور آخر کو ملے کچھ بھی نہیں۔ پس اس بیان سے تسلی کردی کہ خدا کے وعدے سچے ہوتے ہیں ضرور ضرور کہنے کے مطابق واقع ہوتے ہیں۔

اس مقام پر لفظ حق کے متعلق بھی کچھ ذکر مناسب ہے کہ لغت میں حق اس شئے کو کہتے ہیں جو ثابت اور موجود ہو اس لئے موجود کو متحقق کہتے ہیں اور اسی لئے خدا تعالی نے نام کے ناموں میں سے ایک الحق ہے یعنی وہ ذات جو سچ مچ موجود اور ثابت ہے چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے:

الحق تعالى الموجود حقيقة المتحقق وجوده و الهيته و الحق ضد الباطل (مجمع البحار۔ ج ا ص ۲۸۲) الحق اللہ کا نام ہے جو حقیقۃً موجود ہے اور اس کی ہستی اور الہیت ثابت ہے اور حق باطل کی ضد (بھی) ہے۔

مجمع البحار میں حق کو باطل کی ضد کہا ہے کیونکہ باطل کے معنی ہیں بیقرار اور ضائع اور دور ہونے والی چیز غیر ثابت اور نا قابل اعتبار شئے۔ چنانچہ قرآن میں حق اور باطل کی مثال اس طرح بیان کی ہے:

انزل من السماء ماء فسالت اودية بقدرها فاحتمل السيل زبداً رابياً و مما يوقدون عليه في النار ابتغاء حلية او متاع زبد مثله كذلك يضرب الله الحق و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البا طل فا ما الز بد فيذ هب جفاء و اما ما ينفع الناس فيكمث فی ا لا ر ض (رعد)

خدا نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے ندیاں اپنے اپنے مقدار بھر بہ پڑے پس رو کے اوپر جھاگ چڑھ آتی ہے اور جس (دہات) کے اوپر سے آگ میں رکھ کر آنچ دیتے ہیں، زیورات یا دیگر اسباب بنانے کے لئے اس میں بھی اسی طرح جھاگ آ جاتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو جو جھاگ ہوتی وہ تو خشک ہو کر دور ہو جاتی ہے لیکن جو لوگوں کے لئے نفع والی چیز ہے یعنی پانی اور چاندی سونا وغیرہ دھاتیں وہ زمین میں ٹھیری رہتی ہیں۔

اس آیت سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ حق کو خدا تعالیٰ نے پانی اور سونے چاندی وغیرہ مفید دھاتوں کی مانند کہا ہے اور ان کی نسبت کہا ہے کہ یہ لوگوں کے لئے مفید ہیں اور ثابت رہتی ہیں اسی طرح حق بھی مفید ہے اور ثابت رہتا ہے اور باطل کی نسبت کہا کہ وہ جھاگ کی طرح ہے جو جلد ضائع اور دور ہو جاتی ہے اور نہ وہ مفید ہے اور نہ اسے قرار ہے پس اس بیان سے ہمارے بیان بالا کی پوری پوری تصدیق ظاہر ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر بھی حق اور باطل کا مقابلہ کیا:

قل جاء الحق و زھق البا طل ان البا طل کا ن ز ھو قا (بنی اسرائیل) اے پیغمبران سے کہدو کہ حق ثابت ہو چکا ہے اور باطل دور ہو گیا ہے بے شک باطل دور ہونے ہی کے قابل ہے۔

اس آیت میں بھی ایک لطف ہے کہ حق کے ساتھ جاء ت کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ جاء ت اس چیز یا امر پر بولتے ہیں جس کا وجود و ثبوت یقینی و متحقق ہو چنانچہ سورہ ملک میں ہے:

قا ل لھم خز نتھا الم یا تکم نذ یر قا لوا بلی قد جاء نا نذ یر مبین فکذ بنا۔

کہ دوزخیوں سے دوزخ کے دربان کہیں گے کیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا تھا تو وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پاس ضرور ضرور نذیر پہنچا تھا لیکن ہم نے جھٹلایا

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ سے کہتے ہیں:

یا ابت انی قد جاء نی من العلم ما لم یأتك ۔اے میرے پیارے باپ بے شک میرے پاس خدا کی جانب سے ایک ایسا یقینی علم آ چکا ہے جو تجھے نہیں ملا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح دیگر آیات بھی ہیں۔ اوپر کی آیت میں باطل کے ساتھ زھق کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور باطل کو زھوق کہا ہے کیونکہ لغت میں زھق کے معنی بھی دور ہو جانے اور چلے جانے کے ہیں اور بطل کے یہ معنی تو پہلے ہی ثابت ہو چکے ہیں چنانچہ سورہ توبہ میں ہے: و تزھق انفسھم و ھم کافرون (کہ خدا کا ان منافقوں کی نسبت یہ ارادہ ہے کہ ان کے نفاق اور بد باطنی کے سبب) ان کی جانیں ان کے کافر ہونے کی حالت میں نکلیں اور صراح میں ہے: زھق، زھوق ونیست شدن۔ یعنی زہق کے معنی نیست ہونا بھی ہے

اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ حق اس امر کو کہتے ہیں جو ثابت اور موجود ہو۔ پس جب خدا تعالی نے اپنے وعدے کی نسبت کہا کہ وہ حق ہے تو ضرور ضرور مطابق کہنے کے ثابت اور موجود اور متحقق ہوگا کیونکہ حق کے لئے مطابقت ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ عبداللہ یزدی خطبہ شرح تہذیب میں جو منطق کی مشہور درسی کتاب ہے بذیل لفظ الصدق فرماتے ہیں:

الصدق الخبر و الاعتقاد اذا طابق الواقع کان الواقع ایضاً مطابقاً له فان المفاعلة من الطرفین فمن حیث انه مطابق للواقع بالکسر یسمی له بالفتح یسمی حقا و قد یطلق الصدق علی نفس المطابقة ایضاً۔ (شرح تہذیب تحفہ شاہجہانی ص ۲۰)

آیت سورت لقمان جس کی وعدہ الٰہی کے متعلق ہم تفسیر کر رہے ہیں اللہ تعالی کی صفات عزیز اور حکیم پر ختم کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان صفات کو امر وعدہ سے بہت بھاری تعلق ہے کیونکہ وعدہ خلافی یا تو اس سبب سے ظہور میں آتی ہے کہ کسی نے کسی سے کسی ایسی شےء یا امر کے متعلق وعدہ کیا جو اس کی قدرت اور وسعت سے باہر ہے پس اس کے عجز کے سبب اس سے وعدہ خلافی متصور ہے اس لئے خدا نے وعدہ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اللہ العزیز ہے یعنی وہ ہر امر پر غالب ہے اور ہر شئے کرنے کی قدرت رکھتا ہے پس اس سے وعدہ خلافی ممکن نہیں دوسری وجہ جس سے وعدہ خلافی نہیں ہو سکتی ہے یہ ہے کہ کوئی کسی سے ناعاقبت اندیشی اور سفاہت سے وعدہ کر بیٹھے اور اس کے بعد اس کو معلوم ہو کہ میرا وعدہ کرنا مناسب اور قرین مصلحت نہ تھا۔ پس وہ وعدہ پورا کرنے سے دل چراتا ہے۔ پس فرمادیا کہ اللہ تعالی الحکیم ہے یعنی مصلحت بین، عواقب امور سے دانا ہے سفاہت و نادانی سے پاک ہے۔ لہذا اس کا وعدہ ایسا ویسا نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ! کیسی عجیب موشگافی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باریک بینی ہے۔اور کیسے حکیمانہ اور فلسفیانہ طریق سے اپنے وعدہ کی حقانیت کو ظاہر کیا ہے۔

تیسری وجہ جس سے وعدہ خلافی متصور ہوسکتی ہے یہ ہے کہ وعدہ کرنے والا جھوٹ بولنے والا ہو پس ہوسکتا ہے کہ وہ یہ وعدہ بھی عادت کے موافق جھوٹا کرے لیکن خدا تعالی جھوٹ سے بھی پاک ہے چنانچہ فرمایا و من اصدق من الله حدیثا۔ (و قال) و من اصدق من الله قیلا (نساء) اپنی بات میں خدا سے بڑھ کر کون سچا ہے۔

لہذا اس اعتبار سے بھی خدا کے وعدے میں تخلف نہیں ہوسکتا۔

چوتھی وجہ جس سے وعدہ خلافی متصور ہوسکتی ہے یہ ہے کہ وعدہ کرنے والے کو نسیان ہو جاتا ہو یا وہ غلطی یا وہم میں پڑ جاتا ہو اور اس سبب سے وہ وعدہ کو بھول جائے یا اس کی نسبت اس کو کوئی غلطی یا وہم پڑ جائے جس سے وعدہ کو پورا نہ کر سکے۔ لیکن اللہ عز وجل کی نسبت ایسا بھی خیال نہیں کر سکتے کیونکہ نہ تو اسے نسیان ہوتا ہے اور نہ وہ غلطی اور وہم میں پڑ سکتا ہے موسی کی زبانی قرآن میں مذکور ہے کہ آپ نے فرعون سے کہا لا یضل ربی و لا ینسی (طہ) یعنی میرا رب نہ تو غلطی میں پڑتا ہے اور نہ اسے نسیان ہوتا۔ اسی طرح سورہ مریم میں ہے و ما کان ربك نسیا (مریم) یعنی اے پیغمبر تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ لہذا اس اعتبار سے بھی خدا کی نسبت وعدہ خلافی کا تصور نہیں ہوسکتا۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ وعدہ خلافی کی جو جو وجہیں ہوسکتی تھیں خدائے حکیم نے ان سب کو سامنے رکھ کر اور اپنی عزت وحکومت اور صداقت وحکمت کو بیان کر کے اپنے وعدے کی پختگی اور سچائی کا ذکر کیا ہے۔ پس اس کے وعدے میں ہرگز ہرگز تخلف نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت ﷺ تہجد کے وقت جو کچھ پڑھا کرتے تھے اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے و وعدك الحق یعنی بارخدایا! تیرا وعدہ حق ہے۔

افسوس صد افسوس! مولوی سید محمد احسن صاحب پر جو بدیں دعوی فضیلت وہمہ دانی قادیانی تقلید میں پھنس کر معرفتِ قرآن سے محروم رہے۔ اور ہزار افسوس! حکیم مولوی نور الدین پر جو بدیں ادعائے حکمت ونکتہ شناسی، قادیانی فریفتگی میں مبتلا ہو کر بمصداق حبك الشیء یعمی و یصم وعدہ الہی کے متعلق لطائف قرآن مجید سے بے بہرہ رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بے شمار افسوس! مرزا قادیانی پر جو باوجود ادعائے نبوت ومکالمہ الہیہ وعدہ الٰہی کے اسرار تک نہ پہنچ سکے۔

مرزا صاحب قادیانی کے ابطال کے لئے تو یہی امر کافی ہے کہ وہ صفات خداوندی کی نسبت صحیح علم و درست اعتقاد نہ رکھتے تھے کیونکہ انبیاء کی بعثت کے متعلق ایک مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ صفات خداوندی کی بابت صحیح علم واعتقاد کی تعلیم کریں اور لوگوں کو کشیدگیوں اور پیچیدگیوں سے نکال کر شاہراہ عقیدت پر لائیں۔ پس جب صفات خداوندی کی نسبت مرزا جی کا علم واعتقاد صحیح نہیں ہے تو وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ وعدہ الٰہی کی پختگی اور سچائی اور اس کے ضرور ضرور حق ہونے کو ہم ایک اور طرح بھی ثابت کرتے ہیں کہ خدا احکم الحاکمین ہے اور سلطنت اور حکومت کو ایفاء وعدہ سے ایسا شدید تعلق ہے کہ گویا یہی امر بادشاہ کی طرف سے رعیت کے لئے امن وامان اور حفاظت ورعایت کی ضمانت ہوتا ہے اور جو بادشاہ بے سخن بدعہد اور زبان کا کچا ہو اس کی طرف سے رعیت کی رغبت ہٹ جاتی ہے۔ اور طبیعت میں اس کی جانب سے کوئی امید نہیں رہتی بلکہ کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہنے سے ہر دم اس سے کھٹکا رہتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ملک السماوات والارض اور احکم الحاکمین بادشاہ حقیقی مالک تحقیقی وعدے کا سچا اور بات کا پکا ہوتا کہ اس کے ضعیف بندوں اور ناتواں آرزومندوں اور شکستہ خاطر حاجت مندوں کو سہارا رہے۔ اور ہر طرف سے کشیدہ خاطر ہو کر صرف اسی کی آستان رحمت پر امیدوار رہیں۔ اگر (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ ایسا متلون مزاج ہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ، نہ تو اس کی بات کا اعتبار ہو، اور نہ اس کے قول کا ٹھکانہ تو کوئی مومن کس امید پر بھروسہ کر کے صرف اسی پر توکل کرے۔

کیا خداوند تعالیٰ و تبتل الیہ تبتیلاً (مزمل) یعنی سب سے توڑ تاڑ کر صرف اسی سے پیوند کر۔، اسی وعدہ کی عدم پختگی پر کرتا ہے اور نیز ففروا الی اللہ (ذاریات) یعنی سب کوئی خدا تعالیٰ کی طرف لپکو۔، کا حکم اسی وعدہ خلافی پر سناتا ہے؟ قاتلھم اللہ انی یؤفکو ن

خدا تعالیٰ تو اسی وعدہ کی سچائی پر اپنے دربار کے حاجت مندوں کو تعلیم کرتا ہے کہ اس طرح کہا کرو:

ربنا و آتنا ما وعدتنا علی رسلك و لا تخزنا یوم القیامة انك لا تخلف المیعا د ۔آل عمران۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ کچھ بھی عطا کرنا جو تو نے اپنے پیغمبروں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم کو قیامت کے دن خوار نہ کرنا بے شک تو خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

دیکھو اس آیت میں صاف طور پر اپنے صدق وعدہ پر دعا سکھائی ہے اور وعدہ خلافی نہ کرنا بھی صریح الفاظ میں ذکر کیا ہے رسولوں کی زبانی مومنوں سے خدا کے کئی وعدے ہیں ایک ان میں سے یہ ہے:

عسی ربکم ان یکفر عنکم سیّاتکم و یدخلکم جنات تجری من تحتها الانهار یوم لا یخزی الله النبی و الذین آمنوا معه نورهم یسعی بین ایدیهم و بایمانهم (تحریم) امید رکھو کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں مٹا دے گا اور ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جس دن اللہ اس نبی (محمد) کو اور اس کے ساتھ مومنوں کو خوار نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور پیچھے اور دائیں بائیں چلتا ہوگا۔

اس آیت میں قیامت کے دن مومنوں کو رسوا نہ کرنے اور ان کو نور عطا کرنے کا وعدہ ہے اور اوپر کی آیت میں اس کی بابت دعا سکھائی ہے کہ ایسا کہا کرو۔

دیگر یہ کہ اسی وعدہ کی سچائی نوح اس صفت احکم الحاکمین کو (جس کے متعلق ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں) یاد کر کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں:

رب انّ ابنی من اهلی و انّ وعدك الحق و انت احکم الحاکمین. قال یا نوح انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح (ھود) خداوندا! میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی ضرور ضرور سچا ہے کیونکہ تو احکم الحاکمین ہے (تو پھر وہ کیوں ڈوبا) خدا نے فرمایا (کہ بیشک میرا وعدہ تو سچا ہے لیکن) وہ تیرے اہل میں سے نہیں کیونکہ وہ (اپنی بدعملیوں کی وجہ سے مجسم) غیر صالح عمل (ہو چکا) (اس لئے غرق کر دیا)

وعدہ الٰہی کے متعلق اول قسم کی آیات میں سے کچھ بیان ہو چکا۔ اب قسم دوم کا بیان کیا جاتا ہے جن میں خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ خلافی نہ کرنے کو تاکیداً بیان کیا ہے اس قسم کی آیات دو طرح پر ہیں اول وہ جو دنیا کے متعلق ہیں دوم وہ جو عقبیٰ کے متعلق ہیں پہلی قسم میں سے ایک یہ ہے کہ، اہل روم کے غالب ہو جانے کی پیش گوئی پر جس کا ذکر ہو چکا ہے خدا نے مومنوں کو جو خوشی حاصل کرانے کا ذکر کیا ہے اس کی نسبت فرمایا:

وعد الله لا یخلف الله وعده و لکن اکثر الناس لا یعلمون (روم)۔ (اس امر کا) خدا

www.KitaboSunnat.com

نے وعدہ کرلیا ہے اور خدا تعالیٰ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت سے لوگ (اس راز کو) نہیں جانتے۔

یہ خدا نے اہل روم کو اہل فارس پر فتح دینے سے کئی برس پیشتر کہا تھا اور ساتھ ہی زیادتسلی واطمینان کے لئے فرمادیا تھا کہ یہ وعدہ ہرگز خلاف نہیں ہوگا چنانچہ وہ مطابق کہنے کے بالکل حق ثابت ہوا اور ہرگز خلاف نہ ہوا۔

اس آیت میں ایک لطف ہے کہ ذکر تو ہو رہا ہے اہل روم کو فتح دے کر مومنوں کو خوشی دینے کا اور اس امر کو وعدہ کہا ہے اور اپنے وعدہ میں تخلف نہ ہونے کا ذکر صرف اسی وعدے کی نسبت ذکر نہیں کیا بلکہ عام طور پر کہا ہے لا یخلف اللہ وعدہ یعنی خدا اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ ہر ایک سمجھدار جو خدا پر ایمان رکھتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ کسی خاص بات کے موقع پر عام عادت کا ذکر کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ فاعل کی صفت خاص اسی واقعہ کے متعلق نہیں بلکہ اس کا ظہور ہر اس فعل کے متعلق ہے جو اس کی جنس کا ہے۔

اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعظیم ملحوظ رکھنے کے بیان میں فرمایا: ان تبدوا شیئاً او تخفوہ فان اللہ بکل شیء علیماً۔ (احزاب)۔ اگر تم کچھ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ خدا ضرور ضرور ہر شئے سے واقف ہے۔

اس آیت میں انسان کے ظاہری اقوال وافعال اور نیز باطنی خیالات کا کا خدا کے علم میں ہونا اس طرح بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کل شیء سے واقف ہے اور چونکہ ظاہر و باطن بھی کل شیء میں سے ہیں پس خدا ان سے بھی واقف ہے۔

سبحان اللہ! کیسے عجیب اور پختہ طور پر اتنے بڑے مضمون کو مختصر عبارت میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح سورہ روم میں بھی جس کی بابت ہم بیان کر رہے ہیں وعدہ نصرت الٰہی اور فرحت کے ضرور ضرور پورا ہونے اور ہرگز ہرگز خلاف نہ جانے کی نسبت فرمایا وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ یعنی اس (نصرت وفرحت) کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کرلیا ہے اور خدا اپنے کسی وعدہ میں بھی خلاف نہیں کرتا (پس اس میں بھی خلاف نہیں کرے گا)۔

دوسری قسم کی آیات جو عقبیٰ کے متعلق ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر ہو چکا اور قیامت کو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پورا ہونے کا بیان بھی ساتھ ہی مذکور ہو چکا۔اس مضمون کی دوسری آیت یہ ہے جو مومنوں کے لئے وعدہ جنت کے بارے میں ہے:

لکن الذین اتقوا ر بھم لھم غر ف من فو قھا غر ف مبنیّۃ تجر ی من تحتھا الانھار وعد اللہ لا یخلف اللہ المیعاد ۔لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ایسے بالا خانے ہوں گے جن کے اوپر بالا خانے بنے ہوں گے ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اس امر کا خدا نے وعدہ کرلیا ہے اور خدا اپنا کوئی بھی وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ خدا کے وعدے خواہ دنیا کے متعلق ہوں خواہ عقبیٰ کے، ان میں تخلف نہیں ہوسکتا۔

قسم سوم کی وہ آیات ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے کمال جلال سے اپنے وعدوں کے پورا ہونے اور ان میں ہرگز ہرگز تخلف نہ ہونے کا ذکر کیا ہے:

ان اللہ الشتر ی من المو منین انفسھم و اموا لھم بانّ لھم الجنۃ یقا تلو ن فی سبیل اللہ فیقلتون فیقتلو ن وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ و الا نجیل و القر آ ن من اوفی بعھدہ من اللہ فا ستبشروا ببیعکم الذی با یعتم بہ و ذ لك ھو الفو ز العظیم ۔ بے شک خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس قیمت سے کہ ان کے لئے جنت ہوگی وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو (کبھی) قتل کرتے ہیں اور (کبھی) قتل ہوتے ہیں خدا کے ذمے یہ وعدہ ہے تو ریت اور انجیل اور قرآن میں اور خدا تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے۔پس تم اپنی بیع سے جو تم نے کی خوش ہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں نہایت زور سے بطور سوال فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے یعنی کوئی نہیں۔

اسی طرح سورہ مریم میں اس وعدے کی پختگی ثابت کرنے کے لئے فرمایا کہ خدا کا وعدہ تو ایسا ہے کہ بس حاصل شدہ چنانچہ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنا ت عدن التی وعد الر حمن عباده بالغیب انه کا ن وعده مأتیّا۔ (مریم)۔
جنتیں ہمیشہ رہنے کی جن کا خدا نے اپنے بندوں سے غیب سے وعدہ کیا ہے بے شک اسکا وعدہ حاصل شدہ ہے

ظاہر ہے کہ وعدہ سے اس شئے کے حاصل کرانے کی توقع دلائی جاتی ہے جو ابھی حاصل نہ ہوئی ہو باوجود اس کے پھر جو خدا نے اپنے وعدہ کی نسبت فرمایا کہ وہ ضرور ضرور حاصل شدہ ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں ہرگز ہرگز تخلف اور التواء کی گنجائش نہیں پس اس طریق بیان میں کمال تاکید ہے۔

اسی طرح سورہ نساء میں کمال مہابت اور شان سے فرمایا:

و الذین آ منوا و عملوا الصا لحا ت سند خلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً وعد اللہ حقا و من ا صدق من اللہ قیلاً ۔ اور جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے عمل نیک کیے ہم ان کو ضرور بہشتوں میں داخل کریں گے ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے خدا نے سچا وعدہ کیا ہے اور خدا سے بڑھ کر کون سچی بات کہنے والا ہے۔

اس آیت میں بھی سورہ توبہ کی آیت کی طرح نہایت جلال سے اپنے وعدہ کی حقانیت اور اپنی صفت صداقت کو بیان فرمایا اور ظاہر کیا کہ وعدہ خلافی کرنا جھوٹ ہے اور صداقت کے برخلاف ہے اور خدا تعالی اس سے پاک ہے لہذا اس سے وعدہ خلافی متصور نہیں۔

اب قسم چہارم کی آیات ذکر کی جاتی ہیں جن میں ان وعدوں کا ذکر ہے جو خدا تعالی خاص اپنے بندوں رسولوں سے کرتا ہے اور خاص کر دو وعدے جو منکرین کے مقابلے میں کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک آیت نہایت زور کی یہ ہے:

و قد مکروا مکر ھم و عند اللہ مکر ھم و ان کا ن مکر ھم لتزو ل منه ا لجبا ل فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقا م (سورہ ابراہیم) اور ان (کفار) نے (ایذارسانی کی بہت) تدبیریں کیں اور ان کی سب تدبیریں خدا کے علم میں ہیں اگرچہ ان کی تدبیر اس قدر بھی قوی ہو کہ اس سے پہاڑ زائل ہو سکے تو (اے پیغمبر) تو نے خدا تعالی کو اس وعدے میں جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہے خلاف کرنے والا ہرگز ہرگز گمان بھی نہ کرنا بے شک خدا تعالی غالب ہے صاحب بدلے کا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمہ ان کی بنا پراس آیت کے معنی دوطرح ہو سکتے ہیں ایک وہ جواوپر کیئے گئے ہیں اوراس صورت میں ان وصلیہ ہے یعنی اس کے معنی اگر چہ کے ہیں ۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کونافیہ خیال کریں تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کی تدبیر ایسی نہیں ہے کہ اس سے پہاڑ زائل ہو سکے۔یعنی ضعیف ہے قابل پرواہ نہیں ہے اوراس سے آگے کا ترجمہ وہی ہے جواوپر کیا گیا۔

بہر حال اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ خدا تعالی کے وعدوں کے خلاف ہونے کی کوئی صورت نہیں خاص کران وعدوں کی جواپنے پیغمبروں سے کرے۔

علامہ زمخشری نے اس آیت میں ایک نکتہ بیان کیا ہے جو ہمارے مدعا کو بوجہ احسن ثابت کرتا ہے کہ مخلف وعدہ رسلہ میں مفعول اول یعنی رسلہ کوموخراور مفعول ثانی یعنی وعدہ کومقدم اس لئے کیا تا ظاہر ہو کہ خدا تعالی ہرگز ہرگز وعدہ خلافی کرتا ہی نہیں اور جب وعدہ خلافی عام طور پر اس کے شان کے لائق نہیں ہے تو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کس طرح کرے گا جو اس کے برگزیدہ ہیں ۔ سبحان اللہ قرآن شریف کی فصاحت کے قربان جائیں کیسے لطیف طور پر کیسے باریک اشاروں میں کیسے عمدہ مضامین ذکر کرتا ہے ایک اور لطف یہ ہے کہ اس آیت کو عزیز ذو انتقا م پر ختم کیا یعنی خدا تعالی سے وعدہ خلافی اس لئے متصور نہیں ہے کہ وہ غالب ہے عاجز نہیں اور صاحب بدلے کا ہے یعنی گناہ کا پیچھا کرتا ہے اور بداندیشوں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچاتا ہے۔

اسی طرح سورہ انعام میں فرمایا: انّ ما تو عدو ن لآ ت و ما انتم بمعجز ین ۔ جس امر کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ ضرورضرور آنے والا ہے اورتم ہرگز عاجز نہیں کر سکتے

اس آیت میں منکروں کوڈرایا ہے کہ خدا کا وعدہ جو عذاب کا ہے وہ ضرور ضرور ہو کر رہے گا

اسی طرح سورہ حج میں منکروں کی جلد بازی کے جواب میں کہا ہے:

و یستعجلو نك بالعذا ب و لن یخلف اللہ وعدہ کہ (اے پیغمبر) یہ لوگ تجھ سے جلد عذاب مانگتے ہیں (ان سے کہہ دے) خدا تعالی اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔

مضمون وعدہ الٰہی پورا ہوااور ثابت ہو گیا کہ اس میں تخلف اورالتواء کی گنجائش نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تمہیدی تفصیل کے بعد معلوم ہو کہ ہمارا مرزا صاحب قادیانی پر اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے چند امور کی نسبت پیش گوئی کہ یہ امور اس صورت میں پورے ہوں گے اور ان خبروں کی بنیاد الہام خداوندی پر رکھی چونکہ وہ خبریں حسب قرارداد مرزا صاحب ان کی زندگی میں پوری نہیں نکلیں اس لئے مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں صادق نہیں کیونکہ خدا تعالی کی خبر ووعدہ میں تخلف نہیں ہوتا۔

اس اعتراض کے جواب میں وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ بعض امور انبیاء کی موت کے بعد پورے ہوتے ہیں اسی طرح گو مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ فلاں فلاں امر میری زندگی میں ہوگا اور وہ ایسا نہیں ہوا لیکن امید ہے کہ بعد میں پورا ہو جائے گا۔ اس غیر معقول عذر کا جواب کئی طریق پر ہے۔

اول: یہ کہ بحث سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ خدا تعالی کے وعدہ میں التواء کی گنجائش نہیں پس عذر فضول ہے

دوم یہ کہ قرآن شریف اور حدیث صحیح سے کوئی ایسی مثال ثابت کرو کہ آنخضرتﷺ یا کسی اور نبی برحق نے کسی امر کی نسبت کہا ہو کہ خدا تعالی نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ فلاں امر ہماری زندگی میں فلاں وقت میں فلاں سورت میں واقع ہوگا اور وہ ویسا ان کی زندگی میں واقع نہ ہوا ہو۔ اگر تم کوئی ایسی حدیث پیش کرو جس میں آنحضرتﷺ نے اپنی زندگی میں واقع ہونا نہ فرمایا ہو تو وہ اس بارے میں پیش نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں واقع ہونے کی بابت کہا تھا۔

سوم یہ کہ وقت کی جو حد ان واقعات کے وقوع کے لئے بتائی گئی تھی یعنی مرزا صاحب کی زندگی اس میں تو یقینی طور پر آپ کے نزدیک بھی وہ امور واقع نہیں ہوئے اور آئندہ کی نسبت کوئی قطعی دلیل نہیں ہوسکتی لہذا تمہارا عذر درست نہیں اگر آپ کا عذر درست مانا جاوے تو اس طرح تو کوئی دروغ گو قیامت تک بھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

محل اعتراض یہ امر ہیں:

۱۔ محمدی بیگم کا نکاح میں نہ آنا۔ (دافع الوساوس)۔

۲۔ مولوی ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا مرزا صاحب کی زندگی میں نہ مر جانا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ مرزا صاحب کے بیٹے مبارک احمد اور خود بدولت کا ان کے سامنے رحلت کر جانا (بدر ۱۸۔اپریل ۱۹۰۷ء تبصرہ)

۳۔مرزا صاحب کی زندگی میں زلزلہ عظیم جو اپریل ۱۹۰۷ء کے زلزلہ سے بھی زیادہ ہو، نہ آنا (دیکھو رسالت وصیت)

۴۔مبارک احمد کی بجائے ایک اور لڑکا پیدا ہونا (دیکھو اشتہار تبصرہ)

محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق نسخ کا عذر (جیسا کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی اور مولوی نور الدین صاحب نے وفات مرزا میں لکھا ہے) اس لئے صحیح نہیں کہ الہام میں نکاح ہونے کی خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا کیونکہ اگر ماضی ہو تو اس میں خلاف ہونے سے کذب لازم آئے گا اور اگر استقبال کی نسبت ہو تو اس سے تخلف وعدہ لازم آتا ہے اور یہ دونوں شان خداوندی کے لائق نہیں۔اور یہ عذر کہ شائد مرزا صاحب کی ذریت میں سے کوئی لڑکا، اس لڑکی کی کسی لڑکی، یا اس کی لڑکی کی لڑکی، وھلم جرا سے نکاح کر لیوے صحیح نہیں کیونکہ نکاح ذاتی امور میں سے ہے، اشتراکی امر نہیں، کہ کسی دوسرے کی شراکت کو دخل ہو۔اور اس کے ضمن میں کوئی دوسرا بھی مفہوم ہوتا ہو اور اس دوسرے کے کر لینے سے اس متکلم کا کرنا سمجھا جائے جمع متکلم کے صیغہ کو عربی میں متکلم مع الغیر اسی لئے کہتے ہیں لیکن روشن ہے کہ یہ صورت مرزا صاحب کی الہامی منکوحہ آسمانی پر نہیں آسکتی۔

اور مولوی ثناء اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب کے نہ مرنے کے عذر میں مسیلمہ کذاب کی مثال بھی درست نہیں کیونکہ اس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ وہ میری زندگی میں مرے گا بلکہ فرمایا تھا یقتل بعدی (دیکھو زاد المعاد جلد اول؟ س اخیر) یعنی میرے بعد قتل کیا جائے گا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں قتل کیا گیا پس سب عذرات ناقابل سماعت ہیں۔

مولوی محمد احسن صاحب اپنے مضمون حیات الانبیاء میں لکھتے ہیں: اکثر وعدہ ہائے فتوح موعودہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے آپ کے نائبوں کے ہاتھ واقع ہوئے (ریویو آف ریلی جنز۔ج ۷ نمبر ۶ ص ۲۲۴)

صاحب! یہ عذر بھی درست نہیں کیونکہ کوئی ایسی فتح نہیں ہوئی جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ میری زندگی میں ہوگی، اور پھر آپ کے بعد زمانہ صحابہ میں ہوئی ہو۔اگر کوئی ہوئی ہو تو وہ حدیث پیش کریں۔اور قیصر کے خزانے فتح فتح ہونے کی حدیث آپ کے مفید نہیں کیونکہ اس میں ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے ان کی بابت اپنی موجودگی میں فتح ہونے کی خبر دی تھی۔

تم و الحمد لله اولاً و آخراً و الصلوة و السلا م علی نبیه ظا هراً و با طناً

راقم: محمد ابراہیم سیالکوٹی مالک واڈیٹر الہادی سیالکوٹ

فیصلہ ربانی برمرگ کادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اول حمد خدا وند عا لی۔ جس دے در تے سب سوا لی

ما رے رکھے سب دا وا لی ۔ ظا ہر غا ئب سب آ شکار

واہ واہ غا لب حکم جبار ۔ پل و چہ مارے سب سنسا ر

سلسلہ اک رسو لا ں وا لا ۔ کیتا جاری عجب نرا لا

[خلق ہدا یت دسن چا لا ۔ راہ جنت ول کر ن پکار

کیتا فضل ایہ آ پ غفار ۔ اسیں عا صی اور بخشن ہا ر

آ د م تھیں محمد تا ئیں ۔ جا ری رکھیا نبیا ں تا ئیں

معجزے دتے سبھنیا ں تا ئیں ۔ سچ جھو ٹ نو ں دین نتار

ہے ایہ قدرت ر ب جبار ۔ جھو ٹے معجز یو ں ہو ن لا چا ر

افضل سب تھیں بھا ئیو سو ئی ۔ ختم نبوت جس پر ہو ئی

کسر شر یعت و چہ نہ کو ئی ۔ عطا ہو ئی جس عا م پکار

اوپر اوس نبی مختار ۔ صلوۃ سلا ما ں لکھ ہزار

اس نو ں رب معرا ج کرا یا ۔ بھیج براق آ سما ن بلا یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورت اسراء نجم و چہ آ یا ۔ کتب حد یث بھی نال شمار

عز ت دتی ر ب جبار ۔ سید ردل نبی مختار

ملیا اوس قر آ ن خزا نہ ۔ قا ئم رہے تا ختم ز ما نہ

ہن بس ہور کو نبی نہ ہو نا ۔ نبوت بند تا روز شمار

ہا ں دتی خبر نبی سر دار۔ جھو ٹے ہو ن تر یہہ شمار

د جل کذ ب ہو او نہا ں کمام ؟ ۔ رسو لہ دعوے کر ن تما م

ایہو انہا ں علا مت عا م ۔ دسے یک نشا ن نتار

حد یث صحیح ایہ منیں یا ر ۔ بخاری مسلم و چہ شمار

مطا بق ایس حد یث رسو لی ۔ کیتا دعوٰ کیا ں فضو لی

حد یث صحیح ایہ منیں یا ر ۔ بخاری مسلم و چہ شمار

مطا بق ایس حد یث رسو لی ۔ کیتا دعوٰ کیا ں فضو لی

گل انہاندی کیا ں قبو لی ۔ رستہ پھڑ یا دوز خ نا ر

آ خر ہو ئے ذلیل و خوار ۔ انہا ں سبھناں رب دی مار

قا دیا ن اندر مرزا ہو یا ۔ پیغمبری دعوی کر کھلو یا

گل گل اندر جھو ٹا ہو یا۔ دتی شر م حیا اتار

ڈھل دتی اس رب جبار ۔ واہ واہ حلم خدا ئے قہار

مارے لا فا ں دنے دو جا نی ۔ میں نہ مارے مرض و با ئی

مینو ں منّوں سب لو کا ئی ۔ ور نہ آ وے غضب جبار

شہرت جگ و چہ عا م پکار ۔ اس نو ں سندا رب ستار

جاں اس کاسہ ہو یا پر ۔ جھو ٹھ گیا اس حد گذر

ر ب د کھا وے غیر ت کر ۔ قدرت اس دی سچ شمار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمیز کرے جو آخر کار ۔ نشان ہووے اوہ وچہ سنسار
ثناء اللہ جو مرد خدائی ۔ اس پر دائم فضل الٰہی
جس نوں نے جانے سب لوکائی ۔ سندھ بنگالے تیکر یار
حامی دین نبی مختار ۔ اس نوں رکھے رب غفار
دشمن سارے چن چن مارے ۔ دین نبی دے جو ہتھیارے
چمکے وانگوں سورج تارے ۔ دین نبی نوں دے نتار
حجت اندر کرے لاچار ۔ جس تھیں ہو ون بہت خوار
اس نے مرزا خوب دبایا ۔ پیش گوئیاں دا راز بتایا
خلقت نوں کل راز سنایا۔ جزا دےء رب غفار
آخر مرزے ہو لاچار ۔ دھمکی دتی وچہ اخبار
اس نے مرزا خوب دبایا ۔ پیش گوئیاں دا راز بتایا
خلقت نوں کل راز سنایا۔ جزا دےء رب غفار
آخر مرزے ہو لاچار ۔ دھمکی دتی وچہ اخبار
مرزا آکھے دعائیں کر ۔ اٹھاراں اپریل دا پڑھ بدر
یا رب فیصلہ حق دا کر ۔ ثناء اللہ تے میں وچکار
جو ہوگا کاذب پہلے مار ۔ طاعون ہیضہ وچہ کر لاچار
جھوٹے پر موت یا موت برابر ۔ کوئی مصیبت نازل کر
صادق سامنے زندگی تاکر۔ خلقت اندر کر پھٹکار
طاعون ہیضے دا کر شکار۔ جے میں جھوٹا مینوں مار
ثناء اللہ تے اس دیاں یاراں ۔ موت میری دیاں دس بہاراں
خوشیاں کرن اوہ بیشماراں ۔ کرانہاں ندی چڑھدی وار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہاں سامنے مینوں مار ۔ جے میں کاذب دجل شعار
ورنہ میری زندگی اندر ۔ ثناء اللہ ہی جاوے مر
اس تھیں پچھے ایہ اثر ۔ مرزے سندا اک پسر
مبارک احمد نام وچار ۔ مویا اوڑک ہو بیمار
بھائیو دسو کر انصاف ۔ ہویا فیصلہ کیسا صاف
اس وچ ناہیں لاف گزاف ۔ اس وچہ عبرت خاص شمار
رب ڈاہڈے نے کیتا خوار ۔ دتا سامنے پتر مار
پھیر دجال اے عذر بنایا ۔ ایہ مباہلہ ذاتی آیا
اس وچہ پسر نہ شامل پایا ۔ جھوٹھے اپر ردی مار
تبصرہ وچہ جو وڈا اشتہار ۔ کیتے عذر ایہ سب آشکار
عقلمنداں دے نیڑے بھائی ۔ ایہ عذر نہ وزنی رائی
اس وچہ پسر نہ شامل پایا ۔ جھوٹھے اپر ردی مار
تبصرہ وچہ جو وڈا اشتہار ۔ کیتے عذر ایہ سب آشکار
عقلمنداں دے نیڑے بھائی ۔ ایہ عذر نہ وزنی رائی
مرزے اپر مصیبت آئی ۔ موت پتر دی ڈاہڈی یار
دعا دے وچہ سی ایہ پکار ۔ کاذب اتے رب دی مار
تبصرے اندر ہور لکھایا ۔ اردو وچہ الہام بنایا
اس نوں ولوں خدا بتایا ۔ مریداں تائیں کرے پکار
نظریں رکھو اشتہار ۔ دیکھو تبصرہ رہو ہوشیار
دشمن آکھے چودہ مہینے ۔ مرسی مرزا حال کمینے
خبری میں پاک ربی نے ۔ جس دے ہتھ وچہ سبھو کار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر و د ھا وا ں تیری یا ر ۔ دشمن دیسا ں سا منے ما ر

ثنا ء اللہ جو منگی دعا ۔ بدر ۲۵ و چہ دے لکھاء

نا ل الہا م ایہ کرا ں دعا ۔ وعدہ کر ے میں نا ل جبار

کرا ں قبو ل میں سب پکار ۔ اس و چہ ہرگز جھو ٹ نہ یار

جھو ٹ اس دے و چہ شک نہ رائی ۔ د جال فریبی و ڈا سا ئی

خبر نبی دی سچی پا ئی ۔ حد یث بخاری مسلم یا ر

جھو ٹے تر یہہ ایہ کر ن پکار ۔ اسیں رسو ل خدا ئی یار

امر ترے ایہ و چہ نظر ۔ ر کھن سبھو اہل ہنر

دعا الہا م تے ہور عمر ۔ نکا ح محمدی بیگم چار

جھو ٹھا آ کھن نا ل پکار ۔ مرزا مار ن کر ن خوا ر

ڈا کٹر عبد الحکیم ایہا ئی ۔ ثنا ء اللہ پر فضل الٰہی

محمد ی بیگم نہیں وہا ی ء ۔ تتنے جیو ندے کر ن پکار

جھو ٹھا آ کھن نا ل پکار ۔ مرزا مار ن کر ن خوا ر

ڈا کٹر عبد الحکیم ایہا ئی ۔ ثنا ء اللہ پر فضل الٰہی

محمد ی بیگم نہیں وہا ی ء ۔ تتنے جیو ندے کر ن پکار

چھبی مئی نو ں منگل وار ۔ مرزا مو یا ہو لا چا ر

حقو حقی یار آ شنا وا ں ۔ شہر لا ہور دا حا ل سنوا ں

رازکھو ل کے صا ف بتا وا ں ۔ جھو ٹ نہ اس و چہ ہرگز یا ر

مرزا چل دا ہوا سوار ۔ سنتبر سن خا لص یا ر

اپر یل ما ہ دے آ خر بھا ئی ۔ لا ہور آ ن کے چھا ؤ نی پا ئی

ٹبر سندی کر ن دوا ئی ۔ دار ا ما ں اس چھڈی یار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ معلو م جو آخر کار ۔ مر سا ں ہیضے نا ل لا چا ر

شہر لا ہور دے سب رئیسا ں ۔ حنفیا ں نا لے تے اہل حد یثا ں

سند یا مینو ں کر کے ریسا ں ۔ تا ردّ کرا ں میں خوب و چار

بحث کراں میں خو ب نتار ۔ نقلی عقلی علمو ں یا ر

با ئی (۲۲) مئی نو ں ہوا سوار ۔ پڑ ھیا جمعہ لا ہور و چکار

دوایا او تھے اشتہار ۔ وعظ کرا ں میں نا ل پکار

دلیل لیا وا ں خو ب نتار ۔ سندے سب صغار کبار

عر بی ہور انگریزی دا ن ۔ بڈ ھے نا لے نو جوا ن

کئی ہندو ہور مسلما ن ۔ سندے دل دے نا ل قرار

نا ل دلیلھا ن کراں پکار ۔ ششدر ر ہن جو حا ضر یا ر

با ہجہ قر آ ن جے کرا ں بیا ن ۔ وعدہ کیتا کٹو زبا ن

چار مضمو ن میں کیتے عیا ں ۔ عا لم جا ہل کر ن و چار

کر ن و چار تے رہن ہو شیار ۔ د لائل عجب عجا ئب یا ر

با ہجہ قر آ ن جے کرا ں بیا ن ۔ وعدہ کیتا کٹو زبا ن

چار مضمو ن میں کیتے عیا ں ۔ عا لم جا ہل کر ن و چار

کر ن و چار تے رہن ہو شیار ۔ د لائل عجب عجا ئب یا ر

جمناں(۱) حضرت عیسیٰ وا لا ۔ قدرت نا ل اس حق تعا لی

معجزا ت (۳)و چہ شا ن نرا لا ۔ ملعو ن عقیدہ سولی (۴) دار

رفع سماوی (۲) کر آ شکار ۔ کیتی خو ب تسلی یا ر

حا فظ صا حب جماعت علی ۔ منن او نہاں لو ک ولی

مینو ں گھلن پیام دلی ۔ نا ل اتفاق اسیں کر نے کار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایہ مسیلہ اجماعی یار ۔ کل اماماں مذہباں چار
کھلے دل میں منّی بات ۔ اس وچہ گذرے خوب اوقات ۔
نال اتفاقاں دن تے رات ۔ رلن نمازیں لوگ ہزار
حافظ صاحب نال پیار ۔ گل میرے وچہ پاون ہار
ڈاکٹر اے سعید سیانا ۔ اس پر دائم فضل ربانا
مینوں ایہ پیغام پہنچانا ۔ جو اک مرزائی آکھے یار
ابراہیم ہووے تیار ۔ لکھے مرزے خط وچار
بحث دی اس وچہ دعوت ہووے ۔ مرزا آن میدان کھلووے
بحث تحریری اس وچہ ہووے ۔ عذر کوئی نہ ہرگز یار
مرزے تائیں کراں تیار ۔ نال دلائل کر تکرار
ڈاکٹر دی میں سن کے بات ۔ لکھیا خط لے قلم دوات
مسئلہ سولی ہور حیات ۔ دوہاں اندر گل ہو پار
ڈاکٹر لے گیا آخر کار ۔ خط پہنچا وے ہو ہشیار
مرزے احسن طلب کرایا ۔ کرتا کیداں حکم سنایا
مسئلہ سولی ہور حیات ۔ دوہاں اندر گل ہو پار
ڈاکٹر لے گیا آخر کار ۔ خط پہنچا وے ہو ہشیار
مرزے احسن طلب کرایا ۔ کرتا کیداں حکم سنایا
ابراہیم سلکوٹی آیا ۔ علماں وچہ تسی ہو شیار
بحث اندر اس کرولا چار ۔ آیت ہور حدیث وچار
سید احسن ہے کاہیگا لافی ۔ آکھیوس میں تیار تے کافی
پھلکے دیاں جواب میں شافی ۔ بھلک چڑھیا تے سنتوں یار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرت غا لب رب قہار۔ مرزا ہو یا سخت بیما ر

سحر گی و یلے مرض پچھا ن ۔ لگی گو لی غیبو ں آ ن

چھ بجے اس بند زبا ن ۔ دس بجے تا ں جا نوں پار

مرض ہیضے دے نا ل لا چار ۔ مرزا مو یا منگل وار

نہ کو ئی دارو نہ علا ج ۔ نہ و صیت نہ کو ئی کا ج

بیوی آ کھے لٹیا را ج ۔ پتر د ھیا ں نو ہا ں خوا ر

مرض ہیضے دے اندر یا ر ۔ مرزا مو یا منگل وار

شہر اندر جا ں شہرت ہو ئی ۔ و چہ با زا ں شور پکار

مرض ہیضے دل نا ل لا چار ۔ مر زا مو یا منگل وار

سب طر فو ں اس لعنت بر سی ۔ و چہ قبر تے حشر کی کر سی

عذا ب دوز خ دا کیکر جر سی ۔ ابر دجا لا ں رب دی مار

مرض ہیضے دل نا ل لا چار ۔ مرزا مو یا منگل وار

فـــمـــا بـــکـــت دی آیت بجھ ۔ ہور جو آیت لعنت بجھ

اس و چہ نہ شکا یت کچھ ۔ جھو ٹھیاں نال اے رب دی کا ر

اس و چہ نہ شکا یت کچھ ۔ جھو ٹھیاں نال اے رب دی کا ر

مرض ہیضے دے نا ل لا چا ر ۔ مرزا مو یا منگل وار

حا ل ثما و یا ں عا دیا ں سندا ۔ ہور فرعون خدا جو بندہ

خدا کہا وے ہوکے بندیہ ۔ اینہا ں سبھنیاں ر ب دی ما ر

و چہ دنیا تے روز شمار ۔ شہداء اللہ بھی نا ل و چا ر

او لاء اللہ دی عا م علا مت ۔ روز جنا زے ہو وے کرا مت

نر م ہو ون جو اہل عدا وت ۔ دل تھیں کڈ ھن سب بخار

www.KitaboSunnat.com

کرن دعا اوہ سب پکار ۔ بخش ربا توں بخشن ہار

فوت ہوئے جان خلق دوا لے ۔ دوست دشمن کرن پکار

رحمت ان پر لکھ ہزار ۔ کر ربا توں بخشن ہار

خلق خدا دی دے شہادت ۔ مرزے اپر کرے ملامت

اوہ سی وڈا اہل شقاوت ۔ سب طرفوں سی ایہ پکار

مرض ہیضے دل نال لاچار ۔ مرزا مویا منگل وار

اس وچہ بھائیو وڈا نشان ۔ مرزا وڈا اہل زیان

اس پچھے نہ کھو ایمان ۔ رب سچے نے دتا تار

مرض ہیضے وچہ کر لاچار ۔ مرزا مار یا منگل وار

اس پچھے نہ کھو ایمان ۔ رب سچے نے دتا تار

مرض ہیضے وچہ کر لاچار ۔ مرزا مار یا منگل وار

ہیضہ منگیوس دعائیں کر ۔ آخری فیصلہ وچہ بد

خلق ساری دی وچہ نظر ۔ رب کیتا ہے خوار

مرض ہیضے وچہ کر لاچار ۔ مرزا مار یا منگل وار

مرزے سندی موت دا سال ۔ روح خبیث (۱۳۲۶ھ) موافق حال

ظاہرا درشن جھوٹ۲ مقال ۔ مسلے نویں۳ وچہ جگت پکار

رسالت۴ دعوی شاہد چار ۔ لیاندے اس پر بعد وچار

آخر تامیں کھول سناواں ۔ راہ ہدایت ول بلاواں

بدعت کولوں پرے ہٹاواں ۔ بدعتی ہووے آخر کار

روسیاہ ذلیل و خوار ۔ وچہ دنیا تے روز شمار

توبہ کرو مرزائیو بھائیو ۔ راہ مرزے دے ول نہ جائیو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھو ٹے عذر نہ مو ل بنا ئیو ۔ مو جب لکھے مو یا خوا ر
چھبی مئی نو ں منگل وار ۔ مرض ہیضے و چہ ہو لا چا ر
ایہو میری غرض پچھا نو ۔ ہجو مقصود نہ ہر گز جا نو
عبر ت پھڑو نصیحت ما نو ۔ فضل کر یسی رب غفار
فضلا ں سیتی بیڑا پار ۔ و چہ دنیا تے روز شمار
الراقم خا کسار ابرا ہیم سیا لکو ٹی

مسئلہ ختم نبوت

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی یکم مئی ۱۹۵۶ء کو لکھتے ہیں کہ مولانا محمد ابراہیم میر صاحب نے تفسیر تبصیر الرحمٰن لکھنی شروع کی تھی اس کے تیسرے پارے میں آیت مبارکہ الم تر الی الذین او توا نصیباً من الکتاب . . .کے تحت مسئلہ ختم نبوت بھی آ گیا جس پر آپ نے سیر حاصل بحث کی اور بطرز بدیع ایسے ایسے علمی نکات لکھے کہ ہم نے اسے الگ رسالہ کی صورت میں شائع کرنا از حد مفید سمجھا (جسے ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

او تو نصیباً من الکتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں جن کے انبیاء کو قرآن شریف سے پیشتر تورات، زبور، انجیل دی گئی۔ ان کو ایک حصہ کتاب کا ملنا اس لئے فرمایا کہ تورات اور انجیل خاص بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی تھیں ان کی تعلیم عالمگیر اور ہمیشہ کے لئے نہ تھی۔ اس لئے بنی اسرائیل میں سلسلہ نبوت حضرت عیسیٰؑ تک قائم رہا۔ پس ان کتابوں کی تعلیم ایک محدود قوم اور محدود زمانہ تک تھی لیکن ان کے مقابلے میں قرآن شریف جامع کل اور تا قیام دنیا ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کی شریعت کامل ہے کیونکہ رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم کی دعوت عالمگیر ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد وحی نبوت و رسالت بند کر دی گئی ہے ہاں ولایت اور سلسلہ الہام بغیر اسم نبوت کے جاری ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منهم احد فعمر بن الخطاب ۔یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی ہوتے تھے جن سے (اللہ کی طرف سے) کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ پس میری امت میں سے اگر کوئی ایسا آدمی ہے تو عمر (اولیٰ) ہے۔ بخاری ج ا ص ۵۲۱۔ باب مناقب عمر طبع میرٹھ ۱۲۸۲ھ۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ باوجود ملہم و محدث ہونے کے نبی نہیں کہلا سکتے۔ یہ کلیہ کہ ہر محدث و ملہم بنا بر الہام نبی کہلا سکتا ہے جس پر مرزا قادیانی کے دعوی کی بنا ہے کو چونکہ مجھ سے خدا تعالیٰ کثرت سے کلام کرتا ہے اس لئے مجھے نبی بھی کہا گیا ہے، یہ کلیہ اور مرزا قادیانی کا دعوی منطوق حدیث مذکور الفوق کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اگر محض الہام کی بنا پر کوئی شخص نبی کہلا سکتا تو حضرت عمرؓ سب سے پہلے اس اسم سے موسوم ہونے چاہییں۔ اس حدیث کی رو سے ہم نے جو یہ لکھا ہے کہ ملہم کے لئے بنا بر الہام ضروری نہیں کہ وہ نبی ہو اس پر مرزا جی کی بھی تصدیق بالفاظ ذیل ملاحظہ فرمایئے:

اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں سے بیان کئے گئے ہیں مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوی نہیں۔ سو مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ ابتداء سے میری نیت جس کو اللہ خوب جانتا ہے اس سے مراد یعنی لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت ﷺ نے مکلم مراد لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء ... الخ۔ اشتہار مرزا ص ۹۱-۹۲ حقیقۃ النبوۃ مصنفہ مرزا محمود) اور یہی معنی مرزا جی کے اپنے شعر

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب   ہاں ملہم ہستم و خداوند منذرم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ ازالہ اوہام مصنفہ مرزا جی قادیانی سے بھی ثابت ہیں کہ وہ پہلے مصرعہ میں رسول ہونے اور صاحب کتاب ہونے کی نفی کرتے ہیں اور دوسرے مصرعہ میں ملہم ہونے کا اثبات۔ اگر ہر ملہم رسول اور نبی ہوسکتا ہے تو مرزا جی اس شعر میں نفی اور اثبات کو جمع کرتے ہیں، حالانکہ نفی اور اثبات آپس میں جمع نہیں ہوسکتے (کتب منطق بحث تناقض) اور اس شعر کی یہ تاویل مندرجہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ نومبر ۱۹۰۱ء کہ:

میں رسول تو ہوں لیکن صاحب کتاب رسول نہیں ہوں۔

اسی شعر کے دوسرے مصرع سے باطل ہوجاتی ہے، کہ مرزا جی ملہم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور پہلے مصرع میں رسول اور صاحب کتاب ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اور معلوم رہے کہ ہر رسول اور نبی کے لئے صاحب کتاب ہونا لازم نہیں ہے۔ موسیؑ صاحب کتاب نبی تھے اور ان کے بعد کئی ایک رسول اور نبی موسی اور توریت کی متابعت میں بھیجے گئے۔ ان پر کوئی دیگر کتاب نازل نہیں کی گئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا و لقد آتینا موسی الکتاب و قفینا من بعده بالرسل (بقرہ ع ۱۰) اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسی کو کتاب اور بھیجے ہم نے اسکے قدموں پر کئی رسول۔ نیز فرمایا انا انزلنا التوراة فیها هدی و نور ۔ یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذینها دوا و الربانیون و الاحبار (مائدہ پ۶ ع۱۱)۔ تحقیق ہم نے اتاری تھی تورات بیچ اس کے ہدایت اور نور تھا حکم کرتے تھے انبیاء جو خدا کے فرمانبردار تھے ساتھ اس کے واسطے ان لوگوں کے جو یہودی ہوئے اور (حکم کرتے تھے ساتھ اس کے) مشائخ اور علمائے ربانی۔ اس آیت سے دونوں باتیں معلوم ہوگئیں۔ یہ بھی کہ تورات کی متابعت میں بنی اسرائیل میں کئی نبی بھیجے گئے لیکن ان پر کوئی دیگر کتاب نہیں اتاری گئی۔ دوسرے یہ کہ مشائخ اور علمائے ربانی بھی اس کے مطابق حکم کرتے تھے اور نبی نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عمر والی حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر ملہم تو تھے مگر نبی نہیں تھے۔ یہی معنی شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) کی عبارات مندرجہ کتاب فتوحات مکیہ کے ہیں اور اس کے یہی معنی امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھے ہیں اور سید عبدالقادر جیلانی سے بھی یہی معنی نقل کئے گئے ہیں کہ ہماری امت کے ایسے بزرگوں کو انبیاء تو نہیں بلکہ اولیاء کہتے ہیں۔ ہم کو اسم نبوت سے روکا گیا ہے اور خدا تعالی ہم کو ہمارے باطنوں میں اپنے رسول کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے (الیواقیت والجواہر ج۲ ص ۳۵ مطبوعہ مصر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ختم نبوت کی دلیل میں حضرت عمر کے متعلق دوسری حدیث

نبوت خدا کی بخشش ہے ادعائی یا کسبی نہیں ہے یعنی نہ تو محض اپنے دعوی سے ثابت ہوسکتی ہے اور نہ کسب اور عمل سے ملتی ہے بلکہ خدا کی بخشش اور احسان ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے سورۃ ابراہیم میں فرمایا:

قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلكم و لكن الله يمن على من يشاء من عباده کفار کو ان کے رسولوں نے جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے کہا کہ ہم نہیں مگر بشر مثل تمہاری لیکن اللہ تعالی احسان کرتا ہے اوپر جس کے چاہے اپنے بندوں میں سے۔

حضرت عمرؓ کے حق میں باوجود ان کی کمال صلاحیت عمل اور صفائی قلب اور تقوی طہارت کے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا، جیسا کہ جامع ترمذی میں حضرت عقبہ عامر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب - یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتا۔

اس حدیث کو ذکر کر کے امام ترمذی کہتے ہیں ھذا حدیث حسن۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکی ہے آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی نیکوکار کیوں نہ ہو، اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ حدیث مذکور قیاس استثنائی کی صورت میں ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عمر نبی نہ ہوئے اس لئے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی ہونے والا نہیں تھا۔ یا یوں سمجھئے کہ چونکہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی ہونے والا نہیں تھا اس لئے حضرت عمر نبی نہیں ہوئے ورنہ اگر یہ امر مانع نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور نبی ہوتے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں تھے، نہ انہوں نے دعوی کیا، اور نہ صحابہ یا دیگر علمائے امت میں سے کسی نے ان کے متعلق یہ اعتقاد سکھایا۔

قرآن شریف سے ختم نبوت پر ایک نادر استدلال

خدا تعالی نے سورۃ فرقان کے شروع میں فرمایا:

تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا - یعنی بڑی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

برکت اور خیر کثیر والا ہے وہ خدا جس نے آہستہ آہستہ نازل کیا یہ قرآن شریف جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل اور حلال وحرام میں اوپر اپنے کامل بندے محمد ﷺ کے تاکہ ہو وہ واسطے تمام عالمین کے ڈر سنانے والا۔

اس آیت میں خدا تعالی نے آنخضرت ﷺ کو تمام عالمین ارضی یعنی جن وانس عربی وعجمی کے لئے نذیر کر کے بھیجا آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء آئے وہ اپنی اپنی قوم کے لئے آئے جیسا کہ حدیث صحیح مسلم میں ہے ارسلت الی الخلق کافةً و ختِم بی النبییو ن (مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب المساجد) یعنی میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تمام خلقت کی طرف اور ختم کئے گئے ساتھ میرے انبیاء۔

اور اسی سورۃ فرقان کے تیسرے رکوع میں فرمایا:

و لو شئنا لبعثنا فی کل قر یةٍ نذیراً یعنی اگر ہم چاہتے تو ہم ہر بستی میں ایک ایک نذیر مبعوث کرتے۔

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ علم میزان کی رو سے یہ قیاس استثنائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں الگ الگ نذیر مبعوث کرتے لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا۔ کیوں نہیں چاہا اس لئے کہ سورۃ فرقان کے شروع میں فرما دیا کہ تمام عالمین کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو نذیر کر کے بھیجا ہے جس سے دنیا جہان میں وحدت ملی پیدا ہو سکے۔ پس اس مصلحت کے لئے تمام جہان کے لئے ایک ہی نذیر بنایا گیا۔ چنانچہ امام شوکانی اپنی تفسیر میں آیت و لو شئنا لبعثنا فی کل قر یةٍ نذ یراً۔ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

کما قسمنا المطر بینهم و لکنا لم نفعل ذ لك بل جعلنا نذیراً وا حداً و هو انت یـا محمد یعنی جس طرح ہم نے آسمان سے پانی ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر کے اتارا ہے (اسی طرح ہم رحمت نبوت بھی ہر بستی کو تقسیم کر کے بخشتے) لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہم نے (دنیا جہان کے لئے) ایک ہی نذیر بھیجا اور وہ اے محمد ﷺ آپ ہیں۔

اور صاحب تفسیر رحمانی نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

(لـو شئنا لبعثنا فی کل قر یةٍ) رسو لا لیکو ن عن الکفر لهم (نذ یرا) لکن لم نشئنا لا نه یقتضی تفر ق ا لا ما م و تکثرا ا لا ختلاف فجعلنا الواحد اً نذیراً للکل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیطیعوہ و یقاتلھم ۔یعنی ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک رسول پیدا کرتے تاکہ ہوتا وہ ان سب کو کفر سے ڈرانے والا لیکن ہم نے نہ چاہا کیونکہ اس کا تقاضا امتوں کا تفرق اور اختلافات کی کثرت ہوتا پس ہم نے ایک ہی نذیر تمام کے لئے بنایا تاکہ وہ سب اس کی اطاعت کریں یا وہ ان سب سے جہاد کرے۔

اسی طرح دیگر کئی تفاسیر میں بھی ہے۔

عالمین کا مفہوم: اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ عالمین کا لفظ قرآن شریف میں کن کن موقعوں پر آیا ہے۔

اول شروع قرآن میں فرمایا: الحمد لله رب العالمین۔

دوم کعبۃ اللہ کے لئے چوتھے پارے رکوع اول میں فرمایا: هدی للعالمین۔

اور قرآن شریف کے لئے فرمایا: ان هو الا ذکری للعالمین۔(پ۷ انعام ع۷)۔یعنی نہیں ہے یہ قرآن شریف مگر نصیحت واسطے عالمین کے۔

اور آنحضرت ﷺ کی شان میں فرمایا۔ و ما ارسلناك الا رحمة للعالمین (سورہ انبیاء)

اور اسی طرح آپ کی شان میں سورۃ فرقان میں فرمایا لیکون للعالمین نذیراً۔

پہلی آیت میں تمام عالمین کے لئے ایک رب کا ہونا فرمایا۔ دوسری میں دنیا جہان کے جن وانس کے لئے چاہے وہ صحرائی ہوں، چاہے دریائی، چاہے پہاڑی، چاہے میدانی، ایک ہی کعبہ کا قبلہ ہونا فرمایا۔ تیسری آیت میں تمام جہان کے لئے ایک ہی قرآن کو نصیحت نامہ بتایا۔ چوتھی اور پانچویں آیات میں ایک ہی نبی محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین اور نذیر اللعالمین فرمایا۔ ان سب مقاموں پر غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اکیلے تمام دنیا کے لئے رسول ہیں۔ پس اسی لئے آپ پر نبوت ختم کی گئی کیونکہ دنیا جہان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ کی تبلیغ رسالت سے مستثنی ہو کہ وہاں پر کسی نئے نبی کے پیدا کرنے کی ضرورت پڑے جب رب العالمین کے ہوتے ہوئے کسی رب کی ضرورت نہیں اور قرآن کے ہوتے ہوئے کسی قرآن کی ضرورت نہیں کعبہ کے ہوتے ہوئے کسی کعبہ کی ضرورت نہیں اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے کہ سب عالمین کے لئے کافی وافی ہیں۔ چنانچہ اس معنی میں مسند امام احمد میں حضرت مقداد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پشت زمین پر کوئی گھر گارے یا اون (خیمہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا باقی نہیں رہے گا مگر اس میں اللہ تعالی کلمہ اسلام کو داخل کر دے گا یعنی دنیا جہان کے شہری اور صحرائی آبادی میں کلمہ اسلام کی گونج پڑ جائے گی چاہے اسے کوئی عزت سے قبول کرے چاہے ذلت سے اس کے تابع ہو جائے (مشکوۃ ص ۸ طبع احمدی دہلی ۱۲۷۱ھ۔کتاب الایمان)۔

ایک آیت کی تفسیر: قادیانی لوگ آنحضرت ﷺ کے بعد اجرائے نبوت کے لئے یہ آیت پیش کرتے رہتے ہیں یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (اعراف ع ۴۔ یا ۱۱؟؟)۔جو خدا تعالی جملہ بنی آدم کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اے بیٹو آدم کے اگر آویں تمہارے پاس رسول تم میں سے بیان کریں اوپر تمہارے آیتیں میری پس جو کوئی پرہیز گاری کرے گا اور اصلاح کرے گا نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وجہ استدلال یہ بتاتے ہیں کہ یاتین مستقبل کا صیغہ ہے جو ان شرطیہ کے بعد آیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کئی ایک رسول آتے رہیں گے جن کی گنتی خدا ہی کو معلوم ہے کیونکہ رسل بصیغہ نکرہ آیا ہے اور اسے کسی خاص معین عدد میں محصور نہیں کیا گیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی مفہوم یا اشارہ یا دلالت یا قیاس یا استنباط خلف نص قطعی کے قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے کہ مفہوم منطوق کے مقابلہ میں اور اشارت اور دلالت ،عبارت النص کے مقابلے میں اور کوئی قیاس یا استنباط منصوص کے مقابلے میں قابل سماعت اور اعتبار نہیں ہے ورنہ معاذ اللہ آیات قرآنیہ و احادیث رسول اللہ میں تعارض و تخالف واقع ہوگا اور یہ باطل ہے (دیکھو کتب علم اصول) مثلاً حصول المامول مصنفہ نواب صدیق حسن و نورالانوار ،ختم نبوت کے متعلق قرآن اور احادیث صحیحہ کے دلائل منصوص اور قطعی ہیں۔اور یہ بھی معلوم رہے کہ جس استدلال کی بنا لغت پر ہو اسے دلالت کہتے ہیں (کتب علم اصول) اور سابقاً یہ بیان ہو چکا ہے کہ کوئی دلالت یا اشارت منصوص کے خلاف قابل اعتبار نہیں ہے۔پس قادیانیوں کا استنباط آیت ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئی علیماً (احزاب۔ع ۲)۔کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔(ترجمہ) نہیں ہیں محمد ﷺ باپ تمہارے بالغ مردوں میں سے کسی کے لیکن ہیں خدا کے رسول اور خاتم النبیین اور اللہ تعالی ہر شئے کا علم رکھنے والا ہے،اس آیت کے معنی مرزا صاحب نے بھی یہی کئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں۔یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والہ نبیوں کا۔اگر علم اصول کے اس قاعدے کا لحاظ نہ کیا جاوے تو ہر باطل پرست اپنی خواہش کے مطابق قرآن وحدیث کے خاص وعام اور مطلق ومقید اور منطوق ومفہوم اور عبارت ودلالت میں کھینچ تان کر ان میں تخالف پیدا کر سکے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نصوص اور عبارات (معاذ اللہ) بے کار ہو جائیں گی۔مثلاً قرآن میں عام انسانوں کی پیدائش کے متعلق فرمایا انا خلقنا الانسان من نطفةٍ امشاجٍ (دہر)۔تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفے سے۔دوسری جگہ خاص آدم کی پیدائش کے متعلق فرمایا و خلق الانسان من صلصال کالفخار (سورہ رحمان)۔ اور خاص حوا کے متعلق فرمایا و خلق منها زوجها (نساء) اور خاص حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا انما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله القاها الی مریم و روح منه (نساء ع ۲۳) اگر ان آیات میں خاص اور عام کا لحاظ نہ کیا جاوے تو کوئی باطل پرست اپنی خواہش کے مطابق کہہ سکتا ہے کہ چونکہ آدم اور حوا اور عیسیٰ بھی انسان ہیں اس لئے وہ بھی (معاذ اللہ) ماں اور باپ کے ملے ہوئے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں اسی طرح محرمات نکاح کی آیت میں چند رشتوں سے نکاح کی حرمت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا و احل لکم ما وراء ذلکم ۔اور حلال کی گئیں واسطے تمہارے وہ جو سوائے ان مذکورہ کے ہیں۔اور خاص آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کی حرمت کے متعلق فرمایا و لا تنکحوا ازواجه من بعده ابداً (احزاب)۔اور نہ یہ جائز ہے کہ تم نکاح کرو ان سے بعد آپ کے کبھی بھی۔تو کوئی باطل پرست گستاخ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات سورہ نساء کی مذکورہ محرمات کے سوا ہیں اس لئے (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کے بعد ان سے بھی نکاح حلال تھا۔اسی طرح اس کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں کہ خاص وعام اور منطوق ...مفہوم کے مقابلے کے وقت خاص اور منصوص کا لحاظ ہوتا ہے۔پس اسی طرح ختم نبوت کے دلائل جو قرآن واحادیث میں منصوص ہیں وہ عموم استدلال سے جن سے قادیانی استدلال پکڑتے ہیں ان سب پر مقدم ہوں گے۔

اوپر کا جواب علم اصول کی بنا پر جس سے قادیانی علماء عموماً ناآشنا ہیں۔خصوصاً مرزا صاحب بھی اس سے نابلد محض تھے۔اب قرآن کے سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا جواب دیا جاتا ہے جس سے پہلے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید کا بیان ضروری ہے۔ قرآن شریف مربوط اور موصول کلام ہے جس کی صحیح تفصیل کے لئے سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ یہ امر مسلّم کل ہے کہ قرآن شریف کلام خدا ہے اور درجہ اعجاز کو پہنچا ہوا فصیح و بلیغ کلام ہے پس ایسے کلام کیلئے ضروری ہے کہ اس کا بیان اور سلسلہ کلام باہم موصول اور مربوط ہو۔ اس کے کلمات کی شستگی اور معانی کی لطافت کے علاوہ اس کے کلمات کی ترتیب اور آیات کا ارتباط اور بیان کا تسلسل نہایت موزوں اور مناسب صورت میں ارفع ہو۔ جس کلام میں ایسے اوصاف نہ ہوں وہ کلام معجزہ کیا اس کا وزن فصحاء عرب کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔

۲۔ اس قاعدے کی تائید میں آیات ذیل ملاحظہ ہوں کہ جن میں قرآن شریف نے اپنے آپ کو کلام موصول اور ترتیب میں احسن ہونے کی حیثیت میں پیش کیا ہے پہلی آیت و لقد وصلنا لهم القول لعلهم يتذكرون (قصص ع ٦)۔ یعنی حق تعالی نے فرمایا: البتہ تحقیق ہم نے ان لوگوں (کی ہدایت) کے لئے اس قول یعنی قرآن کو موصول کر کے بھیجا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں اس استدلال کی تائید میں اس آیت کے ذیل میں تفاسیر ذیل ملاحظہ ہوں۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و لقد وصلنا لهم قول و توصيل القول هو ايتان بيان بعد بيان و هو من وصل البعض بالبعض ۔ (کبیر ج ٦ ص ٦١٦ طبع اول)۔ اور توصیل کلام کا معنی ہے لانا ایک بیان کا بعد دوسرے بیان کے اور وہ جوڑنا ہے ایک کو دوسرے کے ساتھ۔ اسی طرح تفسیر ابی السعود میں ہے و لقد وصلنا لهم قول و قرىء بالتخفيف اى انزلنا القرآن عليهم متواصلاً بعضه اثر بعضٍ حسبها تقتضيه الحكمة و المصلحة يعنى وصّلنا (بالتشدید) وتخفیف یعنی بغیر شد کے بھی وصلنا پڑھا گیا ہے۔ ترجمہ یعنی ہم نے قرآن نازل کیا موصول ہے بعض کا پیچھے بعض کے مطابق اس کے جس کا تقاضا کرے حکمت اور مصلحت اس آیت اور تفاسیر کے حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ قرآن کا بیان اکھڑا اکھڑا کلام نہیں، بلکہ موصول ہے اور نہایت باحکمت ربط سے ہے۔

دوسری آیت۔ سورۃ فرقان، ع ۳ میں فرمایا و رتلناه ترتيلاً ہم نے قرآن کو عمدہ ترتیب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا۔ترتیل کے معانی کی تحقیق کے لئے لغت کی مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔لسان العرب جو عربی زبان کی سب سے بڑی لغت ہے اس میں لکھا ہے الرتل حسن تناسق الشیء و رتل الکلا م احسن تا لیفه و .....یعنی رتل کے معنی ہیں کسی شئے کی ترتیب کی خوبی اور عمدگی اور رتل الکلا م کے معنی ہیں اس نے کلام کی تالیف اچھی طرح سے کی اور اسے خوب واضح طور پر کیا۔قاموس میں اسی کو وضاحت کے ساتھ یوں لکھا ہے محر کة حسن تنا سق الشیء و الحسن عن الکلا م و الطیبات من کل شیء یعنی رتل ت کی فتح کے ساتھ اس کے معنی ہیں کسی شئے کی ترتیب لہ خوبی اور عمدگی اور کلام کی جنس میں سے عمدہ کلام اور ہر شئے کی نہایت پاکیزہ اور ستھری صورت۔اسی طرح لغت کی دوسری کتابوں میں بھی انہی معنی کی تائید کئی محاورات سے کی ہے مثلاً مغات وحیدی، اساس البلاغت، مصباح المنیر ، صراح وغیرہا۔ان حوالہ جات کی تائید کے لئے تیسری آیت ملاحظہ فرمائیں جو سوۃ زمر، ع ۳ میں ہے اللـه نـزل ا حسن ا لحد یث کتا باً متشا بھاً مثا نی ۔ یعنی اللہ نے اتارا سب سے عمدہ کلام جو کتاب ہے متشابہ یعنی جس کی ایک آیت دوسری کی تفسیر کرتی ہے اور وہ آیات مکرر سہ کرر بیان کی گئی ہیں۔اس آیت کی وضاحت کے لئے چند امور ضروری ہیں۔

اول یہ کہ اللہ نے قرآن کو احسن الحدیث فرمایا۔یعنی سب سے عمدہ کلام جو اعجاز کو پہنچا ہوا ہے جس کا مقابلہ انسانی علم اور لیاقت سے بالا ہے اور اس کی شہادت میں دو وصف فرمائے۔متشابہ اور مثانی جس سے مراد یہ ہے کہ اس کے مضامین آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ان میں تخالف نہیں ہے بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی تائید وتصدیق اور تفسیر کرتی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے دوسرا وصف مثانی فرمایا یعنی اس کی آیات پند و نصیحت کیلئے مکرر سہ کرر بیان کی گئی ہیں جن میں تخالف ہرگز نہیں۔اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ قرآن کے کلمات اور آیات باہم موصول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ان میں ہرگز تخالف اور تعارض نہیں

اس طویل تمہید لیکن از بس مفید کے بعد واضح ہوا کہ سورۃ اعراف کی آیت آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت جاری رکھنے کے متعلق نہیں ہے بلکہ آدم کے بہشت سے نکالنے اور زمین پر آباد کرنے کے بعد کے زمانے کے متعلق ہے جو آدم کے وقت سے مستقبل میں ہونے والا تھا کہ اس زمانے میں اولاد آدم کی ہدایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے خدا کے رسول آتے رہیں گے یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک آمد پر خدا نے آیت خاتم النبیین بھیج کر بتلا دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بھی واضح طور پر فرمادیا انا خا تم النبیین لا نبی بعدی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ہم نے یہ جو کہا کہ سورۃ اعراف کی آیت حضرت آدم کے بعد اجرائے نبوت کی دلیل ہے اس کو ہم سورۃ اعراف کی آیات کا سلسلہ کلام اور دیگر مقامات کی آیات کی تائیدوں سے ثابت کرتے ہیں جس کے سمجھنے کے لئے ہم نے اوپر کی تمہید کا بیان ضروری سمجھا تھا۔ آپ سورۃ اعراف کی آیت سے پیشتر نظر کریں کہ اوپر مسلسل طور پر حضرت آدم کا قصہ اور اس سے متعلقہ ضروری ہدایات کا بیان چلا آرہا ہے۔ اسی طرح سورۃ بقر، ع ۴ میں حضرت آدم کا قصہ بھی مطالعہ کریں جس میں ان کے اور ان کی سکونت جنت اور پھر جنت سے نکالے جانے اور زمین پر اترنے اور قصور کی معافی کے ذکر کے بعد فرمایا قلنا ا ھبطوا منھا جمیعاً ۔ فا ما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدا ی فلا خوف علیھم و لا ھم یحز نو ن ۔یعنی کہا ہم نے اترو اس سے سب۔ پس اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی پس نہیں ڈر او پر ان کے اور نہ وہ غم کھاویں گے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی ہدایت خدا کے رسولوں کی معرفت آتی رہی ہے چنانچہ یہ قرآن شریف رسول خدا ﷺ کی معرفت آیا اور اس کی نسبت فرمایا ذلک الکتا ب لا ریب فیہ ۔ ھد ی للمتقین ۔ اور تورات اور انجیل جو موسی اور عیسی کی معرفت آئیں، ان کی بابت فرمایا انز ل التو راۃ و الا نجیل مـن قبل ھد ی للنـاس (پ۳۔ع۹)۔ یعنی قرآن سے پہلے تورات اور انجیل لوگوں کی ہدایت کے لئے اتاریں۔ اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں کثرت سے ہیں۔ اور جیسا کہ سورۃ اعراف میں فرمایا و لا خوف علیھم و لا ھم یحز نو ن اسی طرح سورۃ بقر کی مندرجہ بالا آیت میں فرمایا فمن تبع ھد ی فلا خو ف علیھم و لا ھم یحز نو ن اور جو کوئی پیروی کریگا میری ہدایت کی نہیں ہوگا کوئی خوف اوپر ان کے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ دونوں جگہ رسولوں اور ہدایت ربانی کی پیروی کا نتیجہ ایک ہی فرمایا۔ دوسرا مقام سورۃ طٰہ میں دیکھئے کہ وہاں بھی حضرت آدم کے جنت میں سکونت کرنے اور وہاں سے نکالے جانے کے ذکر کے بعد فرمایا فا ما یا تینکم منی ھدی فمن اتبع ھدا ی فلا یضل و لا یشقی ۔(طٰہ) یعنی ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا پس اگر آوے تم کو میری طرف سے ہدایت ۔ پس جو کوئی پیروی کریگا میری ہدایت کی پس نہ وہ گمراہ ہو گا اور نہ بد بخت ہو گا۔

دیکھو ان تینوں مقاموں میں حضرت آدم کے بعد ہدایت ربانی کے جاری ہونے کا سلسلہ مذکور ہے یہ تینوں مقامات آپس میں متشابہ یعنی ملتے جلتے اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں ۔ پس سورہ اعراف کی پیش کردہ آیت کے ساتھ خاتم النبیین کو ملانے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت آدم کے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتے ہوئے حضور ﷺ فخر موجودات پر آکر ختم ہو گا ۔ ہمارے اس بیان کردہ طریق سے قرآن کی آیات اور احادیث مثبتہ ختم نبوت میں مطابقت قائم رہتی ہے اور قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کے منصوصات و مفہومات کی رہنمائی ایک ہی طرف رہتی ہے کہ نبوت حضور رسول مقبول ﷺ پر ختم کردی گئی قرآن وحدیث کی نصوص بینہ کے بعد بھی اگر سورۃ اعراف کی آیت کے یہ معنی سمجھے جاویں کہ سلسلہ نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد جاری ہے تو قرآن شریف کی آیات اور احادیث صحیحہ میں تخالف وتعارض واقع ہو جائے گا اور قرآن کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ بجائے ایک دوسرے کی تائید وتصدیق کرنے کے آپس میں مختلف ہو جائیں گی اور اختلاف منافی صداقت ہے جیسا کہ قرآن ہی کی صداقت کی نسبت فرمایا و لو کا ن من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ ا ختلا فاً کثیراً ۔ (نساء)۔ یعنی اگر یہ قرآن خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو البتہ پاتے اس میں اختلاف بہت ۔ ہاں اگر لفظ خاتم کے وہ معنی جو خدا اور رسول کی مراد ہیں، ان کو بدل کر اور حدیث لا نبی بعدی کے مقابلہ میں کہ مقید معنی جنس ہے شرعی اور غیر شرعی کا امتیاز کر کے صاحب شرع کی قید بڑھائی جاوے تو یہ تحریف معنوی اور خدا کے رسول کی مراد کو بگاڑ کر از خود اضافہ ہو گا اور یہ ہر دو امر باطل اور حرام ہیں ۔

اگر کہا جاوے کہ سورت اعراف کی آیت میں بنی آدم کو خطاب کر کے یا بنی آ دم فرمایا ہے اور سورۃ بقرا اور سورۃ طہ کی آیتوں میں ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ بقرا اور سورۃ طہ کی آیتوں میں اما یا تینکم کے خطاب میں حضرت آدم اور حوا کے ساتھ ان کی اولاد بھی شامل ہے ۔ دیکھئے ہر سہ مقامات پر ہدایت کی پیروی کا نتیجہ بترتیب یوں فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فمن تبع ھدا ی فلا خو ف علیھم و لا ھم یحز نو ن۔اور

۲۔فمن اتقی و اصلح فلا خو ف علیھم و لا ھم یحز نو ن ۔اور

۳۔ فمن اتبع ھدا ی فلا یضل و لا یشقی (سورہ طہ)۔

اس باریکی کی تائید کے لئے سورت اعراف ہی کی آیات کو دیکھئے کہ جنت سے نکلنے کا حکم دینے کے بعد خدا نے آدم اور حوا کو فرمایا: قال ا ھبطوا بعضکم لبعضٍ عدو و لکم فی ا لار ض مستقرّ و متاع الی حین ۔ قال فیھا تحیو ن و فیھا تمو تو ن و منھا تخر جو ن (یعنی فرمایا: اتر جاؤ بعض تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے۔ اور واسطے تمہارے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہوگی اور زندگی کے اسباب ایک مدت تک اور اسی میں مروگے اور اسی سے نکالے جاؤ گے)۔

دیکھئے ان آیتوں میں خطاب آدم اور حوا کو ہو رہا ہے حالانکہ آدم اور حوا کے درمیان دشمنی واقع نہیں ہوئی بلکہ ان کی اولاد میں دشمنی ہے۔اور جو امر اس کے بعد ذکر کئے گئے ہیں ان میں ان کی اولاد بھی شامل ہے ۔پس اسی طرح سے سورۃ اعراف کی زیر بحث آیت میں یا بنی آدم سے خطاب کر کے فرمایا اور اسی لحاظ سے ہے ۔اس طریق سے سب مقامات پر خطاب کے صیغے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ سورۃ اعراف کی زیر بحث آیت میں حضرت آدم کے بعد ان کی اولاد میں سلسلہ نبوت جاری رہنے کا ذکر ہے، نہ کہ آیت خاتم النبیین کی نص صریح کے خلاف حضور ﷺ کے بعثت کے بعد بھی،

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہم نے مرزائیوں کے استدلال کی سب کڑیوں کو توڑ تاڑ کر مشکل امر کو مدلل طور پر آسانی سے سمجھا دیا۔ فللہ الحمد ۔

☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آ له و صحبه ا جمعین

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بھا ء الدین ۱۵۔اگست۔۲۰۱۲ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ